

قَالَ اللَّهُ تَبَاطُؤًا فَفُتِحَتِ الْحُلَّةُ فَقَالَ أَوَّلِي خَيْرًا كَثِيرًا وَمَعَايِدَ كَرَامًا أَوْ لَوْ أَنَّ الْإِنْسَانَ

1995 CHECKED

A circular library stamp from the National Library of the National Diet Library in Tokyo, Japan. The text "国立国会図書館蔵" (National Diet Library Collection) is written along the top inner edge, and "東京" (Tokyo) is written along the bottom inner edge. The center of the stamp is blank.

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم خذوا حذرًا فإنه لا تعصمكم من آدمي أعياكم وحشكم

2.14. 2007 16.1.19

ذکر خیر تائید الہی در اشاعت کتاب سراسر شریعت

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله الذي جعل في رسول الله الكريم وعلى الله واحصاه مع التسليم ما بعد ما بعد كآخانه عالم
جمله ہزارے خود و بزرگ کو نظر غور دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ خالق السموات والارض
نہ اس عالم کے ہر جزو کی ترقی و نشو و نما و رواج و صلاح کے لئے اپنی مخلوق کے ایک گروہ کو درمیان میں
دو سائے مقرر کر کے کام میں لگا رکھا ہے۔ جن کو عربی میں ملائکہ۔ فارسی میں فرشتگان۔ سنسکرت میں
کوتے ہیں۔ ان میں ام اصلاح و انتظام عالم کا جوش بھرا رہتا ہے۔ اور ان کے اس جوش کا اثر ان
کے دلوں پر گرتا ہے جن کی روحانیت کو ملائکہ سے مناسبت اور شیاطین سے بُعد ہوتا ہے یہی
رسل اور ان کے خلفاء و علماء ربانی پر اور پھر ان کا بن سلطنت پر ہوتا ہے اور ان میں سے ہر ایک حسب مناسبت
اصلاح و انتظام عالم کے لئے حرکت کرتا ہے اور وہ گروہ جو اس اثر سے زیادہ تر متاثر ہوتا ہے وہ اصلاح عالم کے لئے
سابقہ اخوان و انصار ملا لیتا ہے اور جو گروہ اس کے برخلاف ہو اس پر ملائکہ الہی سے بجائے رحمت کے
کا اثر ہوتا ہے ان میں اس عالم کی جس جزو جو مافی و درو حانی پر نظر امان دیکھو گے یہی پاؤ گے کہ اسکے سر انجام و صلاح
لئے مخلوق الہی کا ایک بڑا گروہ مشغول و مصروف ہے لہذا اس طریق الہی کو جو کارخانہ عالم میں بحکم ایزدی دائرہ
ہے وہی ترین خدام حاملان شریعت خاکساروں کے نظر رکھ کر کتاب سراسر شریعت کی تالیف میں خدا تعالیٰ
قرآن کریم اول اسکے رسول پاک کی سنت و اعداویٹ اور اسکے برگزیدہ انسانوں کے عظام کو سندا اور اس کی اش
کے کام میں خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ کی امت کے گروہ کثیر کو تعاون پائے ہمراہ کر لیا۔ کہ یہ طریق موجب
برکت و خیر و کامیابی ہے كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ۔ خوش نصیب ہیں وہ انسان جو اس امر
میرے معاون ہیں اس کتاب کی تالیف و اشاعت کے کام میں جیسے اپنے آپ کو گمیں شہد کی
کنوز و خفیہ و ناچیز دیکھا مگر جس طرح اس کو گلمائے معطر و آہائے قطرے شہد شیریں کا ذخیرہ جمع
لئے خاص خدا تعالیٰ کی طرف سے رہنمائی ہوتی ہے اسی طرح اس پاکیزہ ذخیرہ و حقائق و معارف کے شہد کو
ماخذوں سے اخذ نہیں خدا تعالیٰ نے میری رہنمائی فرمائی۔ فَيَلِّهِمُ اللَّهُ الْمُحْسِنِينَ الْمُتَصَاتِرِينَ۔ آخر فضل سے مراد خاک
اور باقی و دیگر آئمہ عظام کے مختصر اسماء کے اشارات ہیں۔ خاکسار محمد فضل۔

فہرست مضامین

کتاب اسرار شریعت

جلد اول

جلد اول اسلام کو خوشخبری ہو کہ کتاب اسرار شریعت چھپ کر شائع ہو گئی ہے اور یہ اسکے مضامین کی مختصر سی فہرست ہے اس فہرست کو ہرگز شائع نہ کرو پتہ ذیل پر ایک کارڈ لکھ کر بذریعہ دی پی پکٹ اصل کتاب منگوا لو اور اس کو کتاب کے ساتھ شامل کر لو شریعت اسلام کے جس مسئلہ مندرجہ فہرست مذاک کی حقیقت و خلافی اور وجہ آپ کو معلوم کرنی ہو وہ انشاء اللہ سب سے معلوم ہو گی کی اسلام کے مخالف لوگ آریہ عیسائی۔ دھرم وغیرہ عقلی پر ایمان اکثر احکام شریعت پر اعتراض کرتے رہتے ہیں۔ اور حکم الہی میں عقلی و دماغی سے جواب دیتے ہیں۔ زیادہ سراسر معقولی رنگ پر چڑھ گیا ہے فلسفی مزاج تمامہ مدارس اسلامیہ و سرکاری کالجوں کے علمائے تعلیم یافتہ طلبہ بھی جو احکام اسرار شریعت پوچھتے ہیں۔ ہندو ایجوکیشنل سوسائٹی کے ماسٹر اور دینیان میں بھی گئی ہے جس میں ہر حکم الہی کی وجہ حکمت و غلافی بدل کے بتلایا ہے جو اقرآن مجید میں ہے مثلاً احکام شریعت کی حقیقت و خلافی دو صحابیان کی نہیں بڑے علماء و فضلاء ہیں رہ جاتے ہیں ان کے سر اور وجوہات اس کتاب میں موج ہیں بہ مناظر و فقیہ و مولوی و مدرس و اعظم و طالب علم کے پاس اس کتاب کا بخیر نام ہے اس ساری فہرست کو مطالعہ کر کے تو آپ کو معلوم ہو گا کہ کوئی اسلامی کتب خانہ اس کتاب سے خالی نہ ہونا چاہیے۔ اور کوئی خواندہ و مسلمان اس کتاب کے خریدنے میں دریغ نہ کرے یہ کتاب جہاں ہل اسلام کے لئے آہنی لباس اور حصن جمین ہے۔ کہ جو اس کو ایک بار فکر سے پڑھ لیں۔ ان پر کسی مخالف کا تیر کا رنگ نہ ہو گا۔ اور اسلام کے مخالفین کے لئے مادی و راہنما ہے۔ کہ جو اس کو بغیر غصہ و انصاف ایک بار پڑھ لیں۔ مجھے قوی امید ہے کہ مسلمان ہونے بغیر نہ رہیں گے۔ الغرض اسلامی تہذیب کے لئے اپنی نوع میں یہ پہلی جامع و بینظیر کتاب ہے جو اردو زبان میں شائع ہوئی ہے۔ اہل توفیق اس کتاب کی بہت بہت جلدیں پیش کر لو گوں میں شائع کر کے خدا تعالیٰ کی رضامندی حاصل کریں۔ جلد اول کی صفحات ۷۷ صفحہ لمبائی و چوڑائی اس فہرست کے برابر کا فہرستہ لگا یا گیا ہے۔ کتاب کی خریداری کی درخواست میں اپنا اور اپنے بھائیوں و ڈاک خانہ و ضلع کا نام صحیح و صاف لکھو۔ قیمت فی جلد ایک روپیہ آٹھ آنے و پچہر، محصول ڈاک سہ

ہمیشہ

کتاب اسرار شریعت کے لئے پتہ ذیل پر درخواست کرو

مولوی محمد فضل خان مقامہ و خانہ چٹگانگیال تحصیل گومرہا

ضلع راولپنڈی

نمبر صفحہ	مضامین	نمبر صفحہ	مضامین
۷۹	اسلامی طہارت پر عام نظر	۱۰۱	وجہ تعیین نماز عشاء
۸۱	گوشت سے اخراج نجاست کے بعد ڈول نکالنے کی وجہ	۱۰۲	وجہ تعیین نماز فجر
۸۲	کیا گوشت سے رفع ہا پاک کیلئے ڈول نکالنا ملوثی محض ہے	۱۰۳	اوقات نماز کے لئے اول و آخر مقرر ہونے کی وجہ
۸۵	شناخت طہارت آپ کے لئے اوصاف ثلاثہ رنگ بلو۔	۱۰۴	نماز کا شائع الہی میں سے ہونے کی وجہ
	ذائقہ مقرر ہونے کی وجہ	۱۰۵	انسان پر نماز مقرر ہونے کا راز
۸۸	قلیل پانی کی نجاست حکمی کی حکمتیں	۱۰۶	باب الاذان
۸۹	باوجود وقوع نجاست جاری پانی پاک ہونے کی وجہ	۱۰۷	حکمت اذان نماز
۹۰	حقیقت اجنبی سبب مباح۔ مکروہ۔ حرام	۱۰۸	وجہ تسمیہ اذان
۹۱	آب قلیل و کثیر کی حد مقرر ہونے کی وجہ	۱۰۹	مسجد کی دہش طرٹ اذان دینے کا راز
۹۲	بشرط عدم تغیر اوصاف گیارہ قلتین جتنے پانی کا وقوع	۱۱۰	جواب اذان دینے کی وجہ
	نجاست سے پاک ناپاک ہونے کے وجوہات	۱۱۱	اقامت کہنا سون کے لئے مخصوص مہو کی وجہ
۹۳	چہرے و ہاتھ کا جوٹھا پاک ہونے کی وجہ	۱۱۲	اذان کا نبوت کی شاخوں میں سے ہونے کی وجہ
۹۴	کتاب الصلوٰۃ	۱۱۳	کان میں انگلی دیگر اذان دینے کی وجہ
	عقل انسانی کی صحت کا معیار	۱۱۴	قیامت میں سون کا مارا گردن ہونے کی وجہ
۹۸	عبادات کے لئے تخصیص اوقات کی وجہ	۱۱۵	نوزائیدہ بچہ کے کان میں اذان دینے کا راز
۹۹	وجہ تعیین اوقات پنجگانہ نماز	۱۱۶	باب صفت الصلوٰۃ
۱۰۰	وجہ تعیین نماز ظہر	۱۱۷	نماز میں استقبال خانہ کعبہ کی وجہ
	ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھنے کی حکمت	۱۱۸	نماز کے لئے صفائی مکان و شرائی لباس کا راز
۱۰۱	وجہ تعیین نماز عصر	۱۱۹	نماز کے لئے تعیین ارکان و شروط کا راز
	وجہ تعیین نماز مغرب	۱۲۰	حقیقت نماز

نمبر صفحہ	مضامین	نمبر صفحہ	مضامین
۱۱۲	نماز کیا چیز ہے	۱۲۹	سمیع اللہ کہنے کی وجہ
۱۱۳	خانہ کعبہ کا شعائر الہی میں سے ہونے کی وجہ	۱۳۰	ہر رکعت میں رکوع ایک اور سجود دو ہونے کی وجہ
۱۱۴	وجہ قسبہ صلوٰۃ	۱۳۱	ساری عبادات لئے فضیلت نماز کی وجہ
۱۱۵	نماز میں ناف کے نیچے یا ناف و سینہ پاتھ باندھنے کی وجہ	۱۳۲	نماز میں سات اعضاء پر سجدہ ہونے کی وجہ
۱۱۶	جماعت کی صف میں مخالفت فرض کی وجہ	۱۳۳	نماز میں قوم مقرر ہونے کی وجہ
۱۱۷	نماز میں سونہ ہو کر کھڑا ہونے کی وجہ حکمت	۱۳۴	نماز میں تعیین جلسہ کا راز
۱۱۸	مکبیر تحریر میں عورت کا کاہنوں تک ہاتھ اٹھانے کی وجہ	۱۳۵	حکمت محراب تکبیر وقت رکوع و سجود
۱۱۹	نماز میں دست بستہ کھڑا ہونے کی وجہ	۱۳۶	سجدہ و رکوع میں تسبیح آنی دعا نہ ہونے کا راز
۱۲۰	نماز میں دایں ہاتھ کو بائیں پر رکھنے کی وجہ	۱۳۷	نماز میں عجائی آنے سے منہ پر ہاتھ رکھنے کا اثر
۱۲۱	نماز میں ادر ادر دھونے کو گوسے کلام کرنا منع ہونے کی وجہ	۱۳۸	ظہر و عصر کی نمازوں میں خفیہ قرأت پڑھ جانے کی وجہ
۱۲۲	نماز میں ثناء پڑھنے کی وجہ	۱۳۹	مغرب و عشاء و فجر کی نمازوں میں جہری قرأت مقرر ہونے کی وجہ
۱۲۳	ثناء کے بعد آعود پڑھنے کی وجہ	۱۴۰	جمعہ عیدین وغیرہ میں جہری قرأت کی وجہ
۱۲۴	فاتحہ سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کی وجہ	۱۴۱	جمعہ عیدین وغیرہ میں تقریری خطبہ کی وجہ
۱۲۵	نماز میں فاتحہ پڑھے جانے کا راز	۱۴۲	نماز میں تقریری تحیت کی وجہ
۱۲۶	فاتحہ خلف الامام جائز و ناجائز ہونے کی وجہ بات	۱۴۳	جلسہ میں بائیں پاؤں کو کھڑا رکھنے کی وجہ
۱۲۷	قرآن کے نام	۱۴۴	تحیت نماز میں نبی علیہ السلام پر سلام مقرر ہونے کی وجہ
۱۲۸	فاتحہ کے ساتھ منہ سورۃ کا راز	۱۴۵	تحیت نماز میں عام مومنوں و صلوٰۃ پر سلام مقرر ہونے کی وجہ
۱۲۹	حقیقت رکوع و سجود	۱۴۶	نماز میں تشہد کی وجہ
۱۳۰	حقیقت ارکان نماز	۱۴۷	حکمت اشارہ بالسبابة عند الخدین
۱۳۱	حقیقت قیام نماز	۱۴۸	نماز میں حکمت متشککات مکروہہ

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
۱۳۸	نمازیں امام سے سبقت کرنے والے کو گدھو سے تشبیہ دینے کی وجہ	۱۵۷	حکمت سجدہ تلاوت قرآن کریم
۱۳۹	تشمید کے بعد درود و دعا کی وجہ	۱۵۸	وجہ تقرری نماز تہجد
۱۴۰	سلام کے ساتھ اختتام نماز کی وجہ	۱۵۹	وجہ تقرری نماز تراویح
۱۴۱	نماز سے باہر آنیکے لئے اول وائیں طرف سلام دینے کی وجہ	۱۶۱	نماز ختم کرنے کے بعد دعائیں پڑھنے کا راز
۱۴۲	نماز میں استقبال کعبہ کی حکمت	۱۶۲	نماز میں سورۃ کا راز
۱۴۳	نماز میں لذت و علم لذت کا باعث	۱۶۳	مقبورہ میں نماز پڑھنے سے ممانعت کی وجہ
۱۴۵	نماز میں حصول حضور و لذت کا طریق	۱۶۴	غروب و طلوع استوائے آفتاب کیوقت منہ نماز کی وجہ
۱۴۶	روح نماز	۱۶۵	حاجم میں منہ نماز کی وجہ
۱۴۷	نماز میں دو تین چار رکعت کی وجہ	۱۶۶	ادنیوں کے مقام میں منہ نماز کی وجہ
۱۴۸	فرضوں کے اول و بعد میں مقرر ہونے کی وجہ	۱۶۷	ذبح میں ممانعت نماز کی وجہ
۱۴۹	تقرری نماز وتر کی وجہ	۱۶۸	اعمال کے لئے قضا و خضتین مقرر ہونے کی وجہ
۱۵۰	وجہ تقرری دعائے قنوت و تر و وجہ تہیہ قنوت	۱۶۹	مسافر کے لئے قصر نماز کی وجہ
۱۵۱	چھوٹے لوگوں کو نماز کی جماعت میں سب سے پہلے کھڑا کرنا کی وجہ	۱۷۰	مسافر کے لئے مغرب کی تین رکعت میں قصر نہ ہونے کی وجہ
۱۵۲	جماعت نماز کی صفوں کو برابر کرنے کی وجہ	۱۷۱	مسافر کا رام کیلئے رخصت قطار روزہ و قصر نماز کی وجہ
۱۵۳	جماعت کی نماز میں کثرت ثواب کا راز	۱۷۲	حائضہ پر ادائے روزہ و عدم ادائے نماز کی وجہ
۱۵۴	جماعت نماز کی دہیں جانب کو بایں پخصیات کی وجہ	۱۷۳	چاند سورج گرہن کے وقت نماز شروع ہونے کی وجہ
۱۵۵	ہر نماز سے کفر لازم ہونے کی وجہ	۱۷۴	خوف و کوفت کی نماز قیام و رکوع و دو مقرر ہونے کی وجہ
۱۵۶	پلو تے اوتار کر اور پین کر نماز پڑھنے کی وجہ	۱۷۵	نماز استقامتیں چادر لٹانے کی وجہ
۱۵۷	بنی علیہ السلام کے اجتماع ہی سہو کا راز	۱۷۶	باب الجمعہ
۱۵۸	حکمت سجدہ ۳۰ سہو نماز	۱۷۷	جمعہ کے خطبہ میں امام کا جلسہ استراحت کرنے کی وجہ

نمبر صفحہ	مضامین	نمبر صفحہ	مضامین
۱۷۲	ہر خطبہ میں تقرری تشہد کی وجہ	۱۹۸	عورت کو والدین کا سوگ تین دن اور خاوند کا مہ ماہ و تین دن مقرر ہونے کی وجہ
۱۷۵	اسائے الہی کا تلافی میں محدود ہونے کی وجہ	۱۹۹	اہل اسلام کا مردہ کو خاک میں دفن کرنے اور آگ میں نہ جلانے کی وجہ
۱۷۶	وجہ تقرری نماز جمعہ	۲۰۱	جنازہ دیکھ کر کھڑا ہونے کی وجہ
۱۷۹	خصوصیت یوم جمعہ - مفتہ و اتوار	۲۰۲	مردہ کو سہلانے کی حکمت
۱۸۰	ترک جمعہ سے دل پر اثر لگنے کی وجہ	۲۰۳	مردہ کو پاؤں قبلہ کی طرف کر کے ہو غسل دینے کی وجہ
۱۸۱	شہروں میں تقرری جمعہ کی وجہ	۲۰۴	مردہ کو سر کو جانب الپاؤں جو بیکہ کر کے دفن کرنے کی وجہ
۱۸۲	حکمت تعطیلات جمعہ	۲۰۶	میت کو قبر میں قبلہ کی طرف سو داخل کرنے کی وجہ
۱۸۵	نماز میں خوف زدہ ہو کر کھڑا ہونے کا راز	۲۰۸	مردہ کو کافر لگانے کی وجہ
۱۸۶	حقیقت نماز زبان مولوی روم رحمہ	۲۱۰	مومنوں کے چھوٹے مرنے والے بچوں کا اپنے والدین کے لئے فرط شفیقہ اجود و زمر مقرر ہونے کی وجہ
۱۸۸	حقیقت دعا و قضا	۲۱۲	شہید کو بغیر غسل و خون آلودہ کپڑوں میں دفن کرنے کی وجہ
۱۹۱	قبولیت دعا کے آثار	۲۱۳	وجہ تسمیہ شہید
۱۹۲	صورت دعا	۲۱۵	رج کے احرام میں فوت ہو جانے کو احرام کے کپڑوں میں
۱۹۳	باب الجنائز	۲۱۶	یہ نہ ہر مرد دفن کرنے کی وجہ
۱۹۵	میت پر نماز جنازہ پڑھنے کی وجہ	۲۱۷	شہد کا قاتل و عیال عرش سے معلق ہونے کی وجہ
۱۹۶	حکمت اتم پرسی	۲۱۸	مقدس مومن کی روح معلق ہونے کی وجہ
۱۹۷	انسان کا جاننے و مرنے کے وقت ہاتھ تہ بند کرنے و کھولنے کا راز	۲۱۹	قبر کی بنانے کی وجوہات
۱۹۸	فرض کفایہ کا راز	۲۲۰	اہل قبور وغیرہ سے شکستگی و طلب امداد جائز یا ناجائز ہو سکتی وجوہات
۱۹۹	جنازہ میں چائیکیرات مشروع ہونے کی وجہ		
۱۹۷	نماز جنازہ و صدقہ خیرات سے میت کو فائدہ پہنچنے کا راز		
۱۹۸	جنازہ کی ہر دعا کے بعد تکبیر پڑھنے کی وجہ		

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
۲۲۴	میت کی جانب سے روزہ رکھنے و قہر دینے کا راز	۲۸۳	وجہ تخصیص مقدار نصاب زکوٰۃ اشیائے متفرقہ
۲۲۵	چار گانہ فرائض کی آخری رکعتوں میں سورۃ نمز نہ کر نیکی وجہ	۲۸۴	چھوٹوں کی نصاب زکوٰۃ پانچ دن مقرر ہو نیکی وجہ
"	تردید خیالات چکاڑا لوسی و گجراتی وغیرہ	"	چاندی کی نصاب پانچ اوقیہ یعنی دوسروں پر مقرر ہو نیکی وجہ
۲۳۵	قرآن مجید کی نسخ و حقیقی زیادہ ناجائز ہو نیکی وجہ	۲۸۶	گائیوں پسینوں کو زکوٰۃ کا نصاب تیس سو شروع ہو نیکی وجہ
۲۳۷	مولوی عبد اللہ چکاڑا لوسی کی قرآن کریم میں غلط فہمی	"	چاندی دسوں کی مقدار نصاب کی حقیقت
۲۴۳	حکمت تعیین مدت سفر تین یوم	"	زکوٰۃ کی ہر چیز میں ایک خاص نصاب مقرر ہو نیکی وجہ
۲۴۴	مسافر کیلئے تین دن کی مسافت میں مقرر ہو نیکی وجہ	"	حقیقت نصاب زکوٰۃ کھیتی
"	حقیقت تعلیم ارکان نماز قرآنی	۲۸۷	سال میں ایک دفعہ ادائے زکوٰۃ کی وجہ
۲۴۵	نماز بخاڑہ میں رکوع و سجود نتیجہ نہ ہونے کی وجہ	"	نصاب پانچواں - دواں بیسواں - چالیسواں حصہ
۲۴۶	حقیقت تیختہ نماز	"	دینے کی وجہ
۲۵۱	جلسہ تیختہ کے بعد درود بخوبی پڑھنے کی وجہ	۲۸۸	دجاس امر کی کہ جس قسم کا مال ہو اسی قسم کی زکوٰۃ دیا جائے
۲۵۳	درود شریف پر ایک آریہ کے اعتراض کا جواب	"	سائیمہ میں وجوب زکوٰۃ و عمل سے ہر قاط زکوٰۃ کی وجہ
۲۵۵	نماز کی امامت و جماعت مقرر ہونے کی وجہ	۲۸۹	پانچ اونٹوں میں زکوٰۃ مقرر ہونے کا راز و ہزار گھوڑوں
۲۶۰	جواب اس اعتراض کا کہ نماز کیوں ایک وقت مقرر نہ ہوئی	"	خجروں و گدھوں میں عدم زکوٰۃ کی وجہ
۲۶۱	کتاب الزکوٰۃ	"	حقیقت زکوٰۃ
"	مقابلہ ضدین منطوم	"	اموال کا مختلف صورتوں میں ہونا زکوٰۃ نہ دینے والے
۲۶۲	عقل انسانی کا کمال و نوال	"	کوبر و حشر میں دکھ دینے و کاٹنے کا راز
۲۶۳	صحت عقل کے لئے تعیین کلام الہی کی وجہ	۲۹۱	کیا چاندی و سونا جمع کرنا منع ہے
"	حضرت امام ابو حنیفہ و امام جعفر رحمہما کا مناظرہ	۲۹۲	خاندان نبوت کیلئے حرمت زکوٰۃ کی وجہ
۲۷۰	حضرت موسیٰ و حضرت خضر علیہ السلام کا انکار	۲۹۷	عقل کا جزا و طریق ہدایت کا فلسفہ
۲۷۶	امام فخر الدین رازی پر دھوکے متعلق سوالات	۲۹۸	باعث اختلاف مراتب فہم
۲۸۰	وجہ تسلیم زکوٰۃ و صدقہ	۳۰۰	ہمارے علمائے اسلام ذوی الاحترام توجہ نہیں
"	حکمت تعیین زکوٰۃ	"	البشری لہل المہدے



تمہید

b. 601

19

۷۷۷

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شریعت کا خطاب عقل پر ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ الْعَلِیْمِ الْحَكِیْمِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِیْمِ وَعَلٰی
 اٰلِهِ وَخَلَفَائِهِ وَعَلٰی جَمِیْعٍ صَحَابِهِ وَاتِّبَاعِهِ الَّذِیْنَ قَارَاوَا مِنْهُ بِحَقِّ جَسَدِهِمَا اَبَدًا
 واضح ہو چونکہ شریعت کا خطاب عقل پر ہے اسلئے بالضرورت ماننا
 پڑتا ہے کہ اسلام کا کوئی مسئلہ عقل کے برخلاف نہیں ہے یہی وجہ ہے
 کہ قرآن کریم و احادیث نبویہ میں عقل اور اہل عقل کی تعریف آئی ہے چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ فِيْ
 ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ۔ پھر ترجمہ۔ یعنی غفلت مندوں کے لئے اس میں بلاشبہ نشانیاں ہیں۔ اور
 اہل دوزخ سے حکایت فرمایا ہے۔ لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِیْ أَصْحَابِ السَّعِیْرِ۔ پ۔ ترجمہ یعنی
 اگر ہم خدا تعالیٰ کا کلام سنتے یا اس کو سوچتے سمجھتے تو ہم دوزخیوں میں شمار نہ ہوتے۔ تمام مذہبی کتابوں
 سے قرآن شریف کے افضل و ممتاز نہ ہونے کی جملہ اور وجوہات کے یہ وجہ بھی ہے کہ وہ عقائد و احکام کے
 بارے میں عقل کو مخاطب کرتا ہے اور خلاف و عقائد کی صورتوں میں اُسی کو حکم فرماتا ہے۔ اُس نے
 جس عقیدہ و حکم کو ثابت کیا ہے یا جسکی تردید کی ہے دلیل عقلی سے کی ہے۔ غالباً کسی امر و نہی کو نہ
 پاؤ گے جسکی دلیل قرآن کریم نے نہ بتائی ہو۔ قرآن کی کوئی سورت اس قسم کے اقوال سے خالی نہ دیکھو گے
 لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ۔ تَتَفَكَّرُوْنَ۔ یَا اُولِی الْاَلْبَابِ۔ لِذٰلِیْ حِجْرٍ۔ ترجمہ۔ یعنی شاید
 تم عقل سے کام لو۔ سوچو۔ لئے اہل عقل۔ اہل دانش و غفلت مندوں کے لئے۔ وغیرہ وغیرہ۔ بنی علیہ الصلوٰۃ والسلام
 فرماتے ہیں دِیْنُ الْمَرْءِ عَقْلُهُ مَنْ لَا عَقْلَ لَهُ لَا دِیْنَ لَهُ۔ ترجمہ یعنی آدمی کا دین اُسکی عقل سے جسکو عقل
 نہیں ہے اُسکا کوئی دین نہیں ہے۔ اور ایک دوسری حدیث میں مذکور ہے اَقْلَمُ مِنْ ذَرِّقٍ لِّبَا۔ ترجمہ

یعنی جسکو عقل ویحییٰ وہ کامیاب ہو گیا۔ پس جبکہ یہ امر ثابت و مسلم ہو چکا کہ شریعت کا خطاب عقل پر ہے تو پھر بالفرض رائیگاں اگر احکام شریعت بھی معقول صورتوں میں دار و ہوئے ہیں غیر معقول نہیں ہیں۔

انسان کو توفیق ہو سکے سمجھائیں طریق الہی

خدا تعالیٰ نے اسکو قرآن کریم میں دقیق باتوں کے سمجھانے کے لئے معقولات و مشاہدات کی طرف توجہ دلائی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں وہ بعثت انبیاء و وحی اور قیام قیامت وغیرہ دقیق مسائل کا ذکر قرآن کریم میں بیان فرماتا ہے تو ساتھ ہی سمجھانے کے لئے مشاہدات و معقولات کی طرف توجہ دلاتا ہے تاکہ اسکو بنی آدم سمجھ جائیں۔ علیٰ ہذا القیاس ایسے بیشمار مسائل ہیں جسکو خدا تعالیٰ نے بنی آدم کی عقلوں کے نزدیک کرنے اور سمجھانے کے لئے مثالوں و استعارات و مجازات کے رنگ میں بیان کر کے آگاہ فرمایا ہے۔

قواعد اسرار شریعت

جبکہ قرآن و حدیث کا خطاب ہی عقل پر ہے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ درحقیقت معقولات اور اسرار شریعت کا علم ب علم سے افضل

ہو حالیکہ یہ جمہیں تمام احکام دین کی حکمتیں اور اسرار و نکات بیان کئے جاتے ہیں۔

(۱) ایمان لانے کے بعد اس علم سے دل اطمینان بڑھ جاتا ہے جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں وَلَٰكِنْ لَّيَقْلَقَنَّ قَلْبِي - ترجمہ - یعنی تاکہ میرا دل انکشاف اسرار سے مطمئن ہو جائے

(۲) جب دلائل باہم ایک دوسرے کے مؤید ہوتے ہیں اور کوئی بات مختلف معقول طریقوں سے ثابت ہو جاتی ہے تو اس سے سینہ میں ایک قسم کی راحت پیدا ہو کر اضطراب دور ہو جاتا ہے (۳)

خدا تعالیٰ کی عبادت کرنیوالا جب خدا کی عبادت کرتا ہے اور عبادت کے سفر و معراج میں ہونے کی وجہ سے وقف ہوتا ہے اور عبادت کے ارواح و انوار کی حفاظت کرتا ہے تو اسکو تھوڑی عبادت بھی نفع دیتی

(۴) اسلامی مسائل و احکام کے اسرار و وجوہات کا علم ہونے سے اسلام کے مخالفین و متعزضین کو معقول جواب دیکر شہداء و انبیاء کا ثواب حاصل ہوتا ہے (۵) کسی اسلامی مسئلہ کے متعلق کسی شخص کا ایمان

مندرجہ ذیل میں تھوڑا سا مسئلہ کی معقولیت ذہن نشین کر نیوالے کے لئے یہ امر باعث رفیع رہا

و معقولیت ہے۔

زمانہ سرسرقہ لیت کے رنگ پر چڑھ گیا اور ایمان کا عالم گم ہو گیا ہے۔ ہر بات میں عقلی
 ذلال اور احکام شریعت کے وجوہات و اسرار طلب کئے جاتے ہیں۔ بہت نئی روشنی کے دلداد لوگ
 نماز و روزہ - حج - زکوٰۃ وغیرہ احکام شریعت کو اپنے فاسد و ناقص عقلوں میں غیر معقول جانکر
 ترک کر چکے ہیں۔ تمام ممالک ہند و مصر میں یہ بلا سرایت کر چکی ہے۔ ملک ہند میں ہمارے پیارے
 بنی معصوم کی امت کے بچے تھے بچے جو یوٹائیوٹا سرکاری مدارس و کالجوں میں داخل ہوتے جاتے
 ہیں ان کو اسلامی مسائل سے معقولی طور پر آگاہ بھی نہیں کیا جاتا بلاشبہ ان کو یہی بیٹھو کر پیش
 آجائے تو فوج نہیں ہے۔ اگرچہ اب بعض اسلامی مدارس بھی بعض شہروں میں جاری ہو گئے ہیں مگر
 محض الفاظ و تر نہیں ہوتے جب تک انکی حقیقت سے بھی طلبہ کو آگاہ نہ کیا جائے۔ یہی وجہ ہے
 وہ کما حقہ مطیع و عامل نہیں ہوتے۔ میں نے چشم خود ہند کے بعض اسلامی مدارس کے تعلیم یافتہ گریجویٹ
 و معلمین کو احکام شریعت میں بہت سست پایا۔ اور بعض کو دیکھا کہ وہ احکام شریعت کو تو حقارت
 سے دیکھتے ہیں اسکی وجہ ظاہر ہے کہ حقیقت اسلام سے ان کو آگاہ نہیں کیا گیا۔
 کس طرح نہیں کوئی تدبیر کچھ بنتی نہیں | بے طرح پھیلے ہیں یہ آفات ہر سو ہر کنارہ
 ڈوبتے کو یہ یستی آ میرے لئے نافذ | آگیا اس قوم پر وقت غزاں اندر بہار
 نذر دل جاتا رہا اور عقل سوئی ہو گئی | اپنی کج سائے پر ہر دل کر رہا ہے اعتبار
 یا آہی نفل کہ سلام میرا و خود بجا | اس شکستہ ناوکے بندوں کی بے شک پکا

و غنیمین و مشائخ طریقت و عظیمین مدرس
 دہلی و دولت عامہ اسلام و التماس
 میں اسلامی مدارس کے ہر بان معلمین اور مشائخ
 طریقت و غنیمین اور عام علماء و کلائے اسلام کو
 اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اپنے طلبہ و پیرو
 و معتقدین و موکلین میں اس کتاب کی اشاعت بکثرت کریں اور تبلیغ اسلام کا ثواب حاصل کریں۔
 ہمارے آئندہ مساجد و علماء مدارس حق رکھتے ہیں کہ معقولات کے رنگ میں اسلامی مسائل
 و حقیقت اسلام سے آگاہ ہوں اور جب کوئی اُن سے کسی اسلامی مسئلہ کی فلاسفی و حقیقت کا
 سوال کرے اور اسکا انکشاف چاہے تو اسکو معقولیت کے رنگ میں سمجھا دیں تاکہ مسائل کا اطمینان

اصول اسلام کی محبت و اطاعت احکام الہی اسکے لئے قذائے دل و جان و باعث تقویت ایمان ہونا ترقی اسلام و کثرت حق کی سربسزئی کے لئے یہ امر آبیانی کا کام دیگا۔ اسلام کے بیرونی مخالفین کے اعتراضات و حملات و اندرونی عالمگیر موجودہ غفلت و حالت سوزناک دیکھ کر یونہی درگزر کر لینا مقنا نہیں ہے۔ اہل قلم و اہل زبان عالمان اسلام کے لئے یہ وقت خاموش بیٹھ رہنے کا نہیں ہے اور متمول امروروں و رؤساء اسلام کے لئے لازم ہے کہ اشاعت جو بات مخالفین و تعلیم موفقیں کے لئے فہر و پیہ سے اسلام کی امداد کریں۔ نا صوبین بنجاؤ تو خدا تعالیٰ تمہاری نصرت کرے گا۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَتَصَدَّقُوا لِلَّهِ يَتَّخِذْكُمْ رُكْنًا وَدَعَمًا قَدْ أَفْلَحَ مَن جَاهَدَ** اگر تم خدا تعالیٰ کے اسلام کی امداد کرو گے تو خدا تعالیٰ تمہاری امداد کرے گا اور تم کو مخالفین پر فتح دیگا اور زمین میں تمہارے قدم جما دیگا۔ اور اگر اس امر سے غفلت کرو گے تو اس کا نتیجہ برعکس ہو گا۔ عام اہل اسلام بھی امداد اسلام کے لئے کچھ نہ کچھ ضرور خرچ کریں کہ یہ خرچ انکی ترقی و حالت و بہبودی کا بیج

بخت بخوبی وقتا داند رجاں از کفر و کس
دین حق بیار و بیکس بچو زین العابدین
تا در ب العرش یابی خلعت صد آفرین
زہر خونریز است در بقطرہ این نگین
صد ہزاراں جاہلاں گشتند صید الباکرین
کز پیر و دین بہت شان نیست باغیرتین
از رو غیرت نمی جنبند ہم مثل جنین
مال ایشان غارت ندر راہ لہوان پوین

دین حق را گردش آمد صبحناک و سہنگیس
ہر طرف کفر است جوشاں بچو افواج یزید
تا تاو تانی جبہ کن از بہر دین با جان مال
لے ہمار و دل مند بر دولت دنیاے دوں
صد ہزاراں بلہاں از دین بدن بردند زخت
بر مسلماناں ہمہ ادبار زین رہ وقتاد
گر مگر دو عالمے از را و دین مصطفیٰ
فکرا ایشاں غرق ہر دم در و دنیاے مئی

پیش چشمان نماز اسلام در فاک وقتاد

چیت غنی پیش حق لے مجمع المتعین

یعنی یہ کتاب جو بات مخالفین و تعلیم موفقیں کے لئے لکھی ہے جن صاحبوں کو خدا تعالیٰ نے مالی توفیق عطا کی ہے وہ اس کتاب کی اشاعت کے لئے مجھے مالی امداد کریں اور اس کتاب کے بہت بہت نسخے خرید کر مفت شائع کریں اور خدا تعالیٰ کی رضا مندی حاصل کریں۔

زہد نو میدی میس والم رحمت شود پیدا
ہم از بہر شمانا گہ بد قدرت شود پیدا
خدا خود میشود نامہ اگر بہت شود پیدا
کہ از تائید دین حسرتیہ دولت شود پیدا
قضاے آسمان است اس بہر علت شود پیدا
ز بہر نامہ ان دین حق نصرت شود پیدا

امید دین روا گرداں امید نور و اگر دو
اگر دست عطا در نصرت اسلام بکشاید
ز بند مال در سہشت کسے غفلت نگیرد
در انصار نبی بنگر کہ چون شد کا تادان
بمقت اس اجر نصرت را مہنت کی اختری
بجہید از پے کوشش کہ از در گاہ بانی

اگر یاراں کنل بر غربت اسلام عم آرید

با صحاب نبی نزد خدا نسبت شود پیدا

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں لَا یُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَلَدِهِ وَوَالِدَيْهِ
وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ترجمہ۔ جیسے تم میں سے کوئی ایمان نہ ہوگا جب تک کہ نبی اولاد و ماں باپ اور
ساری مخلوقات سے زیادہ تم سے محبوب نہ رکھے۔ لہذا اس معیار صداقت مختار سے ہر ایک مسلمان
اپنے ایمان کی پرکھ کر سکتا ہے کہ آیا اس کو اپنے متعلقین کی امداد زیادہ محبوب ہے یا خدا تعالیٰ کے رسول
اور اسلام کی امداد و تائید زیادہ تر مطلوب و مہم ہے۔ اور اس امر میں اس کا عملی نمونہ کیا ہے۔ اگر اس کے دل میں
اپنے متعلقین کی امداد و غور و پرداخت و نصرت و حمایت کا زیادہ میلان و رغبت ہے اور نبی علیہ الصلوٰۃ
والسلام اور اسلام کی امداد و نصرت و تائید کے لئے وقت و ضرورت امداد دل میں جوش نہیں رکھتا اور
نہ امداد اسلام کے لئے وہ شخص کوئی عملی نمونہ دکھاتا ہے تو اس کو اپنے ایمان کی فکر کرنی چاہئے۔ اگر کسی شخص کے
والدین و اقربا پر خواہ کوئی سچے اعتراضات کرے اور الزام لگائے تو ان کی حمایت و امداد کے لئے اُن سے
اُن اعتراضوں و الزاموں کو دور کر نیکی کے لئے جھٹ کر بہتہ ہو جانا ہے اور اپنی طرف سے وکیلوں
اور بیرسٹروں کو مال کثیر اور بڑی بڑی رقمیں و دیگر الزام تار کرنے کی کوشش کرتا ہے اور الزام لگا
دے کہ یہ سب کچھ میرے لئے چارہ جو یاں سرکاری عدالتوں میں کرنا پڑتا ہے اور ازالہ حیثیت عربی کے
دعویٰ دائر کر نیکی تجویزیں کرتا ہے۔ خواہ الزام سچا ہی ہو مگر کھجلی اس زمانہ میں قرآن کریم و دین اسلام جانی
اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کفار و انحراف لوگ علانیہ طور پر ایسے جھوٹے اعتراضات کرتے و الزام
لگاتے ہیں جن کی کوئی بنیاد نہیں ہے اور جسے قرآن کریم و دین اسلام و بانی اسلام پاک دُبری ہیں اور

اَن الزاموں و اعتراضوں کے جوابات شائع کر نیکی کے لئے بہت تھوٹے مسلمانوں کے دلوں میں
 بیٹے جو سن دیکھا ہے۔

ہر کے درکار خود بادین احمد کا نیست
 حیف بر چہے کہ اکڑوں نیز ہم تیار نیست
 بے خود از خود بید یا خود بخت نیست
 دیدنش از دور کار مردم دیندار نیست
 اے دروغ ایس بیکے را بچکس غور نیست

بیکے شد دین احمد بیچ خویش و یار نیست
 ہر حرف سبیل ضلالت صد ہزاراں تن بڑ
 ایچہ از ندان نعت اینچنین غفلت چرا نیست
 آتش افتاد است در خشت بنیز دیلے یار نیست
 ہر کے غمخوارے اہل واقارب یکند

حیرتم آید چو بینم بذل شاں در کار نفس

کایں ہم جو دو سخاوت در رہ دادار نیست

خوب یاد رکھو کہ اگر اسلام پر مخالفین اعتراض کریں اور کسی مسلمان کے دل میں اُنکے جوابات شائع
 کر نیکی امداد کا جوش و اضطراب پیدا نہ ہو تو حسب فرمودہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اسکا ایمان و دلوں
 اسلام خدا تعالیٰ کے نزدیک کوئی وقعت و عزت نہیں رکھتا۔

ایک وہ زمانہ تھا کہ اسلام کی تائید و حمایت کے لئے صحابہ کرام نے اپنی جانیں قربان کر دیں تھیں۔
 اسلام کی امداد میں ہزار صحابہ کے خون بہائے گئے تھے اور وہ دل سے چاہتے تھے کہ تائید و امداد
 اسلام میں انکی جانیں قربان ہوں چنانچہ خدا تعالیٰ قرآن کریم میں اُنکے اس عمل و اخلاص کی گواہی بالفاظ
 ذیل ادا فرماتا اور انہیں اپنی خوشنودی کا اظہار کرتا ہے۔ **مِنْهُمْ مَّنْ قُتِلَ حَتَّىٰ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنتَظَرُ**
شَرَّ جُحَد۔ یعنی بعض صحابہ تو اسلام کی امداد کرنے میں اپنی جانوں کی قربانی دیکچے ہیں اور جو باقی انہیں
 میں وہ امداد اسلام کے لئے اپنی جانوں کی قربانی دینے کے منتظر ہیں اور موقع دیکھتے ہیں کہ جب
 اسلام کو امداد کی ضرورت پڑے تو وہ ہمیں اپنی جانوں کی قربانی دیدیں۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام
 اور صحابہ کرام کے زمانہ میں کفار و مشرک کے حملات کو روکنے و دفع کر نیکی کے لئے جہاد میں امداد اسلام
 کے لئے جانوں کی قربانی کی ضرورت تھی اسکی وجہ یہ تھی کہ شرک و کفر مسلمانوں کو دعوت اسلام و نماز
 و آذان سے مانع تھے اور مسلمانوں کو ناحق و کھ دینے اور انکی بچکنی کے لئے دام آہنر حملہ آور ہوتے
 رہتے تھے اسلئے مسلمانوں نے کفار و مشرک کے حملات کو روکنے و دفع کر نیکی کے لئے تلواریں اٹھائی تھیں

اور انہی اخلاقی جنگوں و جہاد کا ذکر قرآن کریم میں ہے ورنہ قرآن کریم سنی جہاد سے بزور و جبر
 کسی کو مسلمان کرنے کا حکم نہیں دیتا۔ اگر نہ دشمنیہ قلم کو اسلام میں لائیکہ حکم ہوتا تو قرآن کریم میں
 مندرجہ ذیل آیات جو جہادِ اکراہ سے مسلمان کرنیکی مانع ہیں ہرگز قرآن میں نازل نہ ہوتیں۔ لاکر اونی
 ترجمہ۔ یعنی اسلام میں کسی کو بزور و جبر داخل کرنا اسلامی اصول میں سے نہیں ہے وَإِنْ أَحَدٌ
 مِنَ الْمُشْرِكِينَ فَاجِرٌ حَتَّىٰ يَسْمَعَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ ابْدِئْهُ مِمَّا مَنَعَهُ ذَٰلِكَ يَكْفُرُ لَكُمْ كَيْفَ تَدْعُونَ
 ترجمہ۔ یعنی اگر کوئی مشرک تجھے پناہ مانگے تو اسکو پناہ دے تاکہ وہ خدا تعالیٰ کا کلام سن لے پھر اسکو
 ایسی جگہ پہنچا دے جہاں اسکو سن سہوار وہ بیڑہ کو حقیقی و باطل کی تمیز کرنے میں فکر کرے اور سوچے۔
 اسلئے کہ مشرک لوگ اسلام کی حقیقت کا علم نہیں رکھتے اسلئے وہ انکار کرتے ہیں۔ اگرچہ موجودہ
 حکومت اسلامی نہیں ہے مگر یہ مسلمانوں کو اپنی طرف سے خرچ کر کے سجدہ و نیکے بنانے میں امداد دیتی
 اور آذان و نماز وغیرہ مثلاً اسلام میں اسے مسلمانوں کو اسلام کی طرح پوری آزادی عطا کی ہوئی ہے اور
 یہ محض خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے ایسی حکومت کے تحت میں مسلمانوں کو رکھا ہے ورنہ اگر
 کسی اور ظالم قوم سکھوں وغیرہ کی حکومت اس ملک میں آتیا ہوتی تو اس ملک سے کب کا اسلام
 نابود ہو چکا ہوتا۔ اس زمانہ میں مسلمانوں کی بدقسمتی سے آریوں و عیسائیوں و دوسروں کے گروہ اسلام
 کے مقابلہ پر قلم سے حملہ آور ہو رہے ہیں اور قرآن نے قلم کا جواب بھی قلم سے دینے کی ہدایت کی ہے
 پس آج قلمی جہاد کا زمانہ ہے۔ خدا نے اسلام کی تیغ قلم کو شمشیر و سنان سے ہزاروں درجہ بڑھ کر
 قوت بخشی ہے اس تیغ قلم سے کام لو اور اس شمشیر قلم کی سیاہی کی اشاعت روپیہ سے ہو سکتی ہے۔
 حتیٰ المقدور اپنے مالوں سے قلمی جہاد کی اشاعت کے لئے امداد کر دیہا و تیر و ننگ شمشیر و سنان سے
 افضل ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اَفْضَلُ جِهَادٍ كَلِمَةٌ حَقٌّ عِنْدَ سُلْطَانٍ
 جائید ترجمہ۔ یعنی کسی ظالم سلطان کے پاس انصاف و سچائی کی بات پہنچا دینا سب جہادوں
 افضل ہے۔ پس آج وہ جو ظالم طبع انسان اسلام کے مخالف غلط فہمی و ناجہبی سے ناحق اسلام کی تکذیب
 و توہین کرتے اور اس پر اعتراض کرتے ہیں انکے جوابات لکھنا اور انکو اسلام کی سچائی قلم کے ذریعہ سے پہنچانا
 سب جہادوں سے افضل جہاد ہے مگر قلمی جہاد میں مخالفین کے اعتراضات کے جوابات شائع
 کرنے میں مال کی ضرورت ہے۔ اس کتاب کی چار جلدیں مخالفین کے اعتراضات کے جوابات میں لکھی گئی ہیں

اور انکے اخراجات اشاعت کا صد روپیہ کا بار جو ہم پر ہے ہمیں ہیں روپیہ کی ضرورت ہے اس راہ میں مال خرچ کرو
 خدا تعالیٰ ایسے مال کو اسی دنیا میں بڑا کر تکوین کے کا وعدہ کرتا ہے چنانچہ وہ فرماتا ہے **الَّذِينَ يَتَّقُونَ أَزْوَاجَهُمْ**
وَيَسْتَعِیلُ اللَّهُ تَحْتَهُ حَبِطَتْ سَمْعُ سَنَابِلٍ فِي كُلِّ سُنْبُلَةٍ مِائَةٌ حَبَّةٌ وَاللَّهُ يُضَاعِفُ لِمَنْ يَشَاءُ
وَمَا يَسِيعُ عِلْمُهُ ۳۔ ترجمہ مع تشریح۔ مثال اُن لوگوں کی جو اپنے مال خدا تعالیٰ کے اسلام کی امداد
 کرنیکی راہ میں خرچ کرتے ہیں اُن لوگوں کے مالوں کی مثال اُس ایک دانہ کی ہے جو زمین میں بویا جاتا ہے اور جب
 وہ اُگتا ہے تو اسکو سات بالیں لگتی ہیں اور اسکی ہر بالی میں سو سو دانہ ہوتا ہے اسی طرح خدا تعالیٰ اسلام کی
 امداد کرنیوالوں کے مال کو بڑھاتا رہتا ہے ایک ایک روپیہ امداد اسلام میں خرچ کر نیکی بدلہ میں سو سو روپیہ دیتا ہے
 جو کوئی امداد اسلام میں تہویا بہت کچھ بھی خرچ کرے خدا تعالیٰ اسکا حساب رکھتا ہے کیونکہ وہ بڑے
 کشادہ علم والا ہے۔ اور امداد اسلام سے دل پرانے ویکس ہو نیوالوں ولا پر دہوں کے حق میں خدا تعالیٰ
 کئی اموال اور انکے ہلاک و نیست و نابود ہونیکی خبر قرآن کریم میں دیتا ہے چنانچہ وہ فرماتا ہے **وَالَّذِينَ آمَنُوا**
وَالَّذِينَ آمَنُوا بِآيَاتِنَا وَلَمْ يَمْلِكُوا ۴۔ ترجمہ مع تشریح۔ یعنی امداد اسلام میں مال خرچ کرو اور تو خود مال کو
 خدا کے اسلام کی امداد کر نیسے نہ کر دینا تم اپنے اہل کو کہ تو توں محمد امداد اسلام کی ہلاک نیست و نابود ہو جاؤ گے۔
 باعث تالیف کتاب ہذا اسلام کے مخالفین پر یہ دعویٰ ہو گیا کہ ہمیں یہی جلسہ میں ایک مدرسہ کے طلباء و معلمین کے
 اعتراضات و جوابات کے لئے جمع کیئے۔ مجبور احکام شریعت پر انکے اعتراضات سنکر اور اکثر موقنین اہل اسلام کی تائیدی
 و یکہر دں میں جوش پیدا ہوا کہ اسرار و حجاب احکام شریعت کے متعلق اردو زبان میں کوئی ایسی جامع کتاب ضرور
 ہونی چاہیے جس میں نہ اختصار و نہ طوالت ہو اور وہ خاص و عام کے لئے بچوں تک بیان اسرار شریعت میں مفید و
 کامل ہو اور جس حکم شریعت کی وجہ سے کو معلوم کرنی و دیکھنی مطلوب ہو وہ اس کتاب میں اسکو مل جائے بہت مدد کیہ
 آرک و میرے دل میں شک نہی اور میں منتظر تھا کہ کوئی صاحب ہمت اس کام کو پورا کر دیا کرچو نکہ یہ ایک عظیم الشان کام تھا
 اسلئے مجھے بہادر نہ تھا کہ اتنے بڑے کام کا اہتمام کر سکوں گیارہ سال رداں ماہ محرم الحرام ۱۳۲۷ء کے ابتدائی ایام میں ایک دن
 امداد کے ناظر بچا یک میرے دل میں ڈال گیا کہ ایسوقت کتاب اسرار شریعت کا لکھنا شروع کروں لہذا میں نے اس طرح
 کہ اسرار آجی سمجھکر ایسوقت یہ کتاب لکھنی شروع کی اور فریاد چھ ماہ کے عرصہ میں بتوفیق آجی اسرار شریعت
 کی چاروں جلدیں لکھ کر ختم کر لیں پہلی تین جلدیں علی شریعت کے اسرار میں ہیں اور چوتھی جلد اعتقاد و
 مورات کی حکمتوں میں ہے۔

بیان ہر شریعت میں ہمارا طریق استدلال وماخذ کتاب ہذا

یہ کتاب لکھنے سے پہلے قرآن کریم و احادیث نبویہ کو حتی الوسع بخور پڑا۔ پھر صحابہ کرام کے آثار و اقوال اور اہل عرب کے امثال جو زبان زد خواص و عوام قدیم سے چلے آتے ہیں اور کتب فقہ و علم لغت و اہل تصوف کے نکات کو اسرار شریعت کے اندراج سے پہلے ملاحظہ کیا اور ان سے اقتباس کیا۔ چونکہ بعض احکام شریعت کا تعلق طب سے بھی ہے۔ اسلئے میں محض بدیں غرض طبی کتب کا ہی مکرر تدارس کیا۔ پھر مشاہیر متقدمین ربانی ائمہ کبار و اقطاب اسلام و فقہائے عظام و علمائے کرام کی بعض کتابوں کو دیکھ کر ان سے اخذ کیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم و شکرا لہم سبیم۔

اگرچہ قبل ازیں ہمارے واجب التکریم متقدمین علمائے اسلام و اقطاب ملت حقہ نے اسرار شریعت ہدایت کے متعلق کئی کتابیں لکھی ہیں مگر وہ اکثر عربی زبان میں ہیں یا وہ عام طور پر بترتیب مضامین شائع نہیں ہوئے ہیں۔ لہذا میں نے ان تمام کتب منظومہ متفرقہ سے مضامین متفرقہ کا اردو میں ترجمہ کر کے بترتیب مضامین فقہ چار جلدوں میں جمع کر دیا تاکہ مسائل کے ڈھونڈنے والوں کو سہولت ہو۔

ائمہ اربعہ میں سے زیادہ تر حق حنفی مذہب میں ہے | ائسار البحر رضی اللہ تعالیٰ عنہم
میں سے زیادہ نزوافقت

قرآن و احادیث سے مذہب حنفی کی معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ اس مذہب کے اصحاب و علمائے ضعیف ضعیف حدیث بھی پاکر اپنے قیاس و رائے کو اُسکے مقابلہ میں پیش نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ اس مذہب کی ابتداء ہی سے تمام اسلامی دنیا میں کثرت سے اشاعت ہو گئی ہے اور یہ امر خدا تعالیٰ کی رضا پر دل ہے۔ لہذا اس کتاب کے لکھنے کے وقت اس مذہب کی بھی کتب فقہ میرے تحت نظر رہی ہیں اور ان سے اقتباس کیا ہے۔ ہر ایک مسئلہ کی حقیقت و توجیہ جو میں نے دوسری کتابوں سے لی یا اسکو قرآن کریم و احادیث نبویہ سے استنباط کر کے درج کیا۔ جہاں تک ہم سے ہو سکا اُسکے استدلال کو قرآن و احادیث سے باہر نہیں جانے دیا کیونکہ محض انسانی عقلیں جنکی موافقت نور الہی قرآن کریم و احادیث نبویہ کے ساتھ نہ ہو سکے وہ دینی معاملات کے سمجھنے میں نقص و نساو سے خالی نہیں ہوتیں کیونکہ محض انسانی

عقلیں جنکی موافقت اور آہی قرآن کریم و احادیث نبویہ کے ساتھ نہ ہو سکے وہ دینی معاملات کے سمجھنے میں نقص و فساد سے خالی نہیں ہوتیں۔ اگر محض انسانی عقلیں بجز اساد و افتباس اور بنوت و رست و صحیح ہوتیں تو دنیا کے صد مذاہب باطلہ کے پیرو جو کہ اپنے خیالات و عنایات کو موافق عقل سمجھے بیٹھے ہیں انکو درست کہنا پڑتا۔ لہذا اس امر میں یہی ہدایت ملی ہے کہ خالق عقول یعنی عقلوں کے پیدا کرنے والے اور سرار و حقائق اشیاء کے سمجھنے میں ذہنوں کے کم و بیش مراتب رکھنے والے کے کلام اور اسکے پر تو اور سے رنگین کئے ہوئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے باہر نہ نکلیں تاکہ میزان عدالت میں ہماری عقل کا پلڑا جھک کر افراط و تفریط کا موجب نہ ہو

بار اشد بر تو ثابت کا یں عقول	بمثلا ہستند و رہود و ہول
بار امدیدی عقل خود فساد	بار ازیں عقل ماندی کراو
بار سخت میکشی بر عقل خلیش	وز دلیری میردی نادیدہ پیش
تو بعقل خویش در کبر شد دید	ما فداے آنکہ او عقل آفرید
در قیاسات تہی جات اسیر	جان ما قربان علم آن بصیر

عقل طفل است اینکہ گریذار و ناز

شیر جز نادریا بد زینہار

اس کتاب میں بخوف طالت و تعصب بے جا اکثر مقامات میں حذف اسناد کر کے اختصار ملحوظ رکھا ہے۔ اس میں اس بات کا معترف ہوں کہ انسان سے سہو و خطا کا سرزد ہونا ممکن ہے لہذا اگر کوئی صاحب اس کتاب میں کسی جگہ انسانی لغزش و سہو کا حوالہ ملاحظہ فرمائیں تو اپنے دل میں پوشیدہ نہ رکھیں بلکہ سبب و راستہ سبب اس سہو و لغزش کو جو اسے اسلام خاکسار مولف کو بحوالہ آیت و حدیث نبوی مطلع فرمائیں کہ فلاں مسئلہ کی حقیقت و فلاسفت قرآن و حدیث کے موافق نہیں ہے تاکہ آئندہ ناسات میں اسکی اصلاح ہو سکے۔ وَ حَقِّیْ شَکْلِ ذِیْ عَلَمٍ عَلَیْہِ

بیان اسرار شریعت میں طریق قرآن کریم و احادیث نبویہ

خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں یہ قاعدہ رکھا ہے کہ اس نے احکام شریعت کے فوائد و اسرار اور امور و مخیر و معسر کے نقصانات و مضار کو مثالوں و نظائر میں بیان کر کے انسانی عقول و افہام کے لئے سہل و

آسان کر دیا ہے تاکہ انسان ضعیف النبیان کی عقل انکا اور اک و احساس کر کے سمجھ سکے اور خدا تعالیٰ پر انسان کو تکلیف مالا یطاق کا بوجھ اٹھوانے کا الزام نہ آئے چنانچہ وہ فرماتا ہے لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَآ وُسْعَهَا پ۔ ترجمہ یعنی خدا تعالیٰ کسی جی پر اسکی طاقت اور وسعت و حوصلہ و فہم و عقل سے بالاتر بوجھ رکھ کر تکلیف نہیں کرتا۔

۱ مثال و نظائر سے دقیق و باریک اسرار کا سمجھنا آسان ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم و احادیث نبویہ میں متماثل و متشابہ امور کی برابری مثال سے سمجھائی گئی ہے اور ایک نظیر کو دوسری نظیر سے مثال کے ذریعہ ملحق کیا گیا ہے اور ایک چیز کا اعتبار دوسری اسی قسم کی چیز کے ساتھ مثال سے بتایا ہے اور دو متخالف اور ضدین کو بھی مثال میں لا کر الگ الگ کر کے دکھایا ہے۔ خدا تعالیٰ کی شریعت اس امر سے پاک و بری ہے کہ جب وہ کسی چیز کو کسی فساد و بگاڑ کے سبب حرام کر دے اور پھر کسی ایسی چیز کو مباح و حلال ٹھہرائے جس میں وہی فساد و بگاڑ و ضرر یا اسکی مثل یا اس سے زیادہ موجود ہو۔ خدا تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں یہ راز رکھ دیا ہے کہ وہ ایک حکم کی نظیر سے دوسرے حکم کی نظیر اور ایک چیز کے حکم سے دوسرے حکم کی مثل کو سمجھ لیتا ہے اور پھر اسکی عقل میں یہ بات سماؤ ہے کہ دو یکساں و متشابہ امور کا انکار کرنا اور دو مختلف و متضاد باتوں کو یکساں سمجھنا عقل و میزان عدالت و شریعت و قانون الہی کے مخالف ہے یہی وجہ ہے کہ اعمال نیک و بد کی جزا و سزا اعمال کے موافق ہوتی ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَالَّذِينَ كَسَبُوا السَّيِّئَاتِ جَزَاءُ سَيِّئَةٍ يَمْثِلُهَا ترجمہ اور جنہوں نے کمائیں برائیاں انکو بدلہ برائی کا اُسکے برابر ملے گا۔ ایسا ہی احادیث نبویہ میں مذکور ہے۔ مَنْ سَرَّ مَسْلُومًا سَكَّرَهُ اللّٰهُ وَمَنْ لَبَّيْ عَلَى مَعْبَرٍ لَّيَّرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَنْ نَفَسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً مِنْ كُرْبٍ الدُّنْيَا نَفَسَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرْبٍ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَمَنْ ضَارَّ مُسْلِمًا ضَارَّ اللّٰهُ بِهِ مَنْ عَاوَنَ حَقِّقَ اللّٰهُ عَنْ حَقِّقَ ترجمہ یعنی جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے خدا تعالیٰ اُسکی پردہ پوشی کرتا ہے۔ جو شخص کسی تکبر پر آسانی کرے خدا تعالیٰ اُسکو دنیا و آخرت میں آسانی دیتا ہے جو شخص کسی مومن سے دنیا کی کوئی تلکدستی و سختی دفع کرے خدا تعالیٰ اُسے دنیا و آخرت میں آسانی دیتا ہے جو شخص کسی مسلمان کو ضرر دے گا خدا تعالیٰ اُسکو ضرر دیگا۔ جو شخص کسی کے حق سے دگڈر کرے گا خدا تعالیٰ اُس سے دگڈر کرے گا۔ خدا تعالیٰ کی شرع اور اسکی میزان عدالت اور وحی و ثواب و عذاب کا سلسلہ اس اصل پر قائم ہے کہ ایک تقییر کو اُسکی نظیر سے اور ایک مثل کو اُسکی مثل سے ملحق کیا گیا ہے۔

احکام کے اوصاف مؤثرہ انکی
حرمت و حلت کے باعث ہونے میں

قرآن کریم و احادیث نبویہ میں احکام کی حلت و حرمت کے اسباب
اور وجوہات ان احکام کے اوصاف مؤثرہ کو قرار دیا گیا ہے تاکہ
وہ اوصاف مؤثرہ ان احکام کے رہنما پر دلالت کریں۔ چنانچہ سنہیرہ حرام کے متعلق آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم فرماتے ہیں تَمْرَةٌ كَلْبِيَّةٌ وَمَاءٌ طَهُورٌ۔ ترجمہ۔ یعنی خرما پاک ہے اسلئے اسکا پانی بھی پاک
و پاک کنندہ ہے۔ اور پردہ دار گھر میں آٹیکے لئے اذن کے متعلق فرمایا اِنَّمَا جُعِلَ الْاِسْتِثْنَاءُ اَنْ مِنْ
اَجْلِ الْبَصَرِ۔ ترجمہ۔ یعنی اذن طلب کرنا نظر کے لئے ٹھہرایا گیا ہے یعنی جب کوئی شخص پردہ دار گھر
میں آنا چاہے تو پہلے اذن طلب کر لے اور اطلاع دے تاکہ مستورات پردہ میں ہوں جائیں اور نہ مرد کی
نظر ان پر پڑے اور نہ مستورات کی نظر مرد پر پڑے۔ اور اسی طرح ایک اور امر کے متعلق فرمایا اِنَّمَا اُفْتِكَتُ
مِنْ اَجْلِ الْاَذَى بِكُمُ۔ ترجمہ۔ یعنی مینے تیرم کر کے اس کام سے نکلوا منع کر دیا۔ اور احرام میں منوں
کے منہ کو نہ ڈالنے کی وجہ کے متعلق فرمایا اِنَّكُمْ لَيَبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ مَلَكًا۔ ترجمہ یعنی احرام حج میں
فوت ہو نہو الیکامنہ نہ ڈالنا کیونکہ وہ قیامت کو لینک کہتا ہوا اٹھیکگا۔ اور اپنی عورت کی زندگی میں اسکی
بھوپھی۔ خالہ سے وجہ حرمت نکاح کے متعلق فرمایا اِنَّكُمْ اِذَا فَعَلْتُمْ ذَٰلِكَ قَطَعْتُمْ اَرْحَامَكُمْ۔ ترجمہ
یعنی اگر تم اپنی عورت کی زندگی میں اسکی بھوپھی یا خالہ سے نکاح کرو گے تو تمہارا یہ نعل قطع صلہ رحیموں کا
باعث ہوگا۔ اسلئے ایسا نکاح حرام ہوا۔ ایسا ہی ایک ایسی عورت سے نکاح حرام ہے جتنک کہ اس عورت
کی بھوپھی یا خالہ کسی شخص کے نکاح میں اس عورت سے پہلے زندہ موجود ہو۔ اور حیض میں حرمت جماع کا
سبب خدا تعالیٰ بیان فرماتا ہے۔ يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْحَيْضِ قُلْ هُوَ اَذَى فَاَعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِيهِ
الْحَيْضُ۔ ترجمہ۔ یعنی تمہارے جین میں حرمت جماع کا سبب پوچھتے ہیں تو کہو حیض میں جماع اس لئے
منع کیا گیا کہ حیض نجاست ہے جو حیض میں جماع کریگا وہ ظاہری و باطنی نجاست میں آلودہ ہوگا لہذا خدا
حیض میں عورتوں سے کنارہ کر داور ان سے جماع نہ کر وجتنک عورتیں حیض سے پاک نہ ہولیں اور
حرمت شراب و قمار بازی کا سبب بیان فرمایا اِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ اَنْ يُقَرِّعَ بَيْنَكُمْ الْعَدْلَ وَالْبَعْضَ
وَالْبَعْضُ مَا بَيْنَ الْحَيِّ وَالْمَيِّتِ وَيَصْطَكُمُ اللَّهُ وَعَنِ الصَّلَاةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُسْمَعُونَ ط
ترجمہ۔ یعنی شیطان چاہتا ہے کہ شراب خوری و قمار بازی کے سبب تمہارے درمیان عداوت
و دشمنی ڈال دے اور تمکو خدا تعالیٰ کی یاد اور نماز سے روک دے پس تم ان دونوں فعلوں سے
باز آ جاؤ۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سرگوشی کی حرمت کا سبب بیان فرمایا لَا تَتَنَاخَى اِنَّ تَنَاخًا دُونَ
النَّالِ۔ فَاتِ ذَٰلِكَ يَوْمَئِذٍ۔ ترجمہ یعنی تیسرے آدمی سے علیحدہ دو آدمی آپس میں سرگوشی نہ کریں نہ

یہ انفسیر کے لئے باعث رنج ہو گا۔ گد ہے کہ حرمت کا سبب بیان فرمایا اِنَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ
 يَهَيِّاْ نَكُمْ عَنْ حُرْمِ الْحَرَمِ فَانْهَارْ جُسْ ترجمہ یعنی خدا تعالیٰ اور اُس کا رسول تمکو گد ہے کہ
 گوشت کھانے سے منع فرماتے ہیں کیونکہ گد انا پاک ہے۔ آپ نے اپنے لئے حرمتِ صمدتہ کا سبب
 بیان فرمایا اِنَّهَا لَاحِلٌ لِّاَلِ مُحَمَّدٍ اِنَّهَا هِيَ اَوْسَاحُ النَّاسِ ترجمہ۔ یعنی صمدتہ محمد اور آل محمد کیلئے
 حلال نہیں ہے کیونکہ صمدتہ لوگوں کے گناہوں کی میل ہے۔

کبھی احکام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت سے اُن احکام کے نظار و اسباب
 بیان فرمایا اور انکی مثالیں بیان کیں۔ فقال لَهُ عَمْرُو صَنَعْتُ الْيَوْمَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَحْرَأَ عَظِيْمًا قَبْلَكَ
 وَاَنَا صَائِمٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اَرَأَيْتَ لَوْ تَمَضَّ مَضَّتَ مَاءٌ وَاَنْتَ صَائِمٌ فَقُلْتَ لَا بَأْسَ بِدَالَةٍ
 فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَمَّ ترجمہ۔ یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی علیہ الصلوٰۃ
 والسلام سے ذکر کیا کہ یا رسول اللہ آج میں نے بڑا کام یعنی غراب کا کام کیا کہ میں نے اپنی عورت کو بحالتِ روزہ
 چوم لیا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کو فرمایا کہ اگر تم بحالتِ روزہ پانی سے کھ کر تو تو کیا اس
 روزہ ٹوٹ جاتا ہے حضرت عمر کہتے ہیں میں نے عرض کیا کہ اس میں تو کوئی مضائقہ نہیں ہے پس آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ رکھے رکھو۔ اگر مثل کا حکم اسکی مثل پر اور احکام میں معافی و اسباب
 مؤثرہ احکام کی نفی و انتہات کا سبب نہ ہوتے تو آنحضرت اس تشبیہ کا ذکر نہ فرماتے۔ اس تشبیہ کا ذکر
 اسلئے فرمایا تاکہ اسکی اسباب پر دلالت ہو کہ حکم کی نظیر اسکی مثل کے حکم پر موقوف ہے اور بوسہ جو کہ جماع
 کا وسیلہ ہے اُسکو منہ میں پانی رکھنے کی طرح قرار دیا کیونکہ منہ پانی پینے کا وسیلہ ہے۔

ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میرا باپ مسلمان ہو گیا ہے اور وہ بہت
 بوڑھا ہے سواری پر بیٹھ نہیں سکتا اور اُسپر حج فرض ہے کیا میں اسکی پیٹ سے حج کر لوں آنحضرت
 فرمایا لَوْ كَانَ عَلَى ابْنِكَ دِينَ اَكُنْتُ فَاَضِيًّا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاَنْتَ اَحَقُّ بِاللّٰهِ اَحَقُّ اَنْ يَقْبَضَهُ ترجمہ۔
 یعنی اگر تیرے باپ پر قرضہ ہوتا تو اسکو تو ادا کرنا یا نہیں۔ اُس نے کہا ہاں میں ادا کرتا۔ فرمایا پس
 خدا تعالیٰ کا قرضہ زیادہ تر ادا کئے جائیگا حق رکھتا ہے۔ اس مثل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
 ایک حکم کو دوسرے حکم سے قریب کیا اور خدا تعالیٰ کے قرضہ کو دوسرے قرضہ کی طرح
 مٹھرایا اور ایک نظیر کو دوسری نظیر سے ملحق کیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی بیوی سے مباشرت کرنے میں تمہارے لئے
 اجر ہے صحابہ نے عرض کیا کہ کیا کوئی شخص اپنی خیمہ کو پورا کرے تو بھی اُسکو اس اجر پر نواب مل سکتا ہے

فرمایا کیوں نہیں۔ اگر تم حرام میں خواہش و شہوت رانی کرتے تو اس پر گناہ ہوتا یا نہیں۔
ایک عورت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ جب عورت کو اختلام ہو تو کیا اس پر غسل واجب
ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا اے ایسی عورت پر غسل واجب ہوتا ہے۔ ام سلمہؓ نے سکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ
کیا عورت کو بھی اختلام ہوتا ہے تو آپ نے فرمایا اِنَّهَا النِّسَاءُ شَقَائِقُ الرِّجَالِ۔ ترجمہ یعنی عورتیں
بھی تو مردوں ہی کے ٹکڑے ہوتے ہیں۔ اس میں آنحضرتؐ نے ظاہر فرمایا کہ مرد و عورت آپس میں ایک دوسرے
کے ٹکڑے و اجزا و نظیر ہیں جنہیں اگر اختلام کے متعلق اختلاف نہیں ہے۔ یہ بات اس امر پر دلالت
کرتی ہے کہ انسان کی فطرت میں یہ بات ثابت شدہ و معلوم ہے کہ دو ٹکڑوں و دو نظیروں کا ایک ہی
حکم ہو کرتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تقدیر الہی و شرع ازیدی کی علت و سبب بیان فرمایا
یہ امر دو چیزوں کی برابری اور دو متشابہ قریبوں پر دلیل اور ایک چیز کا حکم دوسری چیز کو عطا ہونے کی سبب
حضرت ابن قیم جوزی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں الْقِيَاسُ فِي ضَرْبِ الْأَمْثَالِ مِنْ خَاصَّةِ
الْعَقْلِ وَقَدْ جَعَلَ اللَّهُ فِي فِطْرَتِ النَّاسِ وَعَقُولِهِمُ الشُّبُوحَ بَيْنَ الْأَمْثَالَيْنِ وَكُنَّا لِلْقُرْآنِ بَيْنَهُمَا
وَأَلْفَرَقَ بَيْنَ الْمُخْتَلِفِينَ وَارْتِكَارَ الْجَمْعِ بَيْنَهُمَا وَقَدْ أَرْتَدَّ اللَّهُ تَعَالَى عِبَادَهُ فِي غَيْرِ مَوْضِعٍ مِنْ كِتَابِهِ۔
قِيَاسُ الشَّيْءِ الثَّانِيَةِ عَلَى الشَّيْءِ الْأَوَّلِي فِي الْأَمْثَالِ وَجَعَلَ الشَّيْءَ الْأَوَّلِي أَصْلًا وَالثَّانِيَةَ
فَرْعًا عَلَيْهَا وَقِيَاسُ حَيَاةِ الْأَمْوَاتِ بَعْدَ الْمَوْتِ عَلَى حَيَاةِ الْأَرْضِ بَعْدَ مَوْتِهَا بِالنَّبَاتِ وَقِيَاسُ الْحَقِّ
لِلْجَدِيدِ الَّذِي أَتَى أَعْلَاهُ عَلَى الْحَقِّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَجَعَلَهُ مِنْ قِيَاسِ الْأَوَّلِي تَحَا جَعَلَ
قِيَاسُ الشَّيْءِ الثَّانِيَةِ عَلَى الْأَوَّلِي مِنْ قِيَاسِ الْأَوَّلِي وَقِيَاسُ حَيَاةِ بَعْدَ الْمَوْتِ عَلَى الْيَقِظَةِ بَعْدَ
النَّوْمِ وَضَرْبُ الْأَمْثَالِ وَصَرَفُهَا فِي الْأَوْجَعِ الْمُخْتَلِفَةِ وَكُلُّهَا أَقْسِيَّةٌ عَقْلِيَّةٌ نَبِيَّةٌ بِهَا عِبَادَةُ عَلَى أَنَّ
حُكْمَ الشَّيْءِ حُكْمٌ مِثْلُهُ فَإِنَّ الْأَمْثَالَ كُلُّهَا قِيَاسَاتٌ يَعْلَمُ مِنْهَا حُكْمُ الْأَمْثَلِ مِنَ الْمِثْلِ بِهِ وَقَدْ اسْتَقْلَّ
الْقُرْآنُ عَلَى بَضْعَةٍ وَآرَبَعِينَ مِثْلًا تَنْتَضِعُ نَسْبِيَّةٌ بِنَظِيرِهِ وَالشُّبُوحُ بَيْنَهُمَا فِي الْحُكْمِ وَقَالَ تَعَالَى
وَبَلَدِ الْأَمْثَالِ تَضَرُّعًا لِلنَّاسِ۔ وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُونَ۔ ترجمہ۔ مثالیں بیان کرنے میں قیاس
کرنے عقل کا خاصہ ہے اور خدا تعالیٰ نے لوگوں کی فطرتوں اور عقولوں میں دو یکساں باتوں کو برابر
سمجھنا اور ان میں جدائی کا انکار کرنا اور دو مختلف و متضاد اشیا میں فرق کرنا اور ان میں برابری کا انکار
کرنا امر کو ضرر یا نفع ہے۔ اور خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں کئی جگہ اس امر کا ذکر فرمایا ہے اور دوسری پیدائش
کا قیاس پہلی پیدائش پر ممکن ہونا بیان فرمایا اور پہلی پیدائش کو اصلی اور دوسری کو فرعی ٹھہرایا اور پہلی
بعد مردوں کے زندہ ہونے کا قیاس زمین کے خشک ہونے کے بعد نباتات سے سبز ہونے پر بیان فرمایا اور فرعی

پیدائش جبکہ دشمنانِ خدا انکار کرتے ہیں آسمانوں اور زمینوں کے پیدا کرنے پر قیاس فرمایا اور اس امر کو پہلا قیاس ٹھہرایا جیسا کہ دوسری پیدائش کے قیاس کو پہلی پیدائش کے قیاس پر مناسبت دی گئی۔ جس کے بعد زندہ ہو کر قیاس سو جانیکے بعد پیدا ہونے پر بیان کیا۔ اور مثالیں اور مختلف قیاس بیان کیں اور یہ سب عقلی قیاسات ہیں اور اپنے بندوں کو آگاہ کیا ہے کہ چیز کا حکم اسکی مثل پر ہوتا ہے مثالیں قیاسات عقلیہ ہیں جسے حکم مثل کا مثل بہ سے معلوم ہو سکتا ہے اور قرآن کریم میں قریبا کا سبب مثالیں ایسی ہیں جنہیں نظائر و براہی حکم کا ذکر ہے اور خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ سب مثالیں ہم لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں۔ اور علم والے لوگ انکو سمجھتے ہیں۔

کتاب الطہارۃ

اسرار وضو

معنی لفظ وضو | لفظ وضو عربی لغت وضاء سے نکلا ہے۔ وضاء کے معنی پاکیزگی صفائی و خوبی کے ہیں اور وضو لغت میں صاف و ستھرا بننے اور اصطلاح شرع میں طہارت صغریٰ یعنی اندامہائے مخصوصہ منہ۔ ہاتھ۔ پاؤں کے دھونے۔ کلی کرنے و مسح کان و سر کو کہتے ہیں۔ وضو بالفتح پانی۔ بالکسر لونا۔ بالضم اس فعل کو کہتے ہیں جسکا ہم ذکر کرتے ہیں۔ وجہ تسمیہ وضو | چونکہ اس فعل سے انسان کو ظاہری و باطنی پاکیزگی و صفائی حاصل ہوتی ہے اسلئے اس فعل کا نام وضو ٹھہرا۔

الفاظ احکام شریعت کی ولالتیں | لفظ وضو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے انسان کے لئے یہ فعل کسی ایسے بہتم بالشان امر کے لئے موعود فرمایا ہے جس میں دیگر احکام شریعت کی طرح انسان کی ظاہری خوبی کے ساتھ باطنی پاکیزگی بھی ملحوظ ہے۔ کیونکہ احکام شریعت کے تحت میں انسان کے لئے بڑی بڑی خوبیاں اور اسرار رکھے ہیں جنکے ظاہر ہے انکے باطن و حقیقت کی طرف اسکو مختلف پیرایوں میں توجہ دلائی گئی اور ان پر آگاہ کیا گیا ہے۔

اول حکمت وضو | وضو کے لئے سات اندام مخصوص ہیں۔ منہ۔ (۱) وضو کے لئے سات اندام مخصوص ہیں۔ منہ۔ دوڑوں۔ ہاتھ۔ دونوں پاؤں۔ کان۔ سر۔ اور انکی

و تجفیف کا ذکر احادیث نبویہ میں مفصل مذکور ہے لہذا بقدر کفایت ہم اس امر کی کستقدیر تفصیل لکھ دیتے ہیں اس
اجمال کی تفصیل یوں ہے کہ انسان کی بناوٹ اور وضع پر غور کرو تو تیر واضح ہوگا کہ اسکے اخلاقی اعضاء جنہیں
تمام شرائع و قوانین کا دار مدار ہے ذو و جھین و ذر و قوتیں یعنی دوڑنے اور دوپہری قوتوں والے میں
مثلاً آنکھ۔ زبان۔ کان۔ دماغ۔ سر۔ ماتھے پاؤں۔ یہی اعضاء ہیں جنکے ساتھ اخلاقی شریعت بلکہ قوانین
معاش و معاہدہ تعلق ہیں نظر آتا ہے۔ انہی سے انسان خدا تعالیٰ کی نافرمانی کا مرتکب ہو کر اپنے لئے سات
دوڑوں کی راہ بنانا اور انہی کے وسیلہ جمیلہ سے خدا تعالیٰ کی فرمانبرداری و اطاعت کا اظہار کر کے
سات بہشت اپنے اعمال حسنہ کے بدلہ میں اور ایک زاید بطور انعام و اکرام پاتا ہے کیونکہ کریم کا پیشوہ
کہ وہ اپنی خوشی و رضا کے اظہار میں حق واجب سے بڑھ کر اجرت دیا کرتا ہے۔ اسلئے ان ساتوں انداموں
آپہی نافرمانیوں سے دوہنے و دہست بردار ہونیکا امر ہوتا کہ انسان آثار و دوزخ سے بجات پاسے اور
قابل دخول بہشت ہو۔ اسی امر کی طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اشارہ فرماتے ہیں مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا
يَوْمَئِذٍ يَسْبُغُ الْوُضُوءَ ثُمَّ يَقُولُ اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ التَّوَّابِينَ وَاجْعَلْنِي مِنَ الْمُتَطَهِّرِينَ إِلَّا فُحِّشْتُ
لَهُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ الثَّلَاثَةِ يَدْخُلُ مِنْ أَيِّهَا شَاءَ ترجمہ یعنی تم میں سے کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو
پورا پورا وضو کرے اور بھیر اللہم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطهرین کہہ سکے لئے آٹھویں
بہشتوں کے دروازے کھل جاتے ہیں جس دروازہ سے چاہے داخل ہو۔ الغرض یہی اعضاء درہ کا
جہنم وریہی اعضاء درجات بہشت کے راستے ہیں

راہِ جنت و دوزخ میں اعضاءِ تبت ہر چہ کاسے بدروی برضائے تست

پس بریت عبادتِ اہی وضو کرنا آثار و دوزخ کے سٹانے و آثار جنت کے قبول کرنے کے لئے امر ہوا
تا کہ انسان ظاہری و باطنی میل سے پاک و صاف ہو کر خدا تعالیٰ کے حضور میں کھڑا ہو۔

وضو کی فلاسفی علامہ ابن قیم | حضرت علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ وضو کی فلاسفی الفاظ ذیل میں بیان
فرماتے ہیں۔ **هذه الأعضاء هي آلات الأفعال التي يكثر بها العبد**

ما يربذ فعله وبها يعصى الله سبحانه ويطاع فاليد يبطش والجمل يمشي والعين تنظر
والأذن تسمع واللسان يتكلم فكان في غسل هذه الأعضاء امتثالاً لأمر الله تعالى وأقامة
لعبوديته ما يقتضي إزالته ما تحتها من دون العصية ووسخها

وضو کی فلاسفی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ میں | **وقد أثنى صاحب الشرح رسول الله**
صلی اللہ علیہ وسلم الى هذا المعنى بعينه حيث قال في الحديث العظيم الذي رواه مسلم في صحيحه

عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبْسَةَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِّثْنِي عَنْ أَوْضُوءٍ قَالَ مَا مِنْكُمْ مِنْ رَجُلٍ يَغُتْرُ بِوَضُوئِهِ فَيَتَمَضُّقُ وَيَسْتَنْشِقُ فَيَنْتَشِرُ إِلَّا خَرَجَتْ خَطَايَا وَجْهِهِ مِنْ أَطْرَافِ لِحْيَتِهِ مِنَ الْمَاءِ ثُمَّ يَغْسِلُ يَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ إِلَّا خَرَجَتْ خَطَايَا يَدَيْهِ مِنْ أُنَامِلِهِ مَعَ الْمَاءِ ثُمَّ يَسْتَسْمُ رَأْسَهُ إِلَّا خَرَجَتْ خَطَايَا رَأْسِهِ مِنْ أَطْرَافِ شَعْرِهِ مَعَ الْمَاءِ ثُمَّ يَغْسِلُ قَدَمَيْهِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ إِلَّا خَرَجَتْ خَطَايَا رِجْلَيْهِ مِنْ أُنَامِلِهِ مَعَ الْمَاءِ فَإِذَا هُوَ قَامَ فَصَلَّى فَحَمَدَ اللَّهُ وَثَنَّمَا عَلَيْهِ وَمَجَدَّهُ بِالَّذِي هُوَ أَهْلُهُ أَوْ هَوَلَهُ أَهْلٌ وَفَرَّغَ قَلْبَهُ لِلَّهِ إِلَّا انْصَرَفَ مِنْ خُطْبَتِهِ كَهَيْئَةِ فَيْعَمٍ وَلَكِنَّهُ أَمَّهُ - ترجمہ - یعنی یہی اندام وضو تو ان فلوں کے ذریعے اور آلات ہیں جنکے ساتھ انسان انکو عمل میں لاتا ہے اور اپنے دلی ارادہ کا اظہار انکے ساتھ کرتا ہے۔ انہی انداموں سے انسان خدا تعالیٰ کی نافرمانی کا مرتکب ہوتا اور انہی سے اسکی اطاعت بجا لاتا ہے۔ ہاتھ پکڑتے ہیں پاؤں چلتے۔ آنکھیں دیکھتی مکان سنتے زبان بات کرتی ہے۔ پس ان اعضا کے دھونے میں حکم الہی کی اطاعت ہے اور ان انداموں سے اسکی عبادت قائم کرنا اس امر کا تقاضا ہے کہ پہلے ان انداموں سے الہی نافرمانی اور باطنی پلیدی میل دہوی جائے۔

چنانچہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بعینہ اس امر کی طرف صحیح مسلم میں اشارہ فرمایا ہے۔ عمرو بن عبسہ راوی ہے کہ میں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا کہ یا رسول اللہ مجھے وضو کی حکمت و اسرار مطلع فرمادیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص تم میں سے ارادہ وضو پانی کے پاس جاتا اور کھلی کرتا اور ناک چھاڑتا ہے تو جھڑوں کے اطراف سے اُسکے منہ کے گناہ پانی بہہ جاتے ہیں۔ پھر جب گھنٹیوں تک دونوں ہاتھوں کو دھوتا ہے تو اُسکے ہاتھوں کے گناہ پانی کے ساتھ انگلیوں کے سروں سے نکل جاتے ہیں۔ پھر جب اپنے سر کا مسح کرتا ہے تو پانی کے ساتھ اُسکے سر کے گناہ بالوں کی اطراف سے نکل جاتے ہیں۔ پھر جب دونوں پاؤں کو ٹخنوں تک دھوتا ہے تو پانی کے ساتھ اُسکے پاؤں کے گناہ انگلیوں کے سروں سے نکل جاتے ہیں پس جب وہ کھڑا ہو کر نماز پڑھتا ہے اور خدا تعالیٰ کی صفت و ثنا اور اسکی بزرگی کا حق بیان کرتا ہے اور اپنے دل کو محض خدا تعالیٰ کے لئے خالی کر دیتا ہے تو وہ نماز سے فارغ ہونیکے وقت گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسا کہ اپنی والدہ کے شکم سے جنمے کے دن گناہوں سے پاک پیدا ہوا تھا۔ اسرار طہارت بزرگان حضرت محمد بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ ہم نے اسرار وضو کے اعتبار میں اس امر کا ذکر کیا ہے اور اب اسکو پھر محمد بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے تحت میں بڑے بڑے اسرار و حقائق

ہوتے ہیں اور ان سب کی طرف انسان کو دعوت کی گئی و توجہ دلائی گئی ہے جنہیں سے کچھ قدر ہم لکھ چکے ہیں اور کچھ حضرت محی الدین ابن عربی کی کتاب فتوحات مکیہ میں سے مع ترجمہ ذیل میں لکھ دیے ہیں۔ علاوہ ان میں اور بھی ہیں بشرط ایفائے زندگی اس میں ایک مستقل کتاب لکھوں گا۔

لَسِيْرًا عَلٰٓى اَهْلِ التَّقِيْظِ وَالذِّكْرِ
اِذَا جَاۤءَ الْبَحْرُ الْاَلَدِيْ وَاسْتَحْمٰ
وَلَمْ يَفْنِ عَنْ جِزْرِ الْحَقِيْقَةِ مَا ذَكَرَا
بِحَبْلِ مَا يَهْوٰى عَلٰى فِطْرَةِ الْاَوَّلٰى
اِذَا الْمَدِيْنَةُ سَيْفٌ لِّتَوَكُّلٍ مُّنتَضِعٍ
وَعَمَّ لَهَا رَفْعُ السُّوْرِ مَتٰى لِيَسْتَأْذِنَ
تَنَاقُضٍ مَّعْنٰى الطُّهْرِ لِحَبْنٍ وَاسْتَفٰى
بِرِيَاكُمِ الدَّعْوٰى وَفِيْهَا مَا دَعٰى
اِلٰى اَحْسَنِ الْاَقْوَالِ وَكَتَفَ اَفْقٰى
وَمُسْتَشْرِ اَوْدٰى بِهِ لَتَرَهُ الْوَدٰى
كَمَا عَمَّتِ اللَّذَاتُ اَجْرًا لِّوَلٰى الْعَلٰى
بَاخِرًا جِهَ بَيْنَ التَّرَائِبِ الْمَطٰى

تَبَصُّرٌ بِخَدِّ سِرِّ الطَّهَارَةِ وَاجْتِمَاعٌ
فَكَمَ ظَاهِرٌ لَمْ يَتَصِفْ بِطَهَارَةِ
وَلَوْ فَاصٌ فِي الْبَحْرِ الْاُجَامِ حَيَاةٌ
وَأَنْفُسٌ لِّكَلْبَيْنٍ وَتَرَاوَلَمْ يَذَلْ
فَمَا عَمِلَتْ كَفْ حَقِيْبٍ وَمَعْمُومٍ
اِذَا صَحَّ عَسَلُ الْوَجْرِ عَمَّ حَيَاةٌ
وَأَنْ لَّمْ يَرِ الْكُرْسٰى فِي عَسَلٍ رَحْلُهُ
اِذَا مَضَى الْاِنْسَانُ فَاهٌ وَكَلْبٌ
صَحَا حَاةٌ مَا يَنْفَكُ لِيَطْمَ اِنْ صَفَا
وَمُسْتَشْرِقٌ مَا نَسَمَ رِيْحُ الْفَضْلِ
اِذَا احْبَبَ الْاِنْسَانُ عَمَّ طَهْوَرُهُ
الْمُتَنَلِّكُ اللّٰهُ نَبَهُ خَلْقُهُ

ترجمہ۔ یعنی خوب غور کرو تو طہارت کے جہد کو واضح پاؤ گے کیونکہ طہارت کا راز ہونسیار و دانش مند پر باسانی واضح ہو جاتا ہے۔ بہت طہارت کرنے والے جبکہ وہ دیباے لدائی سے کنارہ کشی کریں اور علیحدہ ہوں تو وہ طہارت سے موصوف نہیں ہو سکتے۔ اور اگرچہ وہ دیباے شور میں غوطے لگاتے رہیں اور بحقیقت سے چلنے بھرنے تو وہ پاک نہیں ہوتے۔ اور اگر طہارت کرنے والوں میں ہتھیلیاں کسی طاق بار ہو ڈالے اور مال کی محبت کے باعث بخل رکھتا ہو تو وہ اس طرح پہلی حالت میں ہیں اور ناپاک ہیں۔ پس نہ تو وہ ہتھیلی دھوئی گئی اور نہ کلائی پاک ہوئی۔ جنگ شمشیر توکل سے درخت بخل کو نہ کاٹے۔ جب خدا صمد نہ کا دھونا بوجہ حقیقت درست ہوتا ہے تو اس منہ میں مشرم دیا کی صفت پیدا ہو جاتی ہے اور ایسا منہ جب چاہے اسکے آگے خفاقی سے پردے و حجاب اٹھائی جاتے ہیں اور اگر پاؤں کے دھونے میں علم الہی کا لحاظ نہ کرے تو اسی وقت طہارت کے موصوف دو صف میں نقص و شکست آتی اور طہارت زائل ہو جاتی ہے۔ جب انسان اپنے منہ کی کلی کرے اور

دعویٰ سے پاک نہ ہوا اور اپنے دعویٰ کے موافق عمل کے ساتھ اسکی وفائے کرے تو اسکا منہ پاک نہیں ہوتا اور اسکے دونوں کانوں کے سوراخ پاک نہیں ہوتے جب تک اچھے اقوال کے سننے پر اکتفا کرتے انکی پیروی نہ کرے۔ اور جب تک حقیقت پر غور نہ ہوتا کہ میں پانی ڈالنے والا خدا کے دھال کی بوجہ نہیں سوچتا اور بغیر غور حقیقت تاک جہاڑنے والے پر بہت سی ہلاکتیں وارد ہوتی ہیں جب انسان کو جانت لاحتی ہوتی ہے تو اُس پر سارے بدن کا دھونا واجب ہوتا ہے کیونکہ اُسکے بدن کے اعلیٰ اجزائے عام لذت اٹھائی ہے چکیا تو نہیں جانتا کہ خدا نے انسان کی پیدائش اس منی سے کی جو سینے اور پشت کے درمیان سے ہو کر خارج ہوتی ہے اور وہ اعلیٰ بدن کے اجزا ہوتے ہیں۔

یعنی خروج منی اعلیٰ و سفلی بدن سے ہوتی ہے اسلئے سارے بدن کا دھونا لازم ہوا۔

تفسیر چہم۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ راہ خدا میں ہاتھوں سے مال خرچ کرنے میں نخل میں نخل کی صفت موجود ہو تو وہ ہاتھ بوجہ حقیقت نخل کے گناہ سے پاک نہیں ہوتے جب تک نخل کی جڑ کو کاٹا نہ جائے۔ اور چہرہ بوجہ حقیقت جب ہی پاک ہوتا ہے کہ انسان خدا کے حضور میں گناہ کرنے میں بے پاک نہ ہو بلکہ اسکی آنکھوں میں شرم و حیا کی صفت ہو کہ گناہ کر کے یہ آنکھیں خدا کے سامنے کیونکر ہونگی۔ پاؤں بوجہ حقیقت پاک نہیں ہوتے جب تک اسکو یہ خیال نہ ہو کہ خدا تعالیٰ کے قرش و تخت زمین پر اسکی نافرمانی کے ارادہ سے ان پاؤں سے چلنا اچھا نہیں اور وہ اس سے باز نہ آئے۔ اور زبان بوجہ حقیقت جب ہی پاک ہوتی ہے کہ ناجائز اقوال سے بری ہو۔ اور جس سچائی کا دعویٰ زبان سے کرے اسکا خدا کے ساتھ الیفا کرے۔ علیٰ ہذا القیاس اور ہی ہیں۔ جب انسان ان تمام امدادات پر کما حقہ مجبور بوجہ حقیقت کرتا اور عامل نیتا ہے تو اسکے تمام حواس مذکورہ میں ایک تیز روحانی قوت آجاتی ہے۔ اور ہر ایک قوت سے عجیب عجیب اسرار الہی کا نشانہ برکتا ہے۔ وہ یوں ہوتا ہے کہ جو باتیں لوگ اپنے ہاتھوں سے کرتے ہیں وہاں اسکے ہاتھ اشارت کے کام لیتے ہیں جو باتیں لوگوں کو دور دراز ممالک و عالم آخرت میں پہونچ کر دیکھنی نصیب ہوتی ہیں وہ اسکو اسی جگہ پر اس العین والقلب نظر آجاتی ہیں۔ جن مقامات میں لوگ اپنے قدموں سے چل کر پہونچنا چاہتے ہیں وہاں اسکے دل کا ایک چمکانگ سے پہونچنا ہوتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس اور ہی ہیں۔

ترک غفلت و وضو۔ وضو انسان کو ظاہری و باطنی گناہوں و غفلت کے ترک کرنے پر آگاہ کرتا ہے اگر نماز بغیر وضو کے پڑھنی مشروع ہوتی تو انسان ہر طرح پردہ غفلت میں مرتد رہتا اور غافلانہ نماز میں داخل ہو جاتا۔ دنیاوی ہجوم و مشواغل میں انسان نشہ باز کی طرح ہو جاتا ہے

لہذا اس نشہ غفلت کو اتار نیکی لئے وضو شروع ہوا ہے۔

سوم حکمت وضو قرب ملائکہ | طہارت کی وجہ سے انسان کو فرشتوں کے ساتھ قرب و اتصال ہو جاتا ہے لہذا وہ اس قابل ہو جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے دربار میں اسکو شرف باریابی عطا ہو۔

چہارم حکمت وضو بعد شیا طین | طہارت کی وجہ سے شیا طین سے انسان کو بعد و دوری حاصل ہوتی ہے۔ پس جسکو شیا طین سے دوری اور قرب ملائکہ حاصل ہو خدا تعالیٰ اسکو چاہتا ہے کہ وہ اس کے حضور میں حاضر ہو۔

پنجم حکمت وضو حفظ | مشاہدہ و طبیخیار اس امر کے شاہد ہیں کہ انسان کے اندر روحی جسم کے ماتقدم امراض، زہریلے مواد اطراف بدن کو خارج ہوتے رہتے ہیں۔ اور بسا اوقات زہریلے مواد اطراف بدن ماتھے پاؤں یا اطراف منہ دوسرے پر کھڑ جاتے ہیں اور مختلف اقسام کے ہنر بھورے و بھنسیاں ہو کر نکلتے ہیں۔ اور بری جو اکثر اہتوں یا پاؤں کی انگلیوں پر گر نکلتی ہے وہ بھی جسم کے زہریلے مواد کا ایک ذخیرہ ہوتا ہے جسکا ظہور ایک موذی پھوٹے کی شکل میں ہوتا ہے۔ اور بطور حفظ ماتقدم وضو سے وہ گندے مواد دفع ہوتے رہتے ہیں یا جسم کے اندر زہریلے مواد کا جوش پانی سے بجھ جاتا ہے یا خارج ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ میں اول حکمت وضو میں صرح اس امر کی طرف اشارہ ملتا ہے۔ اور بیماری کے جرم جو ان انداموں پر گر کھڑتے ہیں وہ دھو گئے دفع ہو جاتے ہیں۔

ششم حکمت وضو رفع عذاب | طہارت سے کئی قسم کے عذاب دور ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پشاب سے اپنے آپ کو پاک و صاف رکھو کیونکہ عام عذاب ہر انسان کو گندہ و ناپاک رہنے سے ہوتا ہے۔ پس جس ذریعہ سے انسان سے عذاب کا فرد جرم اتر جائے لایم ہے کہ اس ذریعہ کو انسان کے لئے ایک شعار بنایا جائے اور جو انسان اس شعار آہی کا پابند ہو اسکو حضور آہی کا استحقاق حاصل ہوتا ہے۔

ہفتم حکمت وضو حب آہی | بریت اطاعت آہی ظاہری طہارت و باطنی نفاست کا پابند خدا تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَاضِعِينَ وَ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ ترجمہ یعنی خدا تعالیٰ باطنی و ظاہری طہارت و صفائی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ ایسے لوگ خدا تعالیٰ کے محبوب بن جاتے ہیں۔ پس جس صفت کے انسان کو خدا تعالیٰ کا محبوب بننے کا شرف عطا ہوا لازم ہے کہ اس کے حضور میں جائیکہ وقت انسان اس سے منصف ہو۔

ہشتم حکمت وضو جب طہارت کی کیفیت نفس میں اسخ ہو جاتی ہے تو ہمیشہ کے لئے غلبہ ملکیت بر بہیمیت نوز ملک کی ایک شعبہ اُس میں مٹ جاتا ہے اور بہیمیت کی تاریکی کا حصہ مخلوب ہو جاتا ہے نیکوں کے لئے ہے جانے اور خطاؤں کے نحو ہو نیکے ہی معنی ہیں پس جس انسان کی ملک حالت غالب اور بہیمیت مخلوب ہو تو وہ کامل طور پر خدا تعالیٰ کا حضوری بن سکتا ہے۔

نہم حکمت وضو طہارت سے طبیعت میں عقل کا مادہ بڑھتا رہتا ہے پس جہاں عقل کامل ہوگی وہاں حضور آہی بھی تام ہوگا۔

دہم حکمت وضو ثابت قدمی پر وضو سے راہ حق میں ثابت قدمی بڑھتی اور شیطانی پلیدی نکل جاتی ہے چنانچہ خدا تعالیٰ اس امر کی طرف قرآن کریم میں ایما فرماتا ہے

وَيُزِيلُ عَلَيْكَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً يُصْفِيكَ وَيَهْدِيكَ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ
عَلَىٰ قُلُوبِكُمْ وَبَيَّنَّتْ لَهُ الْآيَاتُ كُلُّهَا
ترجمہ - یعنی خدا تعالیٰ تم پر آسمان سے پانی اتارتا ہے تاکہ تم کو اس کے ساتھ پاک کرے اور شیطانی پلیدی (غفلت غصہ - امر امن رویہ) تم سے دور کرے۔ اور تمہارے دلوں پر اس کے ساتھ اسلام کا رابطہ قائم رکھے اور تم کو اس سے ثابت قدم کرے اس میں طہارت صغریٰ و کبریٰ دونوں شامل ہیں۔

یازدہم حکمت وضو گناہوں و کسالت کے باعث جو روحانی نور و سرور اعضا سے سلب ہو چکا تھا عود نور و سرور وضو کرنے سے دوبارہ اُن میں عود کرتا ہے۔ یہی روحانی نور قیامت میں

ان اعضائی و منویں نمایاں طور پر درخشاں ظاہر ہوگا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں
إِنَّ أَمْتِي يَوْمَ الْقِيَمَةِ خَرَّاءٌ تَجَلَّيْنِ مِنْ آثَارِ الْوُضُوءِ مَنْ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يَسْتَنْطِيعَ عَرَّتَهُ فَلْيَفْعَلْ
ترجمہ - یعنی قیامت کے دن میری امت کو جب پکارا جائیگا تو وضو کے آثار سے اُن کے ہاتھ پاؤں اور چہرے روشن ہوں گے۔ اس لئے تم میں سے جو کوئی اپنی روشنی بڑا سکے وہ بڑا ملے ایک دوسری حدیث میں آیا ہے مَبْلَغُ الْحَلِيَّةِ مِنَ الْمُؤْمِنِ حَيْثُ يَبْلُغُ الْوُضُوءُ - ترجمہ - یعنی جہاں تک وضو کا پانی پہنچے گا وہاں تک مومن کو جنت کا زیور پہنا جائیگا۔

دوازدہم حکمت وضو چونکہ نماز عظیم الشان شاعر الہی میں سے ہے لہذا اس شاعر الہی شاعر الہی میں بطہارت داخل کرنا میں داخل ہونے کے لئے وضو لازم تھا آیا گیا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مِصْتَحِ الصَّلَاةِ الطَّهْوُ - ترجمہ - یعنی نماز کی تسبیح وضو ہے۔

سیزدهم حکمت وضو وضو عرض حال رعایا کو بغرض عرض مطلب اور احکام شناسانہ سنتے کے لئے

دربارِ شاهی میں جانکی ضرورت ہوتی ہے اور اسوجہ سے تمام آداب و تعظیبات جو وقتِ حضورؐ کی اور بارِ بجالانے ہیں وہ سوال ہی کی حد میں شمار کئے جاتے ہیں مگر جیسے عرضِ مطلب کے لئے زبان اور حکم سننے کے لئے کان چاہئیں ایسا ہی حضورؐ کی دربار کے لئے ماتھے - منہ - پاؤں کا دھونا اور درستی لباس کی ضرورت ہے اور یہ سب کچھ مدسوال و عرضِ حال ہی میں شمار کئے جاتے ہیں۔

چہارم حکمت وضو حضورؐ کی دربارِ سلاطین جب ارادِ سلاطین کے حضور میں جاتے وہ پاکیزہ کام کے وقت ان اعضاء کا دھونا ہیں یا کوئی عمدہ اور پاکیزہ کام کا قصد کرتے ہیں تو ان اعضاء کو دھو لیتے ہیں کیونکہ ان اعضاء پر اکثر گندہ و غبار و میل کا اثر ہوتا رہتا ہے۔ لہذا انسان کو آگاہ کیا گیا ہے کہ جبکہ وہ ظاہری حکام و سلاطین کے دربار میں حاضر ہو نیکی کے لئے اس قدر صفائی کا پابند ہے حالانکہ انکی عرف ظاہر پر نظر پڑتی ہے تو حکمِ الحاکمین کے دربار میں حاضر ہونیکے لئے اسکو زیادہ تر مناسب و لازم ہوگا کہ ظاہر و باطن دونوں کو پاک و صاف بنا کر اسکے حضور میں حاضر ہو۔ کیونکہ اسکی ظاہر و باطن دونوں پر یکساں نظر پڑتی ہے یہ امر عمدہ آداب وضو کی مناسبت سے ہے کہ دربارِ حکام و سلاطین کے حضور پاکیزہ کاموں کے کرنے و طیبات کو استعمال کر نیکی کے وقت ان اعضاء کے دھونے سے فطرۃ مناسبت ہے لہذا خدا تعالیٰ کی حضورؐ کی تیار کی کے لئے وضو کرنا بہت مناسبت رکھتا ہے۔

پانزدہم حکمت وضو بیداری دل | تجربہ سے شہادت ملتی ہے کہ ماتھے - پاؤں کے دھونے سے اور منہ دوسری پانی چھوڑنے سے نفس پر بڑا اثر ہوتا ہے غفلت و خواب یا نہایت بے ہوشی اس سے دور ہو جاتی ہے۔ اس تجربہ اور علم کی تصدیق طبیوں کی تجویز سے بھی ہو سکتی ہے۔ کیونکہ وہ اُس شخص کے لئے جسکو غشی ہو یا اسکو زیادہ اسہال آتے ہوں یا کسی زیادہ فصد لی گئی ہو یہی پانی چھڑکا تجویز کرتے ہیں۔ چنانچہ علامہ قرشی نے بھی اپنی کتاب موجز کے صفحہ ۱۴ پر اور دیگر طبائے بھی لکھا ہے فَاِنَّهُ يَغْفُلُ لِحَرَارَةِ الْعَرِيزَةِ وَيَقْوِيهَا وَيَنْفَعُ الْعَشَى الْحَادِثَ عَنِ الْكُرْبِ الْحَاجِي وَغَيْرِ مَا تَرَوْنَهُ یعنی منہ ماتھے پاؤں پر پانی چھڑکنا حرارتِ غریزی کو تازہ اور قوی کر دیتا ہے اور حمام وغیرہ کی تخلیق جو بے ہوشی پیدا ہو اُس میں یا مرنافع ہے یہی وجہ ہے کہ انسان کو امر ہو کہ اپنے نفس کی کاپی اور فطرۃ وستی کو نفاذ کو بذریعہ وضو دور کرے تاکہ خدا تعالیٰ کے حضور میں کھڑا ہونیکے لائق ہو سکے کیونکہ وہ سدا ہوشیار و بیدار ہے چنانچہ وہ فرماتا ہے لَا تَأْخُذْهُ سِنَّةٌ وَلَا نَوْمٌ ترجمہ۔ یعنی خدا تعالیٰ کو غفلت و اونگھ و نیند نہیں بگڑتی۔ پس غافل و کابل اسکے حضور میں کھڑے ہونیکے قابل نہیں

ہو سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ نشہ و مستی کی حالت میں نماز پڑھنا مشروع نہیں چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے
 لَا تَقْرَءُوا الصَّلَاةَ وَآنتُمْ سُكَارَىٰ۔ ترجمہ یعنی نماز کے نزدیک نہ جاؤ جبکہ تم نشہ کی حالت میں ہو۔
 کسی نشہ باز کو کسی ظاہری حاکم و بادشاہ کے دربار میں بحالت نشہ جائیگی اجازت نہیں دی جاتی پس
 جبکہ نشہ باز و مترالی بحالت نشہ و غفلت ایک دنیاوی حاکم کے دربار میں باریاب نہیں ہو سکتا تو
 نشہ باز و غافل انسان جیسی حالت بندے ہوئے کسیکو احکم الحاکمین کے دربار میں کب شرف باریابی
 عطا ہو سکتا ہے۔ نشہ کی حالت میں نماز اسی لئے ممنوع ہوئی کہ نشہ باز کو بحالت نشہ معلوم نہیں ہوتا
 کہ وہ منہ سے کیا کہہ رہا ہے اور اس کے دل میں کیا گزر رہا ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔
 حَتَّىٰ تَخْلُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ۔ ترجمہ۔ یعنی نماز اس حالت میں تم پڑھو کہ تمہارے دل کو معلوم ہو
 جو کچھ زبان سے کہہ رہے ہو۔ یعنی ان کلمات سے تمہارے دل کا واقف و دانہ ہونا ضروری
 ہے جو تمہارے منہ سے نکل رہے ہیں۔ جنگو تم اپنی زبان سے پڑھ رہے ہو۔ وجہ یہ ہے کہ اگر محض
 زبانی کلمات کے دہرائے سے کوئی شخص مستحق ثواب ہو سکتا ہے بالخصوص وہ کلمات جو دل کی
 آگاہی و تنبیہ کے لئے پڑھے جاتے ہیں تو پھر وہ طبع جو حافظ آیت الکرسی وغیرہ پھاڑتے ہیں وہ ضرور
 مستحق ثواب ہونگے حالانکہ ایسا انہیں ہے بلکہ وہی نماز استحقاق ثواب رکھتی ہے جو دل کی
 آگاہی سے پڑھی جائے۔ تفصیل اس جمال کی یہ ہے کہ تجربہ و مشاہدہ اس بات پر کافی گواہ موجود
 ہیں کہ غفلت کی نماز پر کافی ثواب نازل نہیں ہوتا کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الصَّلَاةَ تَنْتَحِي
 عَنِ الْفَحْشَا وَ الْمُنْكَرِ۔ ترجمہ یعنی نماز کا فعل نماز پڑھنے والیکو بے حیائی و بدکاری و برائی اور ہر ایک
 قسم کے گناہ سے روک دیتا ہے یعنی نمازی سے منکرات صادر نہیں ہو سکتے۔ مگر جب ہم اپنی آنکھوں
 سے دیکھتے ہیں کہ غفلت کی نماز پڑھنے والوں سے بڑے بڑے کام۔ جہوٹ۔ زنا اور قسم قسم کے گناہ اور
 بدیاں صادر ہوتی ہیں۔ اور وہ گناہ کرنے ہوئے آخر قیول میں جا داخل ہوتے ہیں تو اس سے صاف
 معلوم ہوتا ہے کہ وہ غفلت کی نماز ہے جو بدیوں سے نہیں روک سکتی ورنہ خدا تعالیٰ کا فرمودہ اِطْلُ
 دوا میں اثر ضرور ہے وہ مؤثر ہے مگر شرط ہے کہ دوا کو اس طریق و شرائط سے استعمال کیا جائے
 جس طرح طبیب بتائے۔ ورنہ دوا کی بد استعمالی سے عدم ظہور اثر و دوا کا الزام طبیب پر نہیں آتا۔ چنانچہ
 اس تقریر سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ جب تک حضور دل نہ ہوئے وہ نماز چھوڑ دے۔ دیکھو جس دوا کے
 قوی اثر کا سارا جہان قائل ہو مگر کسی ایک انسان کو کسی خلط فاسد کے باعث یا بد استعمالی سے اثر ظاہر
 نہ ہو تو اسکو وہی دوا بار بار بہریدہ صلیح استعمال کرائی جاتی ہے۔ آخر اس دوا کا اثر ظاہر ہو جاتا ہے۔

ایسا ہی تم نماز بوجہ حکم الہی باصلاح ظاہر و باطن پڑھتے جاؤ۔ ایک دن اُسکا اثر تمہارے دل پر جا کر پڑیگا۔ ہاں میں اس بات کا اندرونی عینی شہادت کے اقرار کرتا ہوں کہ اگرچہ بے حضور دل نماز پڑھی ہوئی گئی ہوگی تو نہیں روک سکتی مگر اس سے بسا اوقات دنیا میں عذاب ٹلجاتا ہے کیونکہ یہ ہیئت خدا تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔

کشفِ خالق تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ میں بعض بڑے قسی القلب اور بڑے بُرے اشیاء و ضو و نماز افعال و حرکات شیعہ و اعمال قبیحہ کر نیوالے انسان دیکھے ہیں جنکا وجود انتظام عالمِ دامن عامہ میں محض تھا اور فراسۂ معلوم ہوا کہ انکی ہلاکت و گرفت الہی کا وقت بہت قریب گیا اور ملائکہ غلاظ الکی سرزد ہی و عذاب کے لئے غضبناک ہو کر تیار ہوئے اور پھر دیکھا گیا کہ انہوں نے بارادۂ نماز وضو کیا اور نماز کو کھڑے ہو گئے پس نور وضو انکے انداموں میں درخشاں ہوا اور ملائکہ عذاب ہٹ گئے اور ملائکہ رحمت اتر آئے اور انکی ہیئت نماز نے انکی ہلاکت رفع ہونے اور عذاب ٹلنے کی درخواست پیش کی اور وہ عذاب سے بچ گئے۔ کیونکہ نماز کی صورت و ہیئت خدا تعالیٰ کو بہت ہی پسند ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اسلام کے معنی خدا تعالیٰ کے آگے سر تسلیم خم کرنے اور جھکنے کے ہیں۔ اور انسان کی مسلمان کی پوری ہیئت و تشکل کو نماز ہی ظاہر کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب کوئی خدا تعالیٰ کے آگے جھکنے کی شکل و صورت اختیار کرتا ہے تو وہ اس عذاب نال دیتا ہے۔ میں اپنے دل دوسری آنکھوں سے دیکھا کہ بارادۂ نماز وضو کرنے اور نماز پڑھنے سے عذاب ٹلجاتا ہے اور قرآن کریم ہی اس امر کی طرف ایمان فرماتا ہے وَ تَبْتَغُوا الْغُفْرَانَ وَ حِجَابَ لَوْ اِذَا خَذُوهُمْ كَاسِيًا لَّجَلَّ لَّهُمُ الْعَذَابُ ۝۱۵ ترجمہ۔ یعنی تیرا پردہ گار پردہ پوش اور صاحبِ رحمت ہے۔ اگر وہ لوگوں کے گناہوں پر انکی گرفت کرے تو اُن پر خوری عذاب لے آئے۔ اور ایک دوسری جگہ قرآن کریم کے پارہ ۴۴ میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَلَوْ اِذَا خَذُ اللّٰهُ النَّاسَ لِنَظَرِهِمْ مَا تَرَكَ عَلَيْهِمْ دَابَّةً وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ لِىْ اَجَلٍ مُّسَمًّى۔ ترجمہ یعنی اگر خدا تعالیٰ لوگوں کے ظلم پر اُنکو بکڑنے لگے تو زمین پر ایک بھی چلنے والے کو نہ چھوڑے۔ لیکن اُنکو ایک مقررہ وقت تک مہلت دیتا ہے۔

یہ امر بھی معلوم ہوا کہ وضو کا نور نماز کے نور سے کمتر ہے۔ اور نماز کا نور زیادہ تر اور قوی تر و پائدار اور درگِ رگ میں دہشتا و داخل ہوتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ اور جس نماز میں حضور دل نہیں جاتا اسکا نور بہت کمزور اور تھوڑا ہوتا ہے۔ مگر یہ معلوم نہیں ہوا کہ وہ کہاں جاتا ہے آیا اسکو فرشتے

لے جاتے ہیں یا وہ انسان کے اندر داخل ہو جاتا ہے اور بوجہ نہایت کمی و کمزوری کے انسان کی بہیمیت و درندگی و اخلاق ذمبیہ پر غالب نہیں آسکتا یا اکثریت اخلاق رذیبہ کی ظلمات سے اُسکی تمیز نہیں ہو سکتی غالباً یہی وجہ ہوگی۔ کیونکہ ایسی نماز آئندہ گناہوں سے مانع نہیں ہوتی۔ جیسا نماز بے حضور دل و بحضور دل برابر نہیں ہوتی ہے ایسا ہی وضو کا حال ہے۔ البتہ ان تافرق ہے کہ نماز جو بحضور دل سے نہ پڑھی جائے وہ گناہوں سے مانع نہیں ہوتی مگر جو شخص محض بارادہ نماز وضو کرتا ہے اُسکے اکثر پہلے گناہ جہڑ جاتے ہیں اور اگر نماز بھی بحضور دل ادا کرے تو آئندہ نذر نماز جو اُسکے دل میں درخشاں ہو گا وہ اُسکو گناہوں سے روک دیکے کیونکہ گناہ ظلمات یعنی تاریکی کی نسبت رکھتے ہیں اور نماز روشنی و نور دل کی موجب ہے پس جہاں نماز کی روشنی ہوگی وہاں گناہوں کی تاریکی نہیں آسکتی۔ یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے إِنَّ الصَّلَاةَ تَنفِي عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ ترجمہ یعنی نماز جیالی و بدکاری سے روکتی ہے۔

بے حضور کی نماز پڑھنے سے آخر ذی عذاب کے آثار کلیتہً انسان کے جسم و روح سے معدوم نہیں ہوتے۔ بلکہ مرنیکے بعد مختلف موزی رنگوں میں نمودار ہو کر برزخ میں صاحب عمل کو گھیر لیتے ہیں بہر حال اگر حضور دل سے نماز ادا ہو تو عذاب دارین سے نجات مل جاتی ہے اور سب سے اہم بڑا گناہ تجزی کی بات یہ ہے کہ حضور دل کی نماز سے حصول دیدار آہی کی یقینی و قوی امید ہے۔ حضور دل کی نماز دیدار آہی کے لئے روحانی آنکھوں کی بینائی کو تیز کرتی جاتی ہے۔ یہی نماز ہے جو آہی دیدار کے لئے آنکھوں کا کام دیگی۔ یہ امر بھی سمجھے معلوم ہو مشاہدہ میں آیا کہ حضور دل کی نماز پڑھنے سے دنیا میں ہی روحانی چشم سے رفع حجاب اور حقایق اشیا کا انکشاف کم و بیش ہوتا رہتا ہے۔ احادیث نبویہ میں اسکے متعلق صریح اشارات ملتے ہیں۔

ہر کہ صیقل بیش کرد بیش دید بیشتر آمد بر صورت پدید

یہ امر بھی محسوس ہوا کہ عجب دریاے اعمال سے بجائے نور و روشنی کے تاریکیاں اور ظلمات صادر ہوتی ہیں اور صاحب عمل کو ملائکہ رحمت کے بجائے شیاطین گھیر لیتے ہیں اور بالآخر اُس سے ہوم و حزن و افکار رذیبہ و ملال کی صورتیں ظاہر ہوتی ہیں۔

یہ امر بھی علانیہ دیکھا گیا کہ جماعت کی نماز میں جس قدر ملائکہ رحمت و انوار کا نزول ہوتا ہے تنہا پڑھنے میں نہیں ہوتا۔ خواہ جتنے نماز جماعت میں آدمی تھے اتنے ہی آدمی ایک جگہ موجود ہو کر تنہا تنہا نماز پڑھیں تو اتنے انوار و رحمتیں ان پر نازل نہیں ہوتی ہیں جتنے ملکر اور با جماعت ہو کر پڑھتے ہیں

اُترتی ہیں۔ اور سب نمازوں سے زیادہ تراویح و نزول ملائکہ رحمت کی کثرت صبح کی نماز جماعت میں ملاحظہ ہوئی۔ اگر امام کو حضور دل نہیں اور قرآن کریم صحیح نہیں پڑھتا یا اور کوئی نقص شرعی، تو نزول رحمت بہت کم ہوتا ہے۔ اور یہ امر بھی محسوس ہوا کہ جو شخص پانچ نمازوں میں سے کوئی نماز پڑھتا اور کوئی چھوڑ دیتا ہے اس کا روحانی جسم پتھر و سادکھا کی دیتا ہے اور سب نمازیوں سے علیحدہ نظر آتا ہے اور اُس پر کمزور اُترتے ہیں خواہ جماعت میں ملکر پڑھے۔ یہ امر بھی محسوس ہوا کہ اہل الصلوٰۃ و مقبولانِ الہی کو ایذا دینے والوں کے لئے ملائکہ غلاظ و شدا ید اذ و سزا دینے کے لئے تیار رہتے ہیں اور خطرۃ القدس میں سے اُن پر لعنت برستی ہے اور شیاطین اُن کو گھیر لیتے ہیں اور لعلِ حزن و ہوم و غم و بے تیزی کی صورتیں انکی رفیق ہو جاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر اوقات اُن سے خراب و ناواجب اعمال صادر ہونے لگتے ہیں اور بالآخر انکا سلب ایمان ہو جاتا ہے ایسے لوگوں کی ناز و میں بھی چنداں برکات و اوار کا احساس نہیں ہوا۔

وضو کے دائیں اعضا سے شروع کرنیکی وجہ

استیجا کرنا۔ ناک جھاڑنا۔ بائیں ہاتھ سے مخصوص ہونے کا راز

۱۔ وضو کا دائیں عضو سے شروع کرنا اس واسطے ٹھرا ہے کہ ہر دائیں عضو کو بائیں پر فضیلت و قوت ہے۔ عی گ کہ دار و فضیلت میں بریسا۔ لہذا جو چیزیں دونوں جانب مستعمل ہیں اُن میں تو دائیں عضو کو مقدم رکھا اور جو ایک جانب میں مستعمل ہو سکتی ہیں بشرطیکہ وہ محاسنِ طیبہ کے قسم سے ہوں تو اُنکے ساتھ دائیں طرف کو خاص کرنا مناسب ہے۔

۲۔ جبکہ اعتدال اور مرتبہ عدالت کی ورزش مفضو و ہوتی ہے وہ ہر چیز کو اس کا حق ادا کرتا ہے کھانے پینے اور پاکیزہ چیزوں کے لئے دائیں ہاتھ کو اور نجاست و در کرہ کے لئے بائیں کو خاص کرتا ہے۔ ابن ماجہ میں لکھا ہے عن عائشۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یحب التیمم فی الطہور و یرجئہ اذ اتہ رجل و فی ان تعالہ اذ لا تتعل۔ ترجمہ یعنی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام دائیں طرف سے وضو شروع کرنا نشانہ کرنا اور بائیں پسینا پسند فرماتے تھے۔ تمارح سند ہی ہے ان امور کی وجہ تشریف و تفضیل سہی لکھی ہے۔

۳۔ جبکہ یہ بات مسلم ہو چکی ہے کہ انسان کے ہر فعل درست و نادرست اور ہر اندام راست و چپ کے

کام کا اثر انسان ہی کے دل پر پڑتا ہے تو واضح ہوا کہ جس امر کو اپنی مناسبت و حق سے پھر کر غیر مناسب کیا جائے اس کا اثر بھی غیر مناسب ہی ظاہر ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ دستِ راست سے استنجا کرنا۔ ناک چھاننا و دستِ چپے کھانا پینا موجب غموم و مبہوم و باعث قساوتِ قلب ہے۔

وضو میں اعضائے تعین حد و حد کی وجہ

وضو کے اندر اصل اطراف بدن کا دھونا ہے اسلئے شائع نے منہ اور دونوں ہاتھوں کا کہنیوں تک دھونا مقرر کیا۔ کیونکہ اس سے کم کا نفس پر کچھ اثر محسوس نہیں ہوتا۔ اور پیروں کا ٹخنوں تک دھونا مقرر کیا اس واسطے کہ اس سے کم عضو نا تمام ہے اور سر کے واسطے صرف مسح مقرر کیا۔ کیونکہ اس کا دھونا خالی از وقت نہیں۔

وضو میں کہنیوں تک ہاتھ دھونے کا راز

۱۔ اس میں حکمِ الہی کی تعمیل ہے۔ اور حکمِ الہی انسان ہی کے فائدہ کے لئے ہے۔ چنانچہ ہم ایسے حکام کے اوصاف مؤثرہ کا ذکر کر چکے ہیں۔

۲۔ تقویت و تصفیہٴ خونِ دل و جگر کے لئے ہاتھوں کا دھونا مفید ہے۔ چنانچہ یہ امر حاذق و طبیبانہ محض نہیں ہے اور یہ امر جب ہی بوجہ احسن حاصل ہوتا ہے کہ ہاتھوں کی وہ تمام رگیں جو بواسطہ اور بغیر واسطہ دل و جگر کو پہنچتی ہیں وہ دھونے میں شامل ہو جائیں لہذا وہ رگیں کچھ ہاتھوں کی انگلیوں سے اور کچھ کفِ دست و ساعد سے اور کچھ کہنیوں سے شروع ہوتی ہیں جو دل و جگر کو پہنچتی ہیں لہذا کہنیوں تک ہاتھوں کا دھونا مقرر ہوا تاکہ تمام رگیں دھونے میں داخل ہو جائیں۔ کیونکہ ہاتھ دھونے کو پانی سے دھونے میں دل و جگر کو تقویت پہنچتی ہے اور پانی کا اثر رگوں کے ذریعہ اندر جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ قرآنِ کریم میں وَأَنْبِئْهُمْ أَنَّ إِلَى الْمَرْءِ لَاقٍ یعنی وضو میں ہاتھوں کو کہنیوں تک دھونا مذکور ہوا ہے۔

۳۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیماری کے اجرام کا غرض ہاتھوں کو دھونے سے انگلیوں کی طرف سے بھی ظاہر فرمایا ہے۔ اسلئے کہنیوں تک ہاتھوں کو دھونا اس امر کے لئے بھی مفید ہے۔

۴۔ اکثر ممالک میں کہنیوں تک لوگوں کے ہاتھ ننگے رہتے ہیں اور ان پر گرد و غبار و اجرامِ امراض پڑنے رہتے ہیں۔ لہذا ننگے رہنے والے اندام کو دھونے کا امر سوا۔ تاکہ گرد و غبار و اجرامِ مؤذیہ اُتر جاویں۔

وضو میں پاؤں کو ٹخنوں تک دھونے کا راز

پاؤں کو ٹخنوں تک دھونے میں یہ راز ہے کہ وہ رگیں جو پاؤں سے دماغ کو پہنچتی ہیں وہ کچھ پاؤں کی انگلیوں سے اور کچھ ٹخنوں سے شروع ہوتی ہیں اور ان سب کو دھونے میں شامل کر لینے سے دماغ کے تجارت رذیہ سمجھ جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ پاؤں کا دھونا ٹخنوں تک وضو میں امر ہوا۔ اگرچہ ہمیں اسلام کی صداقتوں کے لئے کسی خارجی شہادت کی ضرورت نہیں ہے آفتاب آمد دلیل آفتاب“ مگر جو لوگ احکام شریعت پر اعتراض کرتے ہیں انہی کی کتابوں اور انکے معتبروں سے جواب کا حوالہ دیا جائے تو انکے لئے مفید ہوتا ہے۔

منہ یا ٹخنوں و پاؤں کا دھونا اجرام بیماری کو رفع کرنے و حفظاً ما تقدم کے لئے ڈاکٹر لوگ بہت مفید بتاتے ہیں۔ چنانچہ کتاب سینٹین اینڈ ہیلتھ کے صفحہ ۴۴ میں ڈاکٹر سنڈلی نے منہ یا ٹخنوں و پاؤں کا دھونا اجرام بیماری کو رفع کرنے و حفظاً ما تقدم کے لئے مفید لکھا ہے بلکہ تاکید کی ہے۔ چونکہ پاؤں اکثر ٹخنوں تک ننگے رہتے ہیں اور ان پر اجرام موزیہ و گروپڑتی ہے لہذا ٹخنوں تک پاؤں کو دھونے کا امر ہوا۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وضو سے پاؤں کے اجرام موزیہ کا نکلتا پاؤں کی انگلیوں کے سروں کی طرف سے ہی ظاہر فرمایا ہے۔

بجالت عدم موزہ وضو میں پاؤں کو دھونے کا راز

پاؤں کا ظاہر حال اس امر کا منطقی ہے کہ جب پاؤں پر موزے نہ پہنے ہوں تو انکو وضو میں دھونا لازم ہے کیونکہ ننگے پاؤں پر گرد و غبار پڑتی رہتی ہے۔ اسلئے بجالت برسنکی انسداد ہونا ہی افضل ٹھرا۔ ہم قبل ازیں وضو کی فلاسفی نمبر ۵ میں لکھ چکے ہیں کہ اطراف جسم کے انداموں کا دھونا اسلئے بھی امر ہوا کہ اندرونی جسم کے زہریلے مواد خارج ہو کر انہیں جمع رہتے ہیں اور جوش مار کر خطرناک امراض کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں اور دھونے سے انکا جوش بجھ جاتا ہے اور پاؤں پر مدامی مسح موزہ یا پاؤں پر محض تھوڑے سے پانی سے مسح کرنے میں یہ امر حاصل نہ ہوتا یہی وجہ ہے کہ مسح موزہ کی انتہائی مدت تین دنوں سے زیادہ مقرر نہیں رکھی گئی بلکہ ہر تین دن کے بعد پاؤں کو دھونے کا امر ہوا۔ قرآنی عبارت میں جو اہل تشیعہ توڑ مروڑ کر کہے پاؤں پر مسح قرار دیتے ہیں یہ انکی غلط فہمی ہے۔ کیونکہ جن انداموں پر مسح کا امر ہوا انکی حد مسح مقرر نہیں ہوئی ہے اور مضمول انداموں کی حد اطلاق

نے حد مقرر فرمادی ہے۔

طبی قاعدہ کے رو سے دماغ کے بخورہ رتوبہ پاؤں کے دھونے سے بچھ جاتے ہیں اور کئی قسم کے اور خوند و تقویت حاصل ہوتی ہے مگر دائمی مسخ سے یہ امر حاصل نہیں ہوتا۔ قرآن کریم نے پاؤں کا دھونا فرارویا تھا اور حدیث نے پاؤں کے دھونے کے فائدے اور نہ دھونیکے ضرر اور نقصانات ظاہر کر دئے تھے آج اس علمی زمانہ میں معلومات جدیدہ قرآن ہی کی تصدیق کر رہے ہیں اور ڈاکٹر لوگ کہتے ہیں کہ اجرام موزیہ کو رفع کرنے اور صحت دماغ کے لئے پاؤں کا دھونا مفید ہے۔ آفتاب نکل آئے تو کہاں تک کوئی اسکا انکار کریگا۔

وضو میں پاؤں کو مسح اندام کے بعد اور پھر سب کے بعد کیوں

دھونے کا امر ہوا

قرآن کریم میں مسح اندام کے بعد پاؤں کے دھونے کا ذکر اسلئے ہوا کہ ان انداموں سے اسی ترتیب سے افعال صادر ہوتے ہیں جس ترتیب سے انکا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے یعنی پہلے قرآن میں منہ کے دھونے کا ذکر ہے پھر ماتحتوں کا۔ پھر سر کا پھر پاؤں کے دھونے کا۔ کیونکہ پہلے منہ کا مواجہ ہو کر آنکھیں دکھتی اور پھر دل خیال کرتا ہے جبکہ تعلق ماتحتوں سے ہے اور پھر دماغ سر کی نوبت ہے اور پھر پاؤں کی باری آتی ہے۔ یعنی دماغ فکر کرتا ہے اور پاؤں چلتے ہیں۔ پاؤں کے دھونے سے دماغ کے بخارات رتوبہ بچھ جاتے ہیں۔ ماتحتوں کے دھونے سے دل و جگر کو فائدہ ہوتا ہے اور منہ کے دھونے سے دل کی کمزوری رفع ہوتی ہے۔ منہ کا تعلق دل سے بہت ہے چنانچہ مثل مشہور ہے الوجه عنوان القلب۔ الغرض پہلے جو فضل بد صا در ہوتا یا جسکا خلل اندرونی اعضا پر واقع ہوتا ہے وہ مواجہ منہ سے ہوتا ہے اور اسکا ازالہ و علاج بھی پہلے منہ کے دھونے سے ہوتا ہے پھر جو فضل صا در ہوتا یا جسکا خلل اندرونی اعضا پر واقع ہوتا ہے وہ منہ کے بعد ماتحتوں یا ماتحتوں کے مقابل حریف دل سے ہوتا ہے اور اسکا ازالہ و علاج ہی منہ دھونیکے بعد ماتحتوں کے دھونے سے ہوتا ہے پھر اس ترتیب سے مسح کان و سر آنا چاہئے پھر جو فضل بد صا در ہوتا یا جسکا خلل اندرونی اعضا پر واقع ہوتا ہے اسکا ازالہ و علاج منہ اتہ دھونے اور مسح کان و سر کے بعد پاؤں کے دھونے سے ہوتا ہے اسلئے پاؤں کا دھونا سب سے آخر ٹھہرا +

حکمت طہارت اصغر و اکبر بطور مختصار

طہارت اسلئے کیجاتی ہے کہ باطن منور ہو جائے اور اُنس و سرور کی حالت پیدا ہو اور افکارِ ربّیہ دور ہو جائیں اور تشویشات و پرانگندگی و پریشانی و افکارِ رُک جائیں پس طہارت کا روح نورِ باطن و سرورِ دل و اطمینانِ خاطر ہے۔

مٹی و پانی سے طہارت مشروع ہونیکا راز

مٹی و پانی سے طہارت کا مشروع ہونا فطرتِ مستقیمہ و عقولِ سلیمہ کے موافق ہے۔ ۱۔ خدا تعالیٰ نے پانی اور مٹی کے درمیان قدرۃ و شرفِ اخوت ڈال دی ہے لہذا ان دونوں کو طہار کے لئے جمع کیا۔ وجہ یہ ہے کہ آدم اور اسکی اولاد کو خدا نے انہی سے پیدا کیا۔ گویا ہمارے والدین اور انکی ذریت کے لئے مٹی اور پانی والدین ہیں۔ ۲۔ خدا تعالیٰ نے ہر ذلہ چیز کی زندگی پانی اور مٹی سے بھرائی اور ان دونوں سے چار پالیوں اور آدمیوں اور مویشیوں کے قوت بنائے۔ ۳۔ ان دونوں چیزوں کا وجود عام ہے اور ہر جگہ مل سکتی ہیں۔ ۴۔ منہ کامٹی سے آلودہ کرنا خدا تعالیٰ کو پسند آتا ہے۔ پس جبکہ ان دونوں اشیا کا عقدِ پسیم قدرتی طور پر محکم اور قوی ہے تو شرفِ اہمی انکا آپس میں عقد بھڑانا بہت خوب اور مناسب و درست ہے۔

بالنسبہ

وجہِ تیسیم۔ تیسیم کے معنی قصد کرنے کے ہیں اور اصطلاحِ شرع میں بقصد عبادت الہی کہنیوں تک دونوں ہاتھوں و منہ کو خاک ملنا ہے۔ چونکہ تیسیم میں یہ امر قصدِ عبادت کے لئے پایا جاتا ہے لہذا اس فعل کا نام تیسیم ہوا۔

تیسیم کو خلیفہ وضو و غسل ٹھہرانیکی وجہ

۱۔ خدا تعالیٰ کی عبادت یوں جاری ہے کہ بندوں پر جو چیز دستور ہوتی ہے وہ اُنپر آسان پسمل کر دیتا ہے اور آسانی کی سب سے بہتر صورت یہ ہے کہ جس کام کے کرنے میں وقت ہو اسکو قسط

کر کے اسکا بدل کر دیا جائے تاکہ اُنکے دل ٹھکانے سے رہیں اور جس چیز کا وہ غایت درجہ التزم کر رہے تھے دفعۃً اُسکے ترک کر دینے سے اُنکے دل متروک اور پریشان نہ ہوں اور ترک طہارت کے عادی نہ ہو جائیں۔ لہذا خدا تعالیٰ نے بموقع ضرورت تیمم کو خلیفہ وضو و غسل ٹھرایا اور منجملہ طہارت کے تیمم ہی بوجہ مشابہت کے ایک قسم کی طہارت ٹھرا گیا۔ یہ حکم بھی منجملہ اُن بڑے بڑے امور اسلامیہ کے ہے جنکی وجہ سے ملت مصطفویہ تمام ملل سابقین سے ممتاز ہے جسکی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جُئِلَتْ تَرَبُّعَاتُکُمْ کُلُّهُوَ رَا اِذَا لَمْ یَجِدِ الْمَاءَ۔ ترجمہ۔ یعنی جب ہم کو پانی نہ ملے تو اسکے عوض خدا تعالیٰ نے زمین کی خاک ہمارے لئے باعث طہارت بنا دی ہے۔

۲۔ قاعدہ کی بات ہے کہ بدن میں کوئی ایسی شے رکھی جاتی ہے جس سے اصل یا د آجائے اور معلوم ہو جائے کہ یہ اسکا نائب اور بدل ہے۔ اس صورت میں نفس کو پہلے عمل کا انتظار سہا ہوتا یہی وجہ ہے کہ صبح موزوں میں موزہ پہننے کے وقت طہارت مشروط ہے اور اسکی ایک مدت قرار دی گئی ہے جس سے صبح کا اختتام ہو جاتا ہے۔

وضو و غسل کے تیمم میں فرق نہ ہونیکی وجہ

۱۔ غسل اور وضو کے تیمم میں کچھ فرق نہیں رکھا گیا۔ غسل کے تیمم میں تمام بدن پر خاک ملنا مقرر نہیں ہوا کیونکہ تمام بدن پر خاک ملنا وقت سے خالی نہیں ہے اسکے مقرر کرنے میں پورا راجع رفع نہ ہو سکتا تھا اور مہولت و آسانی کی مصلحت و حکمت ضائع ہو جاتی جسکے لئے یہ امر مشروع ہوا تھا۔

۲۔ سارے بدن پر مٹی ملنے سے افضل المخلوقات حضرت انسان کو حیوانات اور چار پاؤں سے خاک میں لوٹنے کی تشبیہ ہوتی اور یہ بات انسان کے لئے خدا تعالیٰ کو منظور نہیں ہے۔ کیونکہ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے حیوانات و انسان کی خلق و اوضاع و اطوار و طرز زندگی و خوراک میں کثافت و لطافت میں فرق رکھا ہے ایسا ہی اس نے حیوانات کو دنات و انسان کو کرامت و عظمت دی ہے اس بارے میں خدا تعالیٰ کا فرمودہ وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنیَّ اٰدَمَ شَآءَہِے یعنی ہم نے بنی آدم کو اپنی طرف سے بزرگی و عزت دی ہے۔ پس انسان کی عزت و بزرگی اسکو حیوانات کی طرح خاک میں لوٹنے سے مانع ہے یہی وجہ ہے کہ سارے بدن پر مٹی ملتی جنسی کے لئے مقرر نہیں کی گئی۔ علامہ ابن قیم اس امر کے متعلق تحریر فرماتے ہیں وَ اَمَّا کَوْنُ تَیْمَمٍ اَوْ غَسْلٍ تَیْمَمٍ الْمُحَدِّثِ فَلَمَّا سَقَطَ مَسْحُ الرَّاسِ وَ اَلْجُلْدَیْنِ بِالنَّارِ عَنِ الْمُحَدِّثِ سَقَطَ مَسْحُ الْمَدَنِ

کَلِمَةً بِالزَّرَابِ عَنْهُ يَطْرُقُ الْأَوَّلَىٰ إِذْ فِي ذَٰلِكَ مِنَ الْمَشَقَّةِ وَالْحَرَجِ وَالْعُسْرِ مَا يَأْكُضُ رُحْصَةً
النِّيمُ وَيَذْخُلُ الْكُرْمُ لِحُلُوكَاتٍ عَلَى اللَّهِ فِي تَنَبُّهِ الْبَهَائِ إِذَا تَمَرَّغَ فِي الزَّرَابِ قَالَ ذُو حِجَابٍ
بِهِ الشَّرِيعَةُ لَا تَرِيدُ فِي الْحِسِّ وَالْحِكْمَةِ وَالْعَدْلِ عَلَيْهِ وَبِاللَّهِ الْحَمْدُ۔ ترجمہ۔ یعنی جنبی اور بے وضو
کا تیمم کیساں ہونے میں یہ حکمت ہے کہ جبکہ بے وضو آدمی کو ہاتھ دمنہ پر مسح کرنے میں سر و پاؤں کا مسح
کرنا ناقص ہو گیا تو انہی اعضاء یعنی ہاتھ دمنہ پر مسح کرنے سے جنبی کو سارے بدن کا مسح ناقص ہونا مناسب
ہے کیونکہ سارے بدن کا مسح کرنے میں تخفیف اور عوج ہے۔ جو رخصت تیمم کے لئے سنانی و مناقض
ہے اور سارے بدن پر جنبی کو مٹی ملنے میں خدا تعالیٰ کی فضل مخلوقات انسان کو حیوانات سے خاک
میں لوٹنے کی تشبیہ ہوئی۔ پس جو کچھ شریعت حقہ نے مقرر کیا ہے اس میں کمی بیشی کرنی عقل و حکمت
کے برخلاف ہے۔

تیمم خلیفہ وضو ہوا مگر وضو خلیفہ تیمم کیوں نہوا

۱۔ تیمم خلیفہ وضو اسلئے ہوا کہ مٹی پانی کے بعد پیدا ہوئی ہے اور سب سے پہلے پانی پیدا ہوا ہے۔
چنانچہ قرآن کریم میں بھی اس طیف اشارات پائے جاتے ہیں وَكَانَ عَوْنُهُ عَلَى الْمَاءِ ترجمہ۔
یعنی ایک وقت ایسا تھا کہ خدا کا تخت یعنی خدا تعالیٰ کی سلطنت و بادشاہت پانی پر تھی یعنی پانی
ہی پانی تھا۔ اور کوئی چیز نہ تھی۔ اور پھر فرمایا وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ یعنی اور ہم نے ہر چیز
پانی سے زندہ کی ہے۔ اب اس سے واضح ہو چکا کہ مٹی سے ہی پہلے پانی کی پیدائش ہوئی ہے
اسلئے جو چیز سب سے پہلے پیدا ہو اس کا لحاظ مقدم مناسب ہوا کرتا ہے ناب کی نوبت اپنے منیب
اور خلیفہ کی باری اپنے خلف عنہ کے بعد ہوا کرتی ہے لہذا سبکدہی لحاظ تقدم و اولیت قائم ہے
۲۔ جو صفائی و طہارت پانی سے ہوتی ہے وہ مٹی سے کما حقہ نہیں ہوتی۔ مٹی پانی سے ادنیٰ
درجہ پر ہے لہذا پانی اعلیٰ ٹھہرا اور اعلیٰ کی نوبت اول اور بعد از اول و ادنیٰ کی باری آتی ہے پانی کی
طہارت افضل و اعلیٰ اور مٹی ادنیٰ درجہ پر ہے لہذا اعلیٰ اول و ادنیٰ پیچھے آیا کرتا ہے۔

۳۔ اعلیٰ کا خلیفہ ادنیٰ ہوا کرتا ہے ادنیٰ کا خلیفہ اعلیٰ نہیں ہوا کرتا۔

۴۔ آدمی کے لئے مٹی بمنزلہ ماں کے اور پانی بمنزلہ باپ کے ہے لہذا باپ کو ماں پر فضیلت ہے۔

۵۔ ناب خلیفہ ہو کرتا ہے مگر منیب خلیفہ نہیں ہو کرتا۔

مٹی سے تخصیص تیمم کی وجہ

حضرت علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب اعلام الموقعین عن رب العالمین میں مٹی سے تخصیص تیمم کے سوال پر کچھ جوابات لکھے ہیں جن کا خلاصہ ترجمہ ہم پہلے اردو میں لکھتے ہیں پھر انکی اصل عربی عبارت بھی ذیل میں نقل کی جاتی ہے۔

سوال۔ تیمم ایک وجہ سے خلاف عقل ہے۔ کیونکہ مٹی خود آلودہ ہے وہ نہ پلیدی اور میل کو دور کرتی اور نہ بدن و کپڑے کو پاک کر سکتی ہے۔

جواب۔ ۱۔ اللہ تعالیٰ نے اس عالم کی ہر چیز کو مٹی و پانی سے پیدا کیا۔ ہماری سرشت کے اصل یہی دونوں چیزیں ہیں جسے ہمارا نشو و نما ہماری تقویت و غذا ہوتی ہے جس کا حکم مشاہدہ ہو رہا ہے، پس جبکہ خدا نے ہماری نشو و نما اور تقویت غذا کے اسباب پانی و مٹی ہی کو ٹھہرایا تو ہمارے پاک و مہلک و مستحکم ہونیکے لئے اور عبادات میں مدد لینے کے لئے انہی سے ایما فرمایا۔ وجہ یہ کہ مٹی وہ اصل چیز ہے جس سے بنی آدم وغیرہ کی پیدائش ہوتی ہے اور پانی ہر چیز کی زندگی کا باعث ہے۔ الغرض اس عالم کی تمام اشیاء کی پیدائش کے اصل یہی دونوں چیزیں ہیں مٹی اور پانی جسے خدا نے اس عالم کو مرکب کیا ہے۔ پس جبکہ ہماری ابتدائی پیدائش و تقویت و نشو و نما مٹی و پانی سے ہوئی ہے تو جہانی و روحانی پاککی کے لئے بھی انہی کو خدا نے ٹھہرایا۔

۲۔ عادت پلیدی و گندگی کو ناکل کر نیکار و آج پانی سے بکثرت ہے اور جب بحالت مرض و عدم وجود آب حذر لاحق ہو جاوے تو طہارت کے لئے پانی کے دوسرے ساتھی اور ہمسر مٹی کو نسبت کسی دوسری چیز کے زیادہ مناسب ہے۔

۳۔ تیمم کے لئے زمین اس واسطے خاص کی گئی ہے کہ زمین کہیں بھی ناپیدا و درگم نہیں ہوتی۔ تو ایسی چیز اس قابل ہو سکتی ہے جس سے لوگوں کی وقت رفع ہو۔

۴۔ منہ کو خاک آلودہ بنانا کفر نفسی و نکساری و عاجزی پر دلالت کرتا ہے اور یہ امر خدا تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔ تیمم کے لئے مٹی استعمال کرنے میں خاکساری اور ذلت پائی جاتی ہے اور ذلت کی شان طلب عفو کے مناسب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سجدہ کرنے میں اپنے منہ کو مٹی سے نہ بچا یا پسندیدہ و مستحب ٹھہرایا گیا ہے۔ یہ جہاں نیوں لایا آلودہ محفول کرے خوش گراں ہیں لیکن اگر مٹی سینہ گرم انگاراں و محبوبانے وردی مٹی انہاں چہرہ شاہی و بادشاہی و ارباب آرائش انہاں کو کھسیاہی

ایک صحابی نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے سجدہ کی جگہ میں کوئی چیز رکھ دی تاکہ اس کا سنہ خاک آلودہ نہ ہو تو اس صحابی نے اس کو کہا کہ سجدہ میں اپنے منہ کو خاک آلودہ کر کیونکہ اس وقت خدا تعالیٰ کو تمہارا خاک آلودہ بننا پسند ہے۔ لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اِنَّ الصَّيْبَةَ الطَّيِّبَةَ وَمَوَاسِيْمَ وَلَوْ كُنْتَ بِحَيْدِ الْمَاءِ عَشْرَ سِنِينَ۔ ترجمہ یعنی ستھری مٹی مسلمان کے لئے وضو کا پانی ہے اگرچہ دس برس تک اس کو پانی نہ ملے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان تردد اور وہم کے بند کر نیکے لئے ہے۔ حضرت علامہ ابن قیم مٹی سے تخصیص تیمم کی وجہ ذیل لکھتے ہیں اِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَا جَعَلَ مِنَ الْمَاءِ كُلِّ شَيْءٍ حَيٍّ وَخَلَقْنَا مِنَ التُّرَابِ فَلْنَا مَا دَانِ الْمَاءُ وَالتُّرَابُ جَعَلَ مِنْهُمَا نَسَاْنًا وَاقْبَاتَنَا وَبِهِمَا نُنْظِرُ نَاوَقَعِدُ نَا فَالْتُّرَابُ مُسَلُّ مَا خُلِقَ مِنْهُ النَّاسُ وَالْمَاءُ رُحِيَاةٌ كُلِّ شَيْءٍ وَهُمَا الْاَصْلُ فِي الطَّبَآئِعِ الَّتِي رَكَّبَ اللّٰهُ عَلَيْهَا هَذَا الْعَالَمَ وَجَعَلَ فَوَاقِمَهُمَا وَكَانَ اَصْلُ مَا يَفْقَعُ بِهِ نَظْمُ الْاَشْيَاءِ مِنَ الْاِنْسَانِ وَالْاَقْدَارُ هُوَ الْمَاءُ فِي الْاَمْرِ الْمَعْنَادِ فَلَمْ يَجْعَلِ الْعَدُوَّ عَنْهُ اِلَّا فِي حَالِ الْعُدْمِ وَالْعُدُوَّ بِمَرَضٍ اَوْ حُجٍّ وَكَانَ النُّقْلُ عَنْهُ اِلَى شَفِيقِهِ فَاجَبَهُ التُّرَابُ اَوَّلِيٍّ مِنْ غَيْرِهِ وَاِنْ لَوْ كُنْتَ ظَاهِرًا فَانَّهُ لَيُطَهَّرُ بِالْمَاءِ ثُمَّ لَيَقْوَى طَهَارَةُ الْبَاطِنِ فَيُرْبِي دَنَسُ الظَّاهِرِ وَيُحَقِّقُهُ وَهَذَا اَمْرٌ تَجِدُهُ مِنْ لَدُنْكَ بَصَرًا قَدْ جُمِعَتْ فِي الْاَعْمَالِ وَارْتِبَاطِ الظَّاهِرِ بِالْبَاطِنِ وَتَاَثَرِ كُلِّ مَبْنِيٍّ بِالْاُخْرَى وَانْفِعَالِهِ۔ عبارت مذکور کا خلاصہ ترجمہ اوپر مذکور ہو چکا ہے۔

تیمم کے دو انداموں میں مخصوص ہونیکی وجہ۔ اور پاؤں و سر پر تیمم مشروع نہ ہونے کا راز

۱۔ تیمم کا دو انداموں ہاتھوں اور سر پر مخصوص ہونا اور پاؤں و سر پر تیمم مشروع نہ ہونیکی وجہ یہ ہے کہ مٹی کا سر پر ڈالنا ناپسند و مکروہ امر شمار کیا جاتا ہے۔ کیونکہ مٹی کا سر پر ڈالنا مصائب اور تکالیف کے وقت لوگوں میں مروج ہے۔ اسوجہ سے سر پر مٹی ملنی مشروع نہیں ہوئی۔ کیونکہ یہ امر عند اللہ و عند الناس مکروہ و ناپسند ہے۔ اور تیمم کے اندر پیروں پر ہاتھ پھیرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔ کیونکہ پیر تو خود ہی گرد و غبار سے آلودہ رہتے ہیں اور حکم الہی چیر کا دیا جاتا ہے جو پہلے سے نہ پائی جاتی ہو تاکہ نفس میں اس کے کرنے سے تنبیہ پائی جائے۔ حضرت ابن قیم جوڑی رحمۃ اللہ علیہ تیمم کا دو انداموں میں

مخصوص ہو چکی وجہ ذیل تجویز فرماتے ہیں **وَأَمَّا كَوْنُهُ فِي عَضْوَيْنِ فَقِي عَائِدَةُ الْمَوَاقِفَةِ لِلْقِيَاسِ وَالْحِكْمَةِ فَإِنَّ وَضْعَ التَّرَابِ عَلَى الرَّؤُوسِ مَكْرُوهٌ فِي الْعَادَاتِ وَابْتِهَاجُ الْعَمَلِ عِنْدَ الْمَكْرَبِ وَالْمَوَاتِ وَالرَّجُلَانِ حُلُّ مَلَابِسَةِ التَّرَابِ فِي أَغْلِبِ الْأَحْوَالِ وَفِي تَنْزِيلِ الْوَحْدِ مِنْ خُصُوصِ الْعَظِيمِ لِلَّهِ وَالذَّلِيلِ لَهُ وَالْإِنْكَسَافِ لِكَلْبِهِ مَا هُوَ مِنْ أَحْبَابِ الْعِبَادَاتِ إِلَيْهِ وَاشْتَعَالِهَا لِلْعَبْدِ** اس عبارت کا ترجمہ اوپر لکھا جا چکا ہے۔

۲۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ تیمم صرف دو مغسول انداموں میں مشروع ہے یعنی وہ اندام جو وضو کرنے میں بدم دھوئے جاتے ہیں اور دو مسح انداموں سے تیمم سا قسط ہو گیا۔ کیونکہ موزے پہنکر یا وٹن اور بگڑی اور بغیر بگڑی کے سر پر مسح ہوتا ہے۔ پس جبکہ دو مغسول انداموں پر مسح کرنے میں کٹھا کیا گیا تو دو مسح انداموں کو با دلی عضو کی مناسبت ہے۔ اگر ان پر بھی مٹی سے مسح مشروع ہوتا تو اس سے حکمت بہت و آسانی میں فرق آتا جو مصلحت الہی کے برخلاف ہے۔ اس امر کے متعلق علامہ ابن قیم کہتے ہیں **وَهَذَا الْمَعْنَى لَا يُوجَدُ فِي تَنْزِيلِ الرَّجُلَيْنِ وَابْتِهَاجِ مَوَاقِفَةِ ذَلِكَ الْفَيَاسِ مِنْ وَجْهِ آخِرٍ وَهُوَ أَنَّ التِّيمُّمَ حُلُّ فِي الْعَضْوَيْنِ الْمُعْتَمِلَيْنِ بِالْمِثْلِ خَفِيفٌ عَنِ الْمُتَوَكِّلِينَ بِالْعَضْوَادِ لَوْ مَسَحَا بِالتَّرَابِ لَمْ يَكُنْ فِيهِ تَخَفِيفٌ عَنْهُمَا بَلْ كَانَ فِيهِ انْتِقَالٌ مِنْ مَسْحِهِمَا إِلَى مَسْحِهِمَا بِالتَّرَابِ فَظَهَرَ أَنَّ الدَّخْلَ جَاءَتْ بِهِ الشَّرِيعَةُ هُوَ عَدْلُ الْأُمُورِ وَاكْمَلُهَا وَهُوَ الْمِيزَانُ الصَّحِيحُ**

بالعسل

حائض جنبی کا مسجد میں نہ داخل ہونے کی وجہ

جنبی اور حائض کو مسجد کے اندر جانا اس لئے ناجائز ہوا کہ مسجد نماز اور ذکر الہی کرنے کی جگہ ہے اور شعار الہی میں سے ہے اور کعبہ کا ایک نمونہ ہے۔ پس شعار الہی کے اندر جانا ایسی ناپاک حالت میں ناجائز ہو۔ **وَمَنْ يُعْظِمُ شَعَارَةَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ**

جس مکان میں کتنا جنبی تصویر ہو سہیں ملے اگرچہ جس کے نہ آنے کی وجہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں **لَا يَدْخُلُ الْمَلَكُ بَيْتًا فِيهِ صُورَةُ قَلْبٍ وَلَا كَلْبٍ وَلَا جُنُبٍ** ترجمہ یعنی جس مکان میں تصویر ہوتی ہے اس میں فرشتے نہیں آتے اور نہ جس میں کتا ہوا درجہ میں جنبی

آدمی ہو۔ اس سے مراد یہ ہے کہ فرشتوں کو ان چیزوں سے نفرت ہے۔ فرشتوں کے اندر جو صفات پائے جاتے ہیں یعنی تقدس۔ اور بت پرستوں سے نفرت۔ یہ سب باتیں فرشتوں کی ضد میں ہیں۔ اسلئے مذہبن ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے ہیں۔ تصاویر و مورتیں جو اعتقادی و عملی پرستش کیلئے ہوں انکار کھنا حرام ہے ورنہ کسی دینی کام کے لئے یا معاشی غرض سے تصویر دار روپیہ وغیرہ کا رکھنا حرام ہوتا۔ ایسا ہی جنکے دلوں میں دنیا کی سخت محبت ہوتی ہے اُن پر نزول ملائکہ رحمت کا بہت کم ہوتا ہے۔

کافر کے مسلمان ہونیکے وقت اسکے لمٹھل کر نیکی وجہ

ایک شخص اسلام لایا تو اسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی اور بیری کے پتوں سے نہایا کہ امر فرمایا اور دو کھر شخص کو درخاؤ کیا کہ کفر کی علامت کو اپنے آپ سے دور کر دے۔ اس میں ہمیشہ یہ کہ اسکو ظاہر میں ایک چیز سے باہر آجانا متشل ہو جائے اور اسکو آگاہ کیا گیا کہ جیسا کہ وہ اپنے ظاہر بدن کو غسل دیتا ہے ایسا ہی اپنے باطن کو بھی تمام سابقہ عقائد باطلہ سے دھو ڈالے۔

وجہ اختلام عورت و اختلام سے عورت غسل واجب نیکی وجہ

ایک عورت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ جب عورت کو اختلام ہو تو کیا اس پر غسل واجب ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں واجب ہوتا ہے۔ اُم سلمہؓ نے سنکر کہا یا رسول اللہ کیا عورت کو بھی اختلام ہوتا ہے تو آپ نے فرمایا اِنَّمَا النِّسَاءُ شَقَائِقُ الرَّجَالِ۔ ترجمہ۔ یعنی عورتیں ہی تو مردوں کے مکڑے اور اجزا ہوتے ہیں۔ اسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ظاہر فرمایا کہ عورت اور مرد اسمیں دونوں پر ہیں جنہیں امر اختلام میں تفاوت و اختلاف نہیں ہے۔ یہ بات اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ لوگوں کی فطرت میں یہ بات ثابت شدہ و معلوم ہے کہ دونوںوں و نظیروں کا ایک ہی حکم ہے اسمیں آنحضرت نے تقدیر و شرع الہی کی علت و سبب کو بیان فرمایا اور یہ امر دو چیزوں کی برابری اور دو منشائے فریبوں پر دلیل اور ایک چیز کا دوسری چیز کو حکم عطا ہونیکے سبیل ہے۔ ایک دوسری حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اختلام عورت کا اثبات اکثر بچوں کا والدہ کی شکل پر ہونے سے بیان فرمایا۔ اور فرمایا کہ اگر مرد کو عورت سے پہلے انزال ہو تو بچہ مرد کی شکل پر ہوتا ہے اور اگر عورت کو پہلے انزال ہو تو والدہ کی شکل پر ہوتا ہے۔

ہر بال کے نیچے جنابت کی وجہ

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کَحْتٌ كُلُّ شَعْرَةٍ جَانِبُهُ فَأَعْسِلُوا الشَّعْرَ وَانْفُوا الْبَشْرَةَ ترجمہ
یعنی ہر بال کے نیچے جنابت ہے، اسلئے بالوں کو دھو ڈالو اور بدن کا میل اُتارو اس سے مراد یہ ہے کہ ایک
ایک بال کی جگہ کے دھونے میں غسل کے معنی کو ثابت کرتا ہے اور جنابت پر باقی رہنا اور اُس پر اصرار کرنا
دخولِ نار کا سبب ہے اور جس عضو سے نفس کے اندر یہ اثر پیدا ہوگا اس عضو کی طہارت سے نفس کو تکلیف
اور درد و ظاہر ہوگا۔

۱۔ ایک شخص نے پورے طور پر پانی کا استعمال نہیں کیا تھا تو اسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
وَلَيْتَ لَأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ ترجمہ یعنی خرابی ہے ایڑیوں کو آگ کی طہارت سے۔ اس میں نکتہ یہ ہے کہ جب
اللہ تعالیٰ نے ان اعضاء کا دھونا واجب کیا ہے تو ان میں دھونے کے معنی پائے جانے ضروری
ہیں اور جب ایک شخص نے ایک عضو کا کچھ حصہ دھولیا اور پورے طور پر اُس عضو کو نہ دھویا تو عوف میں
یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس نے اس عضو کو دھولیا۔

۲۔ دوسرا آپ کے اس ارشاد میں بابِ سنی و کاہلی کا بند کرنا مقصود ہے اور ایڑیوں کا تعلق آگ سے
اس واسطے ہے کہ برابر ایک جگہ کو ناپاک رکھنا اور اسی پر اصرار کرنا ایسی خصلت ہے جس کا انجام دوزخ ہو
اور طہارت ایسی چیز ہے جو باعثِ نجات و کفیرِ خطیات ہے۔

۳۔ جب ایک عضو کے اندر طہارت کے معنی نہ پائے جائیں اور اُس عضو میں حکمِ آہی کی تعمیل نہ ہو
تو بالمشبہ یہ اس بات کا سبب ہو سکتا ہے کہ نفس کی اس خصلت کی وجہ سے مالِ ظاہر ہو جو اُسکے
نفس کے اندر فساد اور خرابی پیدا کر نیوالی ہے۔ اور اس عضو کی طہارت سے خصلت اُسکو محال ہوئی ہے۔

منی نہ نکلنے سے غسل واجب ہونے کی وجہ اور بول و براز و عجم جو غسل کا راز

۱۔ خروجِ منی سے غسل کا واجب و لازم ہونا اور بول سے واجب نہ ہونا شریعتِ اسلامیہ کی بڑی خوبیوں
اور رحمت و حکمت و مصلحتِ آہی کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ منی سارے بدن سے نکلنے سے اسی لئے
خدا تعالیٰ نے منی کا نام قرآنِ کریم میں سلا لہ رکھا ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَكَفَلْنَا خَلْقَنَا
الْإِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِّنْ طَيِّبٍ ۝۱۰ ترجمہ یعنی ہم نے پیدا کیا انسان کو مٹی کے کچے ہوئے
روان جو ہر سے صراح میں لکھا ہے۔ سلا لہ یعنی آنچہ بیروں کشیدہ شود و از چیزے و آبِ ایشیت دم

یعنی کسی چیز سے کسی چیز کو کہنچکر نکالنا اور لوگوں کی پیٹھ کا پانی یعنی سنی۔ منی انسان کے سائے بدن کا سنت ہوتا ہے جو بدن سے رواں ہو کر بالآخر پشت کے راستہ سے نیچے آتی اور عضو تناسل سے خارج ہوتی ہے۔ اسکے نکلنے سے بدن کو بہت ضعف پہنچتا ہے اور بول و براز صرف پانی کے فضلے ہوتے ہیں جو مثانہ و معدہ میں جمع رہتے ہیں اسلئے سنی کے نکلنے سے بہ نسبت خروج بول و براز کے جسم کو بہت کمزوری لاحق ہوتی ہے۔ اور پانی کے استعمال سے وہ کمزوری نہیں رہتی۔

۲۔ جنابت سے بدن میں گرانی و کھالی و کمزوری و غفلت پیدا ہو جاتی ہے اور غسل سے دل میں توجہ و نشاط و سرور اور جسم میں سبکساری پیدا ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ غسل جنابت کے بعد میں ایسا معلوم کرتا ہوں کہ گویا اپنے اوپر سے ایک پہاڑ اُتار دیا۔ یہ ایسا امر ہے جسکو ہر ایک سلیم طبع و فطرت معبود والا جانتا ہے کہ غسل جنابت آن مصلحتوں کے قائم مقام ہوتا ہے جو ضروریات بدن اور دل کو لاحق ہوتی ہیں۔

۳۔ جنابت سے انسان کو ارواح طیبہ یعنی فرشتوں سے بُرد و دوری پیدا ہوتی ہے اور جب غسل کرتا ہے تو وہ بُرد و دوری ہٹ جاتی ہے۔ اسلئے بہت صحابہ کرام سے مروی ہے کہ جب انسان سوتا ہے تو اسکی روح آسمان کی طرف چڑھتی ہے۔ اگر روح پاک ہو تو اسکو مسجد کریمکا امر ہوتا ہے۔ اور اگر جنابت میں ہو تو اسکو مسجد کا اذن نہیں دیا جاتا۔ یہی وجہ ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ جنبی جب سونے لگے تو وضو کر لے۔

۴۔ جب انسان جماعت سے فارغ ہوتا ہے تو اسکا دل ایک انقباض و تنگی کی حالت میں ہوتا ہے اور اس تنگی اور غم سا طاری ہو جاتا ہے اور اپنے آپ کو نہایت تنگی و گھٹن میں پاتا ہے اور جب دلوں قسم کی نجائش دور ہو جاتی ہیں اور اپنے بدن کو ملتا اور غسل کرتا ہے اور اچھے کپڑے بدل کر خوشبو لگاتا ہے تب اسکی تنگی دور ہو جاتی ہے اور بجائے اسکے بہت خوشی معلوم ہوتی ہے۔ پہلی حالت کو حدث اور دوسری کو طہارت کہتے ہیں۔

۵۔ حاذق طبیبوں نے لکھا ہے کہ جماع کے بعد غسل کرنا بدن کی تحلیل شدہ قوتوں اور کمزوریوں کو لوٹا دیتا ہے اور بدن و روح کے لئے نہایت نافع اور مفید ہے اور جنابت میں رہنا اور غسل نہ کرنا بدن و روح کے لئے سخت مضر ہے۔ اس امر کی خوبی پر عقل و فطرت سلیمہ کافی گواہ ہیں۔ اگر شارع علیہ السلام خروج بول و براز سے غسل کرنا لازم ٹھہراتے تو لوگوں کو سخت جمع ہونا اور محنت و مشقت میں پڑ جاتے جو کہ حکمت و رحمت و مصلحت الہی کا خلاف ہے۔

اب ہم اس تفسیر کا خلاصہ سوال و جواب کے پیرایہ میں درج کرتے ہیں تاکہ واضح تر ہو جائے۔

سوال۔ منی کے خروج سے غسل کیوں ہوتا ہے اور پاخانہ و بول سے مرث استنجا کافی ہے حالانکہ بول براہ نجاست میں منی سے زائد ہے پھر منی سے غسل کیوں کیا جاتا ہے۔

جواب۔ خروج منی سے تمام بدن کو ضعف اور کمزوری پہنچتی ہے۔ منی کا خروج کیسا ہی قلیل ہو پھر بھی بعض وقت انسانوں کو ضعف محسوس ہوتا ہے۔ اگرچہ ایک جوان قوی آدمی اسکو محسوس نہ کرے مگر ہونا ضرور ہے۔ اسکا پتہ اسوقت لگتا ہے جب سناؤ تر خروج منی ہو۔ جریان سے یا حلق یا کثرت جماع سے تو پھر کیسا ہی قوی جہان ہو چند روز میں دماغ۔ آنکھ۔ پھیپھڑے۔ غرض تمام اعضا میں بیماریاں اور ضعف پہنچ کر اسکو تباہ کر دیتے ہیں۔ یہ تو حال ہے تھوڑی تھوڑی منی نکلنے کا اگر وہ پاخانہ یا بول کے برابر نکلے تو خدا جانے ایک ہی بار نکلنے سے کیا اندھیرا پڑا دے پس خروج منی سے چونکہ تمام بدن کو ضعف پہنچتا ہے اسلئے اس سے تمام بدن کا دھنسا ہی مناسب بلکہ ضروری ہے تاکہ تمام بدن کو طاقت آجائے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ اگر انسان دوبارہ جماع کرنا چاہے تو غسل کر کے جماع کرے اس سے اسکو نشاط اور قوت عمدہ ہو جائیگی۔ صدق اللہ و رسولہ۔ خروج بول و پاخانہ سے غسل نہ لازم ہونیکى وجہ اور پر ہم لکھ چکے ہیں۔

غسل جنابت میں پہلے وضو کر نیکی حکمت

غسل جنابت میں پہلے وضو اسلئے کیا جاتا ہے کہ طہارت کبریٰ کا طہارت صغریٰ پر مشتمل ہونا مناسب ہے تاکہ دو قسم کی طہارت کرنے سے نفس کو اور زیادہ ترتیب و اور آگاہی ہو جائے اور نیز اول وضو کر لینے سے ان مواضع میں پانی خوب پہنچ جاتا ہے جنہیں بتکلیف پانی پہنچنا

غسل میں پیروں کو بعد و ہونیکى وجہ

پیروں کو بعد و ہونے کی وجہ یہ ہے کہ بلا فائدہ ایک عضو کا بار بار دہونا لازم نہ آوے۔ مگر وضو کی صورت پورا کرنے کے لئے تو پیروں کو بھی پہلے دھولینا مناسب معلوم ہوتا ہے +

باب فی اقض الوضوء التیمم

خروج بول - براز - ریح سے امر وضو کی وجہ

۱۔ طبی تجربہ اس امر کا شاہد ہے کہ منہ و ناحوں کے دھونے سے دل کو تقویت ہوتی ہے اور پیالوں کے دھونے سے دماغ کے اجزہ ردیہ بچھ جاتے ہیں۔ اور اسکو تقویت ہوتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ خروج ریح و بول و براز سے اجزہ ردیہ اعضائے رئیس کی طرف صعود کرتے ہیں جنکو پانی کے ساتھ بھجایا گیا امر ہوا۔ اور قرآن کریم میں جہاں طہارت کے آثار مؤثرہ کا ذکر ہے وہ اس امر کو ثابت کرتے ہیں۔ (و کہو حکمت وضو نبیلہ) و تمہید۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کے احکام بڑی بڑی حکمتوں پر مبنی ہوتے ہیں۔ پاخانہ۔ بول۔ ریح سے جو بدبو اٹھتی ہے اس سے انسان سمجھ سکتا ہے کہ اس گندی چیز کی اندرونی بدبو اور گند سے بخارات نے اندرونی اعضائے رئیسہ قلب۔ جگر۔ دماغ کو کیسے صدمے پہونچائے ہونگے جنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگنے کے لئے فرمایا ہے۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْجَبْتِ وَالْجَبَاثِثِ۔ ترجمہ یعنی جب آدمی جھلک کو جائے یعنی ریح۔ بول براز کے لئے خلا میں جائے تو یہ دعا پڑھے۔ یا ادم میں تمام اندرونی دبیرونی پلیدیوں اور بخاستوں سے پناہ مانگتا ہوں جنکا اثر قبل از خروج باطن و روح پر پیدا ہو سکتا ہے اور بعد از خروج ظاہر اعضا پر پڑتا ہے ان کے آثار بد سے مجھے بچا۔ اور اس پر پس نہیں کی بلکہ فرمایا کہ بیت الخلا سے نکلنے کے وقت غُفْرَانُکَ کہے۔ یعنی یا ادم جو کچھ انکے آثار بد میں اُن سے تیری حفاظت چاہتا ہوں۔ اس واسطے بول و براز کو روک کر نماز پڑھنا منع فرمایا کہ یہ گند اندر میں نہ رہے اور جہاں تک جلد ممکن ہو اسکو نکال دیا جائے۔ جب کچھ یا بول و براز سے نکلے تو معلوم ہوا کہ انکے اجزہ ردیہ نے انسان کے اعضائے رئیسہ کو صدمہ پہونچایا اور مرکز در کر دیا۔ لہذا اسکی تقویت کے لئے ہاتھ پاؤں منہ پر پانی ڈالنے کا حکم ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ جب سیکو غشی یا بیہوشی ہوتی ہے تو اسکو ہوش میں لانیے لئے یا یوں کہو کہ اسکی تقویت قلب جگر دماغ کے لئے اسکے منہ۔ ہاتھ۔ پاؤں پر چھینٹے مارے جاتے ہیں تو اسکو افاقہ ہو جاتا ہے۔ اور یہ ایک بین ثبوت ہے اور قرآن مجید میں ہے وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَیٍّ پھر ترجمہ پانی ہر چیز کی

زندگی ہے جیسے ظاہری غشی کچھ ایک قسم کی موت ہے پانی سے دور کرنا حکم دیا۔ الغرض بول و براز و رنج کی بدولت جو بخارات رقیہ اُٹھتے ہیں اور انکے حبس سے سُدے انسان کے دل و دماغ و جگر پر خراب اثر پیدا کرتے ہیں لہذا اُس خراب اثر کو وضو کے ذریعہ زائل کرنا امر ہوا۔

۳۔ جس بول و براز رنج۔ موجب امراضِ شدیدہ ہیں اُنکے خروج سے وضو بطورِ تشکر گزاری الٹی لازم ٹھرایا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خروجِ بول براز رنج کے بعد کلماتِ ذیل پڑھنے کا ارشاد فرماتے ہیں جنہیں تشکر گزاریِ خداوی کا ذکر پایا جاتا ہے۔ اور آنحضرت خود بھی پڑھا کرتے تھے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنِّیْ الْاَذٰی وَ عَافٰنِیْ۔ ترجمہ۔ یعنی تشکر ہے اُس پروردگار کا جس نے مجھے انیائے موجبِ امراض کو نکال دیا اور اُن سے مجھے صحت و عافیت میں رکھا۔

۴۔ بول و براز و رنج کی بدولت انسان کے اندرونی اعضائے رئیسہ میں ایک قسم کی روحانی موت کا باعث ہوتی ہے اور اس موت سے وضو دوبارہ انسان کو زندگی بخشتا ہے یہی وجہ ہے کہ خودِ بول و براز و رنج سے بغیر وضو یا اُسکے قائم مقام کے سوا نماز پڑھنا جائز نہیں۔ کیونکہ انسانِ محدث کی حالت میں ملائکہ سے بعید ہوتا ہے اور ایک قسم کی موت و غفلتِ اسیر طاری ہو جاتی ہے لہذا پانی کے ذریعہ اُس غفلت و موت و بعد ملائکہ کو رفع کرنا امر ہوا۔ کیونکہ ہر چیز کا مایہ حیاتِ پانی ہے وَ جَعَلْنَا مِنْ الْمَآءِ کُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ۔ ترجمہ یعنی ہم نے ہر چیز کو پانی سے زندگی بخشی ہے۔

۵۔ خروجِ رنج و بول و براز کی بدولت و بخیرہ رضیہ مغلیہ و تغلیہ سے اندرونی حالتِ نفسِ انسان کو ایک قسم کی نجاست و بیہوشی پیدا ہوتی ہے اور ملائکہ سے بعد ہو جاتا ہے اور شیاطین و جنات اُسکو گھیر لیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خروجِ رنج و بول و براز کے وقت اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْخُبْنِ وَالْخَبَائِثِ اور عَفْرَا نَدَّ پڑھنا امر فرمایا۔ ترجمہ۔ یعنی اے میرے خدا میں تیرے ساتھ نجاستوں اور جنوں اور خبیثوں و شیاطین سے پناہ مانگتا ہوں اور اُن سے تیری مغفرت کا پردہ چاہتا ہوں۔ اُسے مجھے پردہ میں رکھ۔ پس ایسی حالت کے بعد امر وضو ہوا کیونکہ وضو سے نجاست دور ہوتی ہے اور قربِ ملائکہ کا باعث ہوتا ہے اور جنات و شیاطین سے پردہ و دوری حاصل ہو جاتی ہے اور بیہوشی رفع ہو جاتی ہے۔

۶۔ ہم قبل ازیں تنہید میں لکھ چکے ہیں کہ نثر لکھنے کے احکام کی علتیں اور اُنکے سبب اُنکے اوصاف مؤثرہ سے معلوم ہوتے ہیں۔ مثلاً جبکہ خروجِ رنج و بول و براز کے سبب پانی سے امر وضو قائم ہوا۔ تو وضو و تیمم کے اوصاف مؤثرہ زندگی۔ طہارت۔ و بیداری و تقویتِ قرار دے گئی ہیں

چنانچہ قبل ازیں ہم بشواہد قرآن کریم لکھ چکے ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ خروج ریح و بول و براز کسی قسم کی غفلت و ناپاکی و موت و ضعف کے باعث ہیں۔ سو یہ امر تو جگر و دماغ و دل کے اندرونی حالات کی طرف ہی عائد ہوتے ہیں جبکہ بیداری و زندگی و پاکیزگی کے لئے امر و منو ہوا کیونکہ بول و براز و ریح انسان کے اندر سے خارج ہوتے ہیں۔ اور دل و جگر و دماغ انسان کے اندرونی حصہ جسم میں پاک ترین و نازک ترین اعضا میں سے ہیں اور خروج ریح و بول و براز سے اعضائے ربیعہ کی طرف ابخرہ رقیہ چڑھتے ہیں اور انکو ناپاکی و ضعف لاحق ہو جاتا ہے۔ لہذا انکو پانی سے زائل کر نیک حکم ہوا۔

۷۔ وہ اشیاء جو بدن کے لئے بدل یا تحلیل ہوتی ہیں اور جبکہ اجزاء سے بدن۔ دل۔ ریح۔ جگر۔ دماغ کو تقویت پہنچتی ہے انکے خروج سے انکو کمزوری و ضعف لاحق ہوتا ہے اور پانی کا استعمال اس ضعف کو دور کر دیتا ہے اور اندر سے نکلنے والی چیز کا پانی قائم مقام ہو جاتا ہے۔

دبر کی ہوا خارج ہونے سے امر و منو کی انسان کے اندر و عضو شریف جیسے شریعت کا خطاب ہے
و جہاں استنجا کا امر نہ ہونے کی حکمت وہ تو دل ہی ہے اور دل کے بعد لطیف و نازک ترین اعضا

انسان کے اندر دماغ و جگر ہیں۔ مگر محض خروج ریح سے منو کا امر اندرونی بیداری و تقویت اعضائے ربیعہ کے لئے نہ ہوتا تو پھر ہر ایک محض بدبودار چیز کے سونگھنے اور ہر ایک ناپاکی و گندگی کو اتہہ لگانے سے امر و منو ہوتا پس بیان مذکور سے واضح ہوا کہ انسان کو بول و براز و ریح کے تقاضا و حاجت خروج کے وقت سے انکے خارج ہونے تک ابخرہ رقیہ سے انسان کے دل و دماغ و جگر کو ایک قسم کی غفلت و سستی و ناپاکی لاحق ہو جاتی ہے۔ لہذا اس غفلت و ناپاکی کو رفع کر نیکے لئے امر و منو ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ دبر سے محض خروج ہوا سے استنجا لازم نہیں ہوا۔ اور اتہہ۔ منہ۔ یاؤں۔ دہونے کا حکم ہوا۔ کیونکہ محض خروج ہوا سے انسان کے خارجی جسم کو کوئی ناپاکی لاحق نہیں ہوتی جو استنجا کرنا لازم آوے۔ بلکہ محض خروج ہوا و منو کا امر بیداری و پاکی اعضائے مذکور و شکر الہی کے لئے ہوا۔ چنانچہ اس امر کا ذکر قبل ازیں ہو چکا ہے بول و براز و دبر سے ہوا خارج ہونیکے مضامین میں بوجہ اشکال مختلفہ و وقت تکرار کیا گیا ہے تاکہ ہر شخص میں ناظرین کو سہولت ہو۔

دبر سے ہوا خارج ہونے سے وجہ وجوب منو اور منہ سے ذکر چھینک

کی ہوا خارج ہونے سے عدم وجوب وضو کا راز

۱۔ یہ ہر شریعت اسلامیہ کی خوبیوں و کمالات میں سے ہے کہ جیسا اس نے منہ سے خروج بلغم و دبر سے

خروج نجاست میں فرق کیا ہے ایسا ہی اُس نے دبر و منہ کی ہوا خارج شدہ میں فرق کیا ہے۔ جو شخص منہ دناک سے خروج ڈکار و چھینک و دبر سے خروج ہوا میں فرق نہیں کرتا تو وہ ایسا ہے جیسا کہ کوئی بلغم و نجاست میں برابر ہی سمجھتا ہے۔ ڈکار تو چھینک کی قسم ہوتا ہے اور چھینک ایک ہوا ہوتی ہے جو دماغ میں بند ہوتی ہے اور پھر نکلنے کا راستہ ڈھونڈ ہیتی ہوئی ناک کے سوراخوں سے خارج ہوتی ہے اور چھینک آتی ہے ایسا ہی ڈکار ہی ایک ہوا ہوتی ہے جو کہ معدہ کے اوپر بند ہوتی ہے اور پھر وہ اوپر کو اگر منہ سے خارج ہوتی ہے اور معدہ کے فضلہ اور انشڑیوں کی نقل میں بہت فرق ہوتا ہے۔ کیونکہ دبر سے نکلنے والی ہوا انشڑیوں میں بند ہوتی ہے جو پاخانہ کی جگہ ہے اور پھر دبر سے خارج ہوتی ہے۔ معدہ کا فضلہ ہی منتفع نہیں ہوتا اور انشڑیوں میں جا کر منتفع ہو جاتا ہے۔ پس نقصان والی جگہ کی ہوا کی بجائے روئینہ و گندہ ہوتے ہیں جسے وضو کا امر ہوا مگر ڈکار و چھینک معدہ و دماغ سے آتی ہیں وہ پاک ہیں اس لئے اُس سے وضو لازم نہیں ہوا۔ ع ”بہیں تفاوت رہ از کجاست تا بجا۔“

۲۔ دبر کی ہوا بند ہونے سے سخت ضرر و نقصان انسان کی جسمانی و روحانیت کو لاحق ہوتا ہے اس لئے اُسکے خروج سے وضو سے شکر گزاری آہی و تلافی و تدارک ضرر کے لئے واجب ہوا۔ لیجئے جتنی دیر اندر دبر اُس نے دل و جگر و دماغ کو ضرر پہنچا یا وضو سے اسکی تلافی و تدارک ہو جاوے۔ یہی ہونا ہوتی ہے تو انشڑیوں میں سدے پڑتے اور دوران خون میں بندش ہوتی اور قوت لے ہو کر آخر ملاکت کی نوبت پہنچتی ہے۔ بلیبیوں سے پوچھ لو کہ دبر کی ہوا بند ہونے سے کس قدر نقصانات انسان کو پہنچتی ہیں۔ اسکی بندش سے انسان ہلاک ہی ہو جاتا ہے۔ پس اسکے خروج سے شکر آہی واجب ہوا۔ اور منہ سے خارج ہونیوالی ہوا۔ ڈکار۔ چھینک کے بند ہونے سے چنداں ضرر لاحق نہیں ہوتا تا کہ اُس سے وضو لازم آئے۔ لہذا جو شخص ڈکار۔ چھینک دگوزیں از روئے وصف و حکم برابر ہی کرتا ہے اسکی عقل و حواس بر خطا ہیں۔

۳۔ دل و جگر و دماغ نازک و پاک چیزیں ہیں۔ خروج کچھ دبر سے دل و دماغ و جگر کو ابجہ روئینہ سے ایک قسم کی ناپاکی و کمزوری لاحق ہو جاتی ہے لہذا اُس ناپاکی و کمزوری کو رفع کرنے کے لئے پانی سے امر ہوا مگر خروج ڈکار و چھینک یہ امر مستحق نہیں ہونا کہ اُن سے وضو لازم آوے۔

جوابات احکام شریعت کی وجہ تعدد و استہامے ناظرین پر واضح ہے کہ احکام شریعت کے وجوہات متعدد و جوتائے گئے ہیں اُنکے اوصاف مؤثرہ میں بھی تعدد ہے اسلئے اُن میں جتنے وجوہات و اسرار ذکر کئے جاتے ہیں وہ سب اُنہیں پاسے جاتے ہیں اور بعض مضامین

دقیقہ میں ناظرین کی سہولت فہم کے لئے تکرار کیا جاتا ہے۔

حاجتِ بول و براز کے وقت منع نماز کی وجہ

نفس کے اندر وضو کا اثر اس وقت پیدا ہو سکتا ہے کہ جب نفس کو اور کاموں سے فراغت ہو اور فراغت اس وقت ہو سکتی ہے کہ جب شکم کے اندر نفخ وغیرہ سے تڑودا اضطراب نہ ہو۔ لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لَا تَصِلُ إِلَى حَدِّ كَمَرٍ وَهُوَ يَكْفِيهِهُ الْأَجْبَتَانِ ترجمہ یعنی تم میں سے کوئی شخص نماز کو کھڑا نہ ہو جب اسکو پاخانہ و پیشاب کی حاجت ہو۔ اسکی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آگاہ فرمایا ہے کہ نفس کے کسی اور طرف بھی مشغول ہونے میں حد شکم سے پائے جاتے ہیں اور نماز کی طرف انسان کی توجہ نہیں ہو سکتی بلکہ وہ ایسی حالت میں پاخانہ و پیشاب کی ممانعت میں مشغول ہو جاتا ہے۔

بول و براز اور جماع کر نیکیے وقت خانہ کعبہ کی طرف پشت منہ کرنا منع نبوی حکمت

۱۔ خانہ کعبہ خدا تعالیٰ کے شعار میں سے ہے پس خانہ کعبہ کی تعظیم خدا تعالیٰ کی تعظیم ہے۔ اور اسکی حکمت خدا تعالیٰ کی شان میں کمی ہے اسلئے خانہ کعبہ کا حج فرض ہو گیا اور اسکی تعظیم کا اس طرح حکم دیا گیا کہ بغیر صفائی اور طہارت کے اسکا طواف نہ کیا کریں۔ نماز میں اسکے سامنے کھڑے ہوں۔ عزت بشری۔ یعنی بول و براز و جماع کے وقت اسکے سامنے نہ ہوں نہ اسکی طرف پشت کریں کیونکہ یہ امر بے ادبی میں داخل ہے۔ وجہ یہ کہ جس سے عذابِ بے ادبی سرزد ہوتی ہے اسکا دل سخت ہو جاتا ہے اور اسکی پس سخت دلی کا اثر اسکے متعلقین و اقارب پر بھی سراپت کرتا ہے۔

بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد بلکه آتش در ہما آفاق زد

وَمَنْ يَعْظَمْ شَعَارَ اللَّهِ فَإِنَّهُ مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ ترجمہ۔ یعنی خدا تعالیٰ کے نشانات کی تعظیم و ادب کرنا ان لوگوں کا کام ہے جنکے دلوں میں تقویٰ ہے لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں إِذَا أَتَيْتُمْ أَخَاطَظَ فَلَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ وَلَا تَسْتَكْبِرُوا۔ ترجمہ۔ یعنی جب تم جائے ضرور کے لئے آؤ تو قبلہ کو نہ منہ کرو اور نہ اسکو پشت کرو۔

۲۔ اس میں حکمت بھی ہے کہ دل کے اندر خدا تعالیٰ کی عظمت کا ہونا چونکہ ایک باطنی امر ہے اسوقت اس ظاہر میں بھی کوئی قرینہ جو تعظیم قلبی کا قائم مقام ہو یا جاننا ضروری ہے پس جبکہ قبلہ کی طرف منہ کرنا تعظیم

اور یاد رکھیے میں جمع خاطر ہو نہ کیا قائم مقام ٹھہرا۔ اور قائم مقام ہونے کی یہ وجہ ہے کہ یہ ہیئت تعظیم الہی کیلئے مخصوص رہے اور جو ہیئت نماز کی ہیئت کے بالکل سنائی اور اسکی ضد ہے۔ یعنی حالت پاخانہ۔ پیشاب۔ جماع۔ ایسی حالتوں میں قبلہ کو نہ منہ کیا جائے نہ پشت کیونکہ ہمیں بے ادبی ہے۔ چنانچہ ہر شخص صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں اس امر کی تشریح فرمائی ہے اِذَا اَتَيْتُمُ الْغَاظَ فَعَظُّوا قِبْلَةَ اللَّهِ وَلَا تَسْتَقْبِلُوْهَا وَلَا تَسْتَدْبِرُوْهَا۔ ترجمہ یعنی جب پاخانہ کو جاؤ تو قبلہ خدا کی عظمت کا لحاظ رکھو اور قبلہ رو اور قبلہ پشت ہو کر نہ بیٹھو۔

نبیند کرنے سے وضو ٹوٹنے کی وجہ

۱۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں وَكَأَنَّ الْأَسْتِ الْعَيْنَانَ فَإِنَّهُ إِذَا ضَمَّحَ اسْتَرْخَتْ مَفَاصِلُهُ۔ ترجمہ۔ یعنی سرین کا بند ہن آنکھیں ہیں کیونکہ جب آدمی لیٹ جاتا ہے تو اس کے جوڑ و پیلے ہوجاتے ہیں۔ اب اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جب آدمی کو خوب گہری نبیند آ جاتی ہے تو ضرور اس کے جوڑ و پیلے پڑ جاتے ہیں اور رنج وغیرہ کے نکلنے کا گمان غالب ہوتا ہے۔

۲۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ نفس کے اندر سو جانکی وجہ سے غفلت و بلاوت کند ذہنی پیدا ہو جاتی ہے اور وضو سے ہوشیاری و بیداری کا اثر نفس پر پڑتا ہے۔

پاخانہ جانے اور اس سے نکلنے کیوقت اعوذ وغفرانک پڑھنے کی وجہ

پاخانہ کو جانیکے وقت اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْخُبْثِ وَالْخَبَائِثِ پڑھنا اسلئے مستحب ہے کہ اس جگہ شیاطین جمع رہتے ہیں اسلئے اُنکو نجاست بھاتی ہے اور پاخانہ سے نکلنے کے وقت غفرانک کہو کیونکہ پاخانہ میں ذکر الہی ترک ہو جاتا ہے۔ اور شیاطین سے مخالطت کا وقت ہوتا ہے اس سے مغفرت مانگنی مناسب ہے۔

تین ڈھیلوں سے امر استنجاء کی وجہ اور گوبرڈھیلوں سے منع استنجاء کا راز

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا اَلْكُفْرُ مِثْلُ الْوَالِدِ لَوَالِدِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِذَا اَتَيْتُمُ الْغَاظَ فَلَا تَسْتَقْبِلُوْهُ الْفِئْلَةَ وَلَا تَسْتَدْبِرُوْهَا وَاَمْرٌ بِثَلَاثَةِ اَحْجَارٍ وَهِيَ اَلْوَتَةُ وَالْوَمَةُ وَهِيَ اَنْ يَّتَخَطَّبَ الرَّجُلُ بَيْنَيْنِهِ۔ ترجمہ۔ یعنی حضرت ابی ہریرہؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں تمہارے لئے بمنزلہ باپ کے ہوں۔ تمکو آداب سکھانا ہوں۔ جب تم پاخانہ کو جاؤ تو قبلہ رو اور قبلہ پشت ہو کر نہ بیٹھو اور استنجاء میں تین ڈھیلیوں کا مفر فرمایا۔ اور گوبر اور ہڈیوں سے اور دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنا منع فرمایا۔ قضاے حاجت کے وقت قبلہ رو و قبلہ پشت ہو کر نہ بیٹھنے اور دائیں ہاتھ سے استنجاء نہ کر نیکی و جہ کا ذکر قبل ازین لکھا گیا ہے۔

۱۔ استنجاء کے لئے تین ڈھیلے اسلئے مفر فرمائے کہ صفائی کے لئے ایک حد کا مفر کرنا ضروری تھا ورنہ وہی آدمی سارا سارا دن استنجاء ہی کرنے میں گزار دیتے۔ باوجود اسقدر تاکید و شدید کہ ہم بعض ڈھیلوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ ایک ہی استنجاء کے لئے ڈھیلیوں کا ڈھیر لگا دیتے ہیں اور پانی کے کئی شلے خالی کر دیتے ہیں اور تین سے کم ڈھیلیوں میں بخوبی صفائی و پاکیزگی حاصل نہیں ہوتی۔ اور تین میں صفائی ہو جاتی ہے اور تین سے زیادہ میں توضیح و دقت اور وہم کا بڑھانا اور وہم میں داخل ہے۔ گوبر و ہڈیوں سے استنجاء اسلئے منع ہوا کہ ان میں اکثر موزی جالور سانپ بچھو وغیرہ اور کئی قسم کے کاٹنے والے کیڑے بیٹھے رہتے ہیں۔ لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنظر شفقت و رحمت اپنی امت کو ان سے استنجاء کرنا منع فرمایا تاکہ استنجاء کر نیوالے کو کوئی موزی جالور نہ کاٹے اور ایذا نہ پہنچائے۔ وجہ یہ ہے کہ اکثر ہوام و جانور ان موزیہ سانپ بچھو ہزار پاد وغیرہ کی پیدائش گوبر و ہڈیوں میں سے ہوتی ہے اور انہی سے انکی خوراک و پرورش ہوتی ہے اور انکے سوراخ و درجہوں میں ایسے جالور گھسے رہتے ہیں اسلئے کہ جہاں کسی چیز کی پیدائش و خوراک کا سامان ہو وہاں اسکا اکثر قیام رہتا ہے یہی وجہ ہے کہ ان سے استنجاء کرنا منع ہوا تاکہ انکے اندر سے نکل کر کوئی زہریلا جالور استنجاء کر نیوالے کو ایذا نہ پہنچائے۔ بعض احادیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے جالوروں کو جنات میں شمار فرمایا ہے۔ چنانچہ ہمارے ایک محسن و مرنی نے احادیث میں سے لیکر بطور اختصار الفاظ ذیل میں ایسے جالوروں کا ذکر کیا ہے۔ **الْأَجَلَةُ أَقْسَامٌ أَلْحِيَاتُ وَالذَّبَابُ وَالْفَلَّةُ الْحُرْمِيَّةُ وَهُوَ أَلْوَابُ** یعنی جنات کے کئی قسم ہوتے ہیں۔ سانپ۔ مکھیاں۔ سرخ چینیوٹیاں۔ اور وہائی کیڑے بھی جنات میں سے ہیں۔

واضح رہے کہ اس میں اس مخلوق الہی یعنی جنوں کی نفی نہیں کی گئی ہے جو اس عالم میں ایک غیر رمی ناری مخلوق موجود ہے اور انکے علامات و آثار محسوس و معلوم ہو رہے ہیں وہ بھی جن میں ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنات سے حکایت ذکر فرمایا ہے **يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنَّهُ امْتَنَكَ عَنِ الْإِسْتِجَاءِ بِالْعَظْمِ وَالرُّوثِ فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى جَعَلَ لَنَا يَتِيمًا رُذً**۔

یعنی جتنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اپنی امت کے لوگوں کو ٹہیوں و گوبر سے استنجا کرنا منع فرما دیں کیونکہ خدا نے انہیں ہماری روزی رکھی ہے۔ اور ایک دوسری حدیث میں آیا ہے لَا تَسْتَنْجُوا بِالرِّثِّ وَالْعِظَامِ فَإِنَّهَا زَادُوا خُبْرًا لِحُجَّتِكُمْ۔ ترجمہ۔ یعنی گوبر اور ٹہیوں سے استنجا کرنا کیا کرو کیونکہ یہ چیزیں تمہارے بہائیوں جنات کی خوراک ہے۔

واضح ہو کہ ہر ایک چیز کی خوراک خدا تعالیٰ نے اُس چیز میں رکھی ہے جس چیز سے اسکو پیدا کیا ہو آدمی کو پانی مٹی کے خمیر سے پیدا کیا لہذا آدمی کی خوراک بھی مٹی و پانی سے پیدا ہوتی ہے بنظر غور دیکھو جنات یعنی حشرات موزیہ کو ٹہیوں و گوبر سے جو اصل مٹی و پانی کا خمیر ہوتا ہے پیدا کیا لہذا انکی خوراک بھی انہیں رکھی۔ انھوں نے آدمیوں کے بھائی جنات کو اس واسطے فرمایا کہ جیسا کہ آدمی کی پیدائش مٹی و پانی سے ہوتی ہے ایسا ہی ان حشرات کی پیدائش بھی مٹی و پانی کے خمیر سے ہی ہوتی ہے۔ آدمی کی پیدائش مٹی سے یوں ہوتی ہے کہ غلے و میوہ جات مٹی سے پیدا ہوتے ہیں۔ آدمی اُن کو کھاتا ہے اُن سے مٹی پیدا ہوتی ہے اور مٹی سے آدمی بنتا ہے اور پھر وہ آدمی اُن غلہ جات و میوہ جات وغیرہ اشیاء کو کھاتا رہتا ہے جسکی پیدائش مٹی سے ہوتی ہے اور اسبطر اسکا جسم بڑھتا رہتا ہے اور اسبطر آدمی کی خلق ہوتی ہے۔ بلکہ یوں سمجھو کہ جنات یعنی حشرات وغیرہ حیوانات اور آدمیوں کی پیدائش مٹی ہی سے ہوتی ہے لہذا وہ انکی ماں و اصل ٹھری اور پانی جو آسمان سے اتر کر مٹی پر پڑتا ہے وہ مردکی مٹی عاقدہ کے منزلہ ہوتا ہے جس سے خمیر ہوتا ہے۔ پس چونکہ آدمی و جنات کی اصل دماں مٹی ہے لہذا وہ دونوں جنسیں آپس میں بھائی بھڑے۔ یہی مٹی ہے جو مختلف رنگوں میں ظاہر ہو رہی ہے۔ کہیں شاہ و گدا ہے اور کہیں درخت اور کہیں آدمی اور کہیں درندے و پرندے اور کہیں خوراک و پوشاک اور کہیں لود و سونا و چاندی و پتیل وغیرہ دھات اور کہیں مویشی اور کہیں چاند اور کہیں عطار و دوزل و درنج و مشتری و زہرہ اور کہیں عاشق دل ربودہ و دلدادہ اور کہیں معشوق دلربا۔ کہیں ریل و آگبٹ و محل و مازیاں اور کہیں طاؤس و مینا و کہیں قمری فاختہ و طوطا وغیرہ وغیرہ۔ ہزار ہا اشکال و صورتوں میں مٹی ہی جلوہ گر ہے۔

انکے علاوہ خدا تعالیٰ کی ایک اور مخلوق ہے جسکی پیدائش آگ سے ہوتی ہے انکو بھی جن کہتے ہیں چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَخَلَقَ الْجَانَّ مِنْ نَارٍ۔ ترجمہ یعنی خدا تعالیٰ نے پیدا کیا جن کو آگ کے شعلہ سے اس آتشی مخلوق کی خوراک بھی آتش ہی ہے۔ ہم قبل ازیں ظاہر کر چکے ہیں کہ خدا نے ہر جنس کی خوراک اُسکے اصل مادہ میں رکھی ہے جہاں سے اُسکی پیدائش ہوئی

لکڑی کا کیر لکڑی سے پیدا ہوتا ہے اسکی خوراک لکڑی میں موجود ہے مار کا کیر مار سے پیدا ہوتا ہے اسکی خوراک مار میں موجود ہے۔ لوہے کا کیر لوہے سے پیدا ہوتا ہے اسکی خوراک لوہے میں ہے آگ کا کیر مسند آگ سے پیدا ہوتا ہے اسکی خوراک آگ میں ہے پتھر کا کیر پتھر میں پیدا ہوتا ہے اسکی خوراک اسی میں ہے۔ پانی کے کیر پانی میں پیدا ہوتے ہیں انکی خوراک اسی میں موجود ہے گو بر وڈیوں کے کیر انہی میں سے پیدا ہوتے اور وہی انکی خوراک ہیں۔

۲۔ گو بر وڈیوں سے استنجا کرنا موجب اراض شدیدہ ہے کیونکہ ہمیں زہریلے حشرات کے زہریلے علامات اور ہوائے منفہ کے مسمی و قاتلہ آثار ہر وقت موجود رہتے ہیں اگرچہ انہیں کسی وقت کیر نہ ہی موجود ہیں لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لوگوں کو محض بغیر شفقت و مرحمت ان ضرروں سے بچنے کے لئے گو بر وڈیوں کے ساتھ استنجا کرنا منع فرما دیا۔ یعنی اپنے ایسا کام کیا جیسا کوئی اپنے بچوں کو ہتھیائے ضرر رساں کے استعمال سے روک دیا کرتا ہے تاکہ انکو ضرر نہ پہنچے۔ چنانچہ حدیث مذکورہ الصدہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ارکا اشارہ فرمایا کہ تم میرے پیارے بچوں کے منزلہ سو میں نہیں جا سکتا کہ تمکو کوئی ضرر پہنچے۔ اور خدا تعالیٰ نے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پدری محبت و شفقت کی جو آپ کو اپنی امت سے ہے قرآن کریم میں تصدیق فرمادی ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُوفٌ رَّحِيمٌ ترجمہ۔ یعنی تمہارے پاس ہمارا رسول آیا ہے اور وہ تم ہی میں سے ہے تمکو کوئی تکلیف دہ نہ ہووے اسکو ناگو ارگذا نہ ہے۔ وہ تم سے حرص رکھتا ہے وہ مومنوں پر رؤف و رحیم ہے۔

اپنی امت کی تکلیف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی تکلیف و دکھ ہوتا ہے جیسا کہ کسی کے بیٹے کو تکلیف و مصیبت پہنچنے سے باپ کو تکلیف ہوتی ہے

رحم برکوں سے کند اہل بصر
مرضیفاں را قوی آر و یاد
رحم نیرداں از مہمہ باید فزون

با خبر ادا دل سپد بر بے خبر
ہمچنین قانون قدرت اقتاد
چوں ازین قانون شود رحمان دل

خداوند تعالیٰ کا احکام مومنوں و مجرمات سے اپنے بندوں کو منع کرنا بظہر رحمت و شفقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑا کھربے چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَجَدِ رَحْمَةً لِّلنَّفْسِہِ وَاللّٰہُ رَؤُوفٌ بِالْعِبَادِ ترجمہ۔ یعنی خدا تعالیٰ تمکو اپنی طرف سے بظہر شفقت و رحمت مہمات

و منوعات سے حذر کرنے و بچنے کے لئے آگاہ فرماتا ہے کہ مبادا از کتاب محرمات سے نکلو فرار ہو چکے۔ وہ نہیں چاہتا کہ نکلو ضرر ہو چکے کیونکہ وہ بند و پیر بڑا مہربان ہے۔ امت کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسو سی و سہ روئی و شفقت و مرحمت آنحضرت کو مقام فنا فی اللہ میں پہونچکر خدا تعالیٰ سے عطا ہوئی تھی۔

اسی طرح حسب مراتب جبکہ خدا تعالیٰ سے زیادہ قرب ہوگا وہ خدا تعالیٰ کی مخلوق سے زیادہ سہرہ دی کریگا۔ اَلْخَلْقُ عِيَالٌ لِلّٰهِ فَاحْبِبِ الْخَلْقَ اِلَى اللّٰهِ مِنْ اَحْسَنِ اِلَى عِيَالِهِ۔ ترجمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مخلوق دنیا خدا تعالیٰ کے کنبہ کے بنزلہ ہے پس مخلوق خدا کو وہی زیادہ پیارا ہے جو اُسکے کنبہ سے بہلا کرے۔

تہقہ۔ قے نکیر سے امر وضو کا راز

بہتا ہوا خون اور قے کثیر بدن کو آلودہ کر نیوالی اور نفس کو پلید کر نیوالی چیزیں ہیں اور نماز میں تہقہ لگانا ایک قسم کا جرم ہے۔ جب کا کفارہ ہونا چاہئے۔ اگر ان چیزوں سے شارع وضو کا حکم دے تو کچھ عجب نہیں ہے نماز میں تہقہ کسی نفسانی پلیدی کے باعث ہوتا ہے۔ جسکا ازالہ وضو سے کرنا لازم ہوا۔

ذکر و عورت کو چھونے اور گوشت شتر کھانے امر وضو کیوں تھا کیا ان سے وضو ٹوٹ جاتا،

(امور مندرجہ عنوان مذکور کو اکثر علماء اوافض وضو میں شمار نہیں کرتے اور بعض اوافض میں شمار کرتے ہیں اور بعض ایسی احادیث کو جن میں امر وضو ہے منسوخ قرار دیتے ہیں یعنی اوافض تو نہیں کہتے مگر بطور احتیاط وضو کرنا بتاتے ہیں۔ خاکسار راقم حروف کی رائے میں یہی وہ شکندہ وضو نہیں ہیں۔ مگر چونکہ ہر گروہ کے علمائے کرام و فقہائے عظام و محدثین فوی الاحرام انکے متعلق لینے اپنے دلائل بیان کرتے ہیں۔ اسلئے لازم ہے کہ ہم انکے وجوہات اوافض و عدم اوافض بیان کر سکیں بعد ایک قول فیصل و رائے صاحب کا اظہار کریں جس سے پورا پورا انکشاف حق ہو جائے۔ مندرجہ ذیل امور احادیث یہ ہیں مذکور ہیں جنکے متعلق امر وضو اور پھر عدم امر وضو و رخصت کا ذکر بھی آیا ہے۔

ذکر و عورت کا چھونا۔ گوشت شہر۔ اشیائے تنغیرہ انش کا کھانا۔ شتر مادہ کا دودھ پینا۔ ذکر و عورت کو چھونے سے امر و ضوکی وجہ جو حضرت ابن قیم و شہادہ ولی الصلوات علیہم السلام نے بیان کی ہے ذیل میں ہم اسکو سوال و جواب کے پیراہ میں درج کرتے ہیں۔

سوال۔ ذکر کے چھونے سے وضو کا ٹوٹ جانا اور باقی انداموں اور گندگی و بول و براز کو ہاتھ لگانے سے وضو کے زلٹنے میں کیا راز ہے۔

جواب۔ اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مروی ہے مَنْ مَسَّ ذَكَرًا فَلْيَتَوَضَّأْ۔ ترجمہ۔ یعنی جو شخص اپنے عضو تناسل کو چھوئے وہ وضو کر لے۔ لہذا واضح ہوا کہ صحیح حدیث میں ذکر کے چھونے سے دوبارہ وضو کرنے کا حکم آیا ہے اور اس کے برخلاف بھی ذکر آیا ہے یعنی وضو نہیں ٹوٹتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا اَلَا لَیْضَعُهُ مِنْكَ۔ ترجمہ یعنی ذکر تو تیرے جسم کا ایک ٹکڑا ہے یعنی اسکو ہاتھ لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ اور بعض کے نزدیک یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ اور بعض کی رائے ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ حدیث محکم ہے اور عدم وجوب وضو پر دال ہے۔ اور جس حدیث میں امر لیا گیا اس میں استحباب وضو کی دلیل ہے۔ بہر حال اس امر کے بارے میں علماء کی تین رائیں ہیں۔

اور سوال کرنے والے کے سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو کا امر فرمانا اس حدیث کی صحت پر دلالت ہے۔ پس وضو کرنا احتیاط میں داخل ہے۔ حضرت ابن قیم کہتے ہیں کہ مس ذکر سے امر وضو کی یہ وجہ ہے کہ یہ امر کمال شریعت حقہ اور اسکی خوبیوں میں سے ہے کہ اس نے ایسے ایسے امور سے نگاہ فرمادیا ہے کہ جنکے ارتکاب سے عمل مشروع میں نقص و غلل آجاتا ہے۔ اور انسان کو خبر نہیں ہوتی۔ ذکر کا چھونا جماع کو یاد دلاتا ہے۔ اور غالباً اس سے انتشار کا گمان ہو سکتا ہے۔ یا خروج مذی کا احتمال ہوتا ہے اور آدمی کو پتہ نہیں ہوتا اور خروج مذی سے اُرکا وضو ٹوٹ جاتا ہے پس یہ گمان بابت پوشیدگی و کثرت وجود کے قائم مقام

حقیقت کے ٹھرایا گیا۔ جیسا کہ نیند کو قائم مقام بے وضو ہونیکا ٹھرایا گیا۔ اور عورت کو مس نہ ہوت سے قائم مقام حدث کے ٹھرایا گیا۔ اور منبر مس ذکر موجب انتشار و حرارت نہ ہوت اور اس کے براگینہ کر نیکا سبب ہے۔ اور وضو اس حرارت کو بھادیتا ہے اور یہ امر مشہور و محسوس ہے مس ذکر سے امر وضو اس وجہ سے نہیں ہوا کہ ذکر جس سے یا کہ مجرائے نجاست ہونیکے وجہ سے اسکو چھونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے ناکہ اس پر سوال وارد ہو کہ پلیدی اور بول کو ہاتھ لگانے سے وضو نہیں

لوٹتا تو ذکر چھوڑنے سے کیونکر وضو ٹوٹ جاتا ہے بلکہ مس ذکر سے امر وضو کی وجہ آن امور کی رو سے ہے جنکا اوپر ذکر مہر چکا ہے۔

۳۔ عضو تناسل کا چھونا ایک بیہودہ فعل ہے۔ اسلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے استنجاء کر نیکے وقت دائیں ہاتھ سے ذکر کر چھوڑنے سے منع فرمایا ہے۔ اور جب ذکر کو ہاتھ لگائے تو وہ ایک شیطانی فعل ہے۔ لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ مَسَّ ذَكَكَ فَلْيَتَوَضَّأْ یعنی جو ذکر کر چھوئے وہ وضو کرے۔ اور عورت کو ہاتھ لگانے سے شہوت کا ہیجان و جوش ہوتا ہے اور اس میں ایک شہوت کا جوش جو شہوت سے کم ہے پورا کرنا یا جاتا ہے۔ پس ان امور سے وضو کرنے میں جو احتیاط کر لیا اسکا دین و عزت محفوظ رہیگی۔ ورنہ خالص شرع میں اس سے کچھ گرفت نہیں ہے ایسا ہی گوشت شتر اور اسکے دودھ کے متعلق بطور سوال و جواب حضرت شاہ ولی اللہ و ابن قیم رحمۃ اللہ علیہما کی تحریروں کا خلاصہ کر کے ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔

سوال۔ گوشت شتر کھانے سے وضو کرنا خلاف قیاس ہے کیونکہ وہ گوشت ہے اور گوشت کھانے سے وضو نہیں کیا جاتا۔

جواب۔ شارع علیہ السلام نے جیسا کہ دو گوشتوں کے درمیان فرق بیان فرمایا ہے ایسا ہی دو مکاتوں اور دو چرواہوں کے درمیان یعنی اونٹوں کے چرانے والوں اور بکریوں کے چرانہ والوں کے مابین فرق ظاہر فرمایا ہے۔ چنانچہ فرمایا اَلْفَحْرُ وَالْخِلَاءُ فِي الْعَذَائِرِ اَصْحَابِ الْاِذِلِّ وَالشَّكِيكَةِ فِي اَصْحَابِ الْعَنَمِ۔ ترجمہ یعنی فخر اور بڑائی اونٹوں میں ہے اور سکینت و وقار بکری والوں میں ہے بکریوں کے مکان میں نماز پڑھنا جائز فرمایا اور اونٹوں کے مکان میں نماز پڑھنے سے منع کیا۔ چنانچہ فرمایا صَلُّوْا فِي مَوَاجِ الْعَنَمِ وَلَا تَصَلُّوْا فِي مَعَادِنِ الْاِذِلِّ۔ اور اونٹ کا گوشت کھانے سے امر وضو فرمایا۔

اور بکری کا گوشت کھانے سے امر وضو نہیں کیا۔ یہ فرق ایسا ہے جیسا کہ سودا اور خرید و فروخت۔ اور مذبح اور غیر مذبح میں فرق ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ فخر اور بکری اونٹ والوں میں ہے اور آرام و سکینت و انکسار بکری والوں میں ہوتا ہے اور یہ بھی آیا ہے کہ بکری اونٹ کے سر پر ایک شیطان ہوتا ہے اور یہ بھی حدیث میں مذکور ہے کہ اونٹ جن ہے اور اسکی پیدائش جن سے ہوئی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اونٹ میں شیطانی قوت کا مادہ زیادہ ہوتا ہے۔ ہر چیز کے گوشت کا اثر جسم میں بالضرر ظاہر ہوتا ہے۔ ورنہ جانور و در چنگال والے پرندے یعنی بچے دار جانور اسلئے حرام ہوئے ہیں کہ ان میں درندگی سرشتی اور جور کنی عادت ہے اور انکا اثر کھانے میں بالضرر ظاہر ہوتا ہے جو انسان کے دین میں مضر ہے۔

پس جبکہ اونٹ میں شیطانی قوت کا ہونا مسلم بات ہے اور شیطان آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور آگ پانی سے بجھائی جاتی ہے۔ اور ایک حدیث نبوی میں آیا ہے کہ غصہ شیطان سے ہے پس جبکہ تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو وضو کرے اِنَّ الْعُصْبَ مِنَ الشَّيْطَانِ فَاِذَا عَصَبَ اَحَدُكُمْ فَلْيَتَوَضَّأْ ایسا ہی جب انسان اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو کرتا ہے تو اس کے وضو کرنے سے وہ شیطانی قوت بجھ جاتی ہے اور وہ فساد داخل ہو جاتا ہے اس لئے ہمیں امرِ معا کہ بطور استحباب ہر ایک اُس چیز کے کھانے سے وضو کر لیں جو آگ سے بجھائی جاتی ہے کیونکہ آگ کی پکی ہوئی چیز کھانے میں ملائکہ کے ساتھ مشابہت منقطع ہو جاتی ہے۔

۳۔ علاوہ بریں آگ کی پکی ہوئی چیز مار جنہم کو یاد دلاتی ہے لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا ضرورت داغ لگوانے سے منع فرمایا ہے۔

۴۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ گوشت شتر کے متعلق لکھتے ہیں کہ اونٹ کا گوشت کھانے سے امر وضو کا یہید یہ ہے کہ اونٹ کا گوشت تو ریت کے اندر حرام کیا گیا تھا اور تمام انبیاء بنی اسرائیل اُسکی حرمت پر متفق رہے اور ہمارے واسطے خدا تعالیٰ نے اُسکو حلال کر دیا تو اس کے ساتھ دو وجہ سے وضو بھی مقرر فرمایا۔ ایک تو یہ کہ یہ وضو اس بات کا کہ پہلے لوگوں نے اس کا کھانا حرام تھا اور ہمارے واسطے حلال کر دیا گیا شکر یہ ہو جاوے۔ دوسرے یہ کہ اُس کے حلال میں بعد اس کے کہ تمام انبیاء بنی اسرائیل ہر حرام را اس بات کا احتمال تھا کہ لوگوں کے دلوں میں اس کے حلال ہونے سے ایک طرح کا کہن کا گذرے لہذا اُس کے علاج کے لئے وضو کو مقرر فرمایا کیونکہ اُسکی حرمت سے اُس حلت کی طرف جس کے انتقال سے وضو لازم آ جاوے انتقال کرنا کی قدر سہل اور یا سخت نگیں خاطر ہے۔

قول فیصل از مؤلف
 ذکر و عورت کو چھونے اور متغیرہ اشیائے آتش کے کھانے سے امر وضو کے متعلق جو احادیث آئی ہیں اُن کے برخلاف احادیث متعارضہ بھی آئی ہیں۔ لہذا علما میں ان امور کے متعلق اختلاف ہے کوئی ان احادیث کے نسخہ ہونے کا قائل ہے جنہیں امر وضو کا ذکر ہے کوئی انکو محکم بتاتا ہے۔ بہر حال ہماری رائے میں ان سب احادیث میں سے نہ کوئی نسخہ ہے اور نہ پہلی احادیث میں امر وضو کا وجوب بلکہ سب میں بطور استحباب امر وضو کا اشارہ ہے اور یہ امور اس قبیل سے ہیں جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جبکہ تم میں سے غصہ آئے وضو کرے حالانکہ غصہ سے وضو نہیں ٹوٹتا بلکہ اس میں غصہ کی آگ بجھائی کے لئے استحباب وضو کی طرف اشارہ ہے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں

ذکر اُفلیک و ضاء یعنی جب کوئی ذکر کو چھوئے تو وضو کرے۔ اس سے ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس امر وضو سے وضو کا واجب ہونا سمجھ لیا۔ لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دوبارہ استفسار کیا تو آپ نے اُسکو جواب فرمایا کہ ذکر تو تیرے جسم کا ایک ٹکڑا ہے۔ یہ اسلئے فرمایا تاکہ اُس صحابی کے دل میں وجوب امر کا خیال نہ رہے ایسا ہی امر وضو در باب مس عورت و ذکر و متغیرہ آلتش کے کھانے سے یہ سب بطور استحباب ہیں اور اس سے نہ کسی حدیث میں تقارض آتا ہے اور نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک کلام کو منسوخ ٹھہرانا پڑتا ہے حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ بھی لکھتے ہیں کہ میرے نزدیک آدمی کو اس میں احتیاط کرنی بہت ضروری ہے۔

کپڑے پر لڑکی کے بول کرنے سے کپڑے کو دھونے اور لڑکے کے بول سے کپڑے پر صرف پانی چھڑکنے کی وجہ

۱۔ لڑکی اور لڑکے کے بول میں فرق ہونیکے تین وجوہات ہیں۔ اول یہ کہ مرد و عورت لڑکے کو بہ نسبت لڑکی کے زیادہ اُٹھاتے ہیں اور بیاعت عموم بلوی کے اُسکے بول کا دھونا مشکل ہوتا۔ دوسرا یہ کہ لڑکے کا بول ایک ہی جگہ نہیں ٹھہرتا بلکہ متفرق جگہ پر پڑتا ہے اور اس میں بھی بیاعت عموم بلوی ہونیکے سبب کپڑے کا دھونا مشکل ہوتا اور لڑکی کا بول اکثر ایک ہی جگہ پڑتا ہے اور وہ آسانی سے دھویا جاسکتا ہے تیسری وجہ یہ ہے کہ لڑکی کا بول بیاعت کثرت رطوبت کے زیادہ ناپاک اور بدبو والا ہوتا ہے۔ اور لڑکے کی کثرت حرارت اُسکے بول کی بدبو کو خفیف کرتی اور رطوبت کو چھلکا دیتی ہے اسلئے اس پر بدبو دنا پاکی کم ہوتی ہے۔ یہ وہ امور ہیں جو اپنے حن اعتبار سے لڑکی اور لڑکے کے بول میں ترقی ظاہر کر رہے ہیں اور انہی وجوہات کو نو رطوبت نے تیز کر کے اُنکے دھونے میں بھی مختلف حکم فرمایا لڑکی اور لڑکا جب تک طعام نہ کھاتے ہوں اُنکے بول کے متعلق فقہائے کرام و علمائے عظام کے تین اقوال ہیں۔ اول یہ کہ جس کپڑے پر لڑکی یا لڑکا کا بول پڑے اُسجگہ کو دھویا جائے دوسرا یہ قول ہے کہ پانی چھڑکا جاوے۔ تیسرا فرق عنوان الصدور آیا، اور یہ امر شریعت اسلام کی خوبیوں و حکمتوں و مصلحتوں پر مبنی ہے۔

۲۔ ابن ماجہ کی ایک حدیث میں یہ وجہ بتائی گئی ہے ابو ایمان مصری راوی ہے قَالَ سَأَلْتُ الشَّافِعِيَّ عَنْ حَدِيثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُدْنِي مِنْ بَوْلِ الْغُلَامِ وَيُغْسِلُ مِنْ بَوْلِ الْبَغَاةِ

وَالْمَا اِنْ جَبِجَا وَاحِدًا قَالَ لَا اَنْ كَوُلُ الْعَلَامِ مِنَ الْمَاءِ وَالطَّيْنِ وَبَوْلُ الْحَارِيَةِ مِنَ اللَّحْمِ
وَاللَّحْمِ ثُمَّ قَالَ لِي فَهَمَّتْ اَوْ قَالَ لَقِيتَتْ قَالَ قُلْتُ لَا قَالَ اِنَّ اللَّهَ تَعَالَى لَمْ يَخْلُقْ اَدَمَ
خَلَقَتْ حَوَاءٌ مِنْ صَلْبِهِ الْقَصِيرِ فَصَارَ بَوْلُ الْعَلَامِ مِنَ الْمَاءِ وَالطَّيْنِ وَصَارَ بَوْلُ الْحَارِيَةِ
مِنَ اللَّحْمِ وَاللَّحْمِ قَالَ لِي فَهَمَّتْ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ لِي لَفَعَلَكِ اللَّهُ بِهِ - ترجمہ یعنی ابو یان
مصری کہتا ہے میں نے حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ سے بنی علیہ السلام کی اس حدیث کا راز پوچھا جو
آپ نے فرمایا ہے کہ لڑکے کے بول کرنے سے کپڑے پر پانی کے چھینٹے مارے جائیں۔ اور لڑکی کے
بول کرنے سے کپڑا دھویا جاوے۔ میں نے پوچھا کہ ان دونوں بولوں میں اختلاف امر کی وجہ کیا ہے۔
حالانکہ دونوں پانی یعنی بول ہی ہیں اور ناپاک ہیں۔ حضرت امام شافعی نے فرمایا کہ لڑکے کا بول
پانی اور مٹی سے ہوتا ہے اور لڑکی کا بول گوشت اور خون سے ہوتا ہے۔ پھر مجھے کہا کہ تو نے
اس بات کا راز سمجھ لیا۔ میں نے کہا کہ نہیں سمجھا۔ فرمایا کہ جب خدا تعالیٰ نے آدم کو پیدا کیا تو حواء
علیہا السلام کو اس کی بائیں طرف کی چھوٹی پسلی سے پیدا کیا۔ پس لڑکے کا بول پانی اور مٹی سے فرمایا
اور لڑکی کا بول گوشت و خون سے ہوا لہذا ان کے دھونے میں بھی مختلف حکم ہوا۔ پھر مجھے فرمایا کہ تو نے
اس حکم کے راز کو سمجھ لیا۔ میں نے کہا میں اس راز کو سمجھ لیا۔ مجھے فرمایا خدا انجے اس سے نفع دے۔

بَابُ الْمَسْحِ عَلَى الْخَفَيْنِ

مسح موزہ کا راز

چونکہ وضو کا ان اعضاء ظاہرہ کے دھونے پر مدار تھا جو جلد جلد گرد و غبار میں آلودہ ہوتے رہتے
ہیں اور پھر موزوں کے پہننے سے اعضاء باطنیہ میں داخل ہو جاتے ہیں اور غوب میں موزوں کے
پہننے کا بہت دستور تھا اور ہر نماز کے وقت ان کے اتارنے میں ایک قسم کی وقت تھی اس واسطے
فی الجملہ ان کے پہننے کی حالت میں ان کا دھونا ساقط کر دیا گیا اور حکم دیا گیا کہ موزے کے اوپر مسح
کیا کریں تاکہ پیروں کا دھونا یا آجائے۔ مسح پیر دنگے دھونے کا ایک نمونہ ہے اور اس سے
اس کے سوا اور کچھ مقصود نہیں ہے۔

موزہ پر نیچے کی جانب مسح مشروع نہ ہونے کی وجہ

اگر مسح موزہ نیچے کی جانب مشروع ہوتا تو بڑا حرج ہوتا۔ کیونکہ نیچے کی جانب مسح کرنے میں میں پر چلتے وقت موزوں کے گرد سے آلودہ ہونیکا گمان غالب ہے۔ لہذا عقل کا مقتضی یہی ہے کہ اوپر کی جانب مسح کیا جاوے۔

مسح موزہ مقیم کے لئے ایک دن رات سا فریضے تین دن رات مقرر ہونے کی حکمت

جہاں آسانی کر دیجی ہے وہاں کوئی ایسی چیز جسکی وجہ سے نفس کو عبادت مطلوبہ کے ترک کرینے مطلق العنانی نہ ہو جائے مقرر کر دیا ہے۔ لہذا شریع علیہ السلام نے اس بات کے حاصل کرنے کے لئے وہ باتیں اسکے ساتھ مقرر کر دیں۔ ایک تو مسح کی مدت مقیم کے لئے ایک دن رات اور مسافر کے لئے تین دن رات مقرر فرمائے اسلئے کہ ایک دن رات کی ایسی مدت ہے کہ اسکا انتظام اور التزام ہو سکتا، بہت سی چیزوں کو جسکا التزام کرنا چاہتے ہیں اس مدت کے ساتھ انکا التزام رکھتے ہیں اور تین دن رات کی مدت بھی ایسی ہی ہے یہ دونوں مدیں مقیم و مسافر پھر انکے رفع جرح اور تکلیف کے موافق تقسیم کر دیجی ہیں۔ پھر شریع علیہ السلام نے اس میں یہ دوسری شرط لگا دی کہ موزوں کو طہارت کی حالت میں پہنا ہوتا کہ پہننے والے کے دل میں اسی وقت کی طہارت کا نقشہ حمار ہے اسلئے کہ موزوں کی حالت میں گرد و غبار کا اثر کم ہوتا ہے اس طہارت کو وہ اس طہارت پر قیاس کر لیتا ہے اور اس قسم کے قیاسات کا نفس کی تنبیہ میں پورا پورا اثر ہوتا ہے۔

پٹی پر مسح کی وجہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اِنَّمَا لِيَكْفِيَهُ اَنْ يَتِمَّ وَيَعْصِبَ عَلٰى جُزْءٍ خَرَقَةٍ ثُمَّ يَمْسَحْ عَلَيْهِمْ وَيُخْصِلْ سَائِرَ جَسَدِكَ ترجمہ۔ یعنی اگر کوئی شخص زخمی ہو تو اسکو اسقید کافی کہ تیمم کرے اور اپنے زخم پر پٹی باندھ لے اور اُس پر تھامے پھر لے اور باقی بدن کو دھو ڈالے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ تیمم جس طرح تمام بدن کا بدل ہے۔ اسی طرح ایک عضو کا بدل ہے اس واسطے کہ اسکا حال ایسا ہے جیسے کوئی مؤثر بالخاصیت شے کا حال ہوتا ہے اور اس میں مسح کرینیکا حکم ہے۔

باب المیاء

کنوئیں میں چوہا وغیرہ جانوروں کے مرنے سے ڈول نکالنے کا راز

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک چوہے کے بارے میں جو کہ گہی میں پڑ گیا تھا مسئلہ دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا اَلْقُوْهُ اَوْ دَمًا حَوْضًا دَكْلُوْهُ - کَذَا فِي الْبَحْرِ - ترجمہ یعنی چوہے اور چوہیلے کے پٹنے کی آس پاس والی جگہ سے گہی پھینک دو اور باقی کھالو۔ اس میں جھے اور کھلے ہوئے گہی کو کم بیش کی تشریح نہیں آئی ہے۔ پس بطریق اولیٰ یا پانی کا حکم بھی یہی ہونا مناسب تر کہتا ہے اور اس مناسبت پر کنوئیں میں چوہا وغیرہ جانور پٹنے سے ڈول نکالنے کا حکم لازم آتا ہے۔

۲۔ اگر ایک دو چوہے یا اس قسم کے اور جانور کنوئیں میں مرنے سے سارا پانی نکالنے کا حکم مہنتا تو حرج و تکلیف تھی اور آسانی و تسہیل کی حکمت جو لازم حال دین اسلام ہے ایسے امر سے مانع تھی لہذا ڈول نکالنے کا امر ہوا۔ ڈول نکالنے کی تعین صحابہ اور تابعین کے آثار میں مروی ہے جیسے ابن زبیر سے زنگی کے بارے میں اور حضرت علی سے چوہے کے بارے میں اور بخاری اور شعبی سے بنی کے قریب جانور میں اگر ایسے حلو نہ ہوتے تو بڑی دقتیں پیش آتیں۔

پلیید چشمہ دار کنوئیں سے دوسو تین سو ڈول نکالنے سے کنوئیں پاک ہونے کی حکمت

۱۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے راوی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کنوئیں میں چوہا اگر مر جاوے تو بیس سے تیس ڈول درمیانے نکالے جائیں۔ اسی دلیل سے کنوئیں کی کثرت و قلت ناپاکی کا حساب و قیاس کیا گیا ہے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ جبکہ ایک چوہا کنوئیں میں مرنے سے بیس سے لیکر تیس ڈول نکالنے کا حکم ہوا تو بدین قیاس اگر کنوئیں میں پلییدی کی کثرت خواہ کسی جانور یا کسی نجاست کے گرنے سے واقع ہو جاوے اور اس کا سارا پانی نہ نکال سکتے ہوں تو اس کثرت پلییدی کا وزن دس چوہوں کی پلییدی کی طرح قیاس کیا گیا ہے کیونکہ دس جمع کثیر کا پہلا عدد ہے۔ اور ہر چیز کی کثرت دس سے شروع ہوتی ہے۔ لہذا اسی قیاس پر بیس و تیس کو علیحدہ علیحدہ دس کے ساتھ ضرب دینے سے دوسو اور تین سو حاصل ضرب ہوتے ہیں۔ یہ دوسو ڈول سے تین سو تک آنحضرت کی حدیث مذکورہ بالا

سے اخذ کئے گئے ہیں کیونکہ آنحضرتؐ نے جبکہ ایک چوہے کے مرنے سے بیس اور تیس ڈول نکالنے فرمائے ہیں تو دس چوہوں کی طرح پلیدی واقع ہونے سے دو سو دین سو ڈول نکالنے چاہئیں اور دس کی حد کنوئیں کی کثرت ناپاکی کی اسوجہ سے ٹھہری ہے کہ یہ عدد جمع کثیر کا پہلا عدد ہے اور اس سے کثرت جاثث سمجھی گئی ہے اور اس طرح کسی ایک بڑے جانور کے کنوئیں میں مرنے سے یا کسی ایسے چھوٹے جانور کے کنوئیں میں پھٹنے بھوٹنے سے دس چوہوں کے مرتیکے قائم مقام ٹھہرایا گیا ہے۔
۴۔ کنوئیں میں کسی تھوڑی یا بہت نجاست کے گرنے سے اسکو پاک کر نیکیے لئے کوئی خاص حدو معیار ضرور ہونا چاہیے جسکی تعمیل سے لوگوں کے دہم رفع ہو کر اطمینان خاطر ہو جاوے اور انکو اس پانی کے پینے میں کوئی تردد و گمان ناپاکی کا نہ رہے۔ لہذا ڈول نکالنے مقرر ہوئے۔

۵۔ اگر تھوڑی نجاست کے گرنے سے سارے پانی کا نکالنا یا زیادہ ڈول مقرر کئے جاتے یا چشمہ دار کنواں ہونیکی حالت میں کل کنواں صاف کر نیا امر ہو تا تو یہ امر دین کی آسانی و تیسر کے برخلاف ہے۔ لہذا ایک خاص حد تک ڈول نکالنے مقرر ہوئے اور اس سوال کا جواب کہ اس مقدار سے کیوں ڈول کم و بیش مقرر نہ ہوئے یہ ہے کہ ایسی پاکی و ناپاکی کی حد کی تمیز جو بظاہر محسوس و مرئی نہ ہو تو ربوبی سے ہو سکتی ہے۔ یہ امر ایسا ہے جیسا کہ ڈاکٹر و طبیب لوگ مریض کے جسم کی حرارت کو مقیاس الحار ت لگا کر معلوم کر لیتے ہیں کہ اتنے درجہ تک حرارت و سردی پہنچی ہے۔

کتے کا برتن میں ڈالنے یا اس پانی وغیرہ پینے سے اس برتن کو

سات بار دھوئیے پاک ہونیکی حکمت

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِي الدَّنَاءِ فَاعْسِلُوا سَبْعَ مَرَّاتٍ وَعَقِرُوا التَّائِمَةَ بِالنَّزَّابِ ترجمہ یعنی کسی برتن میں کتا پانی پی جائے یا کھا جائے تو اس برتن کو پاک کر نیکیے لئے سات بار دھو ڈالو اور آٹھویں بار اسکو مٹی سے مانج دو۔

کتے کے لعاب کی رطوبت کا اثر بہت قوی و زہریلا ہوتا ہے اور وہ برتن وغیرہ ہر ایک چیز میں یکساں ہوتا ہے جو شخص کتے کا پس خوردہ یا کتے کے مناثر برتن وغیرہ میں کھانا کھائے یا پانی وغیرہ پیئے بالضرور اس میں درندگی و بد اخلاقی کا اثر سراپت کر جاتا ہے لہذا آنحضرتؐ نے اس برتن کو جس میں کتے نے پانی پیا یا کھا یا ہوا اسکو بکثرت دھونے کا امر فرمایا اور سات بار کی تعداد کثرت سے

دھونے کی تاکید پر دال ہے اور سات بائز تک دھونے کی تعیین اس امر پر دال ہے کہ آنحضرت کو فربہ نبوی سے اس حد تک دھونے سے پلیدی و اثر کے رفع ہو نہکا علم ہو چکا تھا لہذا یہ حد مقرر فرمادی۔ اور اٹھویں بار مٹی سے سانجھا اسلئے فرمایا کہ نہریلے مادہ کی رطوبت کا اثر جو برتن وغیرہ میں سرایت کر جائے اسکو مٹی کا مادہ نکالتے اٹھا دیتا ہے سکے کی نہریلے رطوبت کے اثر کا میں ذاتی تجربہ رکھتا ہوں۔ ابھی تھوڑے ایام ہوئے کہ میں راولپنڈی میں برہمکان اخویم سیف علیخان بعد ازلے نماز عصر چار پائی سے پائوں نیچے تار کر کر بیٹھا ہوا تھا کہ انکی پالتو کئی نے میرے دائیں پائوں کو سونگھا اور اسلئے دھن کا لعاب میرے پائوں پر گرا۔ اسی وقت اس رطوبت کی جگہ سے میرے پائوں میں درد شروع ہو گیا۔ جب اسکو کسی بار دھو ڈالا تو درد رفع ہو گیا۔

حدیث میں کہتے دالے مکان میں ملائکہ کا نہ داخل ہونا جوتا ہے وہ اس امر کی تائید میں ہے آدمی وغیرہ کو جب کتا سونگھے یا چائے تو اسلئے سونگھنے و چاٹنے والے مقام کے ذرات میں انتشار و پراگندگی پیدا ہو جاتی ہے اور جب خارجی ہونے لطیف و دراز خوں کا اثر اس پر پڑتا ہے تو انتشار و پراگندگی میں رکاوٹ آ جاتی ہے۔ کچھ تعجب نہیں کہ سب کہ وہ لوگ جنگ و شب و روز کتوں کے ساتھ شغل رہتا ہے اور کہتے انکے ساتھ کتوں کو چاٹتے ہیں۔ انکو کوئی درد وغیرہ محسوس نہیں ہوتا ہے وہ ہمارے مضمون پر پراگندہ اثر کر رہے ہیں کہ کتوں کے چاٹنے سے درمیانوں نہیں ہوتا۔ اسکا جواب یہ ہے کہ وہ لطیف و پاکیزہ جوہر و مادہ جسکے ساتھ کثرت ملائکہ کا تعلق ہوتا ہے وہ انکے اندر سے باعین کثرت صحبت و زندگان و سنگان و غیرہ آ جاتا ہے اور ملائکہ کا تعلق بھی انکے ساتھ بہت کم ہو جاتا ہے اور انکی طبائع کا رنگ و مناسبت اپنے ہنشین کی طبائع پر ہو جاتی ہے اسلئے انکو درد کا احساس نہیں ہوتا۔ درد زندگی کو ہوتا ہے جہاں آگے ہی موت موجود ہوتا ہے درد کا احساس نہیں ہوتا۔ یہاں تو جمال ہنشین و اس اثر کو دلی بالکل مثال ہے :

پانی اور تمام رکیک شیا میں ناپاک شیا پڑنے سے قوت

استحاله سے نکلے پاک ہو بیگرا ز

قیاس و عقل کا تقاضا ہے کہ جب تک پانی کو نجاست متغیر نہ کرے وہ پانی اپنے حال پر ہے اور پاک و طیب ہے اور خدا تعالیٰ کے قول *يُحِلُّ لَكُمُ الْفُلُكُوتَ وَحَرَامٌ عَلَيْكُمْ جُنُثُوتُهَا* میں داخل ہے

یہ قیاس تمام روان مدیک ایک ہشتیار کو شامل ہے کہ جب پانی وغیرہ ایسی رکیک ہشتیار میں نجاست پڑ کر مستحیل ہو جاوے اور اس کا رنگ و بوی و ذائقہ ہی ظاہر نہ ہو تو وہ پاک ہے۔ اہل حجاز کا بھی یہی قول ہے اور اس پر اصول و عقول و فصوص کی دلالت ہے کہ وہ ناپاک نہیں ہے کیونکہ خدا نے طہیات کو مسامح کیا ہے اور خبائث کو حرام ٹھہرایا ہے اور طیب و خبیث یعنی پاک و ناپاک ہشتیار اپنی صفات قائمہ کے اعتبار سے شناخت کی جاتی ہیں پس جب تک وہ صفت قائم ہو تو اس صفت کے تابع کا حکم ہو گا اور جب وہ صفت زائل ہو جاوے اور اس کی جگہ دوسری صفت آ جاوے تو پہلا حکم زائل ہو جاتا ہے۔ اور اس کی ضد اس کی جگہ آ جاتی ہے پس پانی اور طعام اپنی صفت لازمہ کے قائم ہونے تک پاک ہوتے ہیں جب وہ صفت زائل ہو جائے اور اس کی جگہ خبائث کی صفت آ جاوے تو خبیث یعنی ناپاک ہو جاتا ہے اور جب خبائث کی صفت زائل ہو جاوے تو پاکی کی صفت پڑ جاتا ہے اور یہ امر مثل شیرہ پاک کے ہے کہ جب شیرہ انگور کا خمر بنایا جاوے تو وہ ناپاک ہو جاتا ہے اور جب ناپاکی کی صفت اس میں سے زائل ہو جاوے اور پہلی صفت پڑ آ جاوے تو وہ پاک ہو جاتا ہے اور جب بہت سی پانی ناپاکی سے بدل جاوے تو وہ ناپاک ہو جاتا ہے اور جب وہ صفت متغیرہ بدل جائے تو پاک ہو جاتا ہے جب کوئی مسلمان شخص مرند ہو جاوے تو وہ خبیث یعنی ناپاک ہو جاتا ہے اور جب اسلام کی طرف عود کرے تو پاک ہو جاتا ہے۔ تمام رکیک ہشتیار میں یہ قیاس ہے کہ جب انہیں نجاست پڑ جائے اور ان میں سے کسی قسم کا شہہ ختم ہو جاوے اور اس کا اثر رنگ و بوی و ذائقہ ظاہر نہ ہو تو طہیات میں سے ہے خبائث میں سے نہیں ہے اور نبی علیہ السلام سے بھی روایت ہے کہ آپ فرماتے ہیں اَلْمَاءُ لَا يَجْسُ یعنی پانی جس نہیں ہوتا۔ اور یہ امر بھی ہمایہ صحت پہنچ چکا ہے کہ آپ فرماتے ہیں اِنَّ الْمَاءَ لَا يَجْسُ یعنی پانی جنبی نہیں ہوتا۔ یہ دونوں امر مرتفع نفس ہے کہ پانی ملاقات نجاست سے جس نہیں ہوتا۔ اور اس کی پاک کو نجاست از الہ حدیث میں سلب نہیں کرتی ہے۔ اور جو شخص پانی کو ملاقات نجاست سے جس و جنبی قرار دیتا ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے برخلاف کہتا ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح بخاری میں آیا ہے کہ آپ نے پوچھا گیا۔ سَمِعْتُ عَنْ خَاتَمِ دَقِيقَةٍ فِي سَمْنٍ فَقَالَ الْوُحَا وَمَا حَوْلَهُ وَكُلُّهُ۔ ترجمہ۔ یعنی آنحضرت ایک چوبے کے بائے میں پوچھا گیا جو گھی میں پڑ گیا تھا فرمایا اس کو یعنی چوبے کو نکال کر چھین دو اور اس کے گرد و پیش سے بھی کچھ قدر گھی نکال دو اور باقی کو کھا لو۔ اور اس امر کی تشریح نہیں کی گئی کہ وہ جامہ ہوا ہو یا رکیک و رواں ہو۔ تب تو جامہ بہت ہو پس بطریق اولیٰ پانی کا بھی یہی حکم ہونا چاہیے۔ اور پھر پانی میں سے

استحالة سے خریدنے منہرب کا پاک ہو جانا موافق قیاس ہے۔ کیونکہ خمر میں خبثت کا وصف قائم ہونے سے نجس ہے۔ پس جب وہ صفت ہٹ جاوے تو خبثت ہٹ جاتی ہے اور شریعت کا اصل اسکے مصادر و موارد میں بلکہ اصل نواہ و عذاب میں ہی ہے۔ اور اس قیاس صحیح پر تمام نجاستوں و ناپاکیوں کا حکم ہے کہ جب وہ مستحیل ہو جاوے تو پاک ہو جاتی ہیں۔ نبی علیہ السلام نے مشرکوں کی قبریں اکھیر کر اپنی مسجد بنائی اور مسجد کے سے مٹی نقل نہ کی۔ اور خدا تعالیٰ نے دودھ کے متعلق قرآن مجید میں صریح خبر دی ہے کہ دودھ جائز اور گوبر و خون کے اندر سے نکلتا ہے چنانچہ وہ فرماتا ہے۔
 وَلَئِنْ لَّكُم فِی الدِّنْهَامِ لَعِبْرَةٌ لِّسَفِیْهِكُمْ فَمَا فِیْ بُطُونِهِمْ مِنْ بَیْنِ فَرْثٍ وَدَمٍ لِّكُنَّا خَلَاصًا لِّكُلِّ شَآءٍ یُّبَیِّنُ
 یعنی تمکو جو پایہ موشی کے حال سے عبرت پکڑنی چاہئے کہ ہم تمکو ان کے پیٹوں میں سے گوبر و خون کے اندر سے دودھ نکال کر تہرا و خوشگوار بنا کر پلاتے ہیں اور وہ پیٹے والوں کو خوشگوار ہے۔ تمام مسلمانوں کا اس امر پر اتفاق ہے کہ جب کوئی دودھ والی بھینس گائے وغیرہ حلال جائز نجاست کھا جائے تو روک کر اسکو پاک چارہ دیا جائے تو اسکا دودھ و گوشت پاک ہو جاتے ہیں ایسا ہی حال کبوتری اور بھیلوں کا ہے کہ جب انکو نجس پانی سے آب پاشی کیاوے تو بوجہ استحالة وہ پاک ہو جاتے ہیں اور اسکے برعکس معاملہ بھی ہے کہ جب ایک پاک چیز مستحیل ہو جاوے تو وہ ناپاک ہو جاتی ہے۔ مثلاً پانی اور طعام مستحیل ہو کر بول و براز بخاتے ہیں اور استحالة جبکہ طیب کو خبیث کی حالت میں منتقل کر دیتی ہے تو پھر قوت استحالة خبیث کو طیب کرنے میں کیوں مؤثر نہ ہوگی۔ حالانکہ خدا تعالیٰ طیب سے خبیث (و خبیث سے طیب) پیدا کرتا ہے۔ ہر چیز کا اعتبار اسکے وصف پر ہوتا ہے اور یہ امر متفق و ناممکن ہے کہ ایک چیز پر دو ہی حکم باقی ہے حالانکہ اس حکم کی صفت و نام اس سے زائل ہو چکا ہو۔ حکم تو بالذات اسم و صفت کے ہوتا ہے اور صفت کے وجود و عدم پر حکم کا مدار ہوتا ہے۔ پس حرمت مردار و خون و گوشت و خوک کے انصوص کبھتی اور بھیلوں کا کسر نہک۔ مٹی۔ سرکہ کو لفظ و معنی و نفس و قیاس کے رو سے نہیں پہنچتے اور استحالة خرد و دیگر شہائے درمیان فرق کر نیوالے کہتے ہیں کہ خمر استحالة سے نجس ہوتا ہے اور استحالة سے پاک ہوتا ہے۔
 اور ایسا ہی بول و براز استحالة سے نجس ہوتے ہیں اور استحالة سے پاک ہوتے ہیں۔ پس ظاہر ہوا کہ قیاس انصوص کے ساتھ ہے اور قیاس کی مخالفت ان اقوال میں ہوتی ہے جو انصوص کے مخالف ہوں

وجہ تبیین قلّتین

پانی کے رہنے کی دو جگہ ہیں۔ ایک معدن دوسرا برتن۔ معدن تو کنوئیں اور چشتے ہیں اور

جھیل و تالاب بھی اُن میں شامل ہے۔ اور برتن مشک، گندہ اور شکے طشت وغیرہ ہوتے ہیں۔ قلتین کو کثیر اور قلیل پانی کے اندر حد فاصل کی تمیز کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔ کیونکہ آب کثیر و قلیل کے اندر ایک حد فاصل کا ہونا ضروری تھا۔ اور یہ بات مشکل سے مقرر نہیں ہوئی ہے بلکہ تمام مقابہ شریعیہ کا حال ایسا ہی ہے۔ معدن ایک ایسی چیز ہے کہ اُسکے ناپاک ہونے سے بڑا حرج و ضرر ہوتا ہے اُسکے پانی کے نکالنے میں بڑی دقت و تکلیف اُٹھانی پڑتی ہے اور برتن تو روزمرہ ہر سے جایا کرتے ہیں اور اُنکا پانی اونڈیلنے میں کچھ تکلیف نہیں ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں معدن کے لئے ڈمکن نہیں ہوتا ہے اور وہ پانی جانوروں کے گوبر اور درندوں کے منہ ڈالنے سے محفوظ نہیں رہ سکتے۔ اور برتنوں کے محفوظ رکھنے اور ڈھکنے میں کچھ زیادہ تکلیف و دقت نہیں ہوتی ہے۔ بجز اُن جانوروں کے جو گھروں میں پھرتے رہتے ہیں اور نیز معدن میں پانی کثرت سے ہوتا ہے۔ بہت سی نجاست کا بھی امیں پتہ نہیں لگتا۔ اور اسکا کچھ اثر نہیں ہوتا بخلاف برتنوں کے اسواسطے یہ بات ضروری ہوئی کہ معدن کا حکم اور ہوا اور ظروف کا حکم اور ہو۔ اور معدن میں اُن چیزوں کی معافی دی جائے کہ جنسے ظروف میں معافی نہیں ہے۔ اور معدن اور ظروف میں سوائے قلتین کے کوئی چیز حد فاصل نہیں ہو سکتی ہے اسواسطے کہ کنواں اور حشمتہ قلتین سے تو کیسے طرح کم نہیں ہو سکتا اور جو پانی قلتین سے کم ہو اُسکو نہ حوض کہتے ہیں نہ تالاب کہتے ہیں بلکہ اُسکو گڑھا کہتے ہیں اور اگر دو قلعہ پانی ہموار زمین میں ہو تو غالباً پانچ باشت چوڑی اور سات باشت لمبی جگہ میں سما سکتا ہے اور وہ حوض کا اونی درجہ ہے۔ اور عرب میں سب کے برابر برتن پانی رکھنے کا قلعہ ہوتا ہے انہیں اس بڑا کوئی برتن نہیں ہوتا اور قلعے ہی سب برابر نہیں ہوتے۔ بعض ڈیڑھ قلعے کے برابر بعض سوا کے بعض ایک اور تہائی کے برابر لیکن ایک قلعہ دوسرے برابر نہیں ہوتا۔ پس قلتین کی مقدار یعنی دو قلعے کا اندازہ ایسا ہے کہ کوئی برتن اس مقدار کو نہیں پہنچتا اور کوئی معدن اس سے کم نہیں ہوتا اسواسطے آب قلیل اور آب کثیر کے اندر قلتین کی مقدار حد فاصل وتر پائی۔ اور جو قلتین کا فانی نہر ہے جیسے مالکیہ۔ انہوں نے بھی آب کثیر کا اندازہ قلتین کے قریب قریب کیا ہے یا تنگل کے کنوؤں میں اونٹ کی مینگنی کے برابر نجاست کی معافی کا حکم دیا ہے۔ یہاں سے معلوم کرنا چاہئے کہ حد و شریعیہ ایسی ضروری صورتوں میں قائم کی گئی ہیں کہ اُنکے بغیر لوگوں کو چارہ ہی نہیں ہو سکتا اور اُنکے سوا کسی عقل میں کچھ تدبیر ہی نہیں سکتی۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں اِذَا بَلَغَ الْمَاءُ قُلْتَيْنِ لَمْ يَجْعَلْ حُبًّا۔ ترجمہ یعنی جب پانی

قلین تک پہنچتا ہے تو اپنے اوپر ناپاکی کو نہیں آنے دیتا۔ اس سے معنوی ناپاکی مراد ہے۔
 کہ جسکو شرع ناپاک کہتی ہے عوف اور عادت کے اعتبار سے ناپاک مراد نہیں ہے اور جبکہ نجاست
 کی وجہ سے پانی کی کسی بات میں فرق آجائے اور کسیت اور کیفیت کے اعتبار سے اُس پر نجاست
 کا غلبہ ہو جائے تو وہ اس سے خارج ہو جاتا ہے۔

بیرضاء کی نجاستوں اور اسکی پاکی کے وجوہات

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں الْمَاءُ طَهُورٌ لَا يُتَجَسَّسُ شَيْئٌ۔ ترجمہ یعنی پانی پاک
 کرینو الا ہے۔ کوئی چیز اسکو ناپاک نہیں کر سکتی اور فرمایا الْمَاءُ لَا يُتَجَسَّسُ یعنی پانی ناپاک
 نہیں ہوتا۔ اور فرمایا الْمُتَجَسَّسُ لَا يُجَسَّسُ۔ ترجمہ یعنی مومن ناپاک نہیں ہوتا۔ اور فرمایا لَا يَكُونُ
 لَا يُجَسَّسُ وَاللَّذْضُ لَا يُجَسَّسُ۔ ترجمہ۔ یعنی بدن ناپاک نہیں ہوتا اور زمین ناپاک نہیں ہوتی۔ ان
 سب سے مراد خاص نجاست کی نفی ہے جو قرآن حالیہ و مقالیہ سے مفہوم ہو سکتی ہے۔ اور پانی
 کے ناپاک نہ ہونے سے یہ مراد ہے کہ معادن میں نجاست کے پڑنے سے جب نجاست اُن میں سے
 نکال کر چھینکدے بجائے اور پانی کی کوئی صفت ہی نہ بدلے اور اسکا اثر ظاہر نہ ہو تو وہ ناپاک
 نہیں رہتے اور بدن کو خواہ کسی ہی ناپاکی لگ جاوے جب وہ ہو ڈالو تو پاک ہو جاتا ہے ناپاک
 نہیں رہ سکتا۔ اور زمین بھی کیسی ہی ناپاک ہو مہینہ برسے اور دھوپ پڑنے اور غلات کے
 اور چلنے پھرنے سے صاف و ستھری ہو جاتی ہے۔ نجاست کا نام ہی نہیں رہتا اور بیرضاء
 میں شومی گمان کر سکتا ہے کہ اُس میں نجاستیں پڑی را کرتی تھیں کیسے طرح یہ گمان نہیں ہو سکتا اسکا
 کہ ایسی چیز سے بنی آدم کو طبعی نفرت ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اسکا پانی کس طرح پی سکتے تھے
 اصل بات یہ ہے کہ جس طرح آج کل ہمارے زمانہ میں کنوؤں کے اندر نجاستیں پڑ جاتی ہیں اور
 قصداً انکو کوئی نہیں ڈالتا اسی طرح اُس میں بھی نجاستیں پڑ جاتی تھیں اور یہ نکال کر چھینک دیا
 کرتے تھے۔ پھر جب اسلام آیا تو انہوں نے طہارت شرعیہ کا جو انکی طہارت کے علاوہ نہ تھا
 صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو اپنے فرمایا پانی پاک کرینو الی چیز ہے۔ کوئی چیز اسکو ناپاک نہیں کر سکتی
 یعنی اسکا ناپاک ہونا وہی ہے جو تم ہی جانتے ہو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں یہ
 کوئی تاویل صحت عن الظاہر نہیں ہے بلکہ عرب کا کلام اسی طرح ہوتا ہے۔ دیکھو خدا تعالیٰ
 فرماتا ہے قُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔ ترجمہ۔ یعنی کہہ دے میرا پاس

جو وحی کیا گیا ہے اس میں کھانے والے کے لئے کوئی کھانگی چیز نہیں حرام نہیں پاتا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جن چیزوں میں تم جھگڑتے رہتے ہو ان میں کوئی حرام چیز نہیں پاتا۔ جب کوئی شخص کسی طبیب سے کسی چیز کے استعمال کرنے کو دریافت کرے اور وہ کہے کہ اسکا استعمال جائز نہیں ہے تو اس سے یہ بات معلوم ہو سکتی ہے کہ اسکی صحت بدن کے اعتبار سے اسکا استعمال ناجائز ہے۔

آب استادہ و سایہ اور خت و راستہ میں منع بول و براز کی وجہ

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی امت کے لوگوں کو خطاب کر کے فرمایا اَنَا لَكُمْ مَثَلٌ اَلْوَالِدُ بَوْلًا اَعْلَمَكُمْ تَوَجَّهْ یعنی میں تمہارے لئے باپ کی طرح ہوں۔ اور تم میرے لئے روحانی بیٹے ہو۔ اور میں تمہارا روحانی باپ یعنی معلم ہوں۔ تم کو ادب و شریعت سکھاتا ہوں۔ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو احکام شریعت کی تعلیم فرمائی ہے۔ ایسا ہی اشیاء کثیرۃ الضرورت والوجود کے حقوق بتائے اور ان کے برتاؤ کے لئے انسان کو سکھائے اور ان کے ساتھ امور مضرہ متوقع الوقوع سے پرہیز لایا۔ ازاں جملہ پانیوں و راستوں میں اور سایہ وار و ختوں کے نیچے بول و براز کرنے سے منع فرمایا چنانچہ فرمایا لَا يَبُولُونَ اَحَدًا كَهْمُ فِي الْمَاءِ الَّذِي اَنْجَحَ النَّجْرَى ثُمَّ يَفْسِلُ تَوَجَّهْ یعنی استادہ پانی جو جاری نہیں ہے اس میں تم میں سے کوئی آدمی بول نہ کرے۔ اور پھر اس میں غسل کرے۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ اس میں ہر ایک دو باتوں سے خالی نہیں ہے۔ یا تو اس وقت پانی کا تغیر لازم آتا ہے۔ یا وہ پانی جاری کے متغیر ہوئے کا سبب ہو سکتا ہے۔ کہ جب اس کو لوگ پیشاب کرتا ہو یا نہلاتا ہوا دیکھیں گے۔ تو وہ بھی ایسا ہی کریں گے۔ اور وہ بھی منجملہ اُن صورتوں کے ہے جنکی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اَتَقْنُوا لِلْاَحْيَانِ تَوَجَّهْ یعنی لغت کرنے والوں سے ڈرو۔ مگر جبکہ پانی جاری ہو اور بول و براز کے لئے اور کوئی جگہ نہ ملے۔ اور مجبوری ہو تو اس کا حکم اور ہے۔ مگر بغیر غرض و مجبوری استادہ و جاری و صاف پانی میں بول و براز کرنا فطرت انسانی کے خلاف ہے۔ کیونکہ جس چیز کے ساتھ انسان کو مطافط و طہارت کی شرافت حاصل ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ ایسی بدسلوکی کرنا سراسر انسانیت سے باہر ہے۔

راستہ و تنابہ دار و درخت یعنی جہاں گذر عام یا لوگوں کی نشست و برخاست کی جگہ ہو یا بھی بول و براز کرنے سے منع فرمایا۔ کیونکہ یہ امر لوگوں کی ایذا کا باعث ہے۔ اور غلاف

ادب و فطرت انسانی کے ہے۔ اور ایسا ہی اور اشیا جو لوگوں کے فائدہ و انتفاع کی چیزیں ہیں۔ ان کا بھی یہی حکم ہے۔ اَتَقُوا لِلَّذِیْنَ فَرَکَیْہِمْ سَبْحًا دِیًا۔ کہ لوگوں کی لعنت سے اور ان کو ایذا پہنچنے پہنچانے سے بچنا چاہئے۔

کنوئیں میں اینٹوں پاپوش وغیرہ ایسی مشتبہ چیز گرنے سے بیٹس سے تیس ڈول تک کا لٹے سے کنوئیں پاک ہوگی وجہ

اگر کنوئیں جیسے مسدود و قلیل پانی میں کوئی ایسی نجاست گر جاوے۔ تو دیکھا گیا۔ کہ زکی و پاکیزہ طہارے انسانی میں اس پانی کو استعمال کرنے سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ لہذا ضرور تھا۔ کہ ایسی نجاستوں کو کنوئیں سے نکالنے کے بعد۔ نورنبوی نے لوگوں کی طبعی نفرت کو دور کرنے کے لئے کوئی حد معین و حکم خاص فرمایا ہو جس سے لوگوں کے وہم و گمان و شکوک رفع ہو جائیں کیونکہ ناپاکی کمال کر بھی دیکھا گیا ہے کچھ بھی طبعیتوں میں اس پانی سے نفرت باقی رہتی ہے لہذا جب اس ناپاکی کی حد مقرر کی جاوے۔ اور وہوں کو رفع کرنے کے لئے کچھ ڈول نکالنے مقرر کئے جائیں۔ تو وہم و شکوک رفع ہو جاتے ہیں قبل ازیں بحوالہ حدیث نبوی لکھا جا چکا ہے۔ کہ کنوئیں میں چڑھایا اس جیسا جانور گر کر مر جانے سے بیٹس سے تیس ڈول تک نکالنے کا امر آیا ہے۔ کنوئیں میں اس قدر نجاست کے لئے اس قدر ڈول نکالنے سے رفع نجاست کی تیز نور نبوی کا خاصہ ہے۔ اس میں کسی دوسرے کی شرکت نہیں ہے۔ پس ایسے اینٹوں جن میں نجاست مغلطہ کا یقین نہ ہو اور محض شبہ ہو تو ایسی نجاست کو اس نجاست کے مقدار پر مناسب ہے جس کے لئے نورنبوی نے بیٹس سے تیس ڈول تک نکالنے تجویز فرمائے۔ کیونکہ اگر ایسی نجاست مغلطہ ہوتی تو اس کے لئے حکم آتا۔ لہذا ایسی نجاست خفیفہ سے اوپر اور مغلطہ سے نیچے ہے۔ بلکہ اس میں زیادہ تر شک و وہم کی نجاست ہے۔ ورنہ پاپوش کو اگر کوئی نجاست ملتی نہ ہو۔ اور اس کا چرم و بوبغ ہو۔ تو اس کے ساتھ نماز درست ہو سکتی ہے۔ اور ایسا ہی اینٹوں کا حال ہے۔ چارے ملک پھٹھواریں اینٹوں و آؤٹوں اس چیز کو کہتے ہیں۔ جو پڑانے یا نئے کپڑوں کے کھڑوں سے ایک گول گدی سی عورتیں بنا کر سر پر رکھتی ہیں۔ اور اس پر مویشی کے گوبر کا ٹوکرا یا پانی کا گھڑا اٹھاتی ہیں۔ پس ایسی خفیف چیز جس کی ناپاکی کا خیال عام طہارے انسانی

اور چار میں بھی اتنے ہی ڈول لگائے جائیں اور اگر پانچ چوہے مرجائیں تو چالیس ستر ڈول تک نکالے جائیں۔ اور اگر دس چوہے کنوئیں میں گر کر مرجائیں۔ تو سارے پانی نکالنا چاہئے۔ الغرض پاکی کے لئے کنوئیں سے ڈول نکالنے کی شرط ایسی ہے جیسے خروج ہولے دُبر سے وضو کرنا لازم آتا ہے۔

ہوا۔ بول۔ براز خارج ہونے سے امر وضو کی وجہ

اگرچہ یہ مسئلہ قبل ازیں بھی درج ہو چکا ہے۔ مگر اب ایک نو وارد سوال کی وجہ سے اس مسئلہ کی فلاسفی و حقیقت بحوالہ قرآن کریم بمزید تشریح لکھنی پڑی۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ راولپنڈی میں ہمارے مکرم قاضی غلام حسن صاحب داروغہ آبکاری راولپنڈی و بیس عظم شہ قاضیاں نے اس مسئلہ کے حل کا سوال مجھ سے کیا تھا۔ اُس وقت میں نے بطور اختصار ان کے آگے اس مسئلہ کی فلاسفی بیان کی تھی۔ مگر اب پھر انہوں نے میرے عزیزان چوہدری محمد افراسیاب خان داروغہ کبیرہ واہ مقام رحیم یار خان ریاست بہاولپور اور چوہدری نواز شعلی خان و طریزی اسٹنٹ ٹوپ خانہ نمبر ۲۸ ایسٹ آباد کے آگے بمقام چیفٹا بنکیال ذکر کیا کہ اس مسئلہ میں میری پوری تسلی نہیں ہوئی اور ممکن ہے کہ ان کی طرح کسی اور صاحب کی تسلی و اطمینان میں بھی کسر ہو جاوے۔ اور مزید تشریح کی اُن کو حاجت پڑے۔ لہذا اس مسئلہ کی تشریح مکر لکھنی پڑی۔

تا نگریہ طفل کے جوشہ لبین ۲ تا نہ گریہ ابر کے خند و چمن
میں نے یہ کتاب ایسے نجات کی طرف توجہ کرنے والوں کے لئے لکھی ہے۔ اور اس کتاب کی امداد اشاعت کی توقع بھی ایسے ہی نکتہ گیر و دقیقہ پس اصحاب سے زیادہ تر ہے۔ کیونکہ وہ محسوس کرتے ہیں کہ اس زمانہ کے لوگوں کو ایک ایسی جامع کتاب کی اشد ضرورت ہے جس میں اسرار و نجات شریعت بیان کئے جائیں پس اس مسئلہ کی فلاسفی پہلے قرآن کریم کی آیات و بیانات کے حوالہ سے لکھتا ہوں۔ کیونکہ قرآن کریم خدا تعالیٰ خالق عقول کا کلام ہے۔ اس سے بزرگ انسان کی تسلی و اطمینان خاطر کے لئے اور کوئی کلام ہرگز نہیں ہو سکتا چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَلَا یَذِکُرُ اللّٰہُ کَلِمَتَیْنِ الْفَلُوبُ ترجمہ یعنی آگاہ رہو کہ خدا تعالیٰ کے پند وہ کلام قرآن کریم سے دل مطمئن ہو جاتے ہیں۔ بعد ازاں احادیث نبویہ اور پھر معتقدین کے اقتباس و

استنباط قرآن وحدیث کا حوالہ درج ہوگا واضح ہو کہ قرآن کریم کے پارہ نو سورہ انفال میں خدا تعالیٰ نے پانی کے اوصاف مؤثرہ کا ذکر بالفاظ ذیل بیان فرمایا ہے۔ **وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً لِيُطَهِّرَ بِهِ وَيُمِيتَ بِهِ وَيُحْيِيَ بِهِ قُلُوبَ كَثِيرٍ مِمَّنْ ظَلَمَتْ أَنْفُسَهُمْ لِيُظَاهِيَ أَفْعَالَهُمْ**۔ یعنی خدا تعالیٰ اوتارتا ہے تم پر پانی تاکہ تم کو اس کیساتھ پاک کرے اور شیطان کی نجاست تم سے دور کرے اور محکم کرے تمہارے دلوں پر اور مضبوط کرے اس کے ساتھ تمہارے قلوب کو اور ایک اور آیت میں ذکر ہے **وَنَحْنُ نَمِيتُ الْمَاءَ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ**۔ یعنی ہم نے ہر چیز کو پانی سے زندہ کرنا چھڑایا ہے مذکورہ بالا آیتوں میں پانی کے اوصاف مؤثرہ خدا نے پانچ بیان فرمائے ہیں۔ طہارت۔ نفع پلیدی۔ شیطاں۔ ربط۔ قلب۔ ثبات۔ قدمی۔ زندگی پس جبکہ خروج ہوا و بول و براز سے پانی کے ساتھ امر وضو ہوا تو معلوم ہوا کہ خروج ہوا و بول و براز سے نفس انسانی میں اوصاف ذیل آجاتے ہیں جنکو ان کی ضد پانی سے رفع کرنے کا امر ہوا۔

ناپاکی۔ شیطانی پلیدی۔ کمزوری۔ دل۔ عدم ثبات اقدام۔ موت لہذا معلوم ہوا کہ خروج بول و براز و بیچ سے نفس انسانی پر امور مذکورہ واقع ہو جاتے ہیں جنکو پانی سے رفع کرنے کا امر ہوا ہر کوئی جانتا ہے کہ خروج بول و براز و بیچ کیوقت انسان کے دل میں قبض و تنگی جیسی درد ہو جاتی ہے اور استعمال پانی سے انشراح صدر و فرحت کی حالت پیدا ہو جاتی ہے۔ انسان کے جسم میں دل جو پاک ترین اعضا ہے جسم انسانی میں سے ہے وہ خروج ہوا و بول و براز سے ناپاک ہو جاتا ہے اور اس ناپاکی کی وجہ سے دلہ ایک قسم کی خواب غفلت و موت و ناپاکی و کمزوری طاری ہو جاتی ہے جنکے ازالہ کا حکم پانی اور اسکے قائم مقام مٹی سے ہوا کیونکہ پانی کے اوصاف مؤثرہ رفع ناپاکی جتنی بیداری دل۔ زندگی ہیں اور ان امور کا ہر ایک انسان روزمرہ مشاہدہ کرتا ہے کہ جب انسان کی چشمیں خواب آلود ہوتی ہیں تو اس کے منہ پر پانی ڈالنے سے اس کے دل میں ہوشیاری آ جاتی ہے۔ اور وہ پوری طرح بیدار ہو جاتا ہے اور غفلت اس کے ہٹ جاتی ہے اور خروج ہوا و بول و براز سے بیداری دل کے لئے منہ۔ ہاتھوں۔ پاؤں کو دھونے کی وجہ اس کتاب کے صفحہ ۲۷ پر ملاحظہ فرماؤ اور پھر اسرار وضو کو بغور پڑھو۔

حیث نبوی سے معلوم ہوتا ہے کہ خروج بول و براز و بیچ و نیند سے انسان کے دماغ و دل پر غفلت کی گئی گریں پڑ جاتی ہیں۔ اور جب انسان ان کو کھولنا چاہے۔ تو وہ اعضائے وضو

میں۔ ہاتھ پاؤں پر پانی ڈالنے سے کھلتے ہیں۔ کیونکہ ان اعضا کو دل و دماغ جگر سے زیادہ تعلق ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت امام احمد بن حنبل نے اپنے سنہ میں لکھا ہے عَنْ عَقْبَةَ بْنِ عَامر قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ رَجُلَانِ مِنْ أُمَّتِي يَقُومُ أَحَدُهُمَا مِنَ اللَّيْلِ لِيَعْلِمَ نَفْسَهُ إِلَى الظُّهُورِ وَعَلَيْهِ عَقْدَةٌ فَيَتَوَضَّأُ فَإِذَا وَضَّأَ وَجَّهَهُ انْحَلَّتْ عَقْدَتُهُ وَإِذَا مَسَحَ رَأْسَهُ انْحَلَّتْ عَقْدَتُهُ وَإِذَا وَضَّأَ وَجَّهَهُ انْحَلَّتْ عَقْدَتُهُ فَيَقُولُ الرَّابِعُ وَلِللَّهِ وَرَأْسُ الْحَجَابِ أَنْظُرْ وَإِلَى عَبْدِي فِي هَذَا يَبْعَثُ نَفْسَهُ مَا سَأَلَنِي عَبْدِي هَذَا فَهُوَ كَأَنَّهُ تَجَمُّعُ عَقِبَيْنِ عَامِرٍ كَهْتَابِ فِي نَبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے سنا آپ فرماتے ہیں کہ دو شخص میری امت میں سے ایسے ہیں کہ جن میں سے ایک رات کیوقت اٹھتا ہے۔ کہ اپنے نفس کو طہارت سے سیدھا کرے اور اس کے نفس پر کئی گریں پٹری ہوتی ہیں۔ وہ وضو کرتا ہے۔ جب وہ منہ دھوتا ہے۔ تو ایک گرہ کھل جاتی ہے اور جب وہ مسح سر کرتا ہے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے اور جب وہ پاؤں دھوتا ہے۔ تو ایک گرہ کھل جاتی ہے تو خدا تعالیٰ ملائکہ کو فرماتا ہے کہ میرے اس بندہ کو دیکھو کہ اپنے نفس کا علاج کرتا ہے یہ بندہ جو کچھ مانگے میں اس کو دوں گا۔

حضرت شاہ ولی المدرجاتہ السرد علیہ اسرار وضو و غسل میں لکھتے ہیں۔ وَالْحَدَّثُ الَّذِي يُحَسُّ أَثَرَهُ فِي النَّفْسِ بِأَدْوَى الرَّأْيِ وَالَّذِي يَلْتَمِزُ أَنْ يُخَاطَبَ بِهِ جَهْرُورُ النَّاسِ لَا يَطْبِقُ مَقَالِيهِ وَالَّذِي يَكْثُرُ وَتَوَعُّعُ مِثْلُهُ وَفِي إِهْمَالِ تَعْلِيمِهِ صَرٌّ عَظِيمٌ بِالنَّاسِ مَحْضَرٌ اسْتَفْرَافٌ فِي جَنْسَيْنِ أَحَدُهُمَا اشْتِغَالُ النَّفْسِ بِمَا يَجِدُ الْإِنْسَانُ فِي مَوْجِدَةٍ مِنْ الْفُضُولِ ثَلَاثَةٌ الرَّيْحُ وَالْبُيُولُ وَالْغَارِيطُ فَلَيْسَ مِنَ الْبَشَرِ أَحَدٌ إِلَّا وَ يَعْلَمُ مِنْ نَفْسِهِ أَنَّهُ إِذَا وَجَدَ فِي بَطْنِهِ الرِّيحَ أَوْ كَانَ حَاقِبًا حَاقٍ خَبِثَتْ نَفْسُهُ فَكَانَتْ إِلَى الْكَرْبِ وَصَارَتْ كَالْحَايِرَةِ الْمُتَقَبِضَةِ وَكَانَتْ يَبِيحًا وَبَيِّنًا أَنْشَرَا حَيَا حَيَابٌ فَإِذَا إِذَا نَعَتْ عَنْهُ الرِّيحُ وَخَفَّتْ عَنْهُ الْأَخْبَتَانِ وَاسْتَعْمَلَ مَا يُنْيِيهِ نَفْسَهُ لِلطَّهَارَةِ كَالْعُسْلِ وَالْوُضُوءِ وَكَانَ الْبَشَرُ أَحَادِثُ سُرُورٍ أَوْ صَارَ كَأَنَّهُ وَجَدَ مَا نَقَدَ وَالثَّانِي اشْتِغَالُ النَّفْسِ بِشَهْوَةِ الْجَاهِلِ وَغَوَّصَهَا فِيهَا فَإِنَّ ذَلِكَ يُصَيِّرُ وَجْهَ النَّفْسِ إِلَى الطَّبِيعَةِ الْهَوْمِيَّةِ بِالْكِبَرَةِ حَتَّى إِنَّ الْبَهَائِمَ إِذَا ارْتَضَيْتْ وَمَرَّتْ عَلَى الْأَدَابِ الْمَطْلُوبَةِ وَالْجَوَادِحِ إِذَا ذَلَّتْ بِالْجَوْعِ وَالسَّهْمِ وَعَلِمَتْ أَمْسَاكَ الصَّيْدِ عَلَى صَاحِبِهَا وَالظُّبُورُ إِذَا كَلَّفَتْ بِحَاكَاةِ كَلَامِ النَّاسِ وَبِاجْمَلَةِ كُلِّ حَيَوَانٍ أَفْرَحَ الْمُجْهِدُ فِي أَزَالَةِ مَالِهِ مِنْ طَبِيعَتِهِ وَكَانَتْ

مَا لَا تَقْصِيهِ طَبِيعَتُهُ ثُمَّ قَصَى هَذَا الْحَيَوَانَ شَهْوَةً فَزَجَّهَ وَخَافَسَ الْأَنَاسُ قَامَ
 فِي تِلْكَ اللَّذَّةِ أَيَا مَا لَا بُدَّ أَنْ يَكْسِي مَا اكْتَسَبَهُ وَرَجَعَ إِلَى عَمَلِهِ وَجَهْلٍ وَضِلَالٍ وَمَنْ
 تَأَمَّلَ فِي ذَلِكَ عَلِمَ لَا مُحَالَةَ أَنَّ قَضَاءَ هَذِهِ الشَّهْوَةِ يُؤْتِرُ فِي تَلَوُّنِ الْقَسْرِ
 مَا لَا يُؤْتِرُهُ شَيْءٌ مِنْ كَثَرَةِ الْأَكْلِ وَالْمَعَامَةِ وَسَائِرِ مَا يَحْمِلُ الْقَسْرَ إِلَى الطَّبِيعَةِ
 الْبَهِيمَةِ فَمِنْ جِهَةِ بَعْدِ دِهَانِ نَآيَاكَ أَمُوجِنَ كَابِطًا بِفَسْطَاطِهَا أَوْ جِنَ سَعِيْدِي كَا
 زِيَادَهُ خِيَالِ بَهْتَاہے اور وہ عام لوگوں کے سمجھانے کے قابل نہیں اور انہیں کا موقع بھی
 زیادہ ہوتا رہتا ہے اگر وہ نہ بتائیں جائیں تو لوگوں کو بہت ضرر پہنچ سکتا ہے وہ تلاش کرنے
 سے دو قسموں میں منحصر ہیں (۱) فضول شکم میں طبیعت کا مصروف رہنا۔ عمدہ کے فضول
 تین چیزیں ہیں (۱) ریا (۲) بول (۳) براز کوئی شخص ایسا نہ ہوگا جو اپنی اس نفانی
 کیفیت کو نہ جانتا ہو کہ جب شکم ریا سے پُر ہوتا ہے اور اسکو بول و براز کی ضرورت
 ہوتی ہے تو اُس کا دل کیسا بگڑا ہوا تنگ سا ہوتا ہے وہ حیران اور منقبض سا ہو جاتا ہے
 اور اُس کے اور بشاشی کے بیچ میں پردہ سا حایل معلوم ہوتا ہے جب ریا خارج ہو جاتی
 ہیں اور بول و براز خارج ہونے کے بعد طبیعت ہلکی ہو جاتی ہے اور غسل اور وضو وغیرہ کا
 استعمال کرتا ہے جس سے نفس کو پاکیزگی پر تنبیہ ہوتی ہے۔ تو اسوقت وہ اپنے دل میں
 ایک شگفتگی اور فرحت پاتا ہے اور ایسا خوش ہو جاتا ہے کہ کوئی گم شدہ چیز لگائی (۲) دوسرا
 نفس کا خواہش جماع میں مشغول اور فرورفتہ ہونا اس کی وجہ سے نفس کا رخ ہمہ تن بہیمی
 طبیعت کی جانب پھرجاتا ہے۔ جب بہائم سے مقصود اداب کی مشق کرائی جاتی ہے یا شکاری
 جا فور بہوک اور جاننے کے لئے مطیع کئے جاتے ہیں اُن کو بتایا جاتا ہے کہ اپنے مالک کے
 پاس شکار پکڑ لائیں اور پرندوں کو آدمیوں کی بولیاں سکھائی جاتی ہیں۔ بہر حال کوئی
 جانور ہو جب اُس کی مقصدانہ خواہش اور طبیعت کے کھودینے کی بخوبی کوشش
 کی جاتی ہے پھر یہ جانور مادیوں میں رل ملکر اپنی خواہش ان سے پوری کرتا ہے اور چند روز
 انہیں لذائذ میں ڈوبا رہتا ہے تو سب سیکھے سکھائے امور بھول جاتا ہے تاریکی و گہری
 اُس میں پیدا ہو جاتی ہے
 ان امور میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نفس کی آلودگی میں جو اثر اس خواہش
 کے پورا کرنے سے پیدا ہوتا ہے کثرت کھانے وغیرہ اور اُن تمام امور سے نہیں ہوتا جن

سے نفس کو طبیعت بہیمی کی طرف کشش ہوتی ہے

اسرارِ غسل و وضو بہ تشریح مزید

جماع میں تلمذ ہوتا ہے اور اس سے ذکرِ الہی میں غفلت ضرور ہو جاتی ہے اس لئے اسکی تلافی کے لئے غسل کیا جاتا ہے۔ پاخانہ۔ بول۔ ہوا کی وجہ سے وضو کا حکم اس لئے ہوا کہ بوجہ ہوتی ہے اس سے لطیف پٹھوں کو سخت نقصان پہنچ جاتا ہے۔ لہذا اس نقصان کی تلافی اور صدمہ کو رفع کرنے کے لئے منہ۔ ہاتھ۔ پاؤں کو دھویا جاتا ہے کیونکہ پانی بہوش کو بہوش میں لانے اور سوئے ہوئے کو جگانے اور غافل کو ہوشیار بنانے کے لئے مسد علاج ہے یہی وجہ ہے کہ منہ دھویا جاتا ہے حالانکہ بول و براز و بیچ کو منہ سے کوئی تعلق نہیں ہوتا اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ بُو وغیرہ سے لطیف اندرونی پٹھوں کو نقصان پہنچتا ہے۔ جن کی اصلاح پانی سے کی جاتی ہے

(۲) منی نکلنے سے انسان کے بدن کے تمام مسامات کھل جاتے ہیں اور ان سے سپینہ نکلتا ہے اور اس سپینہ کے ساتھ اندرونی حصہ بدن کے گندے مواد بھی خارج ہوتے ہیں جو کہ مسامات بدن پر آکر ٹھہر جاتے ہیں۔ لہذا منجملہ اور وجوہات وجوبِ غسل کے یہ بھی ایک وجہ ہے کیونکہ ان گندے مواد کو نہ دھویا جاوے۔ تو خطرناک امراض پیدا ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

نجاست سے پانیوں کے ناپاک ہونے کی وجہ و پانی سے طہارت

آدمی کی حکمت

جبکہ پانی انسان کی ظاہری و باطنی طہارت کے لئے مقرر ہے تو معلوم ہوا کہ پانی کو انسانی جسم سے اشد مناسبت ہے کیونکہ دراصل انسان کے جسم کی ابتدا پانی ہی سے ہوئی ہے لہذا جیسے انسان کے دہر کی ہوا یا بول و براز خارج ہونے سے انسان کھدکھ واقع ہو جاتا ہے۔ ایسا ہی پانی میں کسی ناپاک کی کے داخل ہونے سے پانی میں حدث واقع ہو جاتا ہے الغرض انسان کے جسم کا حدث اس میں سے کسی ناپاک چیز کے خارج ہونے سے ہوتا ہے

اور پانی کا حدث پانی میں کسی ناپاک چیز کے داخل ہونے سے واقع ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پانی کا وجود اصل و خانہ زاد ہے وہ طہارت کے لئے کسی فرع کا محتاج نہیں ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ کے پاک کلام کا ایسا اسی طریقہ ہے۔ وَكَانَ حَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ تَجْمِيعًا یعنی ابتداء میں خدا کا تخت پانی پر تھا یعنی ابتداء میں خدا نے پانی ہی پیدا کیا اور خدا کی سلطنت کا ظہور پہلے پانی پر ہوا پھر اُس سے بتدریج باقی اشیاء کا وجود تیار ہوا لہذا اصل وجود میں کوئی ایسی چیز پڑ جاوے جو اس کی صفت اصلیت کے برخلاف تہ نقیض ہو تو اسکو اُس سے الگ کرنا ہی مناسب ہے۔ تاکہ اصل میں مخایرت نہ واقع ہو اور انسان کا وجود پانی کی فرع ہے اور انسان کے جسم کی اصلی طہارت بھی پانی ہی کا حاصل ہوتی ہے۔ لہذا جب کسی چیز کی کوئی اصلی صفت مفقود ہو جاتی ہے تو اُس صفت کو دوبارہ حاصل کرنے کے لئے اُن اشیاء کو استعمال میں لایا جاتا ہے جن سے وہ صفت پہلی بار حاصل ہوئی تھی جب انسان کو حدث واقع ہو تو اس کو طہارت صغرے و کبرے پانی کے استعمال سے حاصل ہوتی ہے مگر جب پانی کو حدث واقع ہو تو محدث چیز کو پانی سے الگ کرنے سے پانی کو طہارت حاصل ہوتی ہے۔ یا اگر پانی میں اُس کی فضیلت نہ ہو یا پاکی پڑ جاوے تو اس پانی کو معہ اس ناپاکی کے پہلے ظرف معدن سے بالکل نکال دینا ہی مناسب ہے۔ پھر اُس معدن و ظرف کو صاف پانی سے دھونا لازم ہے تاکہ وہ پاک ہو جاوے اور دیگر پاک و صاف پانی کی جگہ اسکو قرار دیا جاوے۔ اور جب ایسا معدن یعنی کنواں چشمہ دار ہو جس سے سارا پانی نہ نکل سکے تو وہ آب کثیر کی مدح ہے اُس میں سے اصل ناپاکی کو نکال کر تین سو ڈول تک نکالنا امر ہوتا تاکہ اس کا جریح واضح طور پر ہو جاوے۔ اور کثرت نجاست کا ظن و شک رفع ہو۔

یہ جو حدیث نبوی میں آیا ہے کہ إِنَّ الْمَاءَ لَا يَجْنَسُ۔ اِنَّ الْمَاءَ لَا يَجْنَسُ تَجْمِيعًا یعنی پانی جنبی نہیں ہوتا۔ پانی نجس نہیں ہوتا۔ اس سے یہ مراد ہے کہ وہ درودہ جیسے کثیر پانی میں کوئی ایک نجاست پڑ جاوے تو اُس نجاست کو نکال دینا ہی کافی ہے۔ اُس نجاست کی مانتا ہے پانی جنبی یا نجس نہیں ہوتا اور نہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ دو قطرے پانی میں بول و براز یا کوئی نجاست مغلطہ پڑ جاوے تو وہ پانی نجس نہ ہو اور نہ اسکو حدث واقع ہو اگر اس قدر قلیل پانی نجاست کے ناپاک و متغیر نہ ہوتا تو آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ نہ فرماتے کہ لَا يَجْنَسُ أَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الَّذِي لَا يَجْرِي تَجْمِيعًا يَغْتَسِلُ فِيهِ۔ تَجْمِيعًا

یعنی استادہ پانی جو جاری نہ ہو اس میں تم میں سے کوئی شخص بول و براز نہ کرے اور اگر کوئی ایسا کام نادانی سے کر بیٹھے تو پھر اس میں غسل نہ کرے۔

سوال۔ اگر قلتین جتنے پانی میں ناپاکی پڑنے سے پانی ناپاک ہو جاتا ہے۔ تو پھر یہ جو حدیث نبوی میں آیا ہے کہ اِذَا كَلَعَ الْمَاءُ قُلْتَيْنِ لَمْ يَحِلَّ مُحَبَّنًا یعنی جب پانی کی حدود و فَلَ کو پہنچ جاوے تو وہ ناپاکی کو اپنے اوپر نہیں آنے دیتا۔ اس کے کیا مطلب ہے۔

جواب۔ تعین قُلْتَيْنِ ایک خاص قسم کی اندک نجاستوں کے واقع ہونے سے عدم نجاست آب کا حکم ہے چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلق طرُوف و اندک پانی میں درندہ جانوروں کے منہ ڈالنے سے اُن کا ناپاک ہونا قرار دیا تھا۔ لہذا اس جگہ لوگوں کو ایک وہم پیدا ہوتا اور وقت وارو ہوتی تھی۔ اس لئے اس وہم و وقت کے رفع کے لئے تعین قُلْتَيْنِ ہوا کیونکہ کرباری لوگوں کو جنگلوں و میدانوں میں بسا اوقات طہارت صغریٰ و کبریٰ حاصل کرنے کی ضرورت پڑ جاتی ہے اور جنگل میں اس قدر یعنی قلتین تک پانی ملتا ہے جس میں جنگل کے درندوں وغیرہ نے منہ ڈالا اور پانی پی لیا ہو تو وہ ناپاک نہیں ہوتا اس کے طہارت صغریٰ و کبریٰ جائز ہے ورنہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ دو قُلے جتنے پانی میں بول و براز یا کوئی اور نجاست مغلظہ پڑ جاوے اور وہ ناپاک نہ ہو۔

پس خوب یاد رکھو کہ تعین قُلْتَيْنِ کی حد محض ایک قسم کی خصوصیت کے لئے ہے۔ عام ناپاکیوں کے لئے نہیں ہے ورنہ تعین قُلْتَيْنِ کو عام قرار دیا جاوے۔ تو بڑی وقتیں پیش آئیں اور بہت سی احادیث میں تناقض پیدا ہو جاوے حالانکہ پانی کی کسی حدیث میں بھی اب تک کوئی تناقض نظر نہیں آیا۔

وہ درودہ پانی میں ناپاکی پڑنے سے وہ کیٹوں ناپاک نہیں ہوتا

وجہ خصوصیت آب وہ درودہ

(۱) جیسا کہ خبابت کی قلت و کثرت کی حد کا متعین ہونا ضروری تھا۔ تاکہ وہ قلیل و کثیر پانی میں پڑ جاوے تو اس کا ناپاک و پاک ہونا معلوم ہو سکتا ایسا ہی پانی کی قلت و کثرت کی حد کا متعین و مقرر ہونا ضروری تھا تاکہ رفع شک و دوہم ہو لہذا اس جو جمع کثیر کا ابتدائی غل

ہے اس امر کا معیار مقرر ہو اکیونکہ یہ عدد کثرتِ پاکی پر دلالت کرتا ہے پس جہاں اس قسم کی کثرتِ پاکی ہو وہاں قلیلِ ناپاکی جو جو ذائقہ رنگتِ آب کو متغیر نہ کر سکے وہ مؤثر نہیں ہو سکتی یہی وجہ ہے کہ جہاں وہ در وہ گز پانی ہو وہاں قلیلِ ناپاکی کا مؤثر ہونا قرار نہیں دیا جاتا۔ بلکہ اسکو پاک گنا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ در وہ کا حاصل ضرب ایک صد کی کثرت کو پہنچتا ہے یعنی ۱۰۰۔

(۲) قدرتی طور پر حسنات و طیبات کے افراد و اعدائے کے اضعاف کا انتہا خدا تعالیٰ نے دس تک قرار دیا ہے۔ اسی مناسبت پر قانونِ طبعی کا انتقال قانونِ تشریعی بھی ہوا یعنی خدا تعالیٰ نے ایک نیکی ایک حسد ایک پاکی کو اُس کے دس گنا قرار دیا ہے چنانچہ وہ فرماتا ہے مَنْ جَاءَ بِحَسَنَةٍ فَلَهُ عَشْرُ مِثَالِهَا تِلْكَ هِيَ تِسْعَةٌ نِكَاتٍ کرے اسکو اُس حسد کے دس گئے بدلہ ملیگا۔ لہذا اُس قیاس پر جیسا کہ ایک اصل نیکی اپنے دس گنا ثواب کو پہنچ جاتی ہے۔ ٹھیک ایسا ہی ایک اصل طیب چیز اپنے دس گنا کا حساب رکھتی ہے اور دس گنا اصل طیب چیز اپنے در وہ پر شمار ہوتی ہے تو بریں قیاس جس طیب پانی کا طول و عرض در وہ ہو وہ دس ہزار گنا ہو جاتا ہے پس جس پاکی کی حد دس ہزار گنا ہو اس میں قلیلِ ناپاکی جس کی حد اصل ایک صد حصہ اُس سے قلیل عدد تک ہو وہ اس میں مؤثر نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ ایک سیٹ یعنی بدی ایک ناپاکی اپنے اصل سے تجاوز نہیں کرتی بلکہ اسکو اس کے برابر ہی گنا جاتا ہے۔ اور اسی پر اس کا مکافات ہوتا ہے چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے مَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا تَجْزِيهِ إِلَّا مِثْلُهَا تِلْكَ هِيَ تِسْعَةٌ نِكَاتٍ کرے اُس کو اُس بدی کے برابر بدلہ ملیگا۔ ایسا ہی ناپاکی کا قیاس جو بدی سے مناسبت رکھتی ہے اور اس مناسبت کا استعمال دونوں طرف آتا ہے چنانچہ جب کسی کی بدیاں تہوڑی اور نیکیاں کثیر ہوں تو نیکیوں کی کثرت بدیوں کو زایل کر دیتی ہے چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ۔ ترجمہ۔ یعنی نیکیاں زایل کر دیتی ہیں بدیوں کو۔ اسی طرح قلیلِ نجاست کو آب کثیر کی کثرت زائل کر دیتی ہے

تعبیرات طہارت

چونکہ ریڈا اجزائے نبوت و اقسامِ وحی میں سے ہوتی ہے کیونکہ رویا کی بنا محسوسات و مشہودات کو محازات کے پیرایہ میں دکھانا مقصود ہوتا ہے۔ جیسا کہ عام احکامِ الہی کو علمِ تعبیرات سے

مناسبت ہے ایسا ہی احکام طہارت کو بھی علم تعبیرات میں بہت دخل ہے ہمیں ناظرین کتاب ہذا کو اس علم کی طرف توجہ دلانا ضروری ہے تاکہ ان کو اس علم کے احکام کی علتیں سمجھنے میں امداد ملے اور ان کی بصیرت بڑھے۔ لہذا واضح ہو کہ انسان کے ہر قول و فعل کی روحانیت عالم مثال میں جمتی ہوتی ہے۔ جب مکافات اعمال یا واقعات آئندہ کا وقت نزدیک آتا ہے۔ تو بسا اوقات کسی رنگ و پیرایہ مناسبہ عالم ہذا کی صورت میں اس کو اپنے اعمال یا واقعات آئندہ کا نقشہ عالم غائب میں دکھایا جاتا ہے۔ اور پھر ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ واقعات مکروہ کے نقشے کسی اچھے عمل۔ صادق خیرات۔ دعا سے عالم مثال میں ٹوٹ جاتے ہیں۔ تو ان کا ظہور عالم ہذا میں نہیں ہوتا اور اچھے واقعات ثابت رہتے ہیں حتیٰ کہ ان کی عالم مثال والی روحانیت کسی فعل کے رنگ میں متشکل ہو کر عالم شہادت میں ظاہر ہو جاتی ہے اور جب کوئی عمل دل کے مصمم ارادہ سے کیا جاتا ہے اور اُس کی طرف انسان بار بار توجہ کرتا ہے تو وہ اپنی مناسبت پر متشکل ہو جاتا ہے اور خدا تعالیٰ اس کا ظہور چاہے تو خطیرۃ القدس ولسے ملائکہ میں ان کی تحریک ہو جاتی ہے اور ان کی توجہات کا اثر بنی آدم پر پڑتا ہے۔ اور اگر کوئی شخص کوئی کام بغیر توجہ کاملہ و بغیر مہمت و بغیر ارادہ مصمم یوں ہی عبث طور پر کرتا ہے۔ تو اس کا فائدہ مترتب نہیں ہوتا۔ الغرض ہر عمل کا روح نیت پر ہوتا ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اِنَّمَا الْاِحْتِمَالُ بِالْاِثْنَاتِ ترجمہ یعنی اعمال کی جزا و سزا نیت پر موقوف ہے۔ گویا نیت ہی عمل کا روح ہوتی ہے حضرت شیخ محی الدین ابن عربی اس بارے میں لکھتے ہیں۔

الرُّوحُ لِلْجَنَمِ وَالْاِثْنَاتِ لِلْعَمَلِ؛ يُخَيَّلُ بِهَا كَيْفَ اَيَّامِ الْاَرْضِ بِالْمَطْ
فَتَبْصُرُ السَّاهِرَ وَكَاشِفًا رُوحًا بَارِئَةً؛ وَكُلُّ مَا تُخْرِجُ الْاَشْجَارُ مِنْ كَثَرِ
كَذَاكَ تُخْرِجُ مِنْ اَعْمَالِنَا صَوْرًا؛ لَهَا رَوَاعِي مِنْ نَارٍ وَمِنْ عَطَشٍ

ترجمہ۔ جسم روح سے اور عمل نیتوں سے زندہ ہوتے ہیں۔ جیسے بادل برسنے سے زمین زندہ ہوتی ہے۔ اور پھر شگوفے کھلتے اور دشت چھوٹے پھلتے ہوئے تم دیکھتے ہو ایسا ہی ہمارے عملوں سے کچھ صورتیں بدو اور ادھر خوشبودار پیدا ہو جاتی ہیں۔

سارے احکام طہارت کو علم تعبیرات میں دکھایا جاوے تو اس کتاب کی ضخامت بہت بڑھ جائیگی۔ لہذا بطور اختصار اس امر کی طرف ایما کر کے ہم کتاب الصلوٰۃ کی حکمتیں

اور وجوہات کی تشریح شروع کرتے ہیں۔

حضرت خلیل ابن شاہین و حضرت ابن سیرین کہتے ہیں کہ عالم رویا میں وضو و غسل کی دلالت رفعِ غمِ سرخ و دفعِ مرض و قرض و قضاء حاجت و مغفرت و امن و صحتِ مرض و دہشتی حال پر ہوتی ہے اور دو دو و شہادے و صد کرنا متوضی کی دیانت و خوبی و صفائی حال پر دلالت ہوتی ہے چنانچہ کی دلالت بعد و سفر پر ہوتی ہے حدیث اصغر چھوٹے گناہ و حدیث اکبر بڑے گناہ کی طرف ایسا کرتا ہے تیمم حدیثِ مرض پر اور کبھی کشائش پر دال ہوتا ہے

عالمِ رویا میں صاف پانی دیکھنا پاکیزہ زندگی و سعادت و مال و خیر و برکت و نجات پر اور پانی پر چلنا قوتِ ایمان و یقین پر دال ہے

حیض و غسل واجب ہوئی وجہ

حیض کے خون کو خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں اذیٰ یعنی گندگی فرمایا ہے پس جس گندگی سے بار بار جسم اتو دہ ہو اور وہ سارے جسم سے چل کر باہر آوے اُس سے غسل واجب لازم ہونا ضروری تھا۔ کیونکہ ایک تو گندگی کی الائش سے نفسِ انسانی ناپاک ہو جاتا ہے۔ دوسرا جریانِ خون سے لطیف پٹھوں کو ضعف پہنچتا ہے اور جب غسل کیا جاتا ہے تو ظاہری و باطنی بہارت حاصل ہوتی ہے اور پانی سے وہ پٹھے جن کو جریانِ خون سے ضعف پہنچا تھا۔ تروتازہ ہو جاتے ہیں اور اُن میں وہی قوت عود کر آتی ہے۔ خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں عورت کی حالتِ حیض کے متعلق ارشاد فرمایا ہے۔ **فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ وَلَا تَقْرُبُوهُنَّ حَتَّى يَكُنَّ زَاهِرَاتٍ**۔ ترجمہ۔ یعنی حیض کے دنوں میں عورتوں سے کنارہ کرو۔ اور اُن کے نزدیک مت جاؤ۔ یعنی اُن سے صحبت نہ کرو جب تک کہ وہ حیض سے پاک نہ ہوں۔ اس آیت سے یہ مراد نہیں ہے کہ خاوند کو بغیر ارادہ صحبت کے اپنی عورت کو ہاتھ لگانا بھی حرام ہے۔ یہ تو حاققت اور بیوفقی ہوگی کہ بات کو اس قدر دور کہنچا جاوے کہ تمدن کی ضروریات میں بھی حرج واقع ہو۔ اور عورت کو ایامِ حیض میں ایک ایسے نہرِ قاتل کی طرح سمجھا جائے جس کے چھونے سے فی الفور موتِ نتیجہ ہے۔ اگر بغیر ارادہ صحبت عورت کو چھونا حرام ہوتا تو بیچارہ عورتیں بڑی مصیبت میں پڑ جاتیں۔ بیمار ہوتیں تو کوئی نبض بھی نہ دیکھ سکتا

گرتیں تو کوئی ہاتھ سے اٹھانہ سکتا۔ اگر کسی درد میں ہاتھ پیر دبانے کی محتاج ہوتیں تو کوئی دبانہ سکتا۔ اگر مرتیں تو کوئی دفن نہ کر سکتا۔ کیونکہ ایسی بلیید ہو گئیں کہ ہاتھ لگانا حرام ہے سو یہ نافہوں کی جہالتیں ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ خاند کو آیام حیض میں عورت سے جماع کرنا حرام ہو جاتا ہے۔ لیکن اپنی عورت سے محبت و انار محبت حرام نہیں ہوتے۔ اور آیام حیض میں حرمت جماع کا سبب اور عورت کو ہر ماہ میں حیض آنے کی وجہ کا ذکر اسرار شریعت جلد سوم کتاب نکاح میں ملاحظہ کرو۔

کتے اور بلی کے جو ٹھہے میں فرق ہونکی وجہ

سوال۔ کتا دہلی درندے و حرام جانوروں میں سے ہیں۔ لیکن کتا کسی برتن میں نہ نہ ڈالے تو اس کو ناپاک قرار دینا اور بلی کسی برتن میں نہ نہ ڈالے تو اس کو ناپاک نہ کہنا حکمت پر مبنی ہے حالانکہ کتا دہلی دونوں حرام اور درندے جانوروں میں سے ہیں۔

جواب۔ لکنا ایک ملعون جانور ہے جس سے ہر شے نفرت رکھتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ کتا شیطان سے بہت مشابہت رکھتا ہے۔ کیونکہ اس کی فطرت میں غصہ و لعوب و گندگی سے آلودہ رہتا اور لوگوں کو ایذا دینا اور شیطانی الہام کو قبول کرنا پایا جاتا ہے یہی وجہ ہے۔ کہ حدیث میں میں سے کہ بغیر غدر کتے سے مخالطت کرنے سے دو قریط عمل کا ثواب کم ہو جاتا ہے چونکہ لوگ کتے کی مخالطت سے بالکل باز نہیں رہ سکتے تھے۔ کیونکہ اون کو حفاظت مواشی و کھیتی و گھر وغیرہ کے واسطے ضرورت تھی۔ لہذا اس سے پوری حفاظت و طہارت کا امر فرمایا۔

(۲) کتا جو چیز کھاتا ہے۔ اس کے ساتھ اس کا منہ آلودہ ہو جاوے۔ تو منہ کو صاف نہیں کرتا بخلاف بلی کے کہ وہ اپنے منہ کو پونچھ کر چاٹ کر صاف کر لیتی ہے۔ الغرض بلی اور کتے کے اوصاف میں بڑا فرق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بلی کے متعلق فرماتے ہیں۔ **إِنَّهَا لَيْسَتْ بِتَحْسَنِ الطَّوَّافِينَ وَالطَّوَّافَاتِ**۔ ترجمہ۔ یعنی بلی کا جھوٹا بخش نہیں ہے۔ کیونکہ وہ تمہارے ارد گرد دھرنے والوں میں سے ہے۔ بلی کا خاصہ ہے۔ کہ وہ نجاست سے آلودہ نہیں رہتی جب کوئی چیز کھاتی ہے تو اپنے منہ کو صاف کر دیتی ہے یہ بات کسی اور جانور میں نہیں ہے۔ اس میں عموم بلوی و کثرت ابتلا کے باعث سماحت

کا معاملہ بزرگ کیا ہے۔

د ۵) گناہ بڑی اگرچہ دونوں حرام و درندے جانور ہیں لیکن اُن کے پس خوردہ کے متعلق حُجَّاجِ احکام وارد ہونا اور اُن کی نجاست کی حد تمیز کرنا اور نبوی کا خاصہ ہے ہر کسی کا کام نہیں ہے۔ جب کہ اس مادی دنیا کے لوگ مقیاس المحررات لگا کر گرمی و سردی کے درجات معلوم کر لیتے ہیں تو پھر خواجہ ثقلین صلی اللہ علیہ وسلم جو اس دنیا کی ساری پاک و پلید کو الگ الگ کر کے دکھانے آئے تھے۔ اول میں اس قوتِ متمیزہ کا مادہ سب سے بڑا ہوا ماننا لازم ہے۔

مواشی کے دائمی آب خوروں میں وضو غسل ناجائز ہونے کے وجوہات

احادیثِ نبویہ میں پانی کی طہارت کے شرائط ثلاثہ رنگ۔ بو۔ ذائقہ۔ آئے ہیں۔ جب تک ان میں تغیر نہ ہو پانی پاک سمجھا جاتا ہے۔ محدثین اور فقہاء کے نزدیک طہارت آب میں یہ بات بالاتفاق مانی گئی ہے۔ پس جن تالابوں و دھابوں میں مواشی بکثرت پانی پیتے رہتے ہیں۔ اس میں کچھ شک نہیں ہے۔ کہ وہاں دھابوں و گوبر کرتے رہتے ہیں۔ اور تھوڑے ہی ایام میں پانی کا ذائقہ بدل جاتا ہے۔ خواہ وہ پانی وہ درودہ سے زیادہ ہی ہو۔ گائے بھینس اور خرمادہ کا خاصہ ہے کہ اکثر پانی پینے کے وقت پانی کے اندر بول کر دینا ہی ہے علاقہ پٹھوہارا اور بعض دیگر مقامات میں لوگوں نے دھات کے نزدیک تالاب بنوائے ہوئے ہوتے ہیں جن میں اُن کے مواشی پانی پیتے اور وہ اُن میں کپڑے دھوتے اور بچے دھوئیں و مرد نہاتے اور بیسیوں بھینسوں اور دیگر جانوروں کو نہلاتے ہیں۔ ان امور ات سے ایسے پانیوں کا ذائقہ بہت جلد بدل جاتا ہے۔ جس تالاب میں روزمرہ کم از کم انشی یا سو مواشی لول کرتے ہوں تو گویا بحبابِ اوسط نیم سیر بول فی جانور کے ایک من ہوتا ہے۔ پس جس تالاب میں دیگر کدورتوں کے علاوہ ایک من روزمرہ بول و گوبر پڑا ہو اُس کا حال ہر ایک انسان سمجھ سکتا ہے کہ کیا ہوتا ہوگا۔ ایسے تمام پانیوں کے ذائقے بول و گوبر کے ہوتے ہیں۔ اور اُن میں باریک باریک کیڑے پیدا ہو جاتے ہیں اور جب اس پانی کو آدمی استعمال کرتے ہیں تو وہ کیڑے انسانوں

کے مسامات میں داخل ہو جاتے ہیں اور خطرناک امراض کی شکل میں نمودار ہوتے ہیں اس وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے پانیوں میں وضو و غسل کرنا منع فرمایا کیونکہ آدمی کی صحت کے لئے مضر ہیں وجہ یہ ہے کہ تجربہ اس امر کا کافی لگواہ ہے۔ کہ ایسے تالاب جن میں مواشی وغیرہ ایک دو دن کم و بیش بول پڑے زمین تیسرے دن تک کیڑے پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور وہ کیڑے تعفن کے باعث ہوتے ہیں اور تعفن منافی شرط طہارت ہے۔ بعض مقامات میں جہاں ایسے تالابوں پر آدمیوں کے نہانے دھونے اور مواشی کے پانی پینے کا گذارہ ہوتا ہے وہاں کے لوگوں کو ناروا کی بیماری بکثرت ہوتی ہے۔

نبی علیہ السلام فرماتے ہیں لَا يَبْقَى كَوْنٌ أَحَدٌ كُمْ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ ثُمَّ يَغْتَسِلُ فِيهِ
ترجمہ - یعنی تم میں سے کوئی آدمی کہڑے ہوئے پانی میں بول نہ کرے غسل کرے اس میں کھنکھرت
نے کم و بیش کی حد بیان نہیں فرمائی۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ ایسے تالابوں کے کناروں پر
بچے و عورت بول کر دیتے ہیں جو کہ پانی کو متعفن کرنے و بگاڑنے کے لئے علاوہ دیگر کدورتوں
کے کافی ذریعہ ہے۔ اور بے اوقات بچے پانی میں بھی بول کر دیتے ہیں۔ کوئی احتیاط نہیں
کی جاتی۔ ایسے تالابوں سے وضو و غسل ناجائز ہونے کے چار وجوہات ہیں۔ (۱) نبی علیہ السلام
کے فرمودہ کی اطاعت۔ (۲) تعفن ذائقہ۔ (۳) کیڑے جو امراض مہلکہ کے باعث
ہیں۔ اگرچہ ایسے بڑے تالابوں کا رنگ بدیر بدلتا ہے مگر بود ذائقہ بہت جلد ہی بدل جاتا ہے
اور پانی کی پاکی و ناپاکی کے پرکھنے کا یہہ ایک بڑا معیار صحیح ہے۔

سوال - تم قبل ازیں کچھ چکے ہو کہ وہ درود پانی میں اندک ناپاکی پڑنے سے پانی ناپاک
نہیں ہوتا۔ تو پھر اتنے بڑے تالاب جو وہ درود سے بھی زیادہ ہوتے ہیں ان میں کسی
اندک نجاست کے گرنے سے وہ کیوں کر ناپاک ہو سکتے ہیں۔

جواب - ہم نے اس وہ درود پانی میں اندک ناپاکی پڑنے سے اسکو پاک قرار دیا ہے
جسے اوصاف ثلاثہ رنگ۔ بو۔ ذائقہ میں سے کوئی ایک صفت بھی بدل نہ جاوے
مگر جب اوصاف ثلاثہ میں سے کوئی وصف بدل جاوے خواہ وہ درود سے بہت زائد
ہو وہ ناپاک گنا جاتا ہے۔ الغرض اسلام نے جس قدر لطافت و طہارت کی پابندی کا حکم
کیا ہے۔ ایسا کسی مذہب و ملت نے پابندی نہیں سکھائی۔ اسلام کی بنیاد ہی پر نظافت
و باطنی طہارت سے شروع ہوتی ہے۔ اور ایک اسلام ہی سلامتی کا پاک طریق ہے

بہت ایسے لوگ جو ایسے تالابوں میں وضو غسل کرنے کے عادی ہو رہے ہیں۔ کچھ تعجب نہیں کہ وہ ہماری اس ہتھیر کو پکڑ پکڑیچ و تاب کہائیں اور ہمیں ہی ملامت کریں۔ مگر ہم کو ان کی ہمدردی نے مجبور کیا۔ اس لئے حقیقت کو کھول کر ان کے آگے رکھ دیا۔ جو لوگ فرمودہ نبوی کا ہیں ادب کرتے ہیں اور جن میں انسانی طہارت کا کچھ احساس و لحاظ ہے وہ بالضرور فرمودہ نبوی پر عمل کریں گے۔ اسلام نے طہارت و نظافت کے لئے تاکید شدید کی ہے۔ مگر آج کل ایسی حالت ہو رہی ہے کہ اگر نظافت و طہارت کی تاکید کی جاوے تو کئی مخالفت پر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ جن دہات میں قلت آب ہو ان اہل دہات پر لازم ہے کہ مواشی اور آدمیوں کے لئے الگ الگ دو گھاٹ بنالیں اور آدمیوں والے گھاٹ میں میل و کدورت و نجاست پڑنے سے بہت حفاظت و احتیاط کریں۔

اسلامی طہارت پر عام نظر

اسلام وہ پاک مذہب ہے جس کی ابتدا ہی طہارت و نظافت و صفائی سے شروع ہوتی ہے بلکہ طہارت کو اسلام کا ایک جزو اعلیٰ قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ **الطَّهْرُ شَطْرُ الْإِيمَانِ**۔ ترجمہ۔ یعنی پاکی ادھا ایمان ہے۔ اور فرمایا **يُبَيِّ الدِّينَ عَلَى النَّظَافَةِ**۔ ترجمہ۔ یعنی مسلمانی کی بنا پاکی پر ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ جو انسان طہارت کا پابند رہے گا۔ اُس میں صفائی و پاکیزگی کے اوصاف فطرۃً ترقی پزیر ہونگے۔ اور ایسے امور جو اُس کی ایمانی طہارت و نظافت میں کدورت کے باعث ہوں۔ اُن سے اُس کو نفرت ہوگی۔ اسی لئے اسلام نے کپڑا و جسم و جان و مکان صاف و مستحضر رکھنے کا امر فرمایا۔ کہ ظاہری طہارت کا اثر انسان کے اندر ہوتا رہتا ہے۔ اس لئے اسلام نے طہارت کی ترغیب جابجا بہ کثرت بیان فرمائی ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے **إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ**۔ ترجمہ یعنی خدا تعالیٰ اون لوگوں سے پیار رکھتا ہے جو اُس کی طرف رجوع کرنے والے اور سترہے رہنے والے ہیں۔ اور فرمایا **وَبِشَايَاكَ قَطِّمُوا لَتَرْجَتَنَ فَاتُخَجِّرُنَ**۔ ترجمہ۔ یعنی اپنے کپڑے پاک رکھا اور گندگی سے کنارہ کر۔ اس میں تمام ظاہری و باطنی نجاستوں سے طہارت و نظافت کی طرف اشارہ ہے۔ یاد رکھنا چاہئے کہ طہارت کے چار مرتبے ہیں۔ اوّل غیر اللہ سے دل کے سر کو پاک کرنا۔ یہ

ایمان کی ایک شرط ہے۔ دوم درجہ پلیدی اخلاقِ حسد۔ کبر۔ ریا۔ عداوت و عنوت وغیرہ سے ظاہر دل کو پاک کرنا ایمان کی ایک شرط ہے۔ یہ درجہ متقیوں کے ایمان کا ہے۔ تیسرا درجہ پلیدی انداموں۔ یعنی زبان۔ اکٹھ۔ کان۔ ہاتھ۔ پاؤں کو گناہوں و ناوا جب کاموں سے پاک رکھنا۔ مثلاً غیبت۔ جھوٹ۔ حرام خورد می۔ خیانت۔ نامحرم کو دیکھنے و ناوا جب باتیں سننے اور ناوا جب کلام کرنے سے رُکنا اور سب محرمات سے انداموں کو بچانا ایمان کی ایک جزو ہے یہ درجہ پارساؤں کے ایمان کا ہے۔ چوتھا درجہ تنہا لباس کو سب پلیدیوں سے پاک رکھنا یہ پاکی بھی ایمان کی ایک جزو ہے۔ اور یہ درجہ عام مسلمانوں کا ہے۔ الغرض ایمان کے سب طبقات میں ظاہری و باطنی طہارت ایک اعلیٰ جزو قرار دی گئی ہے اور نبی اللہ صلی علیہ وسلم نے اعلیٰ جزو کا نام کسی ظاہری و باطنی ناپاکیوں کی نفی کر دی گئی ہے۔ یاد رکھنا چاہئے کہ اسلام نے انسان کو صفیہ اعمال طہارت و نظافت و نماز وغیرہ کے سکھائے ہیں وہ مقصود بالذات نہیں ہیں بلکہ وہ وسیان میں کسی امر کے ذریعہ ہیں۔ سو وہ خدا تعالیٰ کی پاک ذات ہے چونکہ وہ پاک ہے اور پاکی کو چاہتا ہے اسلئے اُس نے اپنی رضا کا اظہار پاکیزگی و طہارت میں کھایا۔ پس جو انسان ظاہری و باطنی ناپاکی سے اودھ رہتا ہے وہ خدا تعالیٰ کی نارضا مندی اور اُس کے غضب کا منظر ہے اور اس امر کا ثبوت کہ یہ امر مقصود بالذات نہیں ہیں۔ اس سے ہدیاب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مَنْ لَمْ يَنْتَهَ صَلَاتُهُ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ لَمْ يَزِدْ دِمِيتَ اللَّهِ إِلَهُ الْعَدَاوَةِ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَالسَّلَامُ لَكُمْ مِنْ صَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ صِيَامِهِ إِلَّا الْجُوعُ وَالْعَطَشُ۔ ترجمہ۔ جب کو کسی نماز نے بھیائی و پری سے نہ روکا وہ خدا سے دور ہی رہا۔ بہت سے روزہ داروں کو ان کے روزہ سے کچھ حاصل نہیں ہوتا سوائے بھوکہ و پیاس کے۔

اوہام باطلہ سے پاک رہنے کا سبق سکھانا اسلام کا خاصہ ہے کیونکہ اوہام فاسدہ و باطل کا وہ نفس انسانی کو ایسے گندہ کرنے والے ہیں جیسے انسانی جسم غلامتوں و نجاستوں سے ناپاک ہوتا ہے اسلئے اسلام نے اُن سب سے پاک و صاف رہنے کا تاکید فرمایا۔ وَالرَّجَاءُ فَاتَّخَذَ۔ یعنی پلیدی کو چھوڑ دو و خواہ وہ ظاہری ہو یا باطنی۔

اسرار شریعت جلد اول کتاب طہارت ختم ہوئی

راقم محمد فضل۔ ۱۴ ماہ شعبان المعظم
۱۳۲۷ھ

کنوئیں سے اخراج نجاست کے بعد ڈول نکالنے کی حکمت

قبل ازیں جہاں کہیں ہم نے اس کتاب میں کنوئیں سے اخراج نجاست کے بعد پانی کی طہارت کے لئے ڈول نکالنے کا ذکر کیا ہے وہ بطور وجوب نہیں ہے بلکہ بطور استحباب ہے اور ڈول نکالنے کے لئے وجوب کا لفظ ہم نے لکھا ہے اس سے مراد اصل تقرری نقدا کا وجوب ہے کیونکہ انسان جو کام کرے اُسکے لئے کسی غایت وحد کا تقرر ضروری ہے۔ لہذا ڈول نکالنے کے لئے ایک نقدا وحد اگر مقرر نہ ہوتی تو بے نقدا ڈول نکالتے رہنا بیہودہ کاری و عبث کام تھا۔ پس اگر کوئی کنوئیز سے اخراج نجاست کے بعد احتیاطاً ڈول نکالنے چاہے تو وجوباً اس ارکے لئے ایک حد وغت مقرر ہوئی ورنہ ڈول نکالنا ضروری نہیں ہے اور ایسا ہی بشرط عدم ظہور رنگ و بود و ذائقہ جہاں کہیں کنوئیں سے ہم نے سارا پانی نکالنا لکھا ہے وہ بھی بطور استحباب و استحسان ہے اس میں شرعی وجوب نہیں ہے کیونکہ شناخت طہارت آب کے لئے بنی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صرف عدم تغیر رنگ و بود و ذائقہ فرمائے ہیں اور پانی کی پلیدی حقیقی معلوم کرنے کے لئے یہی قول و ترازو ملائم مقرر ہیں اس سے بڑھ کر اور کوئی نہیں۔

۱۔ کنوئیں سے اخراج نجاست کے بعد ڈول نکالنے کی سب سے بڑی حکمت یہ ہے کہ پانی کو پانی سے جدا کرنے میں اسکی ساری قوتوں و اجزاء ذروں میں حرکت اور حدت پیدا ہو جاتی ہے اور اس سبب سے پانی کے ذرے ایک دوسرے کے نزدیک نزدیک آنا چاہتے ہیں۔ اگر اسکو کشش انفصال کہیں۔ اور جس سبب سے وہ ایک دوسرے سے علیحدہ رہتے ہیں اور جس سے جس حرارت پیدا ہوتی ہے۔ اور جو غالباً ذروں کی ایک تیز اور لرزاں یا ارد گرد کی حرکت ہے اسکو قوت واقفہ کہیں تو مانع حالت میں یہ دونوں قوتیں ایسی تلی رہتی ہیں کہ ذرے بے تحلف حرکت بھی کر سکتے ہیں اور ملے جلے بھی رہتے ہیں۔ اور جب ڈول نکالنے سے پانی کے ذرات میں حرکت و تیزی پیدا ہوتی ہے تو نجاست کے بقیہ اجزا کا پانی میں استحالہ ہو جاتا ہے اور جب نجاست کا استحالہ ہو تو وہ طیب ہو جاتی ہے اور کثیر آب میں تھوڑی نجاست کا تحلیل ہونا ایسا جیسا کہ حیوان کے جسم میں غذا تحلیل ہو جاتی ہے اور اسکا مخالفانہ اثر نہیں رہنا۔ یا جیسا کہ نباتات میں ناپاک پانی کا استحالہ ہوتا ہے۔

شاید کوئی کہے کہ پانی میں کونسی قوت ہے جس سے وہ اشیاء کو تحلیل کر دیتا ہے سو واضح ہو کہ

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رنگ و بو ذائقہ مقرر فرمائے ہیں۔ مگر کنوئیں جیسے تنگ معدن آب میں کوئی نجاست پڑ گئی ہو اور پانی کا رنگ و بو ذائقہ بھی نہ بدلا ہو اور نجاست غیر مرئی یا تجزی ہو تو بطور استحباب ڈول نکالنے مقرر ہوئے کیونکہ ڈول نکالنے کے اوصاف موثرہ پر نظر کیجاوے تو تجربہ ہو چکا ہے کہ جب پانی سے ڈول بھر نکالا جائے تو ڈول نکالنے والی جگہ کی طرف پانی کے سارے ذرات مع اشیائے دیگر حرکت کرتے ہوئے چلے آتے ہیں اور وہ کچھ تو ڈول میں پڑ کر باہر نکل آتے ہیں اور باقی کو ڈول نکالنے سے پانی کی قوت صدمہ کشش القضا وغیرہ جتنی ہو جاتی ہیں مستحیل کر دیتی ہیں پس ڈول نکالنے کی یہی حکمت ہے ورنہ ڈول آدمی کی طرح مائل و دانا نہیں ہوتا اور نہ اسکو کوئی قوت تمیز عطا ہوئی ہے کہ وہ کنوئیں سے نجاست کے ذرات صفا کر کہیں کر باہر نکال دے۔

۲۔ وقوع نجاست سے بیاعت کراہت طبعی اکثر لوگ کنوئیں سے پانی بہرنا چھوڑ دیتے ہیں۔ اسلئے جب کنوئیں جیسے رکے ہوئے پانی میں بیاعت عدم تحریک شک و شبہ پیدا ہو چکا تو ڈول نکالنے سے اس پانی میں خوب جریان ہو جاتا ہے اور جریان و تحریک اب سے شک آثار رفع ہو جاتے ہیں کیونکہ چشمہ دار آب سے خرچ آب میں اس کے دونوں طرف میں جریان پایا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے اسکو آب جاری کی طرح تصور کیا جاتا ہے جسکے پاک ہونے میں کسی کو شک و شبہ کراہت نہیں رہتا۔

۳۔ جیسا کہ آدمی کو حدیث اصغر واکبر ہوتا ہے ایسا ہی پانی کے لئے حدیث اصغر واکبر میں پانی کا حدیث اصغر واکبر و شبہات کو ثابت کرتا ہے اور حدیث اکبر نجاست حکمی حقیقی کو سو پانی کا حدیث اصغر ڈول نکالنے سے اور حدیث اکبر سارے پانی کو کنوئیں و معادن آب و ظروف سے نکالنے سے رفع ہوتا ہے۔

۴۔ ڈول نکالنے کی حکمت ظاہر ہے کہ کنوئیں کے پانی کو ڈول کے ذریعہ جاری کیا جاتا ہے تاکہ جریان آب سے نجاست کے اجزاء خارج ہو جاویں۔ پس جب کنوئیں میں وقوع نجاست سے اس کے اثر کو رفع کرنے کے لئے ڈول نکالنے کی حکمت کو سمجھنا چاہو تو ڈول نکالنے کے فعل اور اس کے آثار پر نظر کرو جو پانی سے ڈول نکالنے سے پانی پر واقع ہوتے ہیں پس مکو صاف نظر آجائے گا کہ کنوئیں سے ڈول نکالنے پانی میں جریان خارج کی طرف پایا جاتا ہے اور جب رکے ہوئے پانی میں اجزاء ہو جاوے تو اسکو دفع نے پاک ٹھرایا ہے کیونکہ اس نخل سے پانی

میں ہلکی تیرنے والی اشیاء کے جو اجزائے صغیر ہوتے ہیں وہ ڈول سے خارج ہوتے رہتے ہیں اور ثقیل اجزا پانی کے تخت میں بیٹھ جاتے ہیں۔ اور پانی کی قوتوں میں اس فعل سے جو حد و تیزی پیدا ہوتی ہے وہ انکو مضحمل کر کے پیس دیتی ہے۔ فضل۔

مگر شرع نے ڈول نکالنے کو واجب نہیں قرار دیا چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی بھی یہی رائے ہے کہ اخراج نجاست کے بعد کنوئیں سے ڈول نکالنا واجب نہیں ہے چنانچہ ہم انکی کتاب حجۃ اللہ بالآخرہ عربی مطبوعہ مصر صفحہ ۷۴۸ کا ترجمہ اس امر کے متعلق ذیل میں لکھتے ہیں۔ لوگوں نے بہت سے فروع کنوئیں کے اندر جاندار چیز کے مرجانے اور وہ درودہ اور آب جاری کے متعلق نکال لئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان سب مسائل میں احادیث مروی نہیں ہیں اور صحابہ اور تابعین سے جو اس میں آثار مروی ہیں جیسے ابن زبیر سے رنگی کے بارے میں اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے چھپے کے بارے میں اور نخعی اور شعبی سے بلی کے قریب قریب جانور میں۔ سو ان اشیاء کی صحت کی نہ تو محدثین نے گواہی دی ہے اور نہ قرون اولیٰ کے جمہور کا ان پر اتفاق ہے اگر وہ آثار صحیح ہی ہوں تو ممکن ہے کہ یہ حکم دلوں کی پاکی اور پانی کی نظافت کے لئے ہو اور وجوب شرعی کے اعتبار سے نہ ہو۔ الحاصل اس باب میں کوئی معتد بہ اور واجب العمل حدیث نہیں ہے اور بلاشبہ قلعین کی حدیث ان سب سے زیادہ وثاقبت ہے اور یہ بات محال ہے کہ خدا تعالیٰ نے ان سب مسائل میں اپنے بندوں کے لئے ان تدابیر کے اور جو اس کے واسطے لازم ہیں کچھ بڑایا ہو اور باوجود ان چیزوں کے کثرت وقوع اور عوم بلوئے کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی صاف صاف تصریح نہ فرمائی ہو اور صحابہ اور تابعین کو اس سے استفادہ نہ ہوا ہو اور خبر واحد بھی مروی نہ ہو۔

البتہ اخراج نجاست کے بعد کنوئیں سے ڈول یا سارا پانی نکالنا بطور استحباب و امتحان منع نہیں ہے کیونکہ اس امر کے متعلق کچھ اشارات ملتے ہیں چنانچہ ہم قبل ازیں لکھ چکے ہیں مگر وہ وجوہ نہیں کیونکہ اس میں حرج و عسر ہے جو حکمت تیسرے برخلاف ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تیسیر واد لا تیسیر وایسے آسانی کرو اور سختی نہ کرو۔ اور جہاں کہیں ہم نے اخراج نجاست کے بعد کنوئیں سے عین ڈول نکالنے یا سارے پانی کو نکالنا لکھا ہے وہ ایسا ہے جیسا کہ انسان حدث و صغیر یا حدث اکبر کے تنگ سے وضو پر وضو یا غسل کرے تو فوراً علیے نوز ہے۔ البتہ جہاں تغیر رنگ و بلور و فائز ہو وہاں ایسا امر ہے جیسا کہ ہر بچہ جسم انسان بڑا

حدث اصغریا کبر واقع ہو جاتا ہے اور وضو یا غسل لازم آتا ہے مگر جیسے شک سے وضو لازم نہیں ہوتا ایسا ہی دلی وہم و شک سے کنواں ناپاک نہیں ہو جاتا بلکہ درالغین پر ہے۔ محدثین کہتے ہیں کہ اگر باوجود عدم تغیر رنگ و بوی و ذائقہ آب کنوئیں سے ڈول یا سارے پانی کا نکالنا واجب ہوتا تو اس امر کے متعلق نص صریح وارد ہوتا جس میں ایسا وجوب و لزوم پایا جاتا کہ اسلام کے کسی فرقہ کو اس میں اختلاف نہ ہوتا اور بدیں لحاظ اسکو نجاست حکمی قرار دیا جاتا۔ مگر اس امر کے متعلق نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کوئی نص صریح وارد نہیں ہوا۔ بلکہ اُسکے برخلاف وارد ہے چنانچہ لکھا ہے سَمِعْتُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ وَضُوٍّ مِنْ بَيْدَرٍ بَضَاعَةٌ وَهِيَ بَيْدَرٌ لَقِيَ رَيْحًا كَرِيمًا وَالتَّنُّمُ وَالْحَوْمُ الْكَلَابُ فَقَالَ الْمَاءُ طَهُورٌ لَا يَجَسُّهُ شَيْءٌ ترجمہ یعنی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کنوئیں بضا عہ کے پانی سے وضو کرنے کے لئے پوچھا گیا۔ یہ ایک کنواں ہے جہیں حیض کی ریس اور گندگیاں اور کتوں کے گوشت پڑ جایا کرتے تھے (اور پھر وہ چیزیں کنوئیں سے نکالی جایا کرتی تھیں) نجاستوں کا پانی سے نکالنا وَالْبَجْرُ فَاحِجٌ سے نکلتا ہے تو اس پر اخراج نجاست کے بعد فرمایا کہ یہ پانی پاک کرنے والا ہے اسکو کوئی ناپاک چیز ناپاک نہیں کرتی۔ انکا دعویٰ ہے کہ اگر اخراج نجاست کے بعد باوجود عدم تغیر رنگ و بوی و ذائقہ کنوئیں کی نجاست حکمی ہوتی اور اُسکے رفع کے لئے ڈول نکالنے واجب و لازم نہ ہوتے تو جب صحابہ کرام نے ایسے پانی کے متعلق آنحضرت سے پوچھا تو آپ ڈول نکالنے یا سارے پانی کے اخراج کا حکم فرماتے اور اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لئے ڈول نکالنے کا امر و حکم فرماتے کہ اتنے ڈول نکالو گے تو کنواں پاک ہو جائیگا تو پھر صحابہ کو پوچھنے کی کوئی ضرورت باقی نہ رہتی اور نہ انکو کوئی شک ہوتا بلکہ وہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارات پر جان نثار تھے بار بار پوچھنے کی انکو عادت نہ تھی۔ اس امر کے متعلق یہی ایک نص ہے اِنَّ الْمَاءَ لَا يَجَسُّهُ شَيْءٌ اِلَّا مَا غَلَبَ عَلَيْهِ رِيحُهُ وَطَعْمُهُ وَلَوْ قَدْ نَزَّحَ يَمِينُ پانی کو کوئی چیز لمبید نہیں کرتی مگر وہ جو اُسکی بوی اور ذائقہ اور رنگ پر غالب ہو جاوے۔ فضل

شناخت طہارت آب کے لئے اوصاف ثلاثہ

رنگ بوی و ذائقہ مقرر ہو نیکی وجہ

اس بات سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ اس عالم کی ہر چیز کی اصلی حالت صحت و صفائی

و طہارت اور اس کا سقم و اختلال معلوم محسوس کر نیکی لئے معیار و موازین عدالت مقرر و معین ہیں لہذا کثیر پانی کی طہارت و صفائی یعنی پاکیزگی معلوم کر نیکی لئے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رنگ و بو و ذائقہ مقرر فرمائے ہیں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اِنَّ الْمَاءَ لَا يَنْجِسُ شَيْئًا اِلَّا مَا عَلَبَ عَلَيْهِ رِيْحُهُ وَطَعْمُهُ وَلَوْنُهُ (ابن ماجہ، مبادل) مترجمہ یعنی پانی کو کوئی چیز لمبید نہیں کرتی مگر وہ جو پانی کی اصل بو، ذائقہ، رنگ پر غالب آ جاوے۔ فضل۔

شناخت طہارت آب کے لئے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اوصاف ثلاثہ رنگ بو و ذائقہ مقرر کرنا ایسا ہے جیسا کہ انسانی جسم کی تشخیص صحت و اختلال و مرض کے لئے ملاحظہ رنگ جسم و نبض و رنگ قارورہ حکماء و اطباء کے نزدیک ضروری ہے تفصیل اس اجمال کی یوں ہے کہ بسا اوقات ایسا واقع ہوتا ہے کہ اکثر انسان اپنی طبیعت سے ایسی ایسی مخالف اشیاء کھاتے اور استعمال کر لیتے ہیں جس سے انکی صحت جسمی کے بگڑنے کا اندیشہ ہوتا ہے مگر خدا تعالیٰ نے انکی طبیعت و فطرت میں داخلہ و جاذبہ و حصہ وغیرہ قوانین بنزلہ معالج کے رکھی ہوئی ہیں جب تک وہ اپنی صحت پر مہول اور اغذیہ مخالفہ سے زیادہ قوی ہوں تو انکے آثار کو مضحک و مستحیل کر دیتی ہیں۔ اسلئے صحت جسم میں کوئی اختلال و بیماری ظاہر نہیں ہوتی۔ ایسا ہی خدا تعالیٰ نے پانی کے اندر کچھ قوتیں رکھی ہیں جنکو قوت ضدہ۔ واذہ کشش القیالی وغیرہ کہتے ہیں بلکہ یوں سمجھو کہ صحتی قوتیں انسانی جسم کے اندر موجود ہیں وہی قوتیں پانی کے اندر موجود ہیں کیونکہ انسانی اجسام وغیرہ پانی ہی سے تیار ہوئے ہیں۔ لہذا پانی کی وہ قوتیں جو خالق نے اسکے اندر رکھی ہیں وہ اجزاء نجاست و خلالت کو ایسا منہضم و مستحیل کر دیتی ہیں جیسا کہ انسانی اجسام مخالف اغذیہ کے آثار کو منہضم و مستحیل کر دیتی ہیں اور بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ضعف قوتوں کے باعث جیسا کہ اجسام میں آثار اختلال و امراض ظاہر ہو جاتے ہیں ایسا ہی پانی کے ضعف قوی کے باعث اسیں نجاست مستحیل و منہضم نہ ہو سکے تو نجاست کے آثار ثلاثہ رنگ یا بو یا ذائقہ پانی میں ظاہر ہو جاتے ہیں لہذا وہ پانی ناپاک ٹھرایا جاتا ہے کثیر پانی میں کسی نجاست کے پڑنے سے اسکی طہارت و نجاست کے معیار نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہی تین اوصاف ٹھرائے ہیں سو جو کوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس میزان معیار مقرر سے بڑھ کر کوئی اور معیار ٹھراتا ہے وہ سخت بے ادب ہے اور خدا تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے قدم مارتا ہے کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کے فرمودہ سے باہر جارہا ہے۔ چنانچہ ایسے امور کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

بِأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْلُبُوا بُيُوتَكُمْ عَلَى أَيْدِي اللَّهِ وَسُؤْلِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَمِيعٌ عَلِيمٌ
ترجمہ۔ اے ایمان والو آگے نہ بڑھو اور اُسکے رسول سے اور اُسکے رہنے والوں سے
وہ سنے والا اور جاننے والا ہے۔

یہ آیت اس امر کے متعلق ہے کہ خدا تعالیٰ کے احکام جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ نکلے ہوئے ہیں انہی پر چلو۔ انہیں کسی ہمیشی نہ کرو ورنہ تم خدا کے حدود سے تجاوز کر کے والے ٹھہر گے۔ اس آیت میں قرآن وحی علی و حدیث وحی خفی کے اتباع کا حکم ہے۔
بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ اگر ایک بات کے متعلق قرآن و حدیث میں تضاد صریح ہو اور وہاں انسان امتنا و استرخاج کو اُس پر ترجیح دیتے ہیں ایسے ہی لوگوں کے حق میں ہے
مَا قَدْ رَدَّ اللَّهُ حَتَّى قَدْ رَدَّ یعنی انہوں نے خدا کی قدر شناسی نہیں کی۔

بعض لوگ محض محبت نجاست سے پانی کو ناپاک قرار دیتے ہیں اگرچہ وہ نجاست پانی سے الگ کی گئی ہو حالانکہ یہ انہی میں سے بر خلاف ہے۔ کیونکہ قرآن کریم میں صاف آچکا ہے
لَا رَدَّ وَهُوَ بَيْنَهُمْ اور گناہوں کے نجاست شکم گوشت و خون میں پلا ہوا ہوتا ہے اور جب اُسکو
نجاست گوشت و خون کی محبت و اختلاط سے الگ کیا جاتا ہے تو وہ پلید نہیں رہتا۔ چنانچہ
اس بارے میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَاتَّقُوا اللَّهَ فِي الْأَتْعَامِ الَّتِي كُنْتُمْ تَكُونُونَ
مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَدَعِمَ لِبَسَاتِهَا خَالِصًا نَافِعًا لِلشَّارِبِينَ ترجمہ اور تحقیق تمہارے لئے چھوڑا
میں نشان عبرت ہیں کہ ہم نکلے پلاتے ہیں اُنکے پیٹ کی چیزوں میں سے گوشت اور لہو کے بچھڑے
دودھ نکال کر جو کہ خالص دستہ اور خوشگوار ہے پیئے والوں کے لئے۔

اب یہ مسئلہ واضح تر ہو چکا کہ کوئی چیز جب محبت نجاست سے الگ کی جائے تو وہ پلید نہیں رہتی
نہیں رہتی ورنہ اگر کوئی چیز محض محبت نجاست سے باوجود اس سے جدا ہونے کے پلید رہتی ہے
تو پھر دودھ بالاولیٰ پلید ہونا چاہئے کیونکہ وہ محبت نجاست سے جدا ہوتا ہے۔ اصل میں بات
یہ ہے کہ پانی کی قوتیں جب تک بحال خود ہوں اسکا خاصہ ہے کہ وہ کسی نجاست کو اپنے اندر
نہیں رہنے دیتا۔ ثقالت والی نجاست کو تخت میں بٹھا دیتا اور لمبی کو منہضم کرتا یا اوپر لے آتا ہے
کیونکہ پانی کی خاصیت طہارت ضد نجاست ہے۔

پھر واضح رہے کہ نجاست دو قسم ہے حقیقی و محکی نجاست حقیقی جو مٹی و نمودار ہوا
وہ زمین رقعہ نجاست سے دور ہوتی ہے اس کے متعلق انہی صریح ہے تو یہی کہ اسکو بالکل رفع

و زائل کیا جائے۔ مگر اس قسم کے ہر نوع نجاست کے تعین کے لئے نفس وار د نہیں ہے کیونکہ اس قسم کی نجاست کی شناخت عام طبائع انسانی میں موجود ہے اور اس سے انکو متفرق ہے جب تک اسکو زائل نہ کر لیں انکو اطمینان نہیں آتا۔

دوسری نجاست حکمی ہے۔ اس کے متعلق نفس صریح موجود ہے اور اس میں اسلام کے کسی طائفہ کو اختلاف نہیں ہے۔ مثلاً حدث اصغر و اکبر جتنے لئے وضو و غسل کرنا امر ہوا۔ یہ حکمی و معنوی نجاست ہے۔ ایسا ہی قلیل مصادن آب و ظروف میں نجاست پڑنے سے حکمی نجاست ہے خواہ رنگ و بو و ذائقہ نہ بھی ہو۔ فضل

قلیل پانی کی نجاست حکمی کی حکمتیں

پانی کی ضرورت تمام اشیائے عالم میں نظر آتی ہے۔ چنانچہ اسکا کثیر الوجود ہونا خود اس بات پر دال ہے اور ہر چیز میں اسکا کثرت استعمال خارجی مؤثرات کو ثابت کرتا ہے۔ تمام حیوانات کو اسکی ضرورت رہتی ہے۔ عالم کے تمام جانداروں کا اسی پر آمد و رفت کرنا اور انکی زندگی کا اسی پر موقوف ہونا عیاں ہے لہذا پانی کی اسقدر کثرت استعمالی اس امر کی مقتضی ہوئی کہ جن پانیوں میں درغروں و نجاستوں کے اثر پڑ کر آدمیوں کو ضرر دیں ان پانیوں کی حد بنی آدم کو بتائی جائے تاکہ وہ آگاہ ہو کر نقصانات و ضرروں سے بچیں۔ آب قلیل کی حد محدثین کے نزدیک قلتین ہے اور احناف کے نزدیک وہ وروہ سے کم۔

یہ مسئلہ ظاہر و باہر ہے کہ جس بار عظیم و اثر کثیر کو ایک ضخیم الجثہ و کثیر الوجود چیز متحمل ہو سکتی ہے اسکو قلیل الوجود اٹھا نہیں سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ نور نبوی نے قلیل پانیوں میں نجاست حکمی یعنی معنوی و حقیقی کو مؤثر ہوتے ہوئے اور آب کثیر میں غیر مؤثر و بیکھک و دونوں کے درمیان ایک حد فاصل معرر فرمادی۔

جو حکم قلیل پانی کے لئے ہے وہی حکم کثیر کے لئے ہوتا تو دنیا میں لوگوں کے بڑے بڑے نقصانات ہوتے اور وہ وقتوں میں پڑ جاتے اور انکی زندگیاں انپر دوہر ہو جاتیں حکمی و حقیقی نجاست امر کے ہوئے قلیل پانیوں و ظروف میں واقع ہونے سے ان کو ناپاک کر دیتی ہیں۔ خواہ ایسے پانیوں کا رنگ و بو و ذائقہ نہ بھی متغیر ہو۔ ایسے پانی جب تک

ظروف و معاون سے خالی نہ کئے جائیں وہ ناپاک سمجھے گئے ہیں۔ کتوں و دندوں و حرام جانوروں
 ملی و چوسے کے سوا قلیل پانیوں میں منہ ڈالنا حکمی نجاست ہے اور اُن میں مرئی یعنی نو دار
 نجاستوں کا پڑنا حقیقی نجاست ہے اور یہ دونوں نجاستیں ایسے قلیل پانیوں کو کیساں پلید کرتی
 ہیں ایسے پانیوں میں جنبی کا غسل کرنا حکمی نجاست ہے اور ایسے پانیوں میں بول و برا پڑنا حقیقی
 نجاست ہے چنانچہ ایسے ہی پانیوں کے متعلق حدیث نبویؐ میں وارد ہے لَا یَغْتَسِلُ أَحَدُكُمْ
 كَمَدًّ فِي الْمَاءِ إِلَّا دَبَّرَهُ وَهُوَ جُنُبٌ ترجمہ یعنی تم میں سے کوئی شخص کھڑے ہوئے پانی میں
 غسل نہ کرے جبکہ وہ جنبی ہو ورنہ کثیر آب میں ہزاروں جنبی غسل کریں اسکو کوئی ناپاکی لاحق
 نہیں ہوتی۔

قلیل پانیوں کے متعلق وارد ہے لَا یَبُولُ أَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ إِلَّا دَبَّرَهُ لَیَجْعَلَهُ
 ترجمہ یعنی تم میں سے کوئی شخص کھڑے ہوئے پانی میں جو جاری نہ ہو بول نہ کرے اور کوئی
 ایسا کر بیٹھے تو اس میں غسل نہ کرے۔ حدیث میں قلیل و کثیر پانی کی حد نہیں بتائی گئی۔ اس میں
 یہ حکمت ہے کہ قلیل و کثیر پانیوں کے ساتھ یہ فعل کوئی بھی نہ کرے کہ سوراخ پر وال ہے۔
 ایسے پانیوں میں اگرچہ بول و برا پڑنے اور دندوں و کتوں وغیرہ کے منہ ڈالنے سے آثار
 نمودار نہ ہوں مگر استعمال کرنے و پینے والے میں مؤثر ہوتے ہیں اسلئے ایسے پانیوں کا استعمال
 اور پینا منع ہے۔ ایسے پانی جن معاون و ظروف میں ہوں انکو پانی سے خالی کر دینے کے بعد وہ
 پاک ہوتے ہیں اور پھر ظروف کو خلوئے آب کے بعد سات بار دھونے کا حکم ہے۔

باوجود وقوع نجاست جاری پانی پاک ہو سکتی وجہ

جس کے ہوئے قلیل پانی میں نجاست پڑ جاوے بوجہ رُکاوٹ اس کا رنگ و بو و ذائقہ متغیر ہو جاتا
 ہے اور اگر متغیر نہ بھی ہو تو بوجہ قلت اُس میں نجاست سا رو و اثر ہو جاتی ہے مگر جاری پانی میں
 نجاست کے اوصاف بوجہ جریان قائم نہیں رہ سکتے کیونکہ نجاست کا تعفن اور اس کے آثار جریان
 کے ساتھ خارج ہو جاتے ہیں اسلئے اُس کے رنگ و بو و ذائقہ میں تغیر واقع نہیں ہوتا۔ تم نے جاری
 پانی میں کبھی کسی دھوبی وغیرہ کو صابون سے کپڑے دھوتے ہوئے دیکھا ہو گا کہ اس میں سے
 کس طرح صابون کی جھاگ اور سیل جریان کے ساتھ بہتی ہوئی باہر چلی جاتی ہے۔ پہلا باسی
 پانی بہہ جاتا اور تازہ آ جاتا ہے۔

حقیقت واجب مستحب مباح مکروہ حرام

اس کتاب کے بعض مضامین سابقہ میں افعال انسانی کے متعلق الفاظ واجب مستحب مکروہ وغیرہ ذکر کئے گئے ہیں جنکی حقیقت سمجھنے میں اکثر انسانوں کو اشتباہ ہوتا ہے۔ لہذا واضح ہو کہ بندوں کے بعض افعال ایسے ہوتے ہیں جنکے کرنے سے خدا تعالیٰ اُن سے خوش ہوتا ہے اور بعض فعلوں (حرام) کی وجہ سے وہ اُن سے ناراض ہوتا ہے اور بعض فعل (مباح) ایسے ہیں جنسے نہ وہ خوش ہوتا ہے نہ ناراض ہوتا ہے۔ اسی واسطے خدا کی حکمت بالغہ اور رحمت کاملہ کا اقتضا ہوا کہ انبیاء علیہم الصلوٰات والسلام کو مبعوث کر کے لوگوں کو انکے افعال پر آگاہ کرے جسے اسکی رضامندی اور ناراضی کا تعلق ہوا کرتا ہے اس ذریعہ سے خداوند کریم پسندیدہ امور کا مطالبہ کرے اور امور ناپسند کو منع کر دے اور باقی امور میں انکو مختار رہنے دے تاکہ جو ہلاک ہونے والے ہیں وہ دلیل کے بعد ہلاک ہوں اور جو زندگی حاصل کرنے والے ہیں وہ بھی بعد دلیل کے زندہ ہوں۔ پس کسی فعل سے خدا تعالیٰ کی رضا اور عدم رضا کا متعلق ہونا یا دونوں حالتوں سے افعال کا بے تعلق ہونا اس کا نام حکم ہے۔ یا یوں کہو کہ حکم کسی شے کا ایسی حالت میں ہوتا ہے کہ لوگوں سے اسکا واجب مطالبہ کیا جائے یا وہ اس سے روکے جائیں یا اسیں مختار (مباح) ٹھہرائے جائیں جو چاہوں سو کہو۔ اور بعض اشیاء کا مطالبہ تاکید ہی (واجب) ہوا کرتا ہے کہ انکے کرنے پر رضاء آتی اور ثواب حاصل ہوتا ہے اور اُن (واجب) کے نہ کرنے پر خدا کی ناراضگی اور عذاب الہی ہوا کرتا ہے۔ اور بعض کا ایسا تاکید ہی امر نہیں ہوا کرتا کہ مستحب اس امر مطلوب کے کرنے پر رضاء و ثواب حاصل ہوتا ہے۔ لیکن اسکے نہ کرنے پر کچھ ناراضگی اور عذاب کا استحقاق نہیں ہوتا۔ جیسے مطالبہ کے دو حصے ہیں۔ ایسے ہی نبی کریم کے بھی دو ہی صورتیں ہیں بشرطیکہ منع کرنے کی وجہ سے باز رہا ہو اور اس فعل کے کرنے سے ناراضگی اور عذاب میں گرفتار نہ ہو۔ تم اس امر کا اندازہ اپنے اور لوگوں کے محاورات کے الفاظ طلب اور منع میں کر سکتے ہو کہ جو بات اول کہی جاتی ہے اُسکے خلاف میں رضامندی یا ناراضگی کے اثر سے ایک قسم کی دوہیں ہو جایا کرتی ہیں۔ یہ ایک لازمی اور قدرتی امر ہو گیا ہے۔ اس وجہ سے احکام کی پانچ قسمیں ہو گئی ہیں (۱) ایجاب (۲) استحباب (۳) اباحت (۴) تنہی (۵) تحريم۔

لوگوں کے سامنے افعال مکلفین میں سے ہر فعل کی علیحدہ علیحدہ حالت پیش نہیں کی جاسکتی ہے۔ یہ افعال علاوہ اسکے کہ حصر میں نہیں آسکتے۔ لوگ پوری طرح پرانکو معلوم ہی نہیں کر سکتے اس واسطے یہ ضروری ہوا کہ لوگوں کو وہ قواعد کلی کی صورت میں بتائے جائیں۔ مجموعی صورت وحدت سے بیان کی جائے اور کثرت اس میں لپیٹی ہوئی ہو۔ اس طرح ہر لوگ ان افعال کو معلوم کر سکیں گے اور اپنے افعال کی حالت پہچان سکیں گے۔ علوم کلیہ کو دیکھو خاص امور کے لئے ان میں کیسے قوانین قرار دیئے گئے ہیں۔ نحو ہی کہتا ہے **الْفَاعِلُ مَرْفُوعٌ تَوَسَّعَ** اسکا یہ قول محفوظ کر کے **قَامَ زَيْدٌ** میں زید کا حال اور **قَعَدَ عُمَرُو** میں عمرو کا حال معلوم کر لیتا ہے۔ وہی ہذا۔ یہی وحدت جمہیں کثرت منسلک ہوا کرتی ہے حکم کی علت اور اسکی مدار علیہ ہوا کرتی ہے۔ اس علت کی دو قسمیں ہیں۔ اول وہ جمہیں اسی حالت کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ جو مکلفین میں موجود ہوا کرتی ہے۔ لیکن یہ ممکن نہیں کہ صرف مکلفین کی کوئی دائمی اور لازمی حالت کا اعتبار کیا جائے۔ جسکا اثر یہ ہو کہ انکو ہمیشہ کے لئے کسی حکم کی تکلیف دی جائے۔ یہ امر مکلفین کے قابو سے باہر ہے۔ ایسی تکلیف صرف ایمان میں ہی ہو سکتی ہے اور احکام میں اس وجہ سے ضرور ہے کہ ایک ایسی حالت کا اعتبار کیا جائے کہ تکلیف دافعہ شخص کی لازمی صفت بھی اُس میں شامل ہو۔ اسی صفت کی وجہ سے وہ شخص قابل خطاب شارع ہو سکے۔ اور اسکے ساتھ ہی کسی عارضی حالت میں دقت ہوتی ہے۔ کبھی آسانی سے اُس کام کا ہو سکتا کبھی حرج کا احتمال یا کبھی کسی شے کا قصد کرنا۔

آب قلیل و کثیر کی حد مقرر ہونے کی حکمت

ضرور تھا کہ پانی کے لئے حد قلیل و کثیر مقرر ہو تاکہ اس میں وقوع نجاست حکمی و حقیقی سے ایک دوسرے کے احکام میں التباس ہو کر بد استعمالی لازم نہ آوے۔ اور لوگوں پر حرج و عسر واقع نہ ہو۔ یہ جو حدیث نبوی میں آیا ہے **لَا يَغْتَسِلُ أَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ إِلَّا كَسْرٍ وَهُوَ جَنْبٌ** ترجمہ۔ یعنی تم میں سے کوئی شخص رُکے ہوئے پانی میں غسل نہ کرے جبکہ وہ جنبی ہو۔ یہ امر آب قلیل کے لئے مخصوص ہے۔ کیونکہ آب کثیر جو رُکے ہوئے ہوں اُن میں خواہ صدہا جنبی غسل کریں اتفاق ائمہ عظام و علمائے کرام ناپاک نہیں ہوتا البتہ آب کثیر و قلیل کی حدود میں اختلاف حضرت امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک وہ درود گزرے کہ پانی قلیل ہے اور دیگر ائمہ کے نزدیک قلیتین سے کم پانی قلیل ہے۔

بشرط عدم تغیر اوصاف سگاہ قلتین جتنے پانی کا وقع نجاست پاک و ناپاک ہونیکے وجہاً

محدثین کہتے ہیں کہ اگر وقوع نجاست سے باوجود عدم تغیر اوصاف سگاہ قلتین جتنا پانی ناپاک ہو جاتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آب قلیل و کثیر کے اندر کوئی اور حد فاصل بیان فرماتے۔ مگر قلتین کے سوا آب قلیل و کثیر کی حد فاصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور کوئی بیان نہیں فرمائی اسلئے وہ قلتین جتنے پانی کو وقوع نجاست سے بشرط عدم تغیر اوصاف سگاہ ناپاک قرار دیتے ہیں اور وہ حدیث یہ ہے اِذَا بَلَغَ الْمَاءُ قَلْتَيْنِ لَمْ يَتَّخِذْ شَيْءٌ مِّنْهُ مَرَجاً لِّعِنَةِ جِبِّ پانی کی حد دو قلتے تک پہنچ جائے تو اسکو کوئی نجاست پلید نہیں کرتی۔ یعنی اتنے پانی میں کوئی ایسی نجاست پڑ جائے جسکے اوصاف سگاہ نہ کا ظہور نہ ہو تو وہ پانی پاک ہے خواہ کنوئیں میں ہو خواہ گڑبے میں۔

احناف کہتے ہیں کہ اگر قلتین جتنا پانی وقوع نجاست سے باوجود عدم تغیر اوصاف سگاہ ناپاک نہ ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یوں فرماتے لَآ يَبُولَنَّ أَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الَّذِي شَرِبَ الَّذِي لَا يَخْرِجِي ثُمَّ يَغْتَسِلُ فِيهِ مَرَجاً۔ یعنی تم میں سے کوئی شخص رُکے ہوئے پانی میں جو جاری نہیں ہے بول نہ کرے۔ اگر ایسا فعل کوئی کر بیٹھے یا اس میں بول و براز پڑ جائے تو اس میں کوئی غسل نہ کرے۔ دوسری حدیث یہ ہے لَآ يَغْتَسِلُ أَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الَّذِي شَرِبَ وَهُوَ جُبِّ مَرَجاً۔ یعنی تم میں سے کوئی شخص رُکے ہوئے پانی میں غسل نہ کرے جبکہ وہ جنبی ہو۔ بعض علماء حنفیہ رحمہم اللہ قائل کہتے ہیں تمام رُکے ہوئے پانی جبکی حد وہ درودہ سے

نیچے ہے انہیں کوئی جنبی غسل نہ کرے یا انہیں بول و براز پڑ جاوے وہ بموجب احادیث مذکورہ کے ناپاک ہو جاتے ہیں خواہ اُنکے اوصاف سگاہ نہ کا ظہور نہ ہو۔ مؤلف کثرت وغیرہ نے اس امر کو محط الکھا یعنی اٹکا اس اختلاف بیان کیا ہے۔ محدثین کہتے ہیں یہ حدیں قلیل پانیوں کے متعلق ہیں جبکی حد قلتین سے نیچے ہے۔ احناف نے آب کثیر کی حد وہ درودہ گز ٹھہرائی ہے۔ کیونکہ دس جمع کثیر پہلا عدد ہے۔ جو کثرت پاک پر دال ہے۔ راقم کے نزدیک اگر آب کثیر لھجائے تو ہٹوڑے پانی سے اجتناب چاہئے ورنہ مجبوراً قلیل کو استعمال کرنا ہی پڑتا ہے۔ فضل

چوہے بلی کا جو ٹھاپاک ہونے کی وجہ

سائل کا خیالی ہے کہ جو عداوت چوہے اور بلی کے درمیان ہے وہ انکے لئے اختلاف حکم کی موجب ہے جیسا کہ کبھی اور بھیڑے میں عداوت ہے اور انکے متعلق حکم شریعت بھی مختلف ہے۔

جواب۔ یہ سوال سائل کی عدم واقفیت و جہل کو ظاہر کرتا ہے کیونکہ یہ ایسا امر ہے کہ اس کو طہارت و نجاست و حلت و حرمت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ جو کچھ شریعت کا حکم اس امر کے متعلق ہے اسکی بنا نہایت حکمت الہی و مصلحت عامہ پر ہے۔ کیونکہ اگر شریعت کا حکم ان جانوروں کی نجاست کا ہوتا تو اس میں است پر حرج عظیم و مشقت کثیر واقع ہوتی کیونکہ یہ جانور شرب و روزہ و کھانے کے فرشوں و کپڑوں و طعاموں و پانیوں پر پھرتے رہتے ہیں جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طہارت بلی کے باب میں اس امر کی طرف ایما فرماتے ہیں اِنَّهَا لَيْسَتْ بِنَجَسٍ اِنَّهَا مِنَ الطَّوَاغِیْتِ عَلَیْکُمْ وَالطَّوَاغِیَاتُ تَرْجَمُ۔ یعنی بلی پلید نہیں ہے کیونکہ وہ تمہارے ارد گرد پھرنے والوں اور پھرنے والیوں میں سے ہے۔ ابن قیم۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ طیبہ طوافین والطوافات میں ان تمام جانوروں کی طرف ایما ہے جنکو فقہائے مشرع طور پر اپنی کتابوں میں لکھا ہے چنانچہ قدوری میں لکھا ہے وَسُورَةُ الْحَرِّ وَالَّذِي جَاءَ بِهَا وَبَسَّاحِ الطُّيُورِ وَمَا يَسْكُنُ فِي الْبُيُوتِ مِثْلُ الْقَارِئَةِ وَالْحَيَّةِ مَكْرُوهَةٌ تَرْجَمُ یعنی جو ٹھاپلی اور کو چکر و مرغی اور درندے پرندوں اور ان جانوروں کا جو گھروں میں رہتے ہیں مثل چوہے اور سانپ کے مکروہ ہے۔

اس سے مراد کراہت تخریجی ہے یعنی طبعی کراہت ہے شرعی کراہت نہیں ہے۔ یعنی کسی طبیعت چاہے تو ان جانوروں کا جو ٹھا کھالے اور نہ چاہے تو نہ کھائے۔

ابھی کل کا واقعہ ہے کہ ہمارے اہل گنجی کا ایک برتن ننگا پڑا تھا جو بمشکل خالص ملا تھا اسی برتن نے منہ ڈال دیا اب اگر اسکے لئے پلیدی کا حکم ہوتا تو کتنا بڑا نقصان تھا۔ پھر میں نے دیکھا کہ وہی مرغی آٹے کے برتن پر چڑھ کر آٹے کو چوچیں مارنے لگی۔ اسی طرح ان جانوروں کا حال ہے جو گھروں میں رہتے ہیں اگر انکو گھروں سے نکالا بھی جائے تو پھر ٹھٹھ کر گھروں میں گھس جاتے ہیں اور برتنوں وغیرہ میں منہ ڈالتے اور انپر پھرتے رہتے ہیں۔

اگر ان جانوروں کا پس خوردہ و مس کردہ ناپاک قرار دیا جاتا تو لوگوں کے ہر آن و ہر لحظہ میں نقصان عظیم ہونے اور لوگوں پر زندگی و بھر ہو جاتی۔ اور اگر کوئی اُس پس خوردہ و مس کردہ کو باعثِ حرص یا بیاعتنائی اشیاء کھا جاتا تو خدا تعالیٰ کا نافرمان ٹھرتا۔ لہذا ان جانوروں کے پس خوردہ و مس کردہ کے متعلق مساحت کا معاملہ بتا گیا تاکہ لوگ تکالیف میں نہ پڑ جائیں اور ان اشیاء کو پھینک دینے سے انکے نقصانات نہ ہوں۔ فضل۔

حکمت طہارت مادی و معنوی

چونکہ اس کتاب میں طہارت مغزی و کبریٰ کی حکمتوں کو حتی الامکان بالاستیعاب بیان کرنا نہیں منظور رہے اور انہی دونوں کے حاصل کر نیکیے لئے ہر قسم کے پانی کی تنقید کیجاتی ہے۔ لہذا اب ہم بطور اختصار طہارت مغزی و کبریٰ کی حکمتوں کو بجز بدترین شرح لکھ کر کتاب طہارت کو ختم کرتے ہیں۔

۱۔ بدن کو دھونے سے بدن میں سرور پیدا ہوتا ہے اور ظاہری میل جو بہت سی جسمانی بیماریوں اور علتوں کی باعث ہے دور ہوتی ہے۔

۲۔ جب بدن پر طہارت کا سرور اور لذت پیدا ہوتی ہے تو اسکا اثر انسان کے اندر جا کر دل میں راحت و سرور پیدا کرتا ہے۔ بدن کا پاک کرنا کپڑے کے پاک کرنے پر وال ہے پس مومن کا کپڑا اور بدن پاک ہونا چاہیئے۔ الغرض طہارت مادی کے فزائد مشہور و معروف ہیں طویل بیان کے محتاج نہیں ہیں۔

طہارت معنوی یہ ہے کہ شہوت و حرص نفسانی کی آلودگی اور رُوبتِ نفس سے پاک و صاف ہو کر عبادتِ الہی کے لئے تیار ہو۔ اس حکمِ الہی میں تمام لوگوں کے شامل ہونے سے انسان کو اپنے اور دوسرے کے درمیان مساوات و برابری حقوق کا پتہ ملتا ہے خواہ کوئی چھوٹا ہو یا بڑا کیسی حق تلفی نہ کرنا طہارت معنوی میں داخل ہے۔

طہارتِ دست۔ حسب فرمودہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام طہارتِ آدۃِ ایمان ہے۔ مومن کو لازم ہے کہ طہارت کے معانی مفقودہ و مرا و مطلوب کو سمجھ کر اسکی عظمت کا حق بحال لائے غسل کرنے والا اپنے دونوں ہاتھوں سے کسی ایسی حرام چیز کو پکڑنے و لینے سے پاک و طہا رکھے جس میں حکمِ الہی کی مخالفت ہو ناحق کسی کو نہ مارے نہ کسی کا مال چھینے نہ کسی کو ضرر دینے کے لئے

دست و رازی کرے۔

طہارت منہ۔ جب منہ کو صاف کر نیکے لئے منہ میں پانی ڈالے تو اس وقت حرام چیزوں کے کھانے پینے اور حرام باتیں منہ سے نکالنے کی طہارت کو ملحوظ رکھے یعنی ایسے اقوال کو منہ سے نکالنے اور ایسی اشیاء کو کھانے سے اپنے منہ سے نفی کرنے کے لئے مستعد رہے تاکہ ایسا نہ ہو کہ اس کا منہ روحانی نجاست سے آلودہ ہو کر سختی لعنت بنے۔ اور ایسی چیزوں کے کھانے پینے اور ایسے اقوال منہ سے نکالنے کے لئے تیار رہے جسے اُس کو خدا تعالیٰ کی طرف سے نواب ملے اور لوگوں میں سختی صفت و ثنا ہو۔

طہارت ناک۔ جب ناک کو پاک کرنے کے لئے ناک میں پانی ڈالے تو خیر و جہالتی کی خوشبو سو گھننے کے لئے آمادہ ہو اور بدی و شرارت کی بو کو چھینک دے۔ ناک طہارت میں ننگ و خود بینی سے پاک رہنے کو غور کرے کیونکہ ننگ و خود بینی و عار ایسے امور ہیں جن سے انسان میں اپنے ہی بنی نفع پر بلندی اور بڑائی چاہنے اور نافرمانی الہی کا خیال و مادہ پیدا ہو جاتا ہے۔

طہارت چہرہ۔ اپنا چہرہ دھونے کے وقت ماسوائے آنہی سے اپنی تمام امیہیں اور توجہات اور ایسے اعمال بجالانے سے منقطع کر دے جن کا رُخ و رجوع خدا تعالیٰ کی طرف نہ ہو اور اپنے منہ پر آب شرم ڈالے اور بے شرمی سے پردہ شرم کو خدا تعالیٰ اور لوگوں کے آگے سے نہ اٹھائے اور اپنی آبرو کو غیر اللہ کے لئے صرف نہ کرے۔

طہارت گردن۔ صبح گردن کے وقت حرص و مہوائے فحشانی سے اپنی گردن کو چھڑانے اور خدا تعالیٰ کے احکام کی فرمانبرداری و اطاعت کا حق ادا کرنے اور گردن کشی کا خیال چھوڑنے پر آمادہ ہو۔ تاکہ اُن اشیاء کے حلقہ اطاعت سے اپنی گردن چھوڑ کر آزاد ہو جاوے جو حضور الہی سے مانع ہیں۔ حدیث نبوی میں آیا ہے نَفْسَ عَبْدُ اللَّهِ هِيَ تَحْسَبُ عَبْدُ الدِّيَّارِ نَفْسَ عَبْدُ النَّوْجَةِ نَفْسَ عَبْدُ الْفُطَيْفَةِ ترجمہ۔ ہلاک و بد بخت ہو اور بچوں اور دیناروں کا غلام۔ ہلاک و بد بخت ہو یا بیوی کا غلام۔ ہلاک و بد بخت ہو یا چادر کا بندہ۔ اس میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ جس انسان پر حرص و مہوائے فحشانی غالب ہو وہ لوگوں میں سے کسی کا بچا و دوست نہیں بن سکتا۔ بلکہ وہ تو دام زیادہ طلبی کا غلام ہے جہاں اُس کو زیادہ مال ملجائے وہاں ہی اُس کا دل ہوگا۔ ایسا شخص حقوق کے تلف کرنے والا اور وعدہ شکن و خائن

و غلام زن و چادر و بندہ حوص و ہوا ہوتا ہے اسکا ہر کام حوص پر مبنی ہوتا ہے نہ خدا کے لئے۔
بباعث حوص و ہوا میزان عدالت سے اسکا رخ پھرا ہوا ہوتا ہے کیونکہ نفسانی حوص کا طوق
اسکی گردن میں ہوتا ہے۔

طہارت لپشت۔ پیٹھ دہونے کے وقت نیکہ ماسولے الہی اور کسی حق گو و عادل کی غیبت
کرنے سے دست برداری کو مذکور رکھے۔

طہارت سینہ۔ سینہ دہونے کے وقت اپنے سینہ سے مخلوق الہی کے ساتھ کینہ کرنے
اور انکو دہوکا دینے کے خیالات کو نکال ڈالے اور مختلف خیالات و شراب و شامہب والے لوگوں کے لئے
ایک نیت رکھنے اور انکو فائدہ پہونچانے کا ارادہ کرے اور بغیر حق صدر نشین ہونے اور باوجود جہالت
عالم ہونے کے عوی کو سینہ سے پاک کر ڈالے۔

کنُ عَالِمًا وَاَرْضٍ بِصَفِّ التَّعَالٰی
لَا تَطْلُبُ الصَّدْرَ بِحَيْزِ الْكَمَالِ
فَاِنْ كُفِّرَتْ بِلَا الْاَلَةِ
يَكُوْنُ ذَاكَ الصَّدْرُ صَفًّا فَتَعَالٰی
عالم ہو کر جوتیوں کی صف میں بیٹھنے یعنی تحت نشین جوتیوں
راضی ہو اور بغیر حصول کمال صدر نشینی نہ طلب کرے اگر تو بغیر
حصول کمال صدر نشین ہوگا تو تیری یہ صدر نشینی جوتیوں کی صف
میں بیٹھنے کی مثال ہوگی۔

طہارت شکم۔ اپنے شکم دہونے کے وقت اشیاء حرام و مشتبہ کھانے دینے سے طہارت شکم
کو مذکور رکھ کر ایسی نجاستوں سے اپنے شکم کو پاک رکھے۔

طہارت شرمگاہ و ران۔ شرم گاہ و ران دہونے کے وقت تمام امور ممنوعہ کے لئے
بیٹھنے و اٹھنے سے اپنے آپکو بچائے۔

طہارت قدم۔ پاؤں دہونے کے وقت حوص و ہوائے نفسانی کے لئے چلنے اور ایسے
امور کی طرف قدم زنی کرنے سے اپنے قدموں کو بچائے جو اسکے دین میں مضر ہوں اور جن سے
کسی مخلوق الہی کو ضرر پہونچے۔

خدا را براى بنده نجاسته است
که خلق از وجودش در آستائه است

کتاب الصلوٰۃ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

عقل انسانی کی صحت کا معیار

لَا تَقْرَأُ وَتُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ مَعَ التَّسْلِيمِ ۝

چونکہ اس کتاب میں شریعت اسلام کو معقولی پیرایہ میں بیان کرنا ہمارا مقصود ہے لہذا ہماری انسانی عقل کی صحت کا بھی کوئی معیار و میزان عدالت مقرر ہونی ضرور چاہئے۔ سو وہ الہام الہی یعنی قرآن و حدیث و نہ جو عقل اس میزان سے باہر ہو جاوے وہ عقل نہیں بلکہ مایحیو لیا و جنون ہو گا اور جو عقل خالق عقل کے کلام سے تنفیض اور اسکے نور سے منور ہے وہ صحیح ہے اور جو اس سے باہر ہو اسکے غلط ہونے میں کوئی کلام نہیں۔ وجہ یہ کہ اگر تمام عقول انسانی صحیح ہوتے تو دنیا کے مذاہب میں اختلاف و تناقض نہ ہوتا محض عقل انسانی کو بغیر اسناد و کلام الہی صحیح قرار دینے سے تمام مذاہب باطلہ کے پیروؤں کے عقائد اور ان کے عندیات کو درست کہنا پڑتا ہے جنکے متعلق وہ اپنے اپنے دلائل عقل سفلیہ کے پیش کر رہے ہیں۔ مگر چونکہ انکے عقول خالق عقل سے تنفیض نہیں ہیں اسلئے وہ ہٹک رہے ہیں۔ اگر عقل انسانی بغیر اقتباس اور نبوت مفید ہوتی اور تمام عقدہ کشائیاں اس سے ہو سکتیں تو نصاریٰ آریہ۔ دہریہ۔ وغیرہ وغیرہ کے عقائد و عندیات میں زمین و آسمان جتنے دور دراز کے اختلافات نہ ہوتے۔ مذہب کے معاملہ میں انسانی عقل کی آنکھ بجز ذرا آفتاب نبوت بالکل کور ہے کچھ نہیں دیکھ سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ جو لوگ چشمہ نبوت سے منکر ہیں انکی عقلیں مذہب کے معاملہ میں ہٹک رہی ہیں۔ عقل بجز ادوار اقتباس اور نبوت حقیقت شناس نہیں ہو سکتی۔ انسانی عقل آنکھ کی مثل ہے پس جیسا کہ جسمانی چشمہ نور آفتاب کے بغیر کچھ دیکھ نہیں سکتی ایسا ہی روحانی چشمہ عقل بھی آفتاب نبوت کے نور کے سوا اسے مذہبی صداقت کو دیکھ ہی نہیں سکتی اور نہ سیدھی راہ پر آ سکتی ہے۔ فضل۔

ایں جنب افشا دقا لان خدا
کے جنب چشے خداوند آفرید
خود بر آرم روشنی از خویش متن
سرنگوں انگند در چاہ ضلال
دورہ تو ایں خرومندی پیست
ہست حق و عقل پندارند خلق
عاقلاں را گمراہ ویراں کند
کے فذرب تو شغاعے در حجاب
بر صداقت را ظہور از انبیاست
تافت آرزوئے کرد و روئے یافت
لے قصیر العمر گیر آموزگار
عار واری زان حکیم بچکوں

حاجت نص سے بود در چشم را
چشم بینا بے خور تاباں کہ دید
تافتن روز خور تاباں کہ من
عالمے را کو در دست ہیں خیال
ناز بر فطنت کن گرفتے است
عقل کاں با کبر سے دور ند خلق
کبر شہر عقل را ویراں کند
چوں نیالی زیر تاب آفتاب
نتہائے عقل تعلیم خداست
ہر کہ علمے یافت از تعلیم یافت
باز بان حال گوید روزگار
از کس و نا کس بیا موزی فضل

طبعزا و ناقصا ہم ناقص است

گر ترا گوشے بود حرفے بس است (احم)

جبکہ انسانی عقل کی میزان عدالت و معیار صحیح خدا تعالیٰ کا کلام ٹھرا لہذا ہم اس کتاب میں جس مسئلہ کی
فلاسفی و حقیقت بیان کرینگے اُس کا استنباط و سنا و قرآن کریم و احادیث نبویہ سے ہوگا۔ گو بعض
مقاموں میں حذف اسناد ہی ہوگا۔ کیونکہ اختصار کو پسند کرنے والی طبائع طویل الکلامی و بیان حداد
سے ملول ہو جاتی ہیں۔

عبادات کے لئے تخصیص اوقات کی حکمتیں

۱۔ جیسا کہ انسان پر ظاہری اور جسمانی طور پر تغیر اوقات و تبدیل حالات مشاہدہ میں آرہے ہیں ایسا ہی
تغیر اوقات کے ساتھ اس پر روحانی تبدیلیاں بھی واقع ہوتی رہتی ہیں اور جیسا کہ ان تغیر اوقات کا اثر انسان
کے جسم پر پڑتا ہے ایسا ہی اسکی روحانیت پر بھی اثر ہوتا ہے۔

تبدیل اوقات و حالات کے ایسے بعض دور کا وقت روزانہ دور کے ساتھ ہوتا ہے وہ روزانہ
پانچ نمازوں کے اوقات ہیں اور بعض اوقات کا دور مہینہ کے دور کے ساتھ ساتھ ہوتا ہے وہ روزہ و حج کا

وقت ہے۔ اور بعض اوقات کا دور سال کے دور کے ساتھ ہوا کرتا ہے وہ رمضان شریف و عیدین ہیں۔
 ۲۔ لوگوں کے اعمال کا درگاہ آہی میں روشنہ و خشنہ کو پیش ہونا جو احادیث نبویہ میں مذکور ہے
 اور رمضان میں قرآن کریم کا نازل ہونا فضیلت اوقات و انسانی حالات کی خصوصیتوں کی طرف اشارہ ہے
 ۳۔ جیسا کہ جسم کی حفاظت کے لئے بطور حفظ و تقدم خدا تعالیٰ کی پیدا کردہ اشیاء و ادویہ و غذائیں
 حسب مناسبت و وقت استعمال کی جاتی ہیں ایسا ہی روحانیت کی حفاظت کے لئے خدا تعالیٰ کے
 فرمودہ احکام کی بجا آوری بنما سبت اوقات معینہ کی جاتی ہے۔

۴۔ نماز کے لئے وقت کا مقرر کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ وقت کی تعیین سے انسانوں کے دلوں کو
 اسکی طرف توجہ رہتی ہے اور انکو جمعیت رہتی ہے اور نہ جگہ گاہ بنتا ہے کہ ہر شخص اپنی رائے پر چلے۔
 کیونکہ جس امر کی تعیین نہ ہو اس میں ہر شخص اپنی رائے کا دخل دینا چاہتا ہے۔ غلطہ اس میں اسکا نقصان
 ہی کیوں نہ ہو۔

۵۔ اگر عبادات کے لئے اوقات معین نہ ہوتے تو اکثر لوگ غمخواری سی نماز روزہ کو زیادہ خیال کرنے
 جو بالکل رائیگاں اور غیر مفید ہوتا تعیین اوقات میں یہ بھی پہلے ہے کہ اگر کوئی شخص ان اوقات کی پابندی
 سے آندا رہتا چاہے اور انکے ترک کرنے کے چلے حوالے کرے تو اسکی گونہائی ممکن ہو سکے۔

۶۔ حکمت الہی کا اقتضا ہوا کہ انسان کو زمانے کے ہر ایک حصہ کے بعد نماز کی پابندی اور اسکے وقت کا
 حکم دیا جائے تاکہ نماز سے پہلے اسکا انتظار کرنا اور اسکے لئے تیار رہنا اور نماز پڑھ لینے کے بعد
 اسکے نذر کا اشرارہ اسکے رنگ کا بقیہ بھی بمنزلہ نماز ہی کے ہو جائے۔ اور غفلت کے اوقات میں
 خدا تعالیٰ کا ذکر نہ نظر آکرے اور اسکی اطاعت میں دل معلق رہے۔ اس میں مسلمان کا حال اس گھوڑے
 کی طرح رہتا ہے جبکی اگاڑی پھیلاڑی بند ہی ہوتی ہے اور ایک دودھ کو دتا ہے اور پھر بے بسی کر
 رہ جاتا ہے اور نماز کی پابندی سے غفلت اور گناہوں کی سیاہی دلوں کے اندر نہیں بیٹھتی۔

۷۔ تقریری اوقات خمسہ میں پابندی اوقات اور امور مہتمہ میں تاخیر نہ کرنے کی طرف اشارہ ہے۔
 عَلَّ الْيَوْمَ لَعْدٍ۔ یعنی آج کا کام کل پر نہ چھوڑو۔ فضل ولی اللہ۔

وجہ تعیین اوقات پنجگانہ نماز

خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں نماز کے پنجگانہ اوقات کی خصوصیت کی فلاسفی و حقیقت سمجھنے کے
 لئے اوقات خمسہ کے اصناف سورہ کی طرف توجہ دلائی ہے چنانچہ وہ فرماتا ہے قَسِيحًا ۱۰۰

تَمْسُونَ وَحِينَ يَخْشَوْنَ وَلَهُ الْكُفُوفُ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَعَشِيًّا وَحِينَ تُظْهِرُونَ۔ ترجمہ
(خدا تعالیٰ کی یاد کا وقت ہے جب تم شام کو اور جب صبح کرو۔ اور اسکی غریباں بیان کیجاتی ہیں آسمان و
زمین میں اور پچھلے وقت اور جو پہریں)

عبارت قرآنی سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان اوقات میں زمین و آسمان کے اندر تغیرات
عظیم واقع ہوتے ہیں جنیں خدا تعالیٰ کی جبروت سے تعجب و تحمید کا موقع آتا ہے اور ان تغیرات کا انفرادی روح
و جسم دونوں پر واقع ہوتا ہے۔ فرض خجگانہ نازیں کیا ہیں وہ تمہارے مختلف حالات کا فوٹو ہے
تمہاری زندگی کے لازم حال پانچ تغیر میں جو تم پر وارد ہوتے ہیں اور تمہاری فطرت کے لئے انکا
دار و نمود نامزدی ہے۔

وجہ تعیین نماز ظہر

۱۔ پہلے جبکہ تم مطلع کئے جاتے ہو کہ تم پر ایک بلا آئیوالی ہے۔ مثلاً جیسے تمہارے نام عدالت سے
ایک وارنٹ جاری ہو۔ پہلی حالت ہے جس نے تمہاری قلبی اور خوش حالی میں نکل ڈالا ہو
حالت زوال کے وقت سے مشابہ ہے کیونکہ اس سے تمہاری خوشحالی میں زوال آنا شروع ہوا
اسکے مقابل پر نماز ظہر تعین ہوئی۔ جسکا وقت زوال آفتاب سے شروع ہوتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زوال کی ساعت کی نسبت فرمایا ہے کہ اسیں آسمان کے دروازے
کھلتے ہیں اسلئے میں پسند کرتا ہوں کہ اسوقت میں کوئی عمل آسمان کی طرف صعود کرے۔ فرمایا اراتکے
فرشتوں سے پہلے دن کے فرشتے آسمان کی طرف صعود کرتے ہیں اور دن کے فرشتوں سے پہلے
رات کے فرشتے صعود کرتے ہیں۔ خاتم اولیا۔

اس وقت کے تغیرات کے شمار جسم انسانی پر ظاہر ہوتے ہیں طبیعوں نے اپنی طبیعتوں میں
بیان فرمائے ہیں۔ چنانچہ مفرغ لعلوب مشرق قافوچ میں لکھا ہے کہ ”نوم بعد زوال کہ سستی است
بہ جیلوہ لکونہ حالاً بین النائم والصلوۃ محدث تیان است۔“ ترجمہ۔ یعنی دوپہر کے بعد کی نیند
جسکو جیلوہ کہتے ہیں نیاں کی مرض پیدا کرتی ہے اور جیلوہ اسکو اسلئے کہتے ہیں کہ سونووالے
اور نماز کے درمیان حائل ہو جاتی ہے۔ ارزانی۔

ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھنے کی حکمت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اِذَا اسْتَدْنَا اِلَیْہَا بِرَدِّوَا بِالظُّہْرِ فَاَنْشِئْنَا لَہُمْ قُبُورَہُمْ

ترجمہ۔ یعنی جب گرمی کی شدت ہو تو ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھا کر دو۔ کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کا پہچان ہے اس سے یہ مطلب ہے کہ جنت و جہنم کا خدا تعالیٰ کے ہاں خزانہ ہے اس خزانہ میں سے اس عالم میں کیفیات مناسبہ اور منافزہ کا فیضان ہوتا رہتا ہے اور کاسنی وغیرہ کے متعلق جو حدیث آئی ہے اسکی بھی یہی تاویل ہے۔

وجہ تعیین نماز عصر

۲۔ دوسرا تغیر اس وقت پیدا ہوتا ہے جبکہ تم ہلاک کے عمل سے بہت نزدیک کئے جاتے ہو مثلاً جبکہ تم بڑے وارنٹ گرفتار ہو کر حاکم کے سامنے پیش ہوتے ہو یہ وہ وقت ہے کہ جب تمہارا خوف سے خون خشک اور تسلی کا نور تم سے رخصت ہونے کو ہوتا ہے۔ سو یہ حالت تمہارے اُس وقت سے مشابہ ہے جبکہ آفتاب سے نور کم ہو جاتا ہے اور نظر اسپر جم سکتی ہے اور صریح نظر آتا ہے کہ اب اسکا غروب نزدیک ہے اس روحانی حالت کے مقابل پر نماز عصر مقرر ہوئی ہے۔ یہ ایسا وقت ہے کہ اس وقت کی غفلت کوئی تمارک نہیں رکھتی۔ اس وقت کی غفلت جمائیت پر بھی بہت بُرا اثر ڈالتی ہے۔ چنانچہ حضرت محمدؐ ارذائی حکیم کہتے ہیں کہ تو م آخر روز کہ مستی است بقیلور باعث آفات کثیرہ است ہلاکت ہمیشہ ترجمہ۔ یعنی ویچ کے وقت کی نیند جسکو عربی میں قیلور کہتے ہیں بہت بیماریاں پیدا کرتی ہے۔ بسا اوقات اس وقت کی نیند سے انسان ہلاک ہو جاتا ہے خاتم اولیا افضل ارذائی۔

وجہ تعیین نماز مغرب

۳۔ تیسرا تغیر تم پر اس وقت آتا ہے جب اس ہلا سے رانی پانے کی بجلی امید منقطع ہو جاتی ہے مثلاً تمہارے نام فرور واد جرم لکھی جاتی ہے اور مخالفانہ گواہ تمہاری ہلاکت کے لئے گزر جاتے ہیں یہ وہ وقت ہے کہ جب تمہارے اوسان خطا ہو جاتے ہیں اور تم اپنے تئیں ایک قیدی سمجھنے لگتے ہو سو یہ حالت اس وقت سے مشابہ ہے جبکہ آفتاب غروب ہو جاتا ہے اور تمام امیدیں دل کی رشتی کی ختم ہو جاتی ہیں۔ اس روحانی حالت کے مقابل پر نماز مغرب مقرر ہے۔ خاتم اولیا۔

وجہ تعیین نماز عشاء

۴۔ چوتھا تغیر اس وقت تم پر آتا ہے کہ جب ہلا تم پر وار دہی ہو جاتی ہے اور اسکی سخت تاریکی تم پر

احاطہ کرتی ہے۔ مثلاً جبکہ فرو قرار و اوجہ اور تہا و قوس کے بعد حکم نماز کو سنایا جاتا ہے۔ اور قیود کے لئے ایک پولیس مین کے تم حوالے کئے جاتے ہو سو یہ حالت اُس حالت سے مشابہ ہے جبکہ رات پڑ جاتی ہے اور ایک سخت اندہیرا چھا جاتا ہے۔ اس روحانی حالت کے مقابل پر نماز عشاء مقرر ہوئی ہے۔ رات و تاریکیوں کو مصائب سے اور دن و روشنیوں کو آرام و نجات سے قدرتی تعلق ہے چنانچہ عرب کا ایک شاعر اس قدر قی مناسبیت کو یوں بیان کرتا ہے۔

تَوَقَّعْ صَنْعَ رَبِّكَ كَيْفَ يَأْتِي
مِمَّا تَوَاوَاهُ مِنْ فَرْجٍ قَرِيبٍ
وَلَا تَأْكُلْ إِذْ أَمَّا نَالَ خُطْبٌ
فَكَمْ فِي الْغَيْبِ مِنْ عَجَبٍ
الَّذِي تَرَى الْكَلَّ لَمَّا تَرَ كَمَّتْ
دَجَاهُ بِلَاءَ وَجْهِ الصَّبَاحِ دَفْعًا
فَلَا تَصْحَبُ الْيَأْسَ إِنْ كُنْتَ تَلْمِزًا
كَيْتَابًا فَإِنَّ الدَّهْرَ نَشْئُ أُمُورًا
میں راز مختلفہ ہوتے ہیں۔

یعنی خدا تعالیٰ کے قانون قدرت کی صنعت کو دیکھ کر امید رکھ کر کشائش جسکو تو چاہتا ہے اُسکا انارات کے بعد فجر کی مثال میں مقرر ہے۔ جب تجھ کو مصیبت کی رات گھیرے تو خدا تعالیٰ کے آگے تضرع و زاری کرنے سے نہ تنہا اور نا امید بن کیونکہ مصیبت کی اندہیری رات کے بعد کشائش کا طلوع فجر ہونا مقرر ہے و ہر یہ کہ خدا نے مصائب کے پردہ میں انسان کے لئے عجیب اسرار و فوائد سکھائے ہیں کیا تو نہیں دیکھتا کہ جب اندہیری رات چھا جاتی ہے تو اس کے بعد صبح کا نور آیا کرتا ہے۔ پس اگر تو داناستے تو نا امید نہ ہو کہ زمانہ کے مٹنا

جب آدمی سونے کا قصد کرتا ہے تو اُس وقت ضرورت ہوتی ہے کہ مشغلوں سے جو چرک طبیعت میں جم جاتی ہے وہ میتل سے دور کر دیا جائے اسلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ عشاء کے بعد لوگ قصے اور شعور نہ پڑھ کریں۔

وجہ تعیین نماز فجر

۵۔ پھر جبکہ تم مدت تک اس مصیبت کی تاریکی میں بسر کرتے ہو تو پھر آخر خدا کا رحم تم پر جوش مارتا ہے اور تمہیں اس تاریکی سے نجات دیتا ہے۔ مثلاً تاریکی کے بعد آخر کار پھر صبح نکلتی ہے اور پھر وہی روشنی دن کی اپنی چمک کے ساتھ ظاہر ہو جاتی ہے سو اس حالت روحانی کے مقابل پر نماز فجر مقرر ہے خدا تعالیٰ نے تمہارے فطرتی تغیرات میں پانچ نمازیں تمہارے لئے مقرر کیں۔ اس سے تم سمجھ سکتے ہو کہ یہ نمازیں خاص تمہارے نفس کے فائدے کے لئے ہیں نہیں اگر تم چاہتے ہو کہ ان بلاؤں سے بچے رہو تو تم چچگان نمازوں کو ترک نہ کرو کہ وہ تمہارے اندرونی اور روحانی تغیرات کا نقل ہیں۔ نمازیں اتھلی

بلاؤں کا علاج ہیں۔ تم نہیں جانتے کہ نیا دن چڑھنے والا کس قسم کی قضا و قدر تمہارے لئے لایا گیا۔ پس تم قبل اسکے جو دن چڑھے تم اپنے مولیٰ کی جناب میں تضرع کرو کہ تمہارے لئے خیر و برکت کا دن چڑھے۔ خاتمہ اویا۔

پہر حال یہ امر مسلم شدہ ہے کہ ان اوقات مذکورہ بالا میں زمین پر انتشار روحانیت اور ایک مثالی قوت کا ظہور ہوتا ہے۔ پس قبول طاعات و استجابات دعا کے لئے ان اوقات سے عمدہ اور مناسب و بہتر اور کوئی وقت نہیں ہے۔ اس امر کو ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء اور ہزاروں اہل اللہ نے مشاہدہ فرما کر گواہی دی ہے کہ ان اوقات میں الوداد و برکات سماوی کا نزول ہوتا ہے اور قبولیت دعا کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے ان وقتوں میں رحمت الہی کی ایک خاص ہوا چلتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان اوقات میں نماز مقرر ہوئی ہے۔ چنانچہ قبل ازیں ہم اس مضمون کی ابتدا میں اس امر کا حوالہ قرآن کریم سے لکھ چکے ہیں۔

یہ ایسا وقت ہے کہ اگر اس وقت انسان خدا تعالیٰ سے غافل ہو تو اسکی روحانیت پر بہت برا اثر پڑتا ہے اور سویا ہو تو اسکی جسمانیات کو سخت مرز ہو جاتا ہے۔ چنانچہ صاحب مفرح القلوب لکھتا ہے ”اما لزم باداد کہ سستی است بعین اولہ سخت زیان دارد خاصہ اگر معده خالی بود۔ یعنی فجر کی نیند جسکو عربی میں عیلولہ کہتے ہیں سونے والے کو سخت زیان پہونچاتی ہے۔ خاصکر اگر معده خالی ہو تو مرز و مرز ہو جاتا ہے۔“

اوقات نماز کے لئے اول و آخر مقرر ہو نیکیاراز

اگر لوگوں کو یہ حکم دیا جاتا کہ تمام لوگ ایک ہی وقت یعنی ایک ہی ساعت کے اندر نماز پڑھیں اور اس سے آگے پیچھے نہ پڑھ سکیں تو اس میں عرج عظیم تھا اس واسطے اوقات کے اندر کسی قدر توسیع اور گنجائش بھی کر لی گئی اور اوقات کے اوائل اور آخر کے لئے حدیں جو منضبط اور محسوس ہیں مقرر کی گئیں۔

نماز کا شعائر الہی میں سے ہونے کی وجہ

نماز کا شعائر الہی ہونا اس واسطے ہے کہ اس سے مقصود بندگانِ شاہی سے مشابہت کا اظہار ہے جب وہ حضور شاہی میں دست بستہ کھڑے ہوتے ہیں اور عاجزانہ درخواست و مان کیجاتی ہے

اس لئے دعا کرنے سے پہلے تریف کی جاتی ہے۔ اور آدمی کو ایسی ایسی باتیں اختیار کرنی پڑتی ہیں جو مناجات کے وقت سلاطین کے سامنے اختیار کی جاتی ہیں۔ ہاتھ پاؤں سمٹ لئے جاتے ہیں۔ کسی قسم کی بے توقہی نہیں کی جاتی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب کوئی شخص نماز پڑھتا ہے تو خداوند کریم اس کے منہ کے سامنے ہوتا ہے۔

انسان پر نماز مقرر ہونے کا راز

۱۔ انسان پر نماز خدا تعالیٰ کی یادآوری اور اس کے حضور میں عاجزی کرنے کے لئے مشروع کی گئی ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے اَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي یعنی میری یاد کرنے کو نماز قائم کر۔
۲۔ نماز سے یہ بھی مقصود ہے کہ اس کے طفیل سے آخرت میں دیدار خدا نصیب ہو جائے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سَتَدُونَ رَبَّكُمْ حَتَّى تَرَوْهُ هَذَا الْقَرَارُ لَنْ تَصْأَمُونَ فِي رُؤْيَاهِ فَإِنْ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ لَا تَقْلَبُوا عَلَى صَلَوةٍ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَصَلَوةٍ قَبْلَ غُرُوبِهَا فَافْعَلُوا۔
ترجمہ۔ یعنی بیشک تم اپنے پروردگار کو ایسا ہی دیکھو گے جیسا اس چاند کو دیکھتے ہو اس کے دیدار پر کچھ شک و شبہ نہ ہوگا پس اگر تم سے ہو سکے کہ سورج نکلنے اور غروب ہونے سے پہلے کوئی چیز تم کو نماز سے باز نہ رکھے تو ایسا ہی کرو۔

میرا اس میں اپنا ذاتی تجربہ ہے کہ نماز بحضور دل پڑھنے سے دنیا ہی میں کشف حقائق الاشیاء کم و بیش ہوتا رہتا ہے اور روحانی چشم تیز میں ہوتی جاتی ہے۔ ایک بار نماز چاشت کے وقت مجھے معلوم ہوا کہ نماز بحضور دل پڑھنے سے گویا انسان کا روحانی جسم ایک نہایت منور آئینہ کی طرح ہونے کو تیار ہے جس میں ہر خارجی چیز کی شبیہ و صورت منعکس ہو جاتی ہے اور یہ امر بھی محسوس ہوا کہ کوئی غیر شرع امر دنیا جائز غصہ و غضب کی کلام صادر ہونے سے اس روحانی آئینہ پر کدورت اور سیاہی آتی شروع ہو جاتی ہے۔

باب الاذان

حکمت اذان نماز کو

نماز کی جماعت ایک ضروری امر ہے۔ اور ایک وقت اور ایک جگہ میں لوگوں کا اجتماع

اعلام اور آگاہ ہونے کے سوا دشواری ہے اس لئے حکمت الہی کا اقتضایہ ہوا کہ اذان کے اندر حرف اعلام اور تنبیہ نہ پائی جائے بلکہ وہ شعار اسلام میں سے ایک شعار ٹھرایا جائے اور لوگوں پر اس کے الفاظ پکارتے جائیں اور اس نشان میں مذہب کی عزت کیجاوے اور اس کا قبول کر لینا لوگوں کے دین الہی کے تاج ہو جانے کی پہچان ہو اس لئے یہ بات ضروری ہوئی کہ ذکر الہی اور شہادتین سے اس کی ترکیب ہو۔ اور نماز کے لئے بلاناہمی اُس میں پایا جائے تاکہ جو چیز اس سے منظور ہے وہ اس سے صراحتہً سمجھ میں آجائے۔

وجہ تسمیہ اذان۔ اذان کے معنی اطلاع و خبر دینے کا آگاہ کرنے کے ہیں۔ چونکہ اس نفل میں لوگوں کو جامعیت نماز میں شامل ہونے کے لئے اطلاع دیکھائی ہے لہذا اس نفل کا نام اذان سمجھا۔

مسجد کی دائیں طرف اذان دینے کا راز۔ دائیں کو بائیں پر فضیلت ہے اس لئے ہر امر خیر کا ابتدا دائیں جانب سے کرنا حکم ہوا۔ اسی حکمت کی وجہ سے اذان مسجد کی دائیں جانب دینی مشروع ہوئی ہے۔

عدالت کا خاصہ ہے کہ فضیلت والی چیز کو فضیلت کا مقام دیا جائے۔ سو دائیں جانب کو بائیں پر فضیلت ہے لہذا اذان جو کہ ایک فضیلت کا کام ہے اس کی مناسبت دائیں جانب کے ساتھ ہے۔ ہم قبل ازیں حکمت و ضوئیں اس امر کی تشریح کر چکے ہیں اور آئندہ بھی ایسے امور کی تفصیل آتی رہے گی۔ فضل۔

جواب اذان دینے کی وجہ

چونکہ اذان شعار اسلام میں سے ایک شعار ہے اور اس شناخت کے لئے بنائی گئی ہے کہ لوگوں کا مذہب الہی کا قبول کر لینا اُس سے پہچان لیا کریں اس واسطے اذان کے جواب دینے کا لوگوں کو حکم دیا گیا تاکہ اُن سے جو مقصود ہے جواب دینے میں اس کی تصریح ہو جاوے۔

عبرت اذان۔ جب مؤذن کی اذان سنو تو اپنے دل میں قیامت کی پکار کی ذہنت حاضر کرو اور اذان کو سنتے ہی اپنے ظاہر اور باطن سے اس کی اجابت کے لئے مستعد ہو اور جلدی کرو۔ کیونکہ جو لوگ مؤذن کی اذان کے لئے جلدی کریں گے وہ قیامت کے روز لطف کے ساتھ پکارتے جائیں گے۔ اگر اذان سے خوشی اور فرحت پاؤ اور نماز کو جلدی چلنے کی رغبت سے پُرجو ہو جان لو کہ

روزِ جزا میں تمکو بشارت اور فلاح پانے کی آواز دیکھائے گی۔ اسلئے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اَرَحْنَا بِاَبْلَدٍ یَعْنٰی لے بلال اذان پڑھنے سے ہکو راحت پہونچاؤ۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں بھی چنانچہ آپ فرماتے ہیں فَرَدَّ عَيْسَىٰ فِي الصَّلَاةِ یَعْنِی میری آنکھ کی ٹھنڈک مجھے نماز میں حاصل ہوتی ہے۔

تکرارِ اقامتِ جماعتِ نماز میں حکمتِ خصوصیتِ مؤمن

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مَنْ اَذَّنَ فَهُوَ یَقِیْمٌ۔ یعنی جو شخص اذان کہے وہی اقامت بھی کہے۔ اسکی وجہ یہ بھی ہے کہ جب ایک شخص نے اذان شروع کی تو اسکے بھائی مسلمان پتر ضروری ہو کہ اُس نے جو منافع حاصل کرنا چاہا ہے اور وہ اُسکے لئے مباح ہیں اور کیسی ملک میں نہیں ہیں انہیں اسکی رزاحت نہ کریں جب طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ کوئی شخص اپنے بھائی کی سنگنی ہونے پر اپنی سنگنی نہ کرے لَا یُحْطَبُ الرَّجُلُ عَلَى خَطْبَةِ اَخِيهِ۔

اذانِ کابنوت کی شاخوں میں سے ہونیکا راز

اذانِ بنوت کی شاخوں میں سے ایک شاخ ہے کیونکہ ہمیں اسلام کے بڑے عظیم نشانِ رکن پر اور اسپر جو سب کی اصل ہے لوگوں کو ترغیب و دعوت کیجانی ہے اور جسقدر خدا تعالیٰ کی رضا مندی اور شیطان لعین کو سوزش اس نیکی میں ہوتی ہے جو اوروں کی طرف پہونچے اور اُس میں خدا کی بات ادائیگی رہے کسی چیز میں نہیں ہوتی۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اِذَا تَوَدَّیَ لِلصَّلَاةِ اَدْبَابُ الشَّیْطَانِ لَهٗ ضَرَاظٌ۔ یعنی جب نماز کے لئے لوگوں کو بکار ہوتی ہے تو شیطان وہاں سے پیٹھ پھیر کر بھاگتا ہے اور اسکا گوز نکل جاتا ہے۔

اذان کے فضائل اس سے سمجھ لو کہ وہ ایسا شعارِ اسلام ہے کہ جسکی وجہ سے کسی ملک کو دارِ اسلام ہونے کا حکم ہوتا ہے۔

اذانِ کابنوت کی شاخوں میں سے ہونے کی قرآن کریم شہادت دیتا ہے چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَمَنْ أَحْسَنُ فَوَازٍ مَّنْ دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ اٰمِنٌ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔ ترجمہ یعنی اس سے بہتر کس کی بات ہے جس نے بلایا خدا کی طرف اور کیا نیک کام۔ اور کہا میں خدا کا فرمان بردار ہوں۔

کان میں انگلی دیکر اذان دینے کی وجہ

ابن ماجہ میں لکھا ہے اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اَمَرَ بِالْاَنْ یُجْعَلَ صَبْعُہٗ فِیْ اُذُنِہٖ قَالَ اِنَّہٗ اَرْفَعُ لَصَوْتِکَ تَرْجُمَہٗ۔ یعنی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت بلالؓ کو امر فرمایا کہ اذان دینے کے وقت اپنی دونوں انگلیوں کو اپنے دونوں کانوں میں ڈال کر اذان دیا کرو۔ فرمایا اس طرح کرنے سے تمہارا آواز بلند ہوگا۔

تجربہ اس امر کا شاہد ہے کہ واقعی ایسا ہی امر ہے۔ اور مولف کتاب ہذا خود اس امر کا پابند ہے کئی بار تجربہ کیا گیا ہے کہ اگر بوقت اذان کانوں میں انگلیاں نہ دیکھائیں تو خوب بلند آواز نہیں نکلتا صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

قیامت میں مؤذن کا دراز گردن ہونی کی وجہ

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں الْمُؤَذِّنُ اَطْوَلُ النَّاسِ اَعْتَاقًا تَرْجُمَہٗ۔ یعنی مؤذن لوگ سب لوگوں سے زیادہ لمبی لمبی گردنوں والے ہونگے۔ اور فرمایا جہاں تک مؤذن کی آواز پہنچتی ہے اس قدر اسکے لئے بخشش ہوگی۔ اور حق اور انسان اس کی گواہی دیں گے۔ الْمُؤَذِّنُ یُغْفَرُ لَہٗ مَدٰی صَوْتِہٖ وَیَسْتَمْدِلُہٗ اِلَیْہٗنَّ وَالْاَنْسُ۔ اس اجمال کی تفصیل یوں ہے کہ جزاء منرا کا معاملہ معافی کی صورتوں کے ساتھ تناسب اور ارواح کے انتہاء کے ساتھ تعلق پر مبنی ہے اس لئے یہ بات ضروری ہے کہ مؤذن کی آوروں کے اوپر اس کی گردن ہو اور آواز کے اعتبار سے اس کا علوشان ہو۔ اور جب طرح اس کی خدا تعالیٰ کی طرف سے پکار لوگوں میں پھیل جاتی ہے اس طرح سے خدا تعالیٰ کی رحمت اس کے اوپر پھیل جائیگی۔

نوزائیدہ بچہ کے کان میں اذان دینے کا راز

۱۔ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کے کان میں اذان دینے کی وجہ یہ ہے کہ جو آواز بچہ کے کان میں پہلے پڑتی ہے اس کا اثر اسکے دماغ میں منتقل اور اس کی فطرت میں مرکوز ہو جاتا ہے اس لئے بانیِ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بچہ کے کان میں اذان دینا ٹھہرایا کہ اس کی فطرت میں پہلی آواز جو اس کی ولادت کے بعد جا کر قائم ہو وہ کو حیدر الہی و رسالت نبوی کی آواز ہو کیونکہ وقت ولادت کا آواز بچہ کی فطرت

وطبیعت میں کائنات فی الجرح ہو جاتا ہے۔ خاتم اولیا۔

۲۔ اذان شعاۃ اسلام اور اعلاناتِ دینِ محمدی میں سے ہے۔ پھر ضروری ہے کہ خصوصیت مولود کی اس اذان کے ساتھ ہو اور وہ بھی بایں طور کہ مولود کے کان میں آواز سے اُسکو کہا جائے۔

۳۔ علامہ ازیں اذان کی یہ خصوصیت ہے جو کہ قبل ازیں بھی ہم لکھ چکے ہیں کہ اذان سے شیطان بھاگتا ہے اور بچہ کے پیدا ہوتے ہی شیطان اُسکو اذیت دیتا ہے چنانچہ حدیثِ نبویؐ میں آچکا ہے کہ مولود کا چلا نا اسی سبب سے ہوتا ہے۔ لہذا بچہ کے کان میں اذان دینا اس لحاظ سے بھی ہے کہ شیطان کے شر سے مولود محفوظ رہے۔ شیطان کا مولود کو مزہ دینا دینا احادیثِ نبویہ و قرآنِ کریم سے ثابت ہو چکا ہے۔ چنانچہ جب مریم علیہا السلام پیدا ہوئیں تو انکی والدہ نے

مریم اور اسکی ذریت کے حق میں خدا تعالیٰ کے آگے شیطان سے محفوظ رہنے کی دعا بجملات ذیل مانگی۔ **وَإِنِّي أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ**۔ ترجمہ۔ اے خدا، اسکی اولاد کو شیطان مردود کی شر سے محفوظ رہنے کے لئے میں تیری پناہ میں لاتی ہوں۔

پس جب کہ قرآن اور احادیثِ نبویہ کی اس امر پر دلالت ہے کہ وقتِ ولادت و بعد بچہ کو شیاطین و جنات سے مزہ دینا کا اندیشہ ہے تو شیاطین و جنات کو بھگانے والے اسباب و مسائل کو کام میں لانے اور انکے اصدا کے ساتھ انکا مقابلہ کرنے کا امر سداً۔ ضل۔

۴۔ مولود کے کان میں اذان دینے سے مولود دامِ الصبیان کی مرض سے محفوظ رہتا ہے۔ واضح رہے کہ جب ہم اس کتاب میں کسی حکمِ الہی کی کئی حکمتیں بیان کریں تو اسیں ہماری یہ امر ہوتی ہے کہ وہ حکم ان تمام حکمتوں پر مبنی ہے۔ لہذا مولود کے کان میں اذان دینا ان تمام حکمتوں پر مبنی ہے جو ہم بیان کر چکے ہیں۔

باب صفت الصلوٰۃ

نماز میں استقبال خانہ کعبہ کی وجہ

۱۔ ظاہر ہے کہ اگر کوئی شخص کسی مکان کی طرف جاتا ہے تو کین مقصود ہوتا ہے اُس طرف کو آدابِ نیاز کو ہر شخص صاحبِ خانہ کے لئے سمجھتا ہے۔ غرض جیسے کسی تخت نشین کو اگر اُسکے تخت کی طرف جھک کر سلام کرنے ہیں تو وہ صاحبِ تخت کو ہوتا ہے خود تخت کو نہیں ہونا۔ بالجلہ لفظ بیتِ احد اس

جانب مشرق ہے کہ خانہ مقصود نہیں بلکہ صاحب خانہ مقصود ہے۔

۲۔ چونکہ جناب باری تعالیٰ جہت وغیرہ سے پاک ہے اس واسطے اسکے گہر کی طرف اور اسکی طرف جو اسکا بشارت قرار ہے توجہ کرنا خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کرنے کا قائم مقام ہوا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ مَقْبِلًا إِلَى اللَّهِ لِوَجْهِهِ وَقَلْبِهِ مَرْتَجِمًا۔ یعنی دریں حالیکہ اپنے منہ اور دل سے خدا کی طرف متوجہ ہو۔

۳۔ قبلہ کو نماز میں منہ کرنا دین جینی کی بڑی پہچان ہے جسکی وجہ سے آدمی غیر مسلمین سے متمیز ہو سکتا ہے اسلئے ضروری ہوا کہ ایسی چیز اسلام کے اندر داخل ہونے کی علامت مقرر کی جائے۔ اس واسطے ایک بڑی نامی اور عظیم الشان عبادت کے ساتھ اسکو مقرر کیا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مَنْ صَلَّى صَلَاتَنَا أَسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا وَآكَلَ ذِيحَنَّا فَذَلِكَ الْمُسْلِمُ الَّذِي لَهُ ذِمَّةُ اللَّهِ وَذِمَّةُ رَسُولِهِ مَرْتَجِمًا۔ یعنی جو شخص ہماری بتائی ہوئی نماز پڑھے اور ہمارے قبلہ کی طرف نماز میں منہ کرے اور ہماری مذبحہ یعنی مسلمانوں کی مذبحہ کھاوے تو وہ مسلمان ہے خدا تعالیٰ اور اس کا رسول اسکے ضامن ہیں۔

ہیں تعجب اُن لوگوں سے آتا ہے کہ جو لوگ باوجود اسقدر واقفیت کے اہل قبلہ نماز گزار لوگوں کو آپس میں کسی زعمی اختلاف کی وجہ سے کافر قرار دیتے ہیں خدا اور رسول تو اہل قبلہ کے ضامن بنتے ہیں مگر وہ خدا کو بھی منع کرتے ہیں کہ تو ایسا نہ کر۔

۴۔ قبلہ رخ ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اپنے ظاہر کو سب طرف سے پھیر کر خدا تعالیٰ کے خانہ کعبہ کی طرف کر لو۔ پھر کیا سمجھتے ہو کہ دل کا پھیرنا تمام معاملات سے خدا تعالیٰ کے امر کی طرف تم سے مطلوب نہیں ہے۔ بلکہ یوں سمجھو کہ خدا تعالیٰ کے سوائے اور کوئی مقصود نہیں ہے۔ یہ ظاہر کے اعمال سب باطن کی تحریک کے واسطے اور اعضا کو مضبوط سے رکھنے اور انکو ایک طرف میں ساکن کر نیکے لئے ہیں تاکہ یہ اعضا دل پر بغاوت نہ کریں کیونکہ اگر دل پر بغاوت کرینگے اور اپنی اپنی حرکات اور اپنی اپنی جہات کی طرف التفات کرینگے تو دل کو بھی اپنے پیچھے لگالیں گے۔ اور خدا کی طرف سے اسکو پھیر دینا اس صورت میں چاہئے کہ تمہارے بدن کی توجہ کے ساتھ ہی دل کی توجہ بھی ہو۔ یعنی جس طرح کہ چہرہ خانہ کعبہ کی طرف بغیر اس بات کے نہیں ہو سکتا کہ اسکو سب طرفوں سے پھیر لیا جاوے اس طرح دل بھی خدا کی طرف نہیں پھرتا جب تک اسکو اسو سے خالی نہ کر لیا جائے۔

۵۔ نماز میں سب مسلمانوں کو ایک ہی جانب یعنی کعبہ کی طرف رخ کرنا حکم انکو آپس میں اتفاق و اتحاد

اور الفت و انس قائم رکھنے کی طرف ایسا ہے۔

مخالفین کا اعتراض کرنا کہ خانہ کعبہ کی طرف نماز میں منہ کرنا سنگ و مکان و جہت پرستی ہے یہ اعتراض بے جا و عبث ہے کیونکہ سنگ و مکان و جہت پرستی جب ہوتی کہ کعبہ کی طرف نماز میں منہ کرنا حکم خدا کی طرف سے نہ ہوتا اور انسان خود بخود ایک طرف کو اپنے خیال سے مخصوص کر لیتا۔ مگر جبکہ کعبہ کو نماز میں رخ کرنے کا امر خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوا تو اس حکم کی اطاعت خدا تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری ہوتی نہ کچھ اور۔ **لِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ** **يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ** **اِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيْمٍ** پُر ترجمہ۔ یعنی مشرق و مغرب خدا ہی کا ہے۔ چلاتا ہے وہ راہِ راست پر جسکو چاہتا ہے۔

یہ آیت تخیلِ قبلہ کے وقت متفرضین کے حجاب میں آئی تھی۔ یہ آیت اس امر کی طرف ایما کرتی ہے کہ خدا تعالیٰ کے حکم پر چلنا عین راہِ ہدایت پر چلنا ہے۔

ہمارے مخالفین جو خود بخود اپنے خیالات و عندیات سے سنگ پرستی و عناصر پرستی و غیرہ کرتے ہیں انکے مشرک و بت پرست ہونے میں کیا شک ہو سکتا ہے۔ کیونکہ شرک اسی امر کو کہتے ہیں کہ اپنے تراشیدہ خیالات و ادوام کی پیروی سے کسی چیز کی پرستش کی جاوے اور اُس میں امر الہی نہ ہو۔ فضل۔

نماز کے لئے صفائی مکان و ستھرائی لباس کا راز

۱۔ بادشاہوں کے دربار میں نظافت و طہارت مکان و لباس کا لحاظ ہوتا ہے۔ اُنکے دربار میں شامل ہونے والوں کے لئے پاک و اچھی جگہ و لباس میں ہو کر داخل ہونا ضروری مد نظر ہوتا ہے پس جیسا کہ صفائی لباس و ستھرائی مکان بادشاہوں کو پسند ہوتی ہے ایسا ہی اُس خالقِ اکمل و احکم الحاکمین و مالک الملوک پاک ذات کو پاکیزگی و ستھرائی لباس و مکان و نظافتِ دل مد نظر ہے۔ کیونکہ وہ پاک ہے اور پاک کو چاہتا ہے اور ہر قسم کی گندگی و میل سے اُسکو نفرت و کراہیت ہے چونکہ بادشاہ بھی اُس پاک ذات کی تجلی و دستِ قدرت سے قائم ہوتے ہیں۔ اسلئے اُن میں بھی پاکی و نظافت کا لحاظ اُسی پاک ذات کے پر تو سے دل نشین ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ پاک ہے وہ پاکی و طہارت کو چاہتا ہے اسلئے نماز میں پاکی مکان و ستھرائی لباس ضروری شرائط قرار دیئے گئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ فرمانا ہے **وَيَتَذَكَّرُ لَكُمْ فَاَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ** یعنی اپنے لباس کو پاک

اور گندگی سے کنارہ کر۔

۲۔ ناپاکی و میل سے شیا طہین کو مناسبت ہے۔ اس لئے خدا تعالیٰ کے حضور میں کھڑا ہونے کے وقت شیا طہین سے مناسبت رکھنے والی اشیاء سے بکلی قطع تعلق و کنارہ چاہئے ورنہ حضور دل میں خلل ہوگا۔ فضل۔

نماز کے لئے تقیین ارکان و شروط کاراز

اگر لوگوں کے لئے عبادت کے ارکان اور شروط معین نہ ہوں تو وہ بے بصیرتی سے ہاتھ پاؤں مارتے رہیں احکام الہیہ کی تکلیف جب ہی مکمل ہوتی ہے کہ اُنکے لئے اوقات۔ ارکان و شروط قرار دیئے جاتے ہیں۔

دل کے اندر خدا تعالیٰ کے لئے خضوع کا ہونا اور اسکی طرف توجہ کا بطور تعظیم اور رغبت اور خوف کے ہونا ایک پونئیدہ امر ہے خارج میں اسکے واسطے کوئی امر ہونا چاہئے جس سے اسکا انضباط ہو سکے۔ اس لئے دو چیزوں کے اندر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکو مضبط کیا۔ ایک تو یہ کہ اپنا منہ اور بدن قبلہ کی طرف کر کے کھڑا ہووے۔ اور دوسرے یہ کہ زبان سے اللہ اکبر کہے۔ اس واسطے کہ انسان کی جبلت میں یہ بات داخل ہے کہ جب اُسکے دل میں کوئی بات جیتی ہے تو اسکی زبان اور تمام اعضاء اُسی کے موافق حرکت کرتے ہیں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اِنَّ فِيْ جَسَدِ ابْنِ اٰدَمَ مَضْغَةٌ اِذَا صَلَّيْتَ صَلَّيْتَ الْجَسَدُ كُلُّهُ۔ ترجمہ۔ آدمی کے بدن میں ایک ٹکڑا ہے جب وہ درست ہوتا ہے تو سارا بدن درست ہوتا ہے۔ اس لئے زبان اور باقی اعضاء کا خلل دل کی حالت پر قرینہ قویہ اور اُسکا قائم مقام ہوتا ہے۔ ایسی چیز سے دلی حالت کا انضباط ہو سکتا ہے۔

حقیقت نماز

جب آدمی اپنے پروردگار سے مصیبت کے رفع ہوئے یا کسی نعمت کے ملنے کی درخواست کرتا ہے اُس وقت زیادہ مناسب یہی ہوتا ہے کہ تعظیمی افعال اور اقوال میں متحرک ہو جائے تاکہ اسکی ہمت کا جو درخواست کی روح ہے کچھ اثر پڑ سکے۔ نادرست تقارر اسی وجہ سے سنون ہوئی ہے۔ نماز میں اصلی امور تین ہیں (۱) خدا تعالیٰ کی بزرگی اور جلال و بیکار دلی

عاجزی کرنا (۳) خدا تعالیٰ کی عظمت اور اپنی خاکساری کو خوش بیانی سے ظاہر کرنا (۴) اُس خاکساری کی حالت کے موافق اعضاء میں آداب کا استعمال کرنا۔ چنانچہ اس امر میں کیا شریعت
 اَفَادَ نَکُمُ التَّعْبَاءُ مِنِّي ثَلَاثَةً | یعنی تمہاری نعمتوں کا فائدہ تین چیزوں کو پہنچا۔
 بِلَايٍ وَلِسَانِي وَالْقَمِيْرَ الْحَبِيْبًا | میرے ہاتھ اور زبان اور پوسیدہ دل کو۔

افعال تعظیمی میں سے یہ بھی ہے کہ خدا کے حضور میں کھڑا ہو کر مناجات کرے اور کھڑے ہونے سے بھی زیادہ تعظیم اسیں ہے کہ اپنی خاکساری اور پروردگار کی عزت و برتری کا خیال کر کے سرنگوں ہو جائے۔ تمام لوگوں اور بہائم میں فطری امر ہے کہ گمہ کنشی۔ غرور اور تکبر کی علامت ہے۔ اور سرنگوں ہونا نیاز مندی اور فروتنی کی علامت ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے فَطَلْتُ اَعْنَامًا لَهَا خَاضِعِينَ ۝ اترجمہ۔ یعنی انکی گردنیں عاجزی سے اُسکے سامنے جھک گئیں۔ اور اس سے بھی زیادہ تعظیم کی بات یہ ہے کہ اُسکے حضور میں اپنے سر کو زمین پر گر دے۔ جو تمام اعضاء میں سے زیادہ بزرگ اور حواس انسانی کے جمع ہونے کی جگہ ہے۔ یہی تینوں قسم کی تعظیمیں تمام لوگوں میں رائج ہیں۔ وہ ہمیشہ اپنی نمازوں میں۔ اپنے سلاطین اور اماراء کے حضور میں انہی کو استعمال کرتے ہیں۔ اور سب صورتوں میں نماز کی وہ صورت عمدہ ہے جس میں تینوں ارجح ہوں اور اُسکے ساتھ ہی ادنیٰ تعظیمی حالات سے اعلیٰ کی طرف ترقی ہوتا کہ وسبب نیاز مندی اور خاکساری کی حالت زیادہ ہوتی ہوئی معلوم ہو۔ جو فائدہ اس ترقی کی حالت میں ہو سکتا ہے وہ تنہا اعلیٰ درجہ کی تعظیم میں یا اعلیٰ حالت سے ادنیٰ کی طرف منتقل ہونے میں معلوم نہیں ہو سکتا اور نماز میں یہ تقرب کے اعمال اصلی قرار دیئے گئے ہیں۔ شاہ ولی اللہ۔

نماز کیا چیز ہے ؟

نماز یہی ہے کہ اپنے عجز و نیاز اور کمزوریوں کو خدا تعالیٰ کے آگے پیش کرنا اور اُس سے اپنی حاجت روائی چاہنا۔ کبھی اُسکی عظمت اور اُسکے احکام کی بجا آوری کے واسطے دست بستہ کھڑا ہونا اور کبھی مذلت اور فروتنی سے اُسکے آگے سجدہ میں گر جانا۔ اُس سے حاجات کا مانگنا۔ یہی نماز ہے۔ ایک سائل کی طرح کبھی اُس مسؤل کی تعریف کرنا کہ تو ایسا ہے اُسکی عظمت اور جلال کا اظہار کر کے اُسکی رحمت کو خدیش دلانا اور پھر اُس سے مانگنا۔ انسان ہر وقت محتاج ہے کہ اُس سے اُسکی رضا کی راہیں مانگتا رہے اور اُسکے فضل کا اُسی سے خواستگار ہو کیونکہ

اُسکی دی ہوئی توفیق سے کچھ کیا جاسکتا ہے۔ اے خدا ہکو توفیق دے کہ تم تیرے ہو جائیں اور تیری رضا پر کار بند ہو کر تجھے راضی کر لیں۔ خدا تعالیٰ کی محبت اور اُسی کا خوف اُسی کی یاد میں دل لگا رہنے کا نام نماز ہے۔ جو شخص خدا سے ملنا چاہتا ہے اور اُسکے دربار میں پہنچنے کی خواہش رکھتا ہے اُس کے واسطے نماز ایک میل گاڑی ہے جس پر سوار ہو کر وہ جلد تر پہنچ سکتا ہے۔ اور نماز وہ مقصود کو پہنچاتی ہے جس میں حضور دل ہو ورنہ اس مقولہ کا مصداق بننا ہو گا۔

وَكَمْ مِّنْ مَّصْلَحٍ مَّا لَهُ مِنْ صَلَاتِهِ سُبُوغُ ثِيَابِ الْحَرَابِ وَالْكَدِّ وَالْعَنَاءِ
ترجمہ۔ بہت سے ایسے نمازی ہوتے ہیں کہ انکو اپنی نماز سے سوائے حجاب دیکھنے اور تکلیف و مشقت اٹھانے کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ (فتوحات مکیہ)

خانہ کعبہ کا شعار الہی میں ہو نیکی حکمت

خانہ کعبہ کا شعار الہی میں سے ہونا اسلئے قرار پایا کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں لوگوں نے آفتاب اور ستاروں کے نام پر کثرت عبادت خانے اور گرجے بنائے تھے انکی نظر میں کسی ذات مجبور و غیر محسوس کی طرف متوجہ ہونا بغیر اسکے محال تھا کہ اسکے نام کی سیکل بنائی جائے اس میں جانا اور رہنا باعث تقرب کا ہو یا دی الہامی میں انکی عقلوں میں اور کوئی بات نہیں آتی تھی اسلئے اُس زمانہ کے لوگوں کے واسطے ضرور ہوا کہ خدا کی رحمت کا ظہور ایک گہر کے ذریعہ سے ہو۔ لوگ اسکا طواف کریں اُسکے ذریعہ سے خدا سے تقرب حاصل کریں اسلئے خدا نے انکو خانہ کعبہ کی طرف بلایا۔ اسکی تعظیم کا حکم دیا اُسکے بعد ایک زمانہ بعد زمانہ آتا رہا۔ ہر زمانہ میں یہ حکم پیدا ہوتا رہا کہ خانہ کعبہ کی تعظیم خدا کی تعظیم ہے اس میں کسی خدا کی شان میں کمی ہے اسلئے خانہ کعبہ کا حج فرض ہوا۔ اور اسکی تعظیم کا اسطرح حکم دیا گیا کہ بغیر صفائی و طہارت کے اسکا طواف نہ کریں۔ نماز میں اُسکے سامنے کھڑے ہوں اور ضرورت بشری کے وقت اُسکے سامنے نہ ہوں نہ اُسکی طرف پشت کریں۔

وجہ تسمیہ صلوٰۃ

صلوٰۃ عربی لغت ہے جسکے معنی ہیں دعا و رحمت۔ یہ اسم ہے اور قائم مقام مصدر کے آہٹا ہے۔ اصل میں تصلیہ مصدر ہے جسکے معنی دعا کرنے اور لگ کے ساتھ لاٹھی کو سید لکڑی کے ہیں۔ صلوٰۃ کا لفظ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حقیقت صلوٰۃ کسی قسم کی حرقت اور سوزش کو

چاہتی ہے لہذا واضح ہو کہ جب انسان کی روح نہیستی اور تذلل تام ہو کر استاذ الہییت پر گرے۔ اور جو زبان بولتی ہے روح بھی بولے اسی وقت ایک سرور اور نور اور تسکین حاصل ہو جاتی ہے۔ انسان جس قدر مراتب طے کر کے انسان بنتا ہے یعنی نطفہ۔ بلکہ اس سے بھی پہلے نطفہ کے اجزائیں مختلف قسم کی اغذیہ اور انکی ساخت اور بناوٹ پھر نطفہ کے بعد مختلف مدارج کے بعد پچھ پچھوان بڑا غرض ان تمام عالموں میں جو اُسپر مختلف اوقات میں گزرے ہیں اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار کرے اور معترف ہو اور وہ نقشہ ہر آن اُسکے ذہن میں کھینچا رہے تو وہ اس قابل ہو سکتا ہے کہ ربوبیت کے مد مقابل میں اپنی عبودیت کو ڈال دے۔ غرض مدعا یہ ہے کہ نماز میں لذت اور سرور عبودیت اور ربوبیت کے ایک تعلق سے پیدا ہوتا ہے۔ جب تک اپنے آپکو عدم محض یا مشابہ بالعدم قرار دیکر جو ربوبیت کا تقاضا ہے نہ ڈال دے۔ اُسکا فیضان اور پرتو اُسپر نہیں پڑتا اور اگر ایسا ہوتا پھر اعلیٰ درجہ کی لذت حاصل ہو جاتی ہے جس سے بڑھ کر کوئی حظ نہیں ہے۔ اس مقام پر انسان کی روح جب نہیستی ہو جاتی ہے تو وہ خدا تعالیٰ کی طرف ایک چشمہ کی طرح بہتی ہے اور ماسویٰ اللہ سے اُسے انقطاع تام ہو جاتا ہے اُسوقت خدا تعالیٰ کی محبت اُس پر گرتی ہے اس انفصال کے وقت ان دو جو شمول سے جو اوپر کی طرف سے ربوبیت کا جوش اور نیچے کی طرف سے عبودیت کا جوش ہوتا ہے ایک خاص کیفیت پیدا ہوتی ہے اسکا نام صلوة ہے۔ پس یہی وہ صلوة ہے جو سیئات کو بہسم کرتی اور جلا دیتی ہے اور اپنی جگہ ایک اور نور و چمک چھوڑ دیتی ہے جو سالک کو راستہ کے خطرات اور مشکلات کے وقت ایک منور شمع کا کام دیتی ہے اور ہر قسم کے خس و خاشاک اور ٹھکر کر کے پتھروں سے جو اسکی راہ میں ہوتے ہیں آگاہ کر کے بچاتی ہے۔ اسی لئے نماز کا نام صلوة رکھا گیا ہے کیونکہ مذکورہ بالا ہیئت کے تمام معنوں پر حاوی ہے اور یہی وہ حالت ہے جب کہ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَاۃِ وَالْمُنْكَرِ وَالْکِبْعٰی کا اطلاق ہو سکتا ہے کیونکہ اُسکے ماتھے میں بلکہ اُسکے شمعہ ان دل میں ایک روشن چراغ رکھا ہوا ہوتا ہے اور یہ درجہ کامل تذلل اور کامل نیستی اور فروتنی اور پوری اطاعت سے حاصل ہوتا ہے۔ پھر گناہ کا خیال اسے کیونکر ہو سکتا ہے فحشاء کی طرف اُسکی نظر اٹھ ہی نہیں سکتی۔ خاتم ادبیا۔ فضل۔

نماز میں ناف کے نیچے یا ناف و سینہ پر ماتھے باندھنے کی وجہ

چونکہ شریعت کا کوئی حکم عقل کے برخلاف نہیں ہے کیونکہ شریعت کا خطاب ہی عقل پر ہے۔

لہذا انسان کی عقل کا تقاضا و قانونِ فطرت کا ایسا اس امر پر ہے کہ وہ بحضورِ سلاطین اُنکے دربار میں دست بستہ مؤدب ہو کر کھڑا ہو اور دست بستہ ہونا اس روش و طریق کے لائق ہے جو صاحبِ رتبہ کو پسند ہو ورنہ اُلٹا سوارِ احب کا الزام آئیگا۔ اسی قانونِ فطرت کی وجہ سے خدا تعالیٰ مالکِ الملوک کے حضور میں بکالتِ نماز دست بستہ کھڑا ہونے کا حکم ہوا ہے اور اسی روش پر اسلام کے سب فرقے متفق ہیں۔ الا حضرت امام مالک و اہل تشیعہ کہ وہ ار سال کرتے ہیں نمازیں اُتھ باندھنے کے متعلق احادیث و روایات مختلفہ آئی ہیں۔ بعض نے ناف کے نیچے اور بعض نے ناف و سینہ پر باندھنے کا ذکر کیا ہے۔ اگرچہ بعض نے بعض کو ضعیف بھی لکھا ہے مگر دراصل تینوں باتیں معقول و مناسب فطرتِ انسانی ہیں اور ان تینوں امور کا اتنا تک ہر ایک اسلامی طائفہ میں رواج زمانِ نبوی سے چلا آنا اس بات پر کافی گواہی ملتی ہے کہ اُس زمانہ میں صحابہ میں بھی اُتھ باندھنے کا طریقِ اسطرح تھا۔ بعض ناف کے نیچے اور بعض ناف و سینہ پر باندھتے تھے۔ چنانچہ کتب متداولہ فقہ میں بھی اس امر کا ذکر ہے۔ ان سب امور کی دلالت اس بات پر ہے کہ درحقیقت انکا اصل بھی کچھ زمانِ نبوی میں تھا ورنہ صحیح تانا نہ باشد چیز کے ہرگز نگوئند چیز ا۔ دیکھو صلوٰۃ مسعودی۔ لہذا ہمارا حق نہیں ہے کہ بلا وجہ و بلا دلیل بتیں ان میں سے کسی کو ضعیف قرار دیں بلکہ قرآنِ کریم و احادیثِ نبویہ میں ان سب کے صریح اشارات ملتے ہیں۔

ناف کے نیچے اُتھ باندھنے میں عفت و ستر عورت کی التجار اور ناف پر اُتھ باندھنے میں اکل و شربِ حلال ملنے کا ایما اور سینہ پر اُتھ باندھنے میں بیچ و حق پر ثبات رہنے و شریعہ صدر کی دعا ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ نماز کے اندر جتنے افعال و ارکان بجالائے جاتے ہیں وہ سب دعاؤں و مناجات کے اشارات و صورتیں ہیں جو کہ خدا کے حضور میں بزبانِ حال پیش کر دینے کے لئے موضوع ہیں۔ خدا تعالیٰ نے انسان کے لئے ستریت کا کوئی حکم حکمت سے خالی نہیں رکھا اور نہ کسی عبتِ امر کا حکم کیا ہے۔ مثلاً تکبیر تحریمہ میں کانوں پر اُتھ رکھنا۔ ردِ بقلہ ہو کر دست بستہ کھڑا ہونا۔ قرأتِ فاتحہ و ضم سورۃ التبیح۔ التبیح۔ تحمید۔ رکوع و سجود۔ قعدہ تشهد وغیرہ وغیرہ یہ سب ادعیہ حالیہ و قالیہ کے اشکال و صورتیں ہیں جو خدا تعالیٰ کے حضور میں پیش کیجاتی ہیں یہ جو ہم نے لکھا ہے کہ ناف کے نیچے و ناف و سینہ پر اُتھ باندھنے کے متعلق قرآن و احادیث میں صریح اشارات ملتے ہیں۔ سو واضح ہو کہ نماز کے سارے افعال و ارکان زبانِ حال و قال کی دعا ہیں کیونکہ دعا میں زبانِ حال و قال دونوں کا ہونا ضروری ہے جب ہی تو دعا امرتہ

قبولیت و اجابت کو پہنچتی ہے۔

۱۔ لہذا ناف کے نیچے اٹھ باندھنے میں عفت و ستر عورت کی طرف ایسا ہے جو کہ حالی دعا ہے اور اسی کے مطابق قالی دعائیں احادیث میں وارد ہیں مجملہ ازاں یہ ہیں۔ اَللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِنَا وَ اَمِنْ رُوعَانَا (ابن ماجہ) ترجمہ۔ یعنی اے خدا! نامپ دے میرے عیب اور مجھ کو امن دے خوف کی چیزوں سے۔ پھر ایک اور حدیث میں بطور تعلیم وارد ہے اَللّٰهُمَّ ارِنِيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ سَكْرِ مَتْنٰی ترجمہ اے خدا میں منی کی شر سے تیرے پاس پناہ طلب کرتا ہوں۔ ایک اور حدیث میں وارد ہے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ الْهُدٰی وَ التَّقٰی وَ الْیَقَافَ وَ اَعِزَّنِیْ ترجمہ۔ اے خدا میں تجھ سے ہدایت و تقویٰ و پاسائی و غنا کا سوال کرتا ہوں۔ اسبطرح قرآن کریم کی ادعیہ بھی ہیں۔

۲۔ ناف پر اٹھ باندھنے میں طلب رزق حلال کی دعا بربان حال ہے اور اسی کے مطابق قرآن و احادیث میں ادعیہ قالیہ وارد ہیں۔ مجملہ ازاں ایک یہ ہے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ رِزْقًا حَلٰلًا طَیِّبًا مُّبَارَکًا (ابن ماجہ) ترجمہ۔ یعنی اے خدا میں تجھ سے رزق حلال اور پاکیزہ بابرکت طلب کرتا ہوں۔ پھر ایک حدیث میں وارد ہے اَللّٰهُمَّ اَکْفِنِیْ بِحَلَالِکَ عَنْ حَرَامِکَ وَ اَعِزَّنِیْ بِفَضْلِکَ عَنْ سِوَاکَ (ابن ماجہ) ترجمہ۔ یعنی اے خدا مجھے کفایت دے اپنی حلال روزی سے اور بچا مجھ کو حرام روزی سے اور مجھ کو لوگوں کے اموال سے لاپرواہ کر اپنے اموال و بچہ۔

ایسا ہی قرآن کریم کی ادعیہ بھی ہیں۔ علم بغیرت میں ناف کے معلق لکھا ہے مَنْ رَآیَ سِرَّتَهُ فِی الْمَنَامِ فَحِیْ کَسْبُهُ الَّذِیْ کَانَ یَعِیْشُ مِنْهُ اَوْ حَرَفَتْهُ الَّتِیْ یَتَعَمَّدُ هَا۔ ترجمہ۔ یعنی جو کوئی خواب میں اپنی ناف کو دیکھے اسکی تعبیر یہ ہے کہ یہ اسکی کمائی و مال ہے جسپر اسکی گذران ہے یا اسکا کوئی پیشہ ہے جس میں وہ مشغول رہتا ہے۔ دکانی تو طیر الانام فی تعبیر المنام ۲۷۹۔

اور سینہ پر اٹھ باندھنے میں حق پر نابت رہنے و شرح صدر کی حالی دعا ہے اور اسی کے مطابق قرآن کریم و احادیث نبویہ میں ادعیہ قالیہ وارد ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا اَعْدَادًا هَدٰیْتَنَا وَ هَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْکَ رَحْمَةً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَهَّابُ (پہا) ترجمہ یعنی اے خدا ہمارے دل کو ٹیڑھا نہ کر ہدایت دینے کے بعد اور اپنے پاس سے رحمت بخش تو ہی بخش کرے والا ہے۔ پھر قرآن کریم کے ایک اور مقام میں وارد ہے رَبِّ اَشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ وَ یَسِّرْ لِیْ اَمْرِیْ وَ اَحْلِلْ عَلَیَّ قَلْبًا مِّنْ لِّسَانِیْ یَقْضِیْ اَقْوَلِیْ ترجمہ یعنی اے خدا مجھے شرح صدر

عطا کر اور میرا کام آسان کر اور میری زبان کی گرہ کھول دے تاکہ لوگ میری بات کو سمجھ لیں۔ ایک حدیث میں وارد ہے۔ **اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْ قَلْبِيْ عَلٰی دِيْنِكَ** ترجمہ یعنی اے خدا میرے دل کو اپنے دین اسلام پر محکم کر دے۔ ایک اور حدیث میں وارد ہے **اِهْدِ قَلْبِيْ وَاسْأَلْ بِحُجَّتِكَ صَدْرِيْ** ترجمہ یعنی اے خدا میرے دل کو ہدایت کر اور میرے سینہ کا کینہ نکال دے۔

علمِ تغیرات میں سینے کو خواب میں دیکھنے کے متعلق حضرت ابنِ سیرین لکھتے ہیں مَنْ رَأَى صَدْرَهُ فَاسْعَاكَ اَلْاَسْرُوْرُ ترجمہ یعنی جو کوئی اپنے سینہ کو خواب میں فراخ دیکھے اُسکو خوشی و راحت ملیگی۔ وَمَنْ رَأَى ضِيقَ الصَّدْرِ فَهُوَ ضَاكٌ ترجمہ یعنی جو کوئی سینہ کی تنگی دیکھے تو اس سے مراد گمراہی ہے وَاِذَا رَأَى الْكَفَّ رُسْعَةَ صَدْرِهِ فَاتَّهَ بِسَلَمٍ وَّيَرْجُوْهُ فِيْ نَحْوِ اَرْبَعَةِ اَشْهُارٍ ترجمہ یعنی جب کافر اپنے سینہ کی فراخی دیکھے تو وہ مسلمان ہو جائیگا اور تجارت میں اس کو نفع حاصل ہوگا۔

پس اب واضح ہو کہ قرآنِ کریم و احادیث سے ناف کے نیچے و ناف و سینہ پر باتھوں کا باندھنا ثابت ہے وجہ یہ ہے کہ طلبِ ستر عورت و عفت۔ و طلبِ رزقِ حلال۔ و شرحِ صدر و اثباتِ علیِ الحق کی دعائیں قرآنِ کریم و احادیثِ نبویہ میں وارد ہیں سو انکے لئے دعائیں حالیہ بھی اپنی حالتوں کے مناسب لازم ہیں لہذا ان دعاؤں نے جو قرآن و احادیث میں وارد ہیں انھوں نے اپنے اپنے مقاموں کی طرف ایسا کر دیا ہے اور وہ تینوں مقامِ ناف کے نیچے اور ناف و سینہ میں۔ سوال۔ قرآن و احادیث میں صدقہ قسم کی ادعیہ وارد ہیں تم نے سب کی تین قسم کی دعاؤں میں تفسیر کیوں کر دی ہے۔ جواب۔ واضح ہو کہ یہ تین قسم کی دعائیں سب کی جامع ہیں۔ ستر عورت یعنی عفت و تقویٰ۔ رزقِ حلال۔ شرحِ صدر۔ یہ تینوں ایسے امور ہیں جنکے حاصل ہونے سے انسان دارين میں کامیاب و بار آور ہو سکتا ہے اور ایسی جامع دعائیں ان امور کے متعلق قرآن و احادیث میں بکثرت وارد ہیں۔ مثلاً رَبَّنَا اٰتِنَا فِيْ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِيْ الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ ترجمہ اے خدا ہمکو دنیا میں بھلائی عطا کر اور آخرت میں بھی بھلائی عطا کر اور عذابِ دوزخ سے بچا۔

عفت و تقویٰ اختیار کرنے و رزقِ حلال کھانے سے دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ترجمہ یعنی خدا تعالیٰ پر ہیزگاروں کی دعائیں و صدقاتِ خیرات قبول کر لیتا ہے۔ پس جبکہ تقویٰ و اکلِ حلال کی شرط مفقود ہو جائے تو دعاؤں کا قبول ہونا بھی مشکل ہو جاتا ہے۔ عفت و اکلِ حلال دعا کے لئے ایسی شرطیں ہیں جیسی ادویہ کی ذاتی تاثیرات

جب ہی مؤثر ہوتی ہیں کہ چیز متاثر و قابل اثر قبول کرنے والی موجود ہو ورنہ پتھر پر پسم الفار ڈالنے سے کیا اثر ظاہر ہوگا۔

سوال۔ اسجگہ ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب تم نے نماز میں ہاتھ باندھنے کے متعلق تین مقام بتائے ہیں تو ان تینوں میں سے افضل کون مقام ہے۔ **جواب۔** واضح ہو کہ ان تینوں میں سے بحسب فرمودہ خدا تعالیٰ در رسول کریم سینہ سے افضل ہے۔ کیونکہ شریعت کا خطاب ہی سینہ یعنی دل پر ہے اسلئے از روئے علم طب و شرع شریف سارے جسم سے دل افضل ہے اگر دل قابو میں آجائے تو سارا وجود قابو میں آجاتا ہے۔ چنانچہ مثل مشہور ہے ”دل بدست آوے کہ حج اکبر“ از بہر زان کعبہ یک دل بہتر است۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا صَلَّحْتُ صَلَّحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ اَلَا وَهِيَ الْقُلُوبُ ترجمہ۔ یعنی انسان کے جسم میں ایک بوٹی ہے جب وہ درست ہو جائے تو سارا جسم درست رہتا ہے اور جب وہ بوٹی بگڑ جائے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے۔ سنو کہ وہ بوٹی یعنی آدم کا دل ہے اسی فضیلت کی وجہ سے بعض محدثین نے سینہ پر ہاتھ باندھنے والی احادیث کو قوی قرار دیا ہے اور باقی کو نظر سے گرا دیا۔ حالانکہ سب اپنے اپنے موقع پر قوی ہیں کوئی ضعیف نہیں ہے۔ اور مولف کتاب مذاتینوں کا عامل ہے۔ البتہ افضلیت مقدم الذکر میں کوئی کلام نہیں ہے چنانچہ قرآن کریم کی آیات مذکورہ و علم الابدان کے تجربات و احادیث نبویہ کی شہادات اس امر کی مؤید ہیں چنانچہ فاضل سند ہی امام ابی الحسن محمد بن عبدالمعادی حنفی ابن ماجہ مطبوعہ مصر ضلک پر احادیث ذیل اس امر کے متعلق پیش کرتا ہے قد جاء حدیث قبیسۃ بن حبیب و فی مسند احمد قال رايت رسول الله صلى الله عليه وسلم يضع يده على صدره و ياخذ شماله بيمينه۔ وقد جاء في صحيح ابن خزيمة عن داود بن جهم قال صليت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فوضع يده اليمنى على يده اليسرى على صدره و يضع يده اليسرى على يده اليمنى ثم شد بهما على صدره وهو في الصلوة ترجمہ۔ یعنی سند احمد میں قبیسہ بن حبیب کی حدیث میں مذکور ہے۔ قبیسہ بن حبیب راوی ہے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ اپنا ہاتھ سینے پر رکھتے اور بائیں کو دائیں سے پکڑتے۔ اور ابن خزیمہ کی صحیح میں لکھا ہے داؤد بن جمر راوی ہے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی آپ اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں

اپنے سینے پر رکھتے تھے۔ اور ابو داؤد نے طاؤس سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھا کرتے تھے پھر دونوں کو ناز میں اپنے سینے پر باندھ کرتے تھے۔ فاضل مذکور اس حدیث کے جاہلیہ پر لکھتا ہے وَهَذَا الْحَدِيثُ وَإِنْ كَانَ مُرْسَلًا لَكِنَّ الْمُرْسَلَ حُجَّةٌ عِنْدَ الْكُلِّ وَبِالْحَقِّ فَكَمَا صَحَّ أَنَّ الْوَضْعَ هُوَ السُّنَّةُ دُونَ الْإِسْرَافِ ثَبَتَ أَنَّ مَحَلَّهُ الْقَمَرُ وَلَا غَيْرَ وَامَّا حَدِيثُ أَنَّ مِنَ السُّنَّةِ وَضَعَ الْأَكْفَافَ عَلَى الْأَكْفَافِ فِي الصَّلَاةِ فَتَحَتِ الشَّرَافَ فَقَدْ اتَّفَقُوا عَلَى ضَعْفِهِ كَذَا ذَكَرَهُ ابْنُ الْأَثَامِ فَقُلْنَا عَنْ النَّوَوِيِّ وَسَكَتَ عَلَيْهِ تَرْجُمَهُ یعنی یہ حدیث اگرچہ مرسل ہے لیکن مرسل کے نزدیک پوری دلیل محبت ہے اور بالجمہ جیسا کہ یہ امر صحیح ثابت ہو چکا ہے کہ ہاتھ باندھنا سنت ہے اور ارسال درست نہیں ہے ایسا ہی ثابت ہو چکا ہے کہ ہاتھ باندھنے کا محل سینہ ہے نہ اور کوئی۔ اور یہ جو حدیث میں وارد ہے کہ ناز میں ہتیلیوں کا ہتیلیوں پر رکھنا ناف کے نیچے سنت ہے اسکے ضعف پر سب محدثین نے اتفاق کیا ہے۔ ابن ہمام نے نووی سے بھی ایسا ہی ذکر کیا ہے اور پھر اس نے کچھ نہیں لکھا۔ ابن عیاض فتح قدیر کا مؤلف ہے۔

مؤلف ہذا کی رائے میں ہاتھ باندھنے کے مقاموں میں کوئی تنافض وضع نہیں ہے نینوں صحیح ہیں اور محدثین نے تینوں روایتیں لکھی ہیں۔

آج شب سورہ الاحقاف ۱۹۹ کو ناف کے نیچے یا ناف و سینہ پر ہاتھ باندھنے کے متعلق بعض کی کمزوری کا سمجھ خیال ہوا تو اسی وقت بین النوم والیقظہ مجھ پر ایک حالت طاری ہوئی اور نمودار ہوا کہ ان باتوں میں سے کسی کی کمزوری وضع چاہنا اہی ارادہ میں نہیں ہے۔ البتہ کسی ایک امر کا افضل ہونا اور باقی کا اُس سے ادنیٰ ہونے سے کسی کی کمزوری وضع ثابت نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ بسا اوقات ادنیٰ کی ضرورت بہ نسبت اعلیٰ کے زیادہ تر ہو جاتی ہے اور اُس موقع پر وہ ادنیٰ ہی اعلیٰ و افضل ہو جاتا ہے۔ مثلاً ایک شخص رزق حلال کے لئے بذریعہ کسب و ملازمت وغیرہ درخواست کرنی چاہتا ہے تو اسکے لئے ناف پر ہاتھ باندھنے کو مناسبت ہے۔ اور طلب عفت و ستر عورت و زوجہ و اولاد و صالح اور انکی اصلاح حال کی دعا کو زبردناں ہاتھ باندھنے میں مناسبت ہے۔ اگرچہ سینہ پر ہاتھ باندھنے میں یہ سب باتیں آجاتی ہیں مگر کسی ایک امر مخصوص کی دعائے حال کو بھی مخصوص کر کے شامل کر لیں۔ اور غم و ہوم دنیاوی کے دور ہونے و رفع خفقان کے لئے اور حق پر ثبات قدم رہنے اور دشمنان دین پر غالب آسنے و انشراح صدر و صحت مرض و قبول تہبہ

واز دیا و علم و طلب ہدایت کی دعا کو سینہ پر ماتھہ باندھنے میں مناسبت ہے۔ اور اس امر کی وجہ یہ ہے کہ انسان کی جبلت میں یہ بات داخل ہے کہ جب اُس کے دل میں کوئی بات جمتی ہے تو اسکی زبان اور اُس کے تمام اعضا اُسی کے موافق حرکت کرتے ہیں اور زبان اور باقی اعضاء کا فعل دل کی حالت پر قرینہ قویہ اور اُس کا قائم مقام ہوتا ہے۔ فقل۔

جماعت کی صف میں مانعت فرجہ کی نوج

۱۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں اَلَا تَصِفُوْنَ كَمَا تَصَفُّ لِلْمَلَائِكَةِ عِنْدَ رَبِّهَا ترجمہ۔ یعنی جن طرح فرشتے اپنے پروردگار کے سامنے صف باندھے ہوئے برابر کھڑے ہوتے ہیں تم اس طرح کیوں نہیں کھڑے ہوتے ہو۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ہر فرشتہ کے لئے ایک درجہ مقرر ہے اور استعدادوں کے اندر ترتیب عقلی کے موافق انکو پیدا کیا ہے اسلئے اُن میں فرجہ نہیں ٹکلتا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اِنِّیْ لَا رُبِّیْ الشَّیْطَانُ یَدُ خُلٍّ مِّنْ خُلِّ الصِّیْفِ کَالْفَأْخِذِ فَ ترجمہ یعنی میں شیطان کو دیکھتا ہوں کہ صفوں کے فرجہ سے ٹکلتا ہے گویا کہ بھیڑ کا بچہ ہے یا حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہم نے اس بات کا تجربہ کیا ہے کہ ذکر کے حلقوں میں ملکہ بیٹھنے سے دلجمعی خوب ہوتی ہے اور ذکر کی حلاوت معلوم ہوتی ہے اور خطرات بند ہوتے ہیں اور اس بات کے نراک کرنے سے یہ باتیں کم ہو جاتی ہیں اور ان باتوں میں سے جس قدر کسی بات میں کمی ہوتی ہے اُس قدر وہاں شیطان کو دخل ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسوجہ سے صف کے اندر شیطان کو دخل ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔ اور اس خاص صورت میں دیکھنے کی وجہ یہ ہے کہ عادت کے اعتبار سے بھیڑ کا بچہ اکثر ایسی تنگ جگہوں میں گھسنا پھرتا ہے۔ اور پھر اسکو سمیٹا ہی کی صفت کے ساتھ دیکھنا جو ایک شے کی بدینتی پر دلالت کرتی ہے اسوجہ سے شیطان آپ کے سامنے متشکل ہوا۔

۲۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں لَتَسُوْنَ صُفُوْفَکُمْ اَوْ لَتَعْلِفَنَّ اللّٰهُ بَیْنَ وُجُوْہِکُمْ ترجمہ۔ یعنی اپنی صفوں کو برابر کر دو ورنہ خدا تعالیٰ تمہارے منہ کو پھیر دیگا اور تم میں مخالفت ڈال دیگا یعنی انسان کے ہر فعل میں اثر ہوتا ہے۔ اور کبھی صف کا اثر تم میں مخالفت کے رنگ میں ظاہر ہوگا۔

نماز میں مؤدب ہو کر کھڑا ہونے کی حکمت

نماز میں تمام بدن کا جناب باری کے سامنے سکڑ لینا نفس کو خدا کے حضور میں مؤدب ہو کر کھڑا ہونے پر آمگاہ کرنے کے لئے ہے جیسا کہ ادنیٰ لوگوں کو بادشاہوں کے حضور میں عرض کر تے وقت ہمشت اور ہیبت کی حالت طاری ہوتی ہے۔ مثلاً دونوں قدموں کا برابر رکھنا اور دست بستہ کھڑا ہونا اور نظر کو پست کرنا اور اوپر اوپر نہ دیکھنا۔

تہکیر تحریم میں دونوں ہاتھوں کو کانوں تک اٹھانے کا راز

جب آدمی اللہ اکبر کہے دونوں ہاتھ اوپر کو اٹھاوے تاکہ معلوم ہو کہ خدا تعالیٰ کے سامنے سے وہ دست بردار ہو کر خدا تعالیٰ کے حضور میں آگیا۔ اور کانوں تک خواہ مؤنڈ ہوں تک اونکو اٹھاوے ہر ایک سنت ہے۔ حضرت مولانا مولوی معنوی اس امر کے متعلق فرماتے ہیں۔

کالے خدا پیش تو بازاں شدیم
ہمچنین در ذبح نفس کشتنی

معنی تہکیر این است اے سلیم
وقت ذبح اللہ اکبر بے کفی

سر بر تاراد ہر جاں از عنا

گوئی اللہ اکبر و این شوم را

ترجمہ تہکیر تحریم سے یہ مراد ہے کہ اے خدا میں نے اپنے آپ کو تیرے لئے قربانی کر دیا جیسا کہ جانور کو ذبح کرنے کے وقت تم اللہ اکبر کہا کرتے ہو ایسا ہی نفس آمارہ پر تہکیر کہو جو کہ قابل ذبح ہو۔ تہکیر کہہ کر اس بد بخت نفس آمارہ کی خواہشوں کا سر کاٹ ڈالو۔ یعنی تمام مجبورہ تیری اور ناجائز خواہشوں کا جو نفس آمارہ ہے اونکو چھوڑ دو تاکہ تمہاری جان عذاب سے بچ جاوے۔

تہکیر تحریم میں عورت کا کاندھوں تک ہاتھ اٹھانے کی وجہ

تہکیر تحریم میں عورت کا مؤنڈ ہوں تک ہاتھ اٹھانے میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ عورت کا مرتبہ مرد سے نیچے ہے اور عورت کے ستر حال کے مناسب اسی حد تک ہاتھ اٹھانے مناسب ہیں جس میں تین اشارات مرکوز نہیں (۱) غیر اندر سے دگر دانی (۲) تمام کمر و رقبہ گناہوں سے (۳) اپنی ستر حال کی دیکھنا نماز میں دست بستہ کھڑا ہونے کی وجہ

نماز میں دست بستہ کھڑا ہونے کی وجہ
نماز میں دست بستہ کھڑا ہونے کی وجہ

جب وہ حضور شاہی میں دست بستہ کھڑے ہوتے ہیں اور عاجزانہ درخواست دیاں کیجاتی ہیں
اسلئے دعا کرنے سے پہلے تعریف کیجاتی ہے اور آدمی کو ایسی ہیئتیں اختیار کرنی پڑتی ہیں جو مناجا
کے وقت سلاطین کے سامنے اختیار کیجاتی ہیں۔ تمام ماتھے پاؤں سمیٹ لئے جاتے ہیں اور کسی
قسم کی بے توقہی نہیں کیجاتی۔ از سرنا پا مودب ہو کر کھڑا ہونا پڑتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص نماز پڑھتا ہے تو خداوند کریم اُسکے منہ کے سامنے ہوتا ہے۔ الغرض نماز
میں دست بستہ کھڑا ہونا قانونِ فطرت کے رُوسے بھی بندگی کے لئے مناسب ہے۔

نماز میں دائیں ماتھے کو بائیں پر رکھنے کی وجہ

ہر ایک صاحبِ حق کو اُس کا حق و صاحبِ فضیلت کو اُسکی فضیلت و صاحبِ امانت کو اُسکی
امانت دینا و اکرنا عدالت و انصاف ہے۔ خدا کا فرمودہ ہے اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ اَنْ تَقُوْا مَا اَلَمَّا
اِلٰى اَهْلِهٖمْ اَيْ ترجمہ۔ یعنی خدا تعالیٰ کا یہ حکم ہے کہ امانت صاحبِ امانت کو ادا کرو۔ پھر خدا تعالیٰ
کا فرمودہ ہے اِنَّ اللّٰهَ يُؤْتِيْهِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلًا ترجمہ۔ یعنی خدا تعالیٰ کا یہ قانونِ قدرت
ہے کہ وہ ہر صاحبِ فضیلت کو اُسکی فضیلت کا حق عطا کرتا ہے۔ پس تم بھی اُسی قانون کی پیروی کرو۔
دائیں کو بائیں پر فضیلت و فوقیت ہے لہذا فضیلت و فوقیت کا منصب اوپر ہی سے مناسبت
رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نماز میں دائیں ماتھے کو بائیں پر رکھنا جو فوقیتِ یمن علی الیسار سنت
نبویؐ تھا۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی اُسوۂ حسنہ تھا و لکھنؤی رَسُوْلُ اللّٰهِ اَسْوَفَا حَسَنَةً
ترجمہ۔ یعنی تمکو لازم ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی چال کی پیروی کرو کیونکہ اسمیں حسن و خوبی
ہے۔ قبصہ یمن ہلب اپنے باپ سے راوی ہے کہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یؤمنا فیاخذ
بشمالہ یمینہ ترجمہ۔ یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے امام ہوا کرتے تھے اور نماز میں بائیں ماتھے
کو دائیں کے نیچے رکھا کرتے تھے۔ ابن مسعود راوی ہے کہ میرے پاس رسولِ علیہ السلام ہو کر گئے
اور میں نے بائیں ماتھے کو دائیں پر رکھا تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے دائیں ماتھے کو
پکڑ کر بائیں پر رکھ دیا فضل۔

نماز میں ادھر ادھر دیکھنا لوگوں سے کلام کرنا منع ہونے کی وجہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لَا یَزَالُ اللّٰهُ تَعَالٰی مُقْبِلًا عَلَی الْعَبْدِ وَهُوَ فِی

صَلَوَاتِهِ مَا كَمْ يَلْتَقِثُ فَإِذَا الْتَفَتَ أَرَضَ عَنْهُ تَرْجِمَهُ۔ یعنی جب تک کہ بندہ نماز میں رہتا ہے خدا تعالیٰ برابر اسکی طرف متوجہ رہتا ہے جب تک وہ ادھر ادھر نہ دیکھے پھر جب وہ ادھر ادھر دیکھتا ہے تو خدا تعالیٰ اسکی طرف متوجہ نہیں رہتا ہے یعنی خدا تعالیٰ کی توجہ اُس سے ہٹ جاتی ہے۔ وجہ یہ کہ جب کوئی بندہ خدا کی جانب متوجہ ہوتا ہے اُسکے لئے خدا کی بخشش کا دروازہ کھل جاتا ہے اور جب بندہ اُس سے اعراض کرتا ہے تو اس سے صرف محروم نہیں رہتا بلکہ اپنے اعراض کی وجہ سے عذاب الہی کا مستحق ہوتا ہے۔ جب ایک دنیاوی بادشاہ و حاکم کے دربار میں جاتا ہے تو اُسکے روبرو نہ ادھر ادھر دیکھتا نہ کسی اور سے کلام کرتا نہ کوئی نامناسب کام کرتا ہے تو احکم الحاکمین کے دربار میں ایسے امور کب جائز ہو سکتے ہیں۔ لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَلَا يَمْسُحُ بِخُصَّيْهِ فَإِنَّ الرَّحْمَةَ تَوَاجَعَتْ تَرْجِمَهُ۔ یعنی جب تم میں سے کوئی نماز کو کھڑا ہو تو ٹھیکریوں کو صاف نہ کرے اسلئے کہ رحمت اُسکے روبرو ہوتی ہے۔ ایسا ہی آنحضرت فرماتے ہیں اِنَّ هَذِهِ الصَّلَاةُ لَا يَصِلُ فِيهَا شَيْءٌ مِنْ كَلَامِ النَّاسِ اِنْكَارِهِ الشَّيْءِ وَالتَّكْبِيرُ وَقِرَاءَةُ الْقُرْآنِ۔ ترجمہ۔ یعنی نماز میں لوگوں سے بول چال کچھ درست نہیں ہے۔ نماز تو تسبیح اور تکبیر اور قرآن کریم کا پڑھنا ہے۔

نماز میں شمار پڑھنے کی وجہ

۱۔ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ مَبْرُورٌ دُعا کے ہے۔

۲۔ بنی آدم میں یہ فطری امر ہے کہ جب سائل کسی عالیشان و امیر کبیر سے سوال کرتا اور اُس سے اپنی حاجت روائی چاہتا ہے تو پہلے اُسکی مع و ثنا اور اُسکی بزرگی و جلال اور اپنی مذلت و انکسار بیان کرتا ہوا اپنی حاجت کا اظہار شروع کرتا ہے وہی طریق یہاں بھی سکھایا گیا ہے۔ تاکہ انسانی نفس کو خدا کی بزرگی اور اپنی پستی پر آگاہی ہو اور دل میں کمال حضور و انکسار پیدا ہو۔ دراصل دعائے افتتاح یعنی شمار اسلئے پڑھی جاتی ہے کہ حضور قلب پیدا ہو اور مناجات کی طرف میلان ہو۔ فضل۔

شمار کے بعد اعوذ پڑھنے کا ستر

نماز میں شمار کے بعد اعوذ پڑھنا اسوا سے مقرر ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے عِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ

فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ترجمہ۔ یعنی جب تو قرآن پڑھنے کا ارادہ کرے۔ تو شیطان مردود کے مکر سے اور اُسکے دسواں سے بچنے کے لئے خدا تعالیٰ سے پناہ طلب کر۔ جو کہ فاتحہ و ضم سورہ قرآن سے ہوتی ہیں اسلئے اُن سے پہلے اعوذ پڑھنا ضروری تھا۔

ابتداءے فاتحہ میں قرات تسمیہ کی وجہ

ابتداءے فاتحہ میں بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنے کا یہ راز ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں کے واسطے قرآن پڑھنے کے لئے پہلے اپنے پاک نام سے برکت حاصل کرنے کو مقرر فرمایا ہے۔ علاوہ میں بسم اللہ پڑھنے میں احتیاط بھی ہے کیونکہ اس کے جزو فاتحہ ہونے میں مختلف روایتیں آئی ہیں۔

نماز میں فاتحہ پڑھے جانیکا راز

نماز میں فاتحہ کا پڑھنا اس واسطے ضروری ہوا کہ وہ جامع دعا ہے خدا تعالیٰ نے بندوں کی طرف سے گویا انکوارسات کی تعلیم کرنے کے لئے نازل فرمایا ہے کہ ہماری حمد و ثناء اس طرح کیا کرتے ہیں اور اس طرح خاص ہم سے استغاثت چاہتے ہیں اور خاص ہمارے لئے عبادت کا اقرار کیا کرتے ہیں۔ اور اس طرح وہ راستہ جو ہر قسم کی ابتہری کا جامع ہے مانگا کرتے ہیں۔ اور اُن لوگوں کے طریقے سے جنہر بار غصہ ہوا ہے اور جو گمراہ ہیں پناہ مانگا کرتے ہیں۔ اور بہتر دعا وہی ہوتی ہے جو جامع ہوتی ہے۔ فاتحہ میں اول خدا تعالیٰ کی تعریف اور اسکی تربیت عام اور اسکی رحمت عامہ اور خاصہ اور اسکی مالکیت اور اختیار جزا و سزا کا ذکر کر کے خدا سے ہدایت کی دعا مانگی جاتی ہے۔

فاتحہ خلف الامام جائز و ناجائز ہونیکے وجوہات

۱۔ محدثین فاتحہ خلف الامام کے متعلق یہ وجہ بیان کرتے ہیں کہ فاتحہ ہر مرد و احد کی عرض ہے علاوہ بریں بوجہ اشتغال مضامین حمد و ثناء سبحانک سے زیادہ تر مشابہ ہے۔ اگر یہ خیال کیا جائے کہ بطور معروضات رحمت ایک شخص سب کی طرف سے عرض کر لیتا ہے یہاں بھی ایک شخص سب کی طرف سے عرض معلوم عرض کر لیا کہ اشتغال مذکور اور تقدراہل عرض کا بھی خیال چاہئے اور ظاہر ہے

کہ بخیاں اشتہال مذکور و خیال نقد دہل عرض ہر ایک کا فاتحہ پڑھنا مناسب نظر آتا ہے۔

۲۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ مقتدی پر واجب ہے کہ چپ کھڑا ہے اور قرآن کو سنتا رہے۔ پھر اگر امام چہرے سے پڑھتا ہے تو جب وہ سکوت کیا کرے اسوقت وہ پڑھ لیا کرے اور اگر امام آہستہ پڑھ رہا ہے تو مقتدی کو اختیار ہے اگر مقتدی پڑھے تو سورۃ فاتحہ کو پڑھ لے مگر اس طرح سے پڑھے کہ امام اس کے پڑھنے سے اپنا پڑھنا نہ بھول جائے۔ اور یہ بہتر یہ قول ہے اور تمام حدیث کی تطبیق ہو جاتی ہے۔ اس میں بھی وہی ہے جسکی تصریح کر چکی ہے کہ امام کے ساتھ آواز سے قرآن پڑھنا امام کی تشویش کا باعث ہوگا۔ اور اسوجہ سے قرآن کے اندر تدبیر نہ ہو سکیگا اور قرآن کی تعظیم کے خلاف ہے۔ اور شارع علیہ السلام نے یہ حکم نہیں دیا کہ آہستہ پڑھیں اس واسطے جب تمام لوگ صحیح صحیح حروف ادا کرنے کی کوشش کریں گے تو سب کی آوازوں سے ایک آواز پیدا ہوگی جو امام کے لئے موجب تشویش خاطر ہوگی اور اسکو قرآن پڑھنا مشکل پڑ جائیگا اس واسطے تشویش پیدا کر دینے سے آپ نے ہی فرمادی اور جو تشویش کا موجب ہو اسکا آپ نے حکم نہیں دیا۔ اور انکو اختیار دیا کہ جس سے ہو سکے وہ کرے۔ لیکن کتاب ہذا حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ اس امر میں متفق الرائے ہے۔ اور یہی پر عملدرآمد ہے۔

قراؤں کے نام

سورۃ ق سے آخر تک جو سورتیں ہیں انکو مفصل کہتے ہیں۔ پس ق سے بروج تک کو طوالمفصل کہتے ہیں۔ اور بروج سے الضحیٰ اور بعض کے نزدیک لم یکن تک اوساط مفصل کہتے ہیں اور الضحیٰ سے آخر تک قصار مفصل کہتے ہیں۔

فاتحہ کے ساتھ ضم سورۃ کا راز

سوال۔ عجیبے ایک مولوی صاحب نے سوال کیا تھا کہ جب قرآن کریم میں آچکا ہے فافقروا ماتیسرین القرآن (یعنی پڑھ لو نماز میں جو نم کو آسان دیا وہ قرآن سے) تو بدیں خیال چونکہ سورۃ فاتحہ بھی قرآن کریم ہی کا ٹکڑا ہے اسلئے نماز میں کیوں صرف فاتحہ ہی کہ پڑھنے پر اکتفا نہ کیا جائے اور دوسری سورت فاتحہ کے ساتھ ضم نہ کیجائے۔ بیٹو حکمتہ ضم السورۃ مع الفاتحۃ فی الصلوٰۃ

جواب ۱۱، فاتحہ قرآن مجمل ہے۔ اسلئے اسکے بعد فَاذْكُرُوا مَا تَسْمَعُونَ الْقُرْآنِ میں قرآن مفصل کے پڑھنے کا امر ہے یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے فاتحہ و قرآن کریم کو الگ الگ ہونا قرآن کریم میں ایک وجہ سے بتایا ہے وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعًا مِّنَ اللَّتَانِ وَالْقُرْآنِ الْعَظِيمِ ترجمہ یعنی ہم نے دی ہیں تجھ کو سات آیتیں و ظیفہ جو مجمل طور پر تمام مقاصد قرآنید پر مشتمل ہیں اور اُنکے مقابلہ پر قرآن عظیم بھی عطا فرمایا ہے جو مفصل طور پر تمام مقاصد و مینہ کو ظاہر کرتا ہے۔ فاتحہ مجمل قرآن ہے اور اسکے پڑھنے کا الگ امر ہے اور قرآن مجمل کے بعد قُرْآنِ قرآن مفصل کی حکمتوں میں سے یہ امر بھی ہے کہ حکیمانہ مجمل کے بعد قُرْآنِ حکیمانہ مفصل مزید توضیح و تشریح کے لئے سلاطین امر کر دیں تو جائے تعجب نہیں ہے بلکہ احسن و مناسب امر ہے بفضل۔

۲۔ جبکہ فاتحہ عرض و سوال ہے تو سورۃ قرآن کا اسکے بعد پڑھنا اس سوال و عرض کا جواب ہے جس میں مفصل طور پر تمام انسانی کامیابیوں کا راز ہے۔ جب سوال اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ کے بعد سورۃ پڑھی گئی تو بدالالت ذَالِکَ الْکِتَابِ لَا رَیْبَ فِیْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِیْنَ یہ معلوم ہوا کہ سائل کا سوال پورا ہو گیا اور اسکی امید پوری ہو گئی۔ اسلئے اس انعام کے شکر یہ میں آداب و نیاز بجالانا اسکے ذمہ ضرور ہوا۔ یہ حکمت بتین سے کہ رکوع و سجود مثل آداب و نیاز کے ہیں جو عطائے انعام کے وقت بجالائے جاتے ہیں۔ البتہ اس تقریر کے موافق یہ مناسب تھا کہ سارا قرآن بعد فاتحہ ہر رکعت میں پڑا جایا کرتا کیونکہ مجموعہ کتاب کی نسبت یہ ارشاد ہے هُدًى لِّلْمُتَّقِیْنَ یعنی یہ کتاب متقیوں کے لئے ہدایت نامہ ہے۔ شاید یہی وجہ ہوئی کہ بعض صحابہ نے بعض اوقات ایک رکعت میں سارا قرآن پڑھ لیا تھا۔ مگر جیسے پانی کے ہر قطرہ کربانی اور خاک کے ہر ذرہ کو خاک کہتے ہیں ایسا ہی قرآن کے ہر کلمے کو بشارتِ حلیہ کتاب ہونا یعنی حالِ خیر یا طلب ہونا اُس میں پایا جاتا ہو کتاب کہہ سکتے ہیں اسلئے بغرض تخفیف تھوڑا سا پڑھ لینا جائز رکھا چنانچہ عَلَیْکُمْ اِنْ خِصَّوْهُ قِتَابَ عَلَیْکُمْ فَاذْكُرُوا مَا تَسْمَعُونَ الْقُرْآنِ بھی اس پر شاہد ہے کہ اصل میں یہی تھا کہ سب قرآن پڑا جایا کرتا۔ پھر تخفیف کے باعث کمی کی اجازت ہو گئی۔

۳۔ لحاظِ عظمت و شان سَمُوْلَ عَنْہُ کے یہ دونوں ضروری ہیں یعنی فاتحہ کے بعد قرآن کریم میں سے کچھ پڑا جانا ہے تاکہ اس حکیمانہ خداوندی کی قُرْآنِ و سماعت سے جو امام و منفرد کمال ادب کرتے ہیں یہ ظاہر ہو جائے کہ ہم ہر طرح خدا تعالیٰ کے مطیع اور فرمانبردار ہیں۔ اصل غرض ضم سورۃ

جواب سوال اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ہے اسلئے سورۃ منظمہ بمنزلہ حکمنامہ احکم الحاکمین ہے۔
۴۔ چونکہ دین کے اندر قرآن کریم کی تعظیم اور اسکی تلاوت واجب و لازم ہے اور اس سے
بڑا ہر کوئی تعظیم کی صورت نہیں کہ جہاں سلام کا رکن اعظم اور عبادات میں اصل اور شعار دین میں
بڑا نامی شعار ہے اُسکے اندر قرآن کریم کی کسی صورت کا پڑھنا ضروری کیا گیا کیونکہ سورت
ایک پورا کلام ہے جسکی بلاغت سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے منکرین نبوت کو عاجز
کر دیا۔ دوسرے یہ کہ ہر صورت اپنی ابتداء اور انتہا کی وجہ سے ایک جدا کلام ہوتا ہے اور ہر
سورت کی اسلوب جدا جدا ہے اور چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض مرتبہ سورت کے ایک
لمحظے کو بھی نماز میں پڑھا اسلئے تین چھوٹی آیات یا ایک بڑی آیت کو بھی اُسکے حکم میں داخل
کیا ہے۔ قاسم۔

۵۔ گویا بندہ کا اپنے خدا تعالیٰ سے طلب ہدایت کا سوال ایسا ہوتا ہے جیسا مریض طبیب سے
دوا کی درخواست کرتا ہے کہ امراض اعمال ناو اجہ و اعتقادات رقیہ سے خلاصی ہو۔ پس خدا تعالیٰ
اُسکو فرماتا ہے کہ اپنی مرضوں کے رفع کی دوا میرے کلام سے لو اور اس سے کچھ پڑھ لو یہی ایک
دوا عام امراض فسق و شرک ریاد کبر حسد و غیرہ کے لئے کافی و شافی ہے۔ اسکی تلاوت سے
تمکو اپنی بیماریوں کی دوا ملے گی۔ پس نمازی فاتحہ کے سوا کچھ قدر قرآن کریم سے پڑھنا ہے۔ گویا فاتحہ
ایسی ہے جیسے مریض طبیب کے آگے اپنا حال زار بیان کرتا ہے۔ اور فاتحہ کے ساتھ فہم سورہ کرنا
ایسا ہے جیسا کہ طبیب کا بیمار کو دوا بتا دینا اور اسکا اسکو فنکاریہ سے قبول کر لینا۔ فضل۔

حقیقت رکوع و سجود

۱۔ غور سے دیکھئے تو رکوع و سجود ان دونوں حالتوں پر دلالت کرتے ہیں جو بندہ سراپا اطاعت
کو وقت سوال و استماع مژدہ انجاء و حاجت روائی ہونے چاہئیں۔ یعنی سائل کو اول تو مسئلہ عنہ
کی طرف میلان ضرور ہے اُس میلان پر سوال متفرع ہوتا ہے۔ چنانچہ ظاہر ہے اور بعد سننے
و استماع مژدہ جان بخش کے خاص اُس صورت میں جس میں مطلوب دلی طلب رضاے محبوب
ہو انقباض اور امتثال و اطاعت لازم ہے۔ اول پر تو رکوع دل ہے چنانچہ اوپر کو جھکنا۔

۲۔ جب احکم الحاکمین کا پروانہ قرآن کریم پڑا گیا تو اسکی امتثال امر کے لئے جھکنا اور سجدہ
کرنا جو اطاعت و فرمانبرداری پر دلالت کرتے ہیں لازم ہوا کیونکہ جب حکام کی طرف سے عیت

حکمنامہ آتا ہے اور انکو پڑھ کر سنایا جاتا ہے تو رعیت کی طرف سے اُس حکمنامہ کی اطلاع یا بی واطاعت کا ایک نمونہ ضرور ہوا کرتا ہے۔ سور کو ع و سجد اُس حکم الہی کی اطاعت پر دال ہیں جو انکو پڑھ کر سنایا جاتا ہے۔

۱۳۔ نماز میں انسان کو خدا تعالیٰ کے روبرو کھڑا ہونا پڑتا ہے اور قیام بھی آداب خدگاہ میں سے ہے رکوع جو دوسرا حصہ ہے بتلاتا ہے کہ گویا تیاری ہے کہ وہ تعمیل حکم الہی کو کس قدر گردن جھکاتا ہے اور سجدہ کمال آداب اور کمال تذل اور بیعتی کو جو عبادت کا مقصود ہے ظاہر کرتا ہے۔ یہ آداب اور طریق ہیں جو خدا نے بطور یادداشت کے مقرر کئے ہیں۔ اور ہم کو باطنی طریق سے حصہ دینے کی خاطر انکو مقرر کیا ہے۔ قاسم۔

حقیقت ارکان نماز

علاوہ ازیں باطن کے اثبات کی خاطر ایک ظاہری طریق بھی رکھ دیا ہے۔ نماز نشست و برخاست کا نام نہیں ہے بلکہ نماز کا مغز اور روح وہ دعا ہے جو ایک لذت اور سرور اپنے اندر رکھتی ہے۔ ارکان نماز دراصل روحانی نشست و برخاست کے لئے ہیں چونکہ رکوع و سجد اسوقت تعظیم پر دلالت کرتے ہیں کہ کچھ دیر تک آدمی اس حالت پر ٹھہرا رہے اور پروردگار عالم کے روبرو اپنے آپ کو پست کرے اور اسکا دل اُس حالت کے اندر اس تعظیم سے خبردار ہو جاوے اسواسطے اسکو ایک رکن لازم قرار دیا گیا۔

چونکہ سجدہ کرنا اور پیٹ کے بل لیٹ جانا۔ اور جو ہیتیں اُسکے قریب قریب ہیں سب کے اندر سرکاز میں پرکھنا پایا جاتا ہے۔ مگر تعظیم صرف سجدہ کے اندر ہی پائی جاتی ہے۔ اسواسطے کوئی ماہ الفرق مقرر کرنا ضروری ہوا۔ لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا اُھْوَتْ اَنْ اَسْجُدَ عَلٰی سَبْعَةِ اَسْمَاءٍ ترجمہ یعنی نبھکوسات اعضا سے سجدہ کر نیکا حکم ہے۔

رکوع و سجد میں انسان کے عجز و تضرع اور انکسار کا ایک نقشہ ہے کہ جب انسان حالت فنا پر پہنچتا ہے تو وہ خدا تعالیٰ کے آگے سر رکھ دیتا ہے۔ مگر یہ باتیں صرف تقریر اور الفاظ کے ساتھ تعلق نہیں رکھتیں جو چاہے اسکو آزماتے اور دیکھے کہ اسکے کیا نتائج ہوتے ہیں خاتم ادب۔

حقیقت قیام نماز

چونکہ کھڑا ہونا بھی کئی قسم کا ہوتا ہے اور سب لوگ ایک طرح سے کھڑے نہیں ہوتے۔

کوئی شیخ کو سر ڈال کر کھڑا ہوتا ہے کوئی جھک کر کھڑا ہوتا ہے اور عوف میں یہ سب کھڑا ہونے میں داخل ہے اس واسطے شائع رکوع جو انخفا یعنی جھکنا مقصود ہے اسکو قیام سے تمیز کرنے کی حاجت ہے لہذا رکوع کے ساتھ اسکو تمیز کر دیا جو اسقدر جھکنے کا نام ہے کہ انگلیوں کی پوریں گھٹنوں تک پہنچ جائیں۔

سمع اللہ کہنے کی حکمت

جھکنا اس عالم شہادت میں تعبیر میلان ہے اور رکوع کے بعد سَمِعَ اللہ اَلْمِنْ جَمْعُ کہنا اُس پر شاہد ہے۔ اور سمع اللہ کہنا سوائے اس امر کے موزوں نہیں ہو سکتا کہ رکوع کو سوال عالی کہا جائے اور انتظارِ توبہ محبوب جسکو استماع سے تعبیر کیا جاتا ہے اسکی مقتضیات میں سے قرار دیتے ہیں۔

ہر رکعت میں رکوع ایک و سجود دو ہونے کی وجہ

۱۔ چونکہ میلان یعنی جھکنا فی حد ذاتہ ایک امر واحد ہے اور امتثال کی متعدد صورتیں ہیں تو جیسا حکم ہو دیا ہے اسکا امتثال ہوگا اسلئے رکوع میں وحدت اور سجود میں تعدد مطلوب ہوا یا لیوں کہئے اصل الفیاء و شوق ہے یا خوف ہے اور باعثِ مشق اگر رسم نافع ہے تو موجبِ خوف و ہم منار ہے اسلئے دو سجود مقرر ہوئے تا انینیتۃً انواع امتثال پر ولالت کرے ہر حال سوال قالی کے ساتھ سوال عالی بھی صحیح کیا گیا تاکہ وہم لفاق پاس نہ آئے پائے مگر چونکہ سوال عالی کو باعتبار تحقیق سوال قالی سے مقدم ہو لیکن ظہور میں اس سے متاخر بلکہ اسکا متعلق تھا۔ اس لئے وہ انحال جو بالطبع منظر احوال مشار الیہ میں وضع میں سوال قالی سے مؤخر ہے۔

تمام عبادات سے فضیلتِ نماز کی وجہ

اس صورت میں نماز کے تمام ارکان کا استدعا سے استماع کے لئے موضوع ہونا زیادہ تر و روشن ہو گیا۔ اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ فضیلتِ طولِ قنوت غلط نہیں۔ اور یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ جیسے ایمان بایں وجہ کہ وہ نیت ایک عام اور عزمِ اقتباء و مطلق ہے تمام اعمال سے افضل ہے۔ حالانکہ ہر عمل میں نیت خاص کا ہونا ضرور ہے۔ ایسا ہی صلوٰۃ بایں وجہ کہ اس میں استدعا سے ہدایتِ مطلقہ

اور اظہار امتثال ہوتا ہے۔ جملہ عبادات سے افضل ہے۔

۴۔ جسمانی تعظیم کے اندر اصل تین باتیں ہیں ایک تو سامنے کھڑا ہونا اور ایک سجدہ۔ اور عمدہ تعظیم وہ ہے جو سب کی جامع ہو اور حضور کے لئے نفس کی تنبیہ مناسب طور پر اس طرح ہو سکتی ہے کہ تعظیم کی ادنیٰ حالت سے اعلیٰ حالت کی طرف بتدریج انتقال کیا جائے اور اعلیٰ درجہ کی تعظیم سجدہ کرنا ہے بلکہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ مقصود بالذات سجدہ ہی ہے اور باقی قیام اور رکوع اسکو لئے واسطہ و ذرائع ہیں۔ اس واسطے فروری ہو کہ اسکو مکاحضہ ادا کیا جائے۔ اور اسکی صورت یہی ہے کہ دو مرتبہ اسکو ادا کریں۔

رفع یدین جائز و ناجائز ہونکی وجہ

نماز میں بعض محدثین رفع یدین کرتے ہیں اُنکے نزدیک اس میں یہ راز ہے کہ رفع یدین ایک تخلیسی فعل ہے جس سے نفس کو اُن اشغال کے چھوٹنے پر جو نماز کے سانی ہیں اور مناجات میں داخل ہونے پر آگاہی ہو جاتی ہے اس واسطے تعظیمات تملائش میں سے ہر فعل کی ابتدا رفع یدین سے مقرر کی گئی تاکہ از سر نو ہر دفعہ نفس کو اُس فعل کے ثمرہ یعنی تعظیم پر تنبیہ ہوتی رہے۔ نماز کے اندر جتنے افعال ہیں اُن سب کے شروع میں بار بار نفس کو اس واسطے ترک پر آگاہ کرنا مقصود ہے رفع یدین اُن امور میں سے ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کبھی اسکو کیا ہے اور کبھی ترک کیا ہے۔

الغرض یہ دونوں امر سنت ہیں اور ہر ایک کو صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کی ایک جماعت نے اختیار کیا ہے اور بعض نے نہیں کیا۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ جبکہ رفع یدین کا کرنا اور ترک دونوں ثابت ہیں تو ایسی صورتوں میں مناسب نہیں ہے کہ تمام مشہور والوں کا فتنہ اور شور اپنے اوپر لے لیوے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا لَوْ اَلْحَلَّ ثَانٌ مَّقَامُكَ بِالْكَفْرِ لَفَضَّلْتُ الْكَفْبَةَ یعنی اگر تیری قوم تو مسلم نہ ہوتی تو میں کفر کو منہدم کر کے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیاد کے موافق بناتا۔

اور کچھ عجیب نہیں ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے خیال کیا ہو کہ اخیر سنت متقررہ پر رفع یدین کا ترک کرنا ہے اس خیال سے کہ ناد کا مدار اعضاء کے سکون پر ہے۔

نماز میں سات اعضا پر سجدہ کر نیکی وجہ

۱۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں اِذَا سَجَدَ الْعَبْدُ سَجْدًا مَعَ سَبْعَةِ اَرْكَابِ الْوُجْهِ وَكَفَّاهُ دَرَكْتَانًا وَقَدْ مَآءُ ثَرْجُمَہ یعنی جب بندہ سجدہ کرتا ہے تو اس کے ساتھ سات اعضاء سجدہ کرتے ہیں۔ منہ اور اس کی دونوں ہتھیلیاں اور اس کے دونوں گھٹنے اور اس کے دونوں قدم سجدہ کرتے ہیں۔ چونکہ انسان کے سارے جسم کی ساخت و بناوٹ انہی اعضاء سے تیار ہوتی ہے لہذا ان کے سجدہ کرنے سے سارے جسم کا سجدہ ادا ہو جاتا ہے۔ اور اسی غرض سے سات انداموں کا نام بہ تخصیص فرمایا۔

۲۔ دوزخ کے سات طبقات ہیں اور ان سات انداموں کے سجدہ کرنے سے ساتوں انداموں یعنی سارے جسم کو دوزخ کے سات طبقات سے آزادی مل جاتی ہے۔ فضل۔

نماز میں قومہ مقرر ہونے کی وجہ

چونکہ جب آدمی سجدہ کرنا چاہتا ہے تو سجدہ تک پہنچنے کے لئے اس کو جھکنا ضرور ہوتا ہے اور وہ جھکنے کا رُکوع نہیں ہوتا بلکہ صرف سجدہ میں پہنچنے کا فریضہ ہوتا ہے اس لئے ضرورت ہوئی کہ رُکوع اور سجدے میں ایک تیسرا فعل جو ان دونوں سے جدا ہے اُن کے درمیان لایا جائے تاکہ رُکوع سجدے سے اور سجدہ رُکوع سے علیحدہ ہو کر ایک مستقل عبادت ٹھہرے اور ہر ایک کے لئے نفس کا ارادہ جدا ہو دے تاکہ نفس کو ہر ایک کے اثر معلوم کرنے میں تنبیہ و آگاہی بھی جدا گانہ پائی جائے اور وہ تیسرا فعل قومہ ہے۔

نماز میں تعیین جلسہ کا راز

دوسجدے آئیں اس وقت تمیز ہو سکتے ہیں کہ جب ایک تیسرا فعل اُن کے درمیان میں عامل ہوگا اس لئے دوسجدوں کے درمیان میں جلسہ مقرر کیا گیا۔ اور چونکہ قومہ اور جلسہ بدو اطمینان کے ایک طرح کا کھیل ہے۔ اور آدمی کے ملک اپنے پر دلالت کرتا ہے جو شان عبادت کے بالکل خلاف ہے۔ اور ان دونوں کو بھی اطمینان کے ساتھ ادا کرنے کا حکم دیا گیا۔

حکمت تکرار تکبیر وقت رکوع و سجود

۱۔ ہر مرتبہ جھکنے اور سر اٹھانے کے وقت تکبیر کہنے میں یہ راز ہے کہ نفس کو ہر مرتبہ خدا کی عظمت اور اس کی کبریائی پر آگاہی اور تہنیت ہوتی رہے اور اس کو اپنی ذلت اور مسکنت پر توجہ بڑھتی رہے۔

۲۔ دوسری اس امر میں یہ حکمت ہے کہ جماعت کے لوگ تکبیر کو سنکر امام کا ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل ہونا معلوم کرتے رہیں۔

سجدہ و رکوع میں قرآنی وعانہ ہونی کاراز

واضح ہو کہ قرآن کریم ملکِ اعلام اور حجتی و قیومِ خدا تعالیٰ کا کلام ہے۔ شاہی کلام اور فرائض ہمیشہ کھڑے ہو کر پڑھا جاتا ہے خصوصاً دربار شاہی میں رکوع و سجود عبودیت اور ذلت کا مقام ہے اس موقع پر کلامِ آہی کا پڑھنا مناسبت نہیں رکھتا بلکہ اس موقع پر عبودیت کے رنگ میں دعا کرنی لازم ہے۔ اس امر کی یہی وجہ ہے کیونکہ رکوع و سجدہ فروتنی کا وقت ہے اور خدا تعالیٰ کا کلام عظمت چاہتا ہے۔ حدیث سے بھی کہیں ثبوت نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع یا سجود میں کوئی قرآنی دعا پڑھی ہو۔ عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اَنَّكَ قَالَ الْاَيُّ نَهَيْتُ اَنْ اَقْرَأَ الْقُرْآنَ رُكْعًا اَوْ سَاجِدًا فَاَمَّا التَّكْوِيْنُ فَقَطَّوْا فِيْهِ الرَّكْعَ وَاَمَّا السُّجُودُ فَاجْتَمَعُوا فِيْهِ وَنَالُوا عَاقِبَتَهُنَّ اَنْ يَسْتَجَابَ لَكُمْ تَرْجُمَہ۔ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آگاہ رہو کہ مجھے رکوع اور سجدہ میں قرآن پڑھنا منع کیا گیا ہے۔ رکوع میں خدا کی بزرگی بیان کرو اور سجدہ میں دعا کرنے کی کوشش کرو۔ پس یہ امر لائق ہے کہ تمہاری دعا اس سے قبول ہو۔ (مسلم)۔ سنو۔

نماز میں جمالی آنے سے منہ پرا تھ رکھنے کی وجہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اِذَا تَابَّ أَحَدُكُمْ فِي الصَّلَاةِ فَلْيَكْظِمْ مَا اسْتَطَاعَ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَخْلُ فِيْهِ تَرْجُمَہ۔ یعنی نماز کے اندر جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو جہاں تک ممکن ہو ضبط کر کے اسے کہ شیطان اس کے منہ میں جس جگہ

اس سے مراد یہ ہے کہ جائی لینے سے اکثر کبھی وغیرہ منہ میں پڑ جاتی ہے۔ اسوجہ سے نمازی کا دل بٹ جاتا ہے اور جس امر کے درپے ہے یہ امر اس سے مانع ہو جاتا ہے۔ لہذا اگر جائی آئے تو منہ پر ہاتھ رکھنا مناسب ہوا۔

ظہر و عصر کی نمازوں میں خفیہ و مغرب و عشاء

و فجر میں جہری قرات پڑھنے کی وجہ

ظہر و عصر کی نمازوں میں خفیہ اور مغرب و عشاء و فجر کی نمازوں میں بلند قرات پڑھنے کا تقرب نہایت مناسبت اور حکمت الہی پر مبنی ہے۔ کیونکہ مغرب و عشاء و فجر میں لوگوں کے اکثر مشغول و اقوال و آوازوں و حرکات میں خاموشی و سکون و آرام ہوتا ہے اور ان وقتوں میں انکو دلی انکسار و ہجوم بھی کم ہوتے ہیں لہذا ایسے اوقات کی قرات دلوں میں مؤثر ہوتی ہے کیونکہ دل انکسار و ہجوم سے خالی و صاف اور مشغول و حرکات و اصوات کے نہ ہونے سے کان سننے پر آمادہ ہوتے ہیں۔ رات کی بات کہی ہوئی کانوں سے گزر کر سیدھی دل پر جا کر لگتی ہے۔ اور کئی مؤثر ہوتی ہے۔ چنانچہ اس امر کی طرف خدا تعالیٰ قرآن کریم میں اشارہ فرماتا ہے **اِنَّ نَاشِئَةَ اللَّیْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْأً وَّاَقْوَمُ قَبْلًا** ترجمہ۔ یعنی رات کے اٹھنے سے نفس خوب پامال ہوتا اور کچلا جاتا ہے۔ اور بات کہی ہوئی دل پر مؤثر اور کچی ہوتی ہے اور بیٹھ جاتی ہے یہ امر مسلم ہے اور تجربہ بھی اسی امر کا گواہ ہے۔ کہ خوش الحان آدمیوں اور پرندوں اور باجوں وغیرہ کی آواز رات کو دن کی بنسبت دلوں کو زیادہ مؤثر اور خوش لگتی ہے۔ لہذا جہری قرات امن اوقات میں پڑھنی مقرر ہوئی جنہیں مؤثر ہو۔

ظہر و عصر کی نمازوں میں قرآن کے آہستہ پڑھنے میں یہی حکمت ہے کہ دن میں باناروں اور گہروں کے اندر رشور و شغب رہتا ہے اور ان دو وقتوں کے سوا اور وقتوں میں آوازوں کو سکون ہو جاتا ہے اور رشور و شغل نہیں ہوتا۔ لہذا ایسے اوقات میں جبکہ آوازوں اور شغلوں میں دلوں کو قوجہ نہ ہو تو نصیحت و تذکرہ بالجہر پڑھنے میں زیادہ تر ممکن ہے اور دن کے اوقات ظہر و عصر میں کثرت مشغول و حرکات و اصوات کے ہونے سے اور متفرق امور و افکار سے دلوں کو فراغت کم ہوتی ہے اور بات پر خوب توجہ نہیں ہوتی۔ چنانچہ قرآن کریم میں اسی امر کی طرف خدا تعالیٰ نے

ایما فرمایا ہے اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْعًا وُكُوفًا **ترجمہ**۔ یعنی دن میں سبھی دو روز اشغل رہتا ہے اور اسوقت پوری توجہ نہیں ہوتی۔ اور رات میں دل کو زبان سے اور زبان کو کان سے پوری موافقت ہوتی ہے اسلئے فجر کی نماز میں سب نمازوں سے زیادہ لمبی قرات کا پڑھنا سنت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فجر کی نماز میں ساٹھ سے سو آیت تک پڑھتے تھے اور حضرت ابوبکر صدیق رحمہ فرج کی نماز میں سورۃ بقرہ اور حضرت عمر ابن خطاب رحمہ سورۃ نحل اور سورۃ ہود اور سورۃ بنی اسرائیل اور سورۃ یونس وغیرہ لمبی سورتیں پڑھتے تھے۔ کیونکہ نیند سے جاگنے کے وقت دل کو فراغت ہوتی ہے اور پہلے پہلے جو آواز کان سے گزر کر دل پر پڑے وہ خدا تعالیٰ کا کلام ہو جنہیں انسان کے لئے سرسبز بھلائی و برکت و خیر و خوبی بھری پڑی ہے۔ اور اسوقت وہ کلام دل میں بلاندرست مؤثر ہوتا اور دل میں خوب جم جاتا ہے۔ دن کی نمازوں یعنی ظہر و عصر کے وقت لوگوں کو شغل ہوتے ہیں اسلئے ان اوقات میں قرات جہری نہیں رکھی گئی کیونکہ ان اوقات میں شور و غل اور امور و مہمات سے فراغت کم ہوتی ہے۔ اسلئے دن کی نمازوں میں قرات خفیہ پڑھی جاتی ہے۔ قیم۔

۲۔ چونکہ قرآن کریم کا سننا واجب و لازم ہے اور بعض لوگ جو امور محیور بہ و ناشائستہ کی وجہ سے پیش نماز اور کرتے ہیں اور سب لوگ باعث ایسے امور کی حفاظت و نگہبانی کے ایک ہی بار جماعت نماز میں شامل نہیں ہو سکتے وہ بوجہ امور ناشائستہ و مصروفیت کے کلام الہی کے سننے و سمجھنے میں توجہ نہ کرنے تو سخت گناہگار ٹھہرتے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ قرآن کریم کے نہ سننے و نہ سمجھنے والوں کی طرف سے حکایت قرآن کریم میں ذکر فرماتا ہے کہ وہ دوزخ میں داخل ہونگے اور کہینگے لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ **ترجمہ**۔ یعنی اگر ہم خدا تعالیٰ کا کلام سنتے اور تمسکو سوچتے تو اہل دوزخ میں شمار نہ ہوتے۔

الغرض دن کی مصلحت عامہ اس امر کی متقاضی تھی کہ دن کی نمازوں میں قرآن کریم کا پڑھنا خفیہ مقرر ہو سو ایسا ہی ہوا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کا کوئی فعل حکمت و مصلحت سے خالی نہیں ہے۔ ف۔

جمعہ عیدین وغیرہ میں جہری قرات کی وجہ

جب دن کے وقت کوئی ایسی نماز پیش آجائے جو نماز کے علاوہ تبلیغ اسلام و تعلیم و وعظ و تلقین کے لئے مقرر کی گئی ہو تو اہل قرات دن میں جہر آواز سے پڑھنی مقرر ہوئی۔ مثلاً جمعہ

وعیدین اور استقار اور کسوف کی نمازوں میں قرأت جہری پڑھی جاتی ہے۔ کیونکہ ان وقتوں میں قرأت کا جہر پڑھنا لوگوں کے جمع ہونے کے مقصد کو مفید ہوتا ہے۔ یعنی لوگوں کے لئے تعلیم و تبلیغ احکام و اسلام و وعظ و غرض ہوتی ہے جو انکے لئے نہایت مفید و نافع ہے۔ لہذا ایسے وقتوں پر جہری قرأت کا پڑھنا ٹھیک یا گیا۔ کیونکہ ان وقتوں پر عام لوگوں کے بڑے بڑے گروہوں کو خدا تعالیٰ کا کلام سنایا جاتا ہے اور انکو تبلیغ احکام کی جاتی ہے کیوں کہ ان کو ایسے اجتماع کا موقع دیر کے بعد ملتا ہے۔ اور یہ امر رسالت کے عظیم مقاصد میں سے ہے۔ چنانچہ اس امر کے متعلق علامہ حضرت ابن قیم یوں ہی فرماتے ہیں اَلَا اِذَا عَارَضَ فِي ذَالِكَ مَعَارِضَ اَرْحَمَ مِنْهُ كَالْحَاجَةِ فِي الْعِيْدَيْنِ وَالْجُمُعَةِ وَالْاِسْتِسْقَاءِ وَالْكُسُوفِ فَاِنَّ الْجَهْرَ حَيْثُ اَحْسَنَ وَابْلَغَ فِي تَحْصِيلِ الْمَقْصُوْدِ وَانْفَعَ لِلْجَمْعِ وَفِيهِ مِنْ قِرَاۃِ كَلَامِ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ وَتَبْلِيْغِهِ فِي الْمَجَامِعِ الْعُظَامَا مَا هُوَ مِنْ اَعْظَمِ مَقَاوِدِ الرِّسَالَةِ مَرْجُوْمٌ يَعْنِي مَرْجُوْمٌ كَوْنُ اِیْسِي دینی تقرب پیش آجائے تو وہاں قرأت جہر پڑھنی مناسب تر ہے مثلاً بڑے بڑے اجتماع جو جمعہ و عیدین و نماز استقار و کسوف میں ہوتے ہیں۔ کیونکہ ایسے وقتوں میں جہری قرأت کا پڑھنا تبلیغ اسلام کا مقصد حاصل کرنے کے لئے احسن و مناسب تر ہے اور امر اجتماع کے لئے نافع ہے اور کلام الہی کا لوگوں کے اجتماع عظیم کو سننا رسالت کے بڑے بڑے مقاصد میں سے ہے۔

الغرض ایسی نمازوں میں قرآن پاک کا جہر پڑھنا مقرر کیا گیا تاکہ لوگوں کو قرآن کے اندر تذبذب کا موقع نہ ملے اور اس میں قرآن کی عظمت بھی پائی جاتی ہے۔

جمعہ عیدین وغیرہ میں تفرسی خطبہ کی وجہ

نماز جمعہ و عیدین و کسوف و استقار میں خطبہ بھی مقرر کیا گیا تاکہ جو لوگ ناواقف ہیں وہ واقف ہو جائیں اور تبلیغ اسلام و تلقین احکام الہی انکو کا حق ہو جاوے اور وہ واقف و عالم ہو جاویں۔ اور جو لوگ باوجود واقف و عالم ہونیکے غافل ہیں انکے لئے یاد دہانی ہو جاوے۔ اور وہ ہوشیار و چوکے ہو جاویں۔

نماز کی ہر دو رکعت کے درمیان تجہ مقرر ہونے کی وجہ

چونکہ اصل میں نماز دو ہی رکعت مقرر ہوئی تھی اور باقی رکعتیں انکی تکمیل کے واسطے ہیں اس واسطے

ہر دو رکعت کے بعد تشهد مقرر ہوئی تاکہ اصل اور فرع میں تمیز ہو جائے اور اسی تمیز کے لئے پہلی دو رکعتوں میں فاتحہ کے ساتھ سورۃ بھی واجب ہو اور آخری دو رکعتوں کے ساتھ فم سورۃ مقرر نہیں ہوا۔

نماز میں نقرئی تحیمہ کی وجہ

۱۔ سلام پھیرنے سے پہلے صحابہ کرام پڑھا کرتے تھے اَلسَّلَامُ عَلٰی اللّٰهِ قَبْلَ عِبَادِهِ اَلسَّلَامُ عَلٰی جِبْرِئِلَ۔ اَلسَّلَامُ عَلٰی فُلَانٍ۔ ترجمہ۔ یعنی بندوں سے پہلے خدا تعالیٰ پر سلام۔ جبریل پر سلام فلاں فلاں شخص پر سلام۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے التحیات کے ساتھ اسکو بدل دیا اور اس بدلنے کی وجہ بھی آپ نے بیان فرمائی۔ لَا تَقُولُوا اَلسَّلَامُ عَلٰی اللّٰهِ فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ اَلسَّلَامُ ترجمہ۔ یعنی مت کہو کہ خدا کے اوپر سلام کہو بلکہ خدا تعالیٰ کا تو نام ہی سلام ہے۔ یعنی سلامتی کی دعا اس شخص کے لئے مناسب ہے کہ باعتبار ذات کے عدم اور اس کے لواحق سے وہ سالم نہ ہو۔

۲۔ جب حکماء الہی کے پڑھنے سے فراغت ہوئی تو حضور الہی میں بیٹھ جانے کی اجازت عطا ہوئی اور اس سے پوچھا جاتا ہے کہ ہمارے حضور میں کیا تحفہ لائے ہو تو اسوقت دونوں ہاتھ اس امر کا اظہار کیا جاتا ہے کہ اے خدا تعظیما ت قلبی اور عبادات بدنی اور مالی کا مستحق تو ہی ہے۔ اور یہی تیرے حضور کے لائق ہے۔ لہذا میرا سامان و بدن اس امر کے لئے تیرے حضور میں حاضر ہے۔ پس جبکہ حقیقت نماز وقتی یوں ہی ہے تو پھر سخت نادانی و جہالت ہوگی کہ انسان اپنے جان و مال کو خدا تعالیٰ کی راہ میں ہر وقت فدا و قربان کرنے کے لئے تیار نہ رہے اور نفسانی خواہشات میں خدا تعالیٰ کے دیئے ہوئے اممال اور اسکے پیدا کردہ جسم و جان کو صرف و خرچ کرنے کے لئے خرچ کرے اور خدا تعالیٰ کے آگے روزمرہ اوقات خمسہ میں جھوٹ بولے اور اس سے وعدہ خلافی کرے۔ فصل

جلسہ میں دائیں پاؤں کو کھڑا رکھنے کی وجہ

جلسہ میں دائیں پاؤں کو کھڑا رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ نماز کی ہر ایک نشست و برخاست میں تمام اعضا کو قبلہ کی طرف متوجہ رکھنے کا حکم ہے اسلئے دائیں پاؤں کو کھڑا رکھنے سے پاؤں کی انگلیاں سیدھی قبلہ کی طرف متوجہ رہتی ہیں۔ اور بائیں کا حکم اسکے پیچ ہی میں آجاتا ہے اسلئے بائیں پر بیٹھنے کا امر ہے۔

نیچہ نماز میں آنحضرتؐ پر سلام مقرر ہونی کا راز

نماز میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واسطے بھی سلام مقرر کیا گیا تاکہ نبیؐ کی یاد دل سے نہ بھلا کر اور اسکی رسالت کا افراز کرتے ہیں اور نعمت اسلام اور آپؐ کی تبلیغ رسالت کی قدردانی کریں اور اسکے شکر یہ ہیں آپؐ پر سلام بھیجیں مَنْ كَرَّمَ لَيْكُمُ النَّاسَ لَمْ يَنْتَكِرْ اللَّهُ - یعنی جو لوگوں کا شکر کرے نہ ہو وہ خدا کا کب شکر کر سکتا ہے۔ اس طرح سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کچھ حق ادا ہو جائیگا۔ لہذا نیچہ میں آنحضرتؐ پر سلام مقرر ہوا۔

نیچہ نماز میں عام مومنین و صلیٰ پر سلام قریشی حکمت

نماز میں السَّلَامُ عَلَیْکَ وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِیْنَ میں سلام کو عام کر دیا گیا۔ یعنی ہمیں سلام اور خدا نفع لائے کے نیک بندوں پر سلام۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بندے کی زبان سے یہ نکلا تو ہر ایک نیک بندے کو جو آسمان و زمین میں ہے سلام پہنچ جائیگا۔ اس میں تعظیم سلام کی وجہ حق ہمدردی یعنی نوع کی بکادوری کے لئے ہے۔

نماز میں تشہد کی وجہ

نماز میں تشہد کا حکم دیا گیا۔ کیونکہ وہ اعظم الاذکار میں سے ہے اس لئے تشہد نماز کے لئے ایک رکن ٹھہر گیا۔ اگر نماز میں یہ امور نہ پائے جائیں تو نماز سے آدمی ایسا غافل ہو جائے جس طرح کسی کام سے اعراض کرنے والا اور روگردان اسکو تمام کر دیتا ہے یا اسکے تمام کرنے سے اسکو ندامت ہوتی ہے۔

حکمت اشارہ بالسبابہ عند الحمد ثانی

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ لکھتے ہیں کہ میں مجید یہ ہے کہ انگلی کے اٹھانے میں توحید کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے۔ جسکی وجہ سے قول و فعل میں مطابقت ہو جاتی ہے اور توحید کے معنی آنکھوں کے سامنے متشکل ہو جاتے ہیں۔

نماز میں حکمتِ منع اشکالِ مکروہہ

نماز میں اُن امور کا عمل میں لانا حکم ہے جو وقار اور عادتِ حسنہ پر دال ہوں اور انکو عاقل پسند کریں اور ایسی عادات نماز میں ظاہر نہ ہونی چاہئیں جنکو غیر ذوالعقول کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ مثلاً جیسے مرغ کی طرح ٹھونگ مارنا۔ کتے کی طرح بیٹھنا۔ لومڑی کی طرح زمین پر لیٹنا۔ اونٹ کی طرح بیٹھنا۔ اور درندوں کی طرح ہاتھ زمین پر بچھا دینا۔ اور ایسے ہی وہ ہئیتیں جو متحیر لوگوں یا اُن لوگوں کی ہوتی ہیں جن پر عذاب نازل ہوتا ہے۔ اُن سے بھی احتراز کرنا چاہئے۔ مثلاً گریہ ہاتھ رکھ کر کھرا ہونا۔

نماز کے رکوع و سجود میں امام سے سبقت کرنا لیکو

گدھے سے تشبیہ دینے کی وجہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اَمَّا يَخْتَنِي الَّذِي يَدْفَعُ رَأْسَهُ قَبْلَ الْإِمَامِ اَنْ يَجْعَلَ اللهُ رَأْسَهُ رَأْسَ الْحِمَارِ تَرْجَمَہ۔ یعنی امام سے پہلے جو شخص اپنا سر اٹھا لیتا ہے کیا اسکو اس بات کا خوف نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ اسکا سر گدھے کا سا کر دے۔ گدھے کی تشبیہ میں نکتہ یہ ہے کہ یہ جانور اپنی حماقت اور امانت میں ضرب المثل ہے لہذا ایسے عاصی نافرمان نے جب امام سے پہلے سر اٹھانے میں سبقت کی تو اُس پر بہتیت اور حماقت کا غلبہ ہے جسکا حشر اپنی صفت یعنی گدھے کی شکل میں ہونا ظاہر الیا گیا۔ اور تخصیص سر کی اسلئے ہوئی کہ سر ہی نے خدا تعالیٰ کی تابعداری میں سوادِ نبی کی تھی۔ اسلئے جس عضو سے یہ قصور ہوا اُس عضو کو یہ سزا دیجی جس طرح سہ کے داغ دینے کی سزا۔ یا ظاہر میں اس نے آگے پیچھے ہو کر یہ اختلاف کیا اسلئے اختلافِ معنوی اور باہم مخالفت کی یہ سزا دیجی۔

تشہد کے بعد دو دو دعا کی وجہ

تشہد کے بعد دعا کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو دعا نمازی کو پسند ہو

وہ کرے۔ یہ اس واسطے کہ نماز سے فارغ ہونے کا وقت دعا کرنے کا وقت ہے کیونکہ نماز پڑھنے کی وجہ سے رحمت الہی اُس پر چھا جاتی ہے اور ایسی حالت میں دعا مستجاب ہوا کرتی ہے۔ اور دعا کے آداب میں سے پہلے جناب باری کی حمد و ثناء بیان کرنا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا توسل کرنا ضروری ہے۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوات و سلام و برکات کے تحفے بھیجے جائیں تاکہ دعا مستجاب ہو جائے پھر اسکے بعد اپنے لئے اور اپنے ماں باپ کے لئے اور تمام اہل اسلام کے لئے دعائے مغفرت و ہدایت وغیرہ ضروریات دین کر کے نماز کو ختم کر نیچے لئے وائیں بائیں طرف منہ کر کے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہہ کر نماز سے فارغ ہو جاتے ہیں اور اگر نماز کو اور بھی طول دینا مقصود ہو تا ہے تو اس جلسہ میں دعا و درود نہیں پڑھتے بلکہ بعد بیان استحقاق عبادات و عرض سلام اللہ اکبر کہہ کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور بدستور سابق ارکان مذکورہ ادا کر کے فارغ ہو جاتے ہیں۔

سلام کے ساتھ اختتام نماز کی وجہ

۱۔ وائیں بائیں سلام پھیرنے میں اشارہ ہے کہ وقت نماز گویا میں اس عالم سے باہر چلا گیا تھا اور ماسوائے اللہ سے فارغ ہو کر اُسکی درگاہ میں پہونچ گیا تھا اسکے بعد اب پھر آیا ہوں اور موافق رسم آئینہ گان بہر کسی کو سلام کرتا ہوں۔

۲۔ چونکہ نماز سے طہارت کو نازل کر کے باہر آنا یا اور کوئی اس قسم کا فعل کر کے نماز سے باہر آنا جو نماز کا فاسد اور باطل کرنے والا ہو ایک قبیح اور مکروہ اور تعظیم کے برخلاف تھا اور ایسے فعل کا ہونا بھی ضرور تھا جسے نماز کا اختتام و تمام ہو جاوے اور جو افعال نماز کے اندر حرام تھے وہ حلال ہو جائیں۔

۳۔ اگر نماز سے باہر آنے کے لئے کوئی خاص فعل نہ مقرر کیا جاتا تو ہر شخص اپنی اپنی خواہش پر چلنے لگتا۔ لہذا ضرور ہوا کہ ایسے ہی کلام سے نماز سے باہر آیا کریں جو لوگوں کے کلام میں بہترین کلام ہو یعنی سلام۔ اور یہ بات واجب کر دی جائے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

خَيْرُ مِمَّا التَّكْبِيرُ وَتَحْلِيلُهَا السَّلَامُ۔

نماز سے باہر آنیکے لئے اول دائیں طرف سلام دینے کی حکمت

اول سلام دائیں طرف دینے کی حکمت یہ ہے کہ دائیں کو بائیں پر فضیلت و تقدیم ہے۔ اور فضیلت و تقدیم کا منصب از روئے عدالت اس امر کا متقاضی ہے کہ نماز سے باہر آنیکے وقت پہلے دائیں طرف سلام دیا جائے اور پھر بائیں کی نوبت آوے۔ اسرار و ضومیں بھی ہم نے اس امر کی کچھ قدر تشریح لکھی ہے وہاں ملاحظہ کرو۔ فضل۔

نماز میں استقبال کعبہ کی حکمت

۱۔ مجردات اور معقولات کو معلوم کر نیکے لئے خدا تعالیٰ نے انسان کو قوت عقلیہ عطا فرمائی ہے۔ اور انسان کی قوت خیالیہ کو عالم اجسام میں خدا نے تصرف کی قوت دی ہے۔ پس جب انسان کسی محض عقلی امر کو ذہن میں حاضر کرنا چاہے تو لازم ہے کہ اُسکے لئے کوئی خیالی صورت ہو جسکو محسوس کر سکے تاکہ وہ خیالی صورت اُن عقلی معنوں کے دریافت کرنے میں اُسکی مددگار ہو۔ یہی وجہ ہے کہ جب ہندو دھرم کے کسی امر کا اندازہ و حد معلوم کرنی چاہے تو اُسکے لئے ایک معین صورت و شکل ٹھہرائیتا ہے۔ تاکہ جس اور خیال اُس امر کی کے دریافت کرنے میں عقل کے لئے مددگار بنجادیں۔

۲۔ جب کوئی شخص بادشاہ بزرگ کی مجلس میں پہنچے تو بالضرور اُسکو اُسکی طرف متوجہ ہو کر کھڑا ہونا لازم ہوتا ہے۔ اور اُسکی طرف سے منہ پھیر کر کھڑا ہونا مذموم گناہ جاتا ہے۔ اور اُسکے حضور میں کھڑا ہو کر زبان سے اُسکی صفت و ثناء بیان کرنا اور آداب خدمت نگاری بجالانا مستحسن سمجھا جاتا ہے۔ پس قبیلہ کی طرف متوجہ ہو کر کھڑا ہونا ایسا ہے کہ گویا انسان خدا تعالیٰ مالک الملوک و احکام الحاکمین کے حضور میں کھڑا ہوتا ہے اور قرائت و تسبیح اُسکی صفت و ثناء میں اور قیام و رکوع و سجود آدابِ خدام میں۔

۳۔ نماز سے مراد حضور دل کے ساتھ خدا تعالیٰ سے التجا و دعا کرنا ہے اور حضور دل جب ہی حاصل ہوتا ہے کہ تمام اعضائے بدن میں سکون اور سب جہات و اطراف سے ترک التفات و ترک حرکات ہو کیونکہ جب انسان اپنے ظاہری جسم کو نماز میں ایک معین طرف کو متوجہ کر لیا تو اسکا دل بھی اُسی طرف متوجہ ہو جائیگا۔ وجہ یہ کہ ظاہری حرکت باطنی تحریک کے لئے مددگار ہے

پس ایسی طرف جسکی شرافت و بزرگی افہر من الشمس ہو تو یہ باطن کے لئے نماز میں اُسی کو متوجہ ہو کر کھڑا ہونا مناسب تر ہے۔

۴۔ خدا تعالیٰ مومنوں میں الفت و محبت کو پسند اور مخالفت کو ناپسند کرتا ہے چنانچہ وہ فرماتا ہے **وَ اذْكُرْ نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَاءً ۚ فَاَلَفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاصْبِرْ لِمَا يَنْصِبُكُمْ** **اِخْوَانًا**۔ ترجمہ۔ یاد کرو خدا تعالیٰ کی نعمت کو جو اس نے تم پر کی ہے جبکہ تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں کے درمیان الفت ڈال دی۔ پس تم اسکی نعمت سے آپس میں بھائی بن گئے۔

اگر آدمی اپنے خیال سے الگ الگ جہتیں مقرر کر کے نماز میں کھڑے ہوتے تو ہمیں بظاہر مومنوں کا آپس میں اختلاف نظر آتا۔ لہذا خدا تعالیٰ نے اُنکے لئے ایک معین طرف مقرر کر دی اور اُسکی طرف سب کو نماز میں رخ کرینیکا فرمایا تاکہ اُسکے سبب انہیں موافقت حاصل ہو جاوے۔ خدا تعالیٰ کا سب مومنوں کو نماز میں ایک ہی طرف کھڑا ہونیکا حکم دینا اس بات کی طرف ایاد کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ کو بندوں کے اعمال خیر میں موافقت پسند اور مخالفت ناپسند ہے۔

۵۔ خدا تعالیٰ نے کعبہ کو بتیٰ قرار کر اپنے گھر کی نسبت دی ہے اور مومنین کو اپنی عبادت کے لئے مخصوص کیا ہے اور یہ دونوں نسبتیں خصوصیت و تکریم کے لئے ہیں تو گویا خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے مومن تو میرا بندہ ہے اور کعبہ میرا گھر ہے۔ اور نماز میری خدمت عبادت ہے۔ پس اپنا رخ میری خدمت و عبادت کے لئے میرے گھر کی طرف اور اپنے دل کو میری طرف کر دے۔

۶۔ تفسیر کبیر میں لکھا ہے **اَلْكَعْبَةُ سُرَّةُ الْاَرْضِ وَ وَسْطُهَا فَاَمَّا اللّٰهُ تَعَالٰی جَمِيعَ خَلْقِهِ بِالْتَّوَجُّهِ اِلٰی وَ سْطِ الْاَرْضِ فِیْ صَلَاتِهِمْ وَ هُوَ اَشَارَةٌ اِلٰی اَنَّهُ یُحِبُّ الْعَدْلَ فِیْ كُلِّ شَیْءٍ وَ لَا یَجْلِبُ جَعَلَ وَ سْطَ الْاَرْضِ قِبْلَةً لِّلْخَلْقِ**۔ ترجمہ۔ کعبہ زمین کی ناف اور اُسکے درمیان میں واقع ہے پس خدا تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوق کو زمین کے وسط کی طرف نماز میں توجہ کرنے کا امر فرمایا۔ اور اس میں یہ اشارہ مرکوز ہے کہ وہ سب چیزیں عدل کو پسند کرتا ہے اسی لئے زمین کے وسط کو اُس نے مخلوق کا قبلہ ٹھرایا۔ رازِ ی۔

نماز میں لذت و عدم لذت کا باعث

در اصل نماز ایک خاص و عام ہے مگر اکثر لوگ اسکی حقیقت سے ناواقف ہیں اور وہ اس کو بادشاہوں کا نکس سمجھتے ہیں۔ نادان اتنا نہیں جانتے کہ بھلا خدا تعالیٰ کو ان باتوں کی کیا حاجت ہے۔ اسکے غنا و ذاتی کو اس بات کی کیا حاجت ہے کہ انسان دعا و تسبیح اور تہلیل میں مصروف ہو۔ بلکہ اس میں انسان کا اپنا ہی فائدہ ہے کہ وہ اس طریق پر اپنے مطلب کو پہنچ جاتا ہے۔ ہر جھل یہ دیکھ کر بڑا افسوس ہوتا ہے کہ عبادت اور تقویٰ و دینداری سے لوگوں کو محبت نہیں رہی اسکی وجہ ایک عام ذہرہ لہذا اثرِ رسم کا ہے اسبوجہ سے اللہ تعالیٰ کی محبت لوگوں کے دلوں سے سر ہو رہی ہے اور عبادت میں جس قسم کا مزہ آنا چاہئے وہ مزہ نہیں آتا۔ دنیا میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ جسمیں لذت اور ایک خاص حظ خدا تعالیٰ نے نہ رکھا ہو حیض و عظم کہ ایک مریض عمدہ سے عمدہ خوش ذائقہ چیز کا مزہ نہیں اٹھا سکتا اور وہ اسکو تلخ یا بالکل پھیکا سمجھتا ہے۔ اسطرح وہ لوگ جو عبادت الہی میں حظ اور لذت نہیں پاتے انکو اپنی بیماری کا فکر کرنا چاہئے۔ کیونکہ دنیا میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جسمیں خدا تعالیٰ نے کوئی نہ کوئی لذت نہ رکھی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو عبادت کے لئے پیدا کیا تو پھر کیا وجہ ہے کہ اُس عبادت میں اُسکے لئے لذت اور سرور نہ ہو۔ لذت اور سرور تو ہے مگر اس سے حظ اٹھانے والا بھی تو ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ترجمہ۔ یعنی میں نے جنوں و انسانوں کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے پس جبکہ انسان عبادت ہی کے لئے پیدا ہوا ہے تو ضرور ہے کہ عبادت میں لذت و سرور بھی درجہ غایت کا رکھا ہو۔ اس بات کو ہم اپنے روزمرہ کے مشاہدہ اور تجربہ سے خوب سمجھ سکتے ہیں۔ مثلاً دیکھو اناج اور تمام خوردنی اور نوشیدنی اشیاء خدا نے انسان کے لئے پیدا کی ہیں تو کیا انسان ان سے ایک لذت اور حظ نہیں پاتا ہے۔ کیا اس ذائقہ مزے اور احساس کے لئے اُسکے منہ میں زبان موجود نہیں۔ کیا وہ خوبصورت شے دیکھ کر نباتات ہوں یا جامدات حیوانات ہوں یا انسان حظ نہیں پاتا۔ کیا دل خوش کن

اور سریلی آوازوں سے اُسکے کان محفوظ نہیں ہوتے۔ پھر کیا کوئی دلیل اور بھی اس امر کے اثبات کے لئے مطلوب ہے کہ عبادت میں لذت نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے عورت اور مرد کو جوڑا پیدا کیا اور مرد کو رغبت دی ہے۔ اب اس میں زبردستی نہیں کی بلکہ ایک لذت بھی دکھائی ہے۔ اگر محض تو اللہ تناسل ہی مقصود بالذات ہوتا تو مطلب پورا نہ ہوتا۔ عورت اور مرد کی برہنگی کی حالت میں انکی غیرت قبول نہ کرتی کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ تعلق پیدا کریں۔ مگر اس میں اُنکے لئے ایک حظ ہے اور ایک لذت ہے یہ حظ اور لذت اس درجہ تک پہنچتی ہے کہ بعض کو نہ اندیش انسان اولاد کی بھی پرواہ اور خیال نہیں کرتے بلکہ انکو صرف حظ سے ہی کام اور غرض ہے۔ خدا تعالیٰ کی علت غائی بندوں کا پیدا کرنا تھا اور اس سبب کے لئے ایک تعلق عورت اور مرد میں قائم کیا اور ضمناً اس میں ایک حذر رکھ دیا جو اکثر نادانوں کے لئے مقصود بالذات ہو گیا۔ اس طرح سے خوب سمجھ لو کہ عبادت بھی کوئی بوجھ اور ٹیکس نہیں ہے۔ اس میں بھی ایک لذت اور سرور ہے۔ اور یہ لذت اور سرور دنیا کی تمام لذتوں اور تمام حظوظ سے بالاتر ہے جیسے مرد اور عورت کے باہمی تعلقات میں ایک لذت ہے۔ اور جو مریض و تندرست ہے وہ اس حظ سے بہرہ مند ہو سکتا ہے مگر ایک نامراد اور مختل وہ حظ نہیں پاسکتا جو صحیح القوی انسان حظ اٹھاتا ہے۔ جیسے ایک مریض کسی عہدہ سے عہدہ خوش ذالکۃ خدا کی لذت سے محروم ہے اس طرح وہ کم سخت انسان ہے جو عبادت الہی سے لذت نہیں پاسکتا عورت اور مرد کا جوڑ تو باطل اور عارضی جوڑا ہے اور حقیقی وابدی اور لذت مجسم جو جوڑا ہے وہ انسان اور خدا تعالیٰ کا ہے۔

دیکھو ایک دن اگر کسی کو روٹی کھانا نہ آوے تو وہ طبیب کے پاس جاتا اور کسی کیسی مہنتیں اور خوشامدیں کرتا۔ روپیہ خرچ کرتا اور دکھا اٹھاتا ہے کہ وہ مزا حاصل ہو۔ وہ نامراد جو اپنی بیوی سے لذت حاصل نہیں کر سکتا بعض اوقات گھر کر خوشی کے ارادہ تک پہنچ جاتا ہے اور اکثر موتیں اس قسم کی ہو جاتی ہیں۔ مگر آہ وہ مریض دل وہ نامراد کیوں کوشش نہیں کرتا جسکو عبادت الہی میں لذت نہیں آتی۔ اُسکی جان کیوں غم سے بد حال نہیں ہو جاتی۔ دنیا اور

اسکی خوشیوں کے لئے کیا کچھ کرتا ہے۔ مگر ابدی اور حقیقی راحتوں کی وہ پیاس اور تڑپ نہیں پاتا۔ کس قدر سبب الغیب ہے۔ کیسا محروم ہے۔ عارضی اور فانی لذتوں کے علاج تلاش کرتا ہے اور پالیتا ہے کیا ہو سکتا ہے کہ مستقل اور ابدی لذت کے علاج نہ ہوں۔ ہیں اور مزید ہیں مگر تلاش حق میں مستقل اور پوہ قدم در کار ہیں۔ قرآن کریم میں ایک موقع پر اللہ تعالیٰ صالحین کی مثال عورتوں سے دی ہے۔ اسیں بھی ستر اور بھید ہے۔ ایمان لایوں لوگو مریم اور آسیہ سے مثال دی ہے۔ یعنی خدا تعالیٰ ان شرکین میں سے مومنوں کو پیدا کرتا ہے۔

بہر حال عورتوں سے مثال دینے میں دراصل ایک لطیف راز کا اظہار ہے یعنی جسطرح عورت اور مرد کا باہم تعلق ہوتا ہے اسی طرح پر عبودیت اور ربوبیت کا رشتہ ہے۔ اگر عورت اور مرد کی باہم موافقت ہو اور ایک دوسرے پر فریفتہ ہو تو وہ جوڑا ایک مبارک اور مفید ہوتا ہے ورنہ نظام خانگی بگڑ جاتا ہے اور مقصود بالذات حاصل نہیں ہوتا ہے مرد اور عجبہ خراب ہو کر صدمہ افسس کی بیماریاں لے آتے ہیں آشک سے مجنوم ہو کر دنیا میں ہی محروم ہو جاتے ہیں اور اگر اولاد ہو بھی جائے تو کئی پشت تک یہ سلسلہ برابر چلا جاتا ہے اور ادھر عورت بے حیائی کرتی پھرتی ہے اور عزت و آبرو کو ڈبو کر بھی سچی راحت حاصل نہیں کر سکتی۔ غرض اس جوڑے سے الگ ہو کر محروم اور مخدول ہو جاتا ہے۔ دنیا وی جوڑے پر انسان رو جاتی جوڑے سے الگ ہو کر محروم اور مخدول ہو جاتا ہے۔ دنیا وی جوڑے سے زیادہ رنج و مصائب کا نشانہ بنتا ہے۔ جیسا کہ عورت اور مرد کے جوڑے سے ایک قسم کی بقا کے لئے خطہ موجود ہے۔

صلوٰۃ کہتے ہیں کہ جسکو یہ خطہ الغیب ہو جاوے وہ دنیا اور مافیہا کے تمام حظوظ سے بڑھ کر ترجیح رکھتا ہے۔ اگر ساری عمر میں ایک بار بھی اسکو معلوم ہو جائے تو اسیں ہی فنا ہو جائے۔ لیکن مشکل تو یہ ہے کہ دنیا میں ایک بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جنہوں نے اس راز کو نہیں سمجھا اور انکی نمازیں صرف ٹگریں ہیں۔ اور اوپر سے دل کے ساتھ ایک قسم کی قبض اور تنگی سے صرف نشست اور برخواستہ کے طور پر ہوتی ہے۔

خدا تعالیٰ سے نہایت سوز اور ایک جوش کے ساتھ یہ دعا مانگنی چاہئے کہ جسطرح اور بچوں اور اشیاء کی طرح طرح کی لذتیں عطا کی ہیں نماز اور عبادت کا بھی ایک بار نرا کچھ

کھایا ہوا یا درمہتا ہے۔ دیکھو اگر کوئی شخص کسی خوبصورت کو ایک سرور کے ساتھ دیکھتا ہے تو وہ اُسے خوب یاد رہتا ہے اور اگر کسی بد شکل یا مکروہ میثیت کو دیکھتا ہے تو اُسکی ساری حالت باعتبار مجسم ہو کر سامنے آجاتی ہے۔ اسی طرح نماز بے نمازوں کے نزدیک ایک تادان ہے کہ مانتق صبح اٹھ کر سردی میں وضو کر کے خواب راحت چھوڑ کر اور کئی قسم کی آسائشوں کو کھونا پڑتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ ان کو نماز سے بیزار ہے وہ اُس لذت اور راحت کو سمجھ نہیں سکتے جو نماز میں ہے۔ ان کو اطلاع نہیں ہے پھر نماز میں کیونکر لذت حاصل ہو۔ احمد۔

نماز میں حصول حضور لذت کا طریق

ایک شرابی اور نشہ باز انسان کو جب سرور نہیں آتا تو وہ پے در پے پیالے پیتا جاتا ہے یہاں تک کہ اسکو ایک قسم کا نشہ آجاتا ہے۔ دانشمند اور بزرگ انسان اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ نماز پر دوام کرے اور پڑھتا جاوے یہاں تک کہ اس کو سرور آجاوے۔ اور جیسے شرابی کے ذہن میں ایک لذت ہوتی ہے جس کا حاصل کرنا اس کا مقصود بالذات ہوتا ہے سب طرح ذہن میں اور ساری طاقتوں کا رجحان نماز میں حاصل کرنا ہو اور ہر ایک خلوص اور جوش کے ساتھ کم از کم اس نشہ باز کے اضطراب اور قلق و کرب کی مانند ہی ایک دعا پیدا ہو کہ وہ لذت حاصل ہو۔ یقیناً وہ لذت حاصل ہو جائیگی پھر نماز پڑھتے وقت ان مفاد کا حاصل کرنا بھی ملحوظ ہو جو اس سے ہوتے ہیں اور احسان پیش نظر ہے اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ الشَّيْئَاتِ ترجمہ نیکیاں برائیوں کو زائل کر دیتی ہیں +

پس ان حسنات اور لذات کو دل میں کہہ کر دعا کرے کہ وہ نماز جو کہ صدیقیوں اور محسنوں کی ہے وہ نصیب کرے۔ یہ جو فرمایا ہے کہ اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ الشَّيْئَاتِ یعنی نماز جو تمام نیکیوں کا مجموعہ ہے۔ بدیوں کو دور کر دیتی ہے یا دوسرے مقام پر فرمایا ہے کہ نماز فواحش اور بُرائیوں سے بچاتی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض لوگ باوجود نماز پڑھنے کے پھر بدیاں کرتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ نماز پڑھتے ہیں مگر نہ روح اور نہ راستی کے ساتھ وہ صرف رسم و عادت کے طور پر پڑھیں مارتے ہیں۔ ان کی روح مُردہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا نام خوات

نہیں رکھا اور یہاں جو حسنات کا لفظ رکھا الصلوٰۃ کا لفظ نہیں لکھا باوجودیکہ معنی وہی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نماز کی خوبی اور حسن و جمال کی طرف اشارہ کرے کہ وہ نماز پوریوں کو فائدہ کرتی ہے جو اپنے اندر ایک سچائی کی روح رکھتی ہے۔ اور فیضان کی تاثیر اس میں موجود ہے۔ وہ نماز یقیناً برائیوں کو دور کرتی ہے۔ احمد۔

روح نماز

نماز نشست و برخاست کا نام نہیں ہے۔ نماز کا مغز اور روح وہ دعا ہے۔ جو ایک لذت اور سرور اپنے اندر رکھتی ہے۔ ارکان نماز دراصل روحانی نشست و برخاست کے لئے مقرر ہیں۔ احمد۔

نماز میں تین دو تین چار رکعات کی وجہ

۱۔ چونکہ تھوڑی سی نماز کا کچھ معتدبہ فائدہ نہیں ہوتا اور بہت سی نماز لوگوں پر بہت گریں ہوتی اور ان کو اس کا ادھر ادھر ہوتا اور اس واسطے حکمت الہی کا اقتضا ہوا کہ کم از کم دو رکعتیں مقرر کی جائیں۔ پس دو رکعت نماز کا کم درجہ قرار پایا اس واسطے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں
فِي كُلِّ رَكْعَتَيْنِ الْحَيَّةُ یعنی ہر دو رکعت میں التحیات ہے۔

۲۔ یہاں ایک بڑا بھاری راز ہے وہ یہ کہ تمام حیوانات اور نباتات کے پیدا کرنے میں خدا تعالیٰ کی یوں عادت جاری ہے کہ ہر فرد کے دو ٹکڑے ہوتے ہیں۔ اور وہ دونوں ملا کر ایک شے کر دی جاتی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَالشَّفَقِ وَالْكَوْثَرِ یعنی قسم ہے جفت اور طاق کی حیوان کی دو طرفیں تو معلوم ہوتی ہیں اور نباتات ایک طرف کو کچھ مرض وغیرہ عوارض لاحق ہو جاتے ہیں۔ اور دوسری طرف اُن سے محفوظ رہتی ہے جیسے فالج کے اندر۔

۳۔ نباتات کے اندر گٹھلی اور تخم کی دو طرفیں ہوتی ہیں اور جب شروع شروع میں کوئی درخت اُگتا ہے تو پہلے وہی پتے نمودار ہوتے ہیں۔ یہ ہر ایک پتہ انہی دونوں گٹھلی اور تخم کی ایک ایک طرف کی میراث ہوتا ہے پھر اسی طور سے اس کا نشوونما ہو جاتا ہے۔ جناب باری تعالیٰ کا یہی قانون قدرت

عالم خلق سے عالم تشریع کی طرف خطیرۃ القدس کے اندر منتقل ہوا۔ کیونکہ تدبیر خلق کی فرع ہے اور پھر خطیرۃ القدس سے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب میں اس کا انعکاس ہوا۔ اس لئے تمام نمازوں میں دو رکعت سے کم کوئی نماز مقرر نہیں کی گئی۔ اور وہ دو رکعتیں باہم بمنزلہ ایک چیز کے کر دی گئی ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں قَرَضَ اللَّهُ الصَّلَاةَ حَيْنَ قَرْضِهَا رَكَعَتَيْنِ رَكَعَتَيْنِ فِي الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ فَأَقْرَبَتْ صَلَاةُ السَّفَرِ وَزَيْدٌ فِي الْحَضَرِ وَفِي رَوَايَةٍ الْإِسْلَامُ الْمَغْرِبُ فَإِنَّهَا كَانَتْ ثَلَاثًا تَرْجُمُهُ۔ یعنی خدا تعالیٰ نے جب نماز کو مقرر فرمایا ہے۔ حضور و سفر میں دو دو رکعت مقرر فرمایا ہے پھر سفر کی نماز بدستور رہی اور حضر کی نماز بڑھا دی گئی۔ اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ ہجر مغرب کی نماز کے کہ وہ بین ہی رکعتیں ہیں ۛ

۴۔ عدد رکعات کے اندر اصل یہ ہے کہ فرض جو کسی صورت میں ساقط نہ ہو سکے وہ گیارہ رکعتیں ہیں اور یہ اس واسطے کہ حکمت الہی اس بابت کی مقتضی ہوئی۔ کہ دن و رات میں کوئی عدد مبارک متوسط درجہ کا مقرر ہونا چاہئے کہ نہ تو وہ بہت ہو جو تمام مکلفین پر اس کا ادا کرنا دشوار ہو جائے اور نہ بہت کم ہو کہ جس کے سبب سے نماز کا فائدہ حاصل نہ ہو سکے۔ تمام اعداد میں سے گیارہ کا عدد درحقیقت کے ساتھ زیادہ مشابہت رکھتا ہے ۛ

پھر جب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مکہ سے ہجرت فرمائی۔ اور اسلام کو استحکام ہو چکا اور بہت سے لوگ اس کے خادم بن گئے اور عبادات کا شوق لوگوں کے دلوں میں پیدا ہو گیا تو دن رات کی نمازوں میں چھ رکعتیں فرض اور بڑا دی گئیں۔ اور سفر کی نماز بدستور باقی رہی اور اس کی وجہ یہ ہوئی کہ زیادتی اگر کسی چیز کی کھجائے اصل شے کے برابر یا اس سے زیادہ ہونا اس کا بالکل غیر مناسب ہے اس لئے یہ مناسب ہو کہ اول عدد پر اس کا نصف بڑا دیا جائے۔ مگر گیارہ کا نصف پورا عدد نہیں ہوتا اس لئے یا تو پانچ کی زیادتی کیجائی یا چھ کی مگر گیارہ پر پانچ زیادہ کرنے سے پورا عدد طاق نہیں ہوتا بلکہ جفت ہو جاتا ہے۔ اس لئے چھ کی زیادتی لامحالہ کرنی ضرور ہوتی۔ اب باقی رہا اوقات کے اوپر اس پورے عدد کا تقسیم کرنا تو اس کا انبیائے سابقین کے آثار پر مدار رکھا گیا جیسا کہ اخبار میں مذکور ہے اور نیز مغرب چونکہ سب نمازوں سے آخر کی نماز ہے اس لئے کہ عرب کے لوگ طوئوں کو دونوں سے پہلے شمار کیا کرتے ہیں۔ اس واسطے مناسب ہو کہ وہ ایک عدد

جس نے پورے عدد کو طاق کر دیا وہ اس میں پایا جائے اور مغرب کے وقت میں چونکہ گنہائش کم ہوتی ہے اس واسطے مغرب کے اندر بڑا نامناسب نہ تھا۔ اور فجر کا وقت سونے کا اور سہل کا وقت ہے اسلئے عدد رکعات میں اسکے اندر زیادتی نہیں کی گئی بلکہ جس سے ہو سکے اُس کے لئے طول قرات مستحب کیا گیا چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے قُرْآنَ الْفَجْرِ إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا ترجمہ یعنی اور فجر کو قرآن کا پڑھنا لازم ہے کیونکہ فجر کو قرآن کا پڑھنا مؤثر ہوتا ہے اور اس میں حضور دل ہوتا ہے یہ

فرضوں کے اول و بعثتیں مقرر ہونے کی وجہ

اصل بات یہ ہے کہ اشغال دنیاوی خدا کی یاد سے انسان کو غافل کر دیتے ہیں۔ لہذا ایسی بات کی ضرورت ہوتی کہ اس کو درت کے صاف کرنے کی غرض سے قبل از فرائض اس کا استعمال کیا کریں تاکہ فرائض کے اندر ایسے وقت میں شروع پایا جاوے کہ تمام شغلوں سے دل خالی اور سب سے خاطر جمع ہو۔ اور بسا اوقات آدمی اس طرح نماز پڑھ لیتا ہے کہ نماز کا فائدہ اس کو پوری طرح حاصل نہیں ہوتا۔ لہذا ضروری ہوا کہ فرائض کے بعد بھی اس مقصود کے پورا کرنے کے لئے کچھ نماز اور مقرر کی جائے تاکہ جو کئی تصور فرائض میں ہو انکی سنتوں کے ذریعہ تکمیل ہو اور جبر کسر ہو جائے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں اِنَّ اَوَّلَ مَا يَحْسَبُ بِهِ الْعَبْدُ اَلْمَسَلَمَةَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الصَّلَاةُ الْمَكْتُوبَةُ فَإِنْ اَكْتَمَلَهَا كُنْتُ لَهُ نَافِلَةً فَإِنْ لَمْ يَكُنْ اَكْتَمَلَهَا قَالَ بَعَثَهُ لِيَا يَكُنْ لَكَ اَنْظُرُوا اَهْلِي فَجِدْ ذَنْ لِعَبْدِي مِنْ تَطَوُّعٍ فَاَكْمَلُوْا بِهَا مَا صَيَّعَ مِنْ قَوْلِيْكُمْ ثُمَّ لَوْ خَدَّ الْعَمَلُ عَلَى اَحْسَنِ ذٰلِكَ تَرَجَّحَ يَعْنِي قِيَامَتِ كَيْفَ دَلَّ مُسْلِمَانِ بِنَدَةِ كَيْفَ نَمَازِ كَا

پہلے حساب ہو گا اگر وہ نماز اس نے کامل کر کے ادا کی تو اس کا ثواب اُسکو ملے گا ورنہ خداوند تعالیٰ فرشتوں کو فرمایا کہ میرے بندہ کی عبادت نقلی دیکھو اُسکے ساتھ اُسکے فرائض ناقصہ کو کامل کرو۔ اسی طرح سب اعمال کا حساب ہو گا۔

فجر کی نماز کے بعد سنتیں نہ مقرر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں اشراق کی نماز تک بیٹھنے اور نماز اشراق و طول قرات سے وہ درجہ پہنچاتا ہے اور نیز وہ اکثر عام لوگوں کی فرحت کا وقت کہتا ہے اور عصر کی نماز کے اول و بعثتیں پڑھنے میں محسوس سے مشابہت ہوتی ہے لہذا مقرر نہیں ہوئیں۔

الغرض حسب فرمودہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام شب درود کی نمازوں میں بارہ رکعات موکدہ سنتیں مقرر ہیں چنانچہ آنحضرتؐ فرماتے ہیں عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَنَ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً مِنَ السُّنَّةِ نَبِيَ لَهُ بَيْتٌ فِي الْجَنَّةِ - أَرْبَعٌ قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرَبِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ ترجمہ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس نے بارہ رکعات سُنتِ ہمیشہ پڑھیں اُس کے لئے بہشت میں مکان بنایا جائے گا۔ وہ چار رکعتیں ظہر سے پہلے اور دو رکعتیں مغرب کے بعد اور دو رکعتیں عشاء کے بعد اور دو رکعتیں فجر کے پہلے ہیں۔

تقرری نماز وتر کی وجہ

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں إِنَّ اللَّهَ وَرُوحَهُ الْوُفُوفُ قَاوَرُوا يَا أَهْلَ الْفُتُونِ - ترجمہ یعنی خدا تعالیٰ طاق ہے طاق کو پسند کرنا ہے اس لئے اے اہل قرآن تم نماز طاق پڑھا کرو۔ ہم قبل ازیں اوپر لکھ چکے ہیں کہ ابتداء میں تھا شب درود میں گیارہ رکعتیں فرض مقرر کیں بعد ازاں گیارہ رکعات فرض اور شب درود کے لئے ان کے ساتھ سفر کے اندر پڑھا دیں۔ بعد ازاں جو لوگ محنین کے درجہ میں ہیں انکے لئے تین رکعات نماز وتر پڑھائی گئی۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جلتے تھے کہ جو لوگ احسان کے درجہ کی قابلیت رکھتے ہیں۔ ان کے لئے مقدار سے زیادہ کی حاجت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ شب کے اٹھنے میں مشقت ہوتی ہے۔ اس لئے قیام اللیل کو تمام اُمت پر لازم نہیں کیا۔ اور شروع شب میں وتر پڑھنے کی اجازت فرمادی اور اس کے ساتھ ہی تاخیر سے پڑھنے کی رغبت فرماتے رہے۔ چنانچہ فرمایا مَنْ عَاثَ أَنْ لَا يَقُومَ آخِرَ اللَّيْلِ فَلْيُؤْتِرْ آوَلَهُ وَمَنْ طَمَعَ أَنْ يُؤْتِرَ آخِرَهُ فَإِنَّ صَلَواتَهُ الْكُلَّ مَشْهُودَةٌ وَذَلِكَ أَفْضَلُ مِمَّا جُمِعَ لِيْنِ جِسْنِ خَلْقٍ كَوَافِرَاتٍ مِثْلُ الْفُتُونِ - ترجمہ یعنی جو شخص کو آخرات میں اُٹھنے کا اندیشہ ہو کہ وہ نہ اُٹھ سکے گا۔ تو اوّل رات میں ہی وتر پڑھ لے اور جس کو آخرات میں پڑھنے کا طمع ہو وہ آخرات میں وتر پڑھے کیونکہ رات کی نماز میں حضور دل ہوتا ہے اور یہ بات افضل ہے۔

وجہ تفرعی دعائے قنوت و ترویج تسمیہ قنوت

قنوت اور اوجیہ مسنونہ کی طرح دعا ہے اور اس کا پڑھنا کئی طرح مستنون ہے اور علمائے خفیہ کے نزدیک قنوت کا پڑھنا رات کے وتروں میں مخصوص ہے۔
چونکہ اس دعا میں انسان خدا تعالیٰ کے آگے اپنی فرمانبرداری و اطاعت الہی کا اظہار کرتا ہے اس لئے اس دعا کا نام قنوت ہوا۔ کیونکہ قنوت کے معنی فرمانبرداری اطاعت کے ہیں خیاںچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَقَوْمُوا لِلّٰہِ قَلْبَیْنِیْ ترجمہ یعنی قائم رہو خدا تعالیٰ کے آگے فرمانبرداری بن کر۔

چھوٹے لڑکوں کو نماز کی جماعت میں سب سے پیچھے کھڑا کر نیکی وجہ

لڑکوں کو نماز جماعت میں سب سے پیچھے کھڑا ہونے کا حکم اس وجہ سے ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ کسی کی ہوا خارج ہونے پر یا کسی اور امر پسند پس میں تو دوسروں کی نماز بھی خراب ہو۔ دیکھو کیسی نیکی ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ نماز پڑھ رہے تھے کہ کسی کی ہوا خارج ہو گئی۔ اور بدبو کی وجہ سے اس کا پتہ لگ گیا۔ اب انہوں نے دیکھا کہ ایسا نہ ہو کہ وہ شخص شرم سے وضو نہ کرے اور گناہ کا مرتکب ہو جائے۔ نماز توڑ دی اور کہا کہ آؤ ہم دوبارہ سب وضو کریں۔ کیونکہ وضو تو وہی ہے۔ (دوسری دفعہ وضو کرنے سے فوراً علے آور ہو جائیگا۔ اس سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ ہمیشہ اسی طرح کئے جاؤ۔ بلکہ یہ ایک موقع تھا جو کسی خوش اسلوبی سے پورا کیا گیا۔ احمد)

جماعت نماز کی صفوں کو برابر کرنے وجہ

نمازیں جو جماعت رکھی ہے اور جماعت کا زیادہ ثواب لکھا ہے اس میں یہی غرض ہے کہ اس سے قوم میں وحدت پیدا ہوتی ہے۔ اور پھر اس وحدت کو عملی رنگ میں لانے کی یہاں تک ہدایت اور تاکید ہے کہ باہم پاؤں بھی مساوی ہوں اور صف سیدھی ہو۔ اور ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہوں۔ اس سے مطلب یہ ہے کہ گویا ایک ہی انسان کا حکم رکھیں اور ایک کے لئے دوسرے میں سرایت کر سکیں۔ وہ تیز جہ میں خودی اور خود غرضی پیدا

ہوتی ہے نہ رہے۔ یہ خوب یاد رکھو کہ انسان میں یہ قوت موجود ہے۔ احمد۔

جماعت کی نماز میں کثرت ثواب کا راز

بنی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کسی عمل کے فضائل یا کسی شے کے اجمالی حصے ظاہر ہوئے
تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فضاء کے منضبط کوٹنے کی وجہ قائم کرنے میں اجتہاد فرمایا
اور اس کے لئے ایسے عدد مقرر فرمائے جو کثیر الوقوع یا عظیم الشان وغیرہ ہوا کرتے ہیں۔ اسی پر
قیاس کر لینا چاہیئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول مبارک کو کہ تمنا نماز پڑھنے پر جماعت
کی نماز کو ستائیس درجہ فضیلت ہے۔ **صَلُّوْا الْجَمَاعَةَ لَقَدْ صَلَّوْا الْفَلَاحَ بِسَبْعٍ وَعِشْرِينَ**
دَرَجَةً ترجمہ یعنی جماعت کی نماز تمنا سے ستائیس درجہ زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔ اس لئے کہ
ستائیس کا عدد تین کو تین میں ضرب دینے سے پھر مضروب فیہ کو تین میں ضرب دینے سے حاصل
ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں جماعت کے فائدے تین قسم کے ہیں۔ ایک مومن
کا اثر خود نمازی کے جسم پر ہوتا ہے۔ انہیں تہذیب آجاتی ہے۔ قوت نکلی کا ظہور ہوتا ہے۔ بہیمیتی
حالت دب جاتی ہے۔ اور ایک حصہ کا اثر لوگوں کی جماعت پر ہوتا ہے کہ ایک مبارک نشان
میں پھیل جاتی ہے۔ لوگ اس میں ایک دوسرے سے زیادہ شوق ظاہر کرتے ہیں اس سے انہیں تہذیب
آجاتی ہے۔ اور سب ملکر مستفائد برتاؤ دہاتے ہیں۔ اور ایک حصہ کا اثر ملکیت مصطفویہ پر پڑتا ہے
کہ اس میں اصلی شادابی اور تروتازگی رہتی ہے۔ تحریف یا سستی نہیں مل سکتی۔ اور نیز پہلے
حصہ میں تین منفعتیں ہیں۔ بارگاہِ خداوندی اور نیز ملائعہ علی سے نزدیکی۔ ان کے لئے نیکیاں منج
ہوتی ہیں۔ اور ان سے برائیاں دور کی جاتی ہیں۔ ایسے ہی دوسرے حصہ میں بھی تین منافع ہیں۔
لوگوں کے خاندان اور شرکاء کا منظم رہنا۔ دنیا میں ان پر رکھتوں کا نازل ہونا۔ آخرت میں ایک دوسرے کے
لئے شفاعت کرنا۔ اور تیسرے حصہ میں بھی تین امر پر منفعت ہیں۔ ملائعہ علی کی اتفاقی کوشش کا
جاری رہنا۔ خدا تعالیٰ کی دراز رسی کو لوگوں کا پکڑنا بعض لوگوں کے انوار کا بعض پر پڑنا۔ اور
لوگوں میں سے ہر ایک میں تین تین خوبیاں ہیں۔ خدا تعالیٰ کی لوگوں سے خوشنودی۔ فرشتوں کا
ان پر رحمت بھیجا۔ شیاطین کا لوگوں سے روپوش ہونا۔ اور ایک روایت میں بجائے ستائیس کے

حقیقت جماعت پنجگانہ جمعہ عیدین حج

جناب الہی نے اطاعت اور طہارت کے ساتھ پانچ وقت جمع ہونے اور ملکر مسکی غفلت و جبروت کو بیان کرنا مسلمانوں کا فرض کر دیا۔ کوئی شہر اور قصبہ نہ دیکھو گے جسکے ہر محلہ میں اسلام کی پنجگانہ جماعت نماز نہ ہوتی ہو۔ لیکن اس روزانہ پانچ وقت کے اجتماع میں اگر تمام باشندگان شہر کو اکٹھا ہونیکا حکم دیا جاتا تو یہ ایک تکلیف والا ایطاق ہوتی۔ اسلئے تمام شہر کے رہنے والے مسلمانوں کے اجتماع کے لئے ہفتہ میں ایک دن جمعہ کا مقرر ہوا۔ پھر اس طرح قصبات اور دیہات کے لوگوں کے اجتماع کے لئے عید کی نماز تجویز ہوئی اور چونکہ یہ ایک بڑا اجتماع تھا اسلئے عید کا جلسہ شہر کے باہر میدان میں تجویز ہوا۔ لیکن اس سے پھر بھی کل دنیا کے مسلمان میل ملاپ سے محروم رہتے تھے اسلئے کل اسلام کے اجتماع کے لئے ایک بڑے صدر مقام کی ضرورت تھی تاکہ مختلف مقامات کے بھائی اسلامی رشتہ کے سلسلہ میں کیتا باہم ملجاویں لیکن اسکے لئے چونکہ ہر فرد بشر مسلمان اور امیر و فقیر کا شامل ہونا محال تھا اسلئے صرف صاحب استطاعت منتخب ہوئے تاکہ تمام دنیا کے مسلمان ایک جگہ جمع ہو کر تبادلوہ خیالات کریں اور مختلف خیالات و دعاؤں کا ایک اجتماع ہو اور سب کے سب ملکر خدا تعالیٰ کی عظمت و جبروت کو بیان کریں۔ نور۔

جماعت نماز کی دائیں جانب کو بائیں فضیلت کی حکمت

ہم قبل ازیں مکر لکھ چکے ہیں کہ تمام عبادات و حسنات و اکل و شرب میں دائیں ماتھے و دائیں جانب کو بائیں پر فضیلت و تقدم ہے لہذا جماعت نماز میں بھی یہی امر ملحوظ ہے۔ کیونکہ جو قوت و طاقت و اثر دائیں میں ہے وہ بائیں میں نہیں ہے۔

ترک نماز سے کفر لازم ہونیکی وجہ

خدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے اَقِمُّوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ترجمہ یعنی نماز قائم کرو اور مشرک نہ بنو۔ اور بنی علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں مَنْ تَرَكَ صَلٰوةً مُّتَعِلًّا فَقَدْ كَفَرَ ترجمہ یعنی جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑ دی وہ کافر ہو گیا۔ وجہ یہ ہے کہ نماز اسلام کا بہت بڑا شعار ہے اور اسلام کی ایسی علامات میں سے ہے کہ جسکے جاتے رہتے

اگر اسلام کے جاتے رہنے کا حکم کر دیا جائے تو بجا ہے۔ کیونکہ اسلام میں اور نماز میں بہت ملا بست اور موانعت ہے۔ لفظ اسلام کے معنی خدا تعالیٰ کے آگے سر جھکا دینے کا نام ہے اور ان معنوں کو نماز ہی خوب ادا کرتی ہے۔ پس جب کو نماز سے کچھ حصہ نہیں وہ اسلام سے محروم رہا۔ وہ اسلام سے کیا لے چلا۔ بجز اسلام کے نام کے جس کا خدا تعالیٰ کے پاس کچھ اعتبار نہیں ہے۔

جوتے اتار کر اوپر پہن کر نماز پڑھنے کی حکمت

یہودی لوگ اپنے جوتوں اور موزوں میں نماز پڑھنے کو برا جانتے تھے اسلئے کہ اس میں ایک قسم کی ترک تنظیم ہے۔ کیونکہ بڑے لوگوں کے پاس جاتے وقت جوتوں کو اتار لیا کرتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **فَاَخْلَعَ نَعْلَيْكَ اِنَّكَ يَا لَوْدَا مَقْدَّسٌ طُحٰی** ترجمہ۔ یعنی اپنے جوتے اتار دے کیونکہ تو پاکیزہ میدان طوٰسی میں ہے۔ چڑاؤ باغت سے حسبِ مودہ نبوی پاک ہو جاتا ہے۔ لہذا جب تک پاپوش کو پلیدی نہ لاحق ہو تو اس کے ساتھ بحسبِ عذر و ضرورت نماز درست ہو سکتی ہے۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پاپوش اتارنے کا حکم اسلئے ہوا کہ انکی پاپوش نیچے کی جانب سے کسی قسم کی پلیدی سے آلودہ ہو گئی تھی۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو پاپوش اتارنے کے امر میں اسکا سبب بیان فرما دیا کہ تیری پاپوش پلیدی سے آلودہ ہے اسلئے اتار دے کیونکہ یہ مقام طوٰسی پاک ہے پلیدی اس مقام کے لائق نہیں ہے۔ ورنہ اگر پاپوش پلیدی سے آلودہ نہ ہوتی تو اتار نہ ہوتا۔ اور بالعموم پاپوشوں کو اتار کر نماز پڑھی جاتی ہے اسکی ہی وجہ ہے کہ اکثر چلنے پھرنے میں پاپوش پلیدی سے آلودہ ہو جاتے ہیں۔ ورنہ نبی علیہ السلام پاپوش کے پاکیزہ ہونکی حالت میں کبھی پاپوش پہن کر بھی نماز ادا فرماتے تھے اور آنحضرتؐ کا جوتے اور موزے کے ساتھ نماز پڑھنا اسوجہ سے تھا کہ لباس کی تکمیل جوتے اور موزے پہن کر ہوتی ہے۔ کیونکہ نماز کے اندر لباس کی تکمیل مستحب ہے۔ اسلئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہود کی ناہنجی سے اُنکے قیاس کی مخالفت کر کے دوسرے قیاس کو ہمیشہ کے لئے جاری رکھا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں **خَالِفُوا الْيَهُودَ فَاَلَيْسَ لَكُمْ دِينٌ فِيْ دِيْنِ الْيَهُودِ وَخَفَا فِصْمٌ** ترجمہ۔ یعنی یہود سے مخالفت کرو کیونکہ وہ اپنے جوتوں اور موزوں میں نماز نہیں پڑھتے۔ پس صحیح یہ ہے کہ جوتے پہن کر نماز پڑھنا اور ننگے پاؤں نماز پڑھنا برابر ہے۔ فضل۔

نبی علیہ السلام کے اجتہادی سہوکاران

امام احمد بن حنبلہ و سائے عبد اللہ بن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ عبد اللہ نے کہا کہ میں جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتا تھا لکھ لیتا تھا تاکہ میں اُسکو حفظ کروں بعض نے مجھکو منع کیا کہ ایسا مت کر کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہیں کبھی غضب سے بھی کلام کرتے ہیں تو میں یہ بات منکر لکھنے سے دست کش ہو گیا۔ اور اس بات کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ذکر کیا تو اپنے فرمایا اُس ذات کی مجھکو قسم ہے جسکے ماتھے میں میری جان ہے کہ جو مجھ سے صادر ہوتا ہے خواہ قول ہو یا فعل وہ سب خدا تعالیٰ کے کیطوف سے ہے اگر یہ کہا جائے کہ احادیث کی کتابوں میں بعض امور میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اجتہادی غلطی کا بھی ذکر ہے۔ اگر کل قول و فعل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وحی سے تھا تو پھر وہ وحی کیوں ہوئی۔ گو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس پر قائم نہیں رکھے گئے تو اسکا یہ جواب ہے کہ وہ اجتہادی غلطی بھی وحی کی روشنی سے دور نہیں تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کے قبضہ قدرت سے ایک دم جدا نہیں ہونے تھے۔ پس اُس اجتہادی غلطی کی ایسی مثال ہے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں چند دفعہ سہو واقع ہوتا اُس سے دین کے مسائل پیدا ہوں۔ سو اسی طرح بعض اوقات اجتہادی غلطی ہوئی تا اُس سے بھی تکمیل دیں ہو۔ اور بعض باریک مسائل اُسکے ذریعہ سے پیدا ہوں اور وہ سہو بشریت بھی تمام لوگوں کیطرح سہو نہ تھا بلکہ دراصل ہر رنگ وحی تھا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کیطوف سے ایک خاص تصرف تھا جو نبی کے وجود پر حاوی ہو کر اُسکو بھی ایسی طرف مائل کر دیتا جس میں خدا تعالیٰ کے بہت مصالح تھے۔ ہم اُس اجتہادی غلطی کو بھی وحی سے علیحدہ نہیں سمجھتے کیونکہ وہ ایک معمولی بات نہ تھی بلکہ خدا تعالیٰ اُسوقت اپنے نبی کو اپنے قبضہ قدرت میں لیکر مصالح عام کے لئے ایک نور کی صورت میں یا غلط اجتہاد کے پیرایہ میں ظاہر کر دیتا تھا اور پھر ساتھ ہی وحی اپنے جوش میں آجاتی تھی جیسے ایک چلنے والی نہر کا ایک مصلحت کے لئے پانی روکیں اور پھر چھوڑ دیں پس اسجگہ کوئی عقلمند نہیں کہہ سکتا کہ نہر سے پانی خشک ہو گیا۔ یا اُس میں سے اٹھالیا گیا۔ یہی حال انبیاء کی اجتہادی غلطی کا ہے۔ بعض اوقات خدا تعالیٰ بعض مصالح کے لئے انبیاء علیہم السلام کی فہم اور ادراک کو اپنے قبضہ میں لے لیتا ہے۔ تب کوئی قول یا فعل سہو یا غلطی کی شکل پران سے صادر ہو جاتا ہے۔ اور وہ حکمت جو ارادہ نگینی

ظاہر ہو جاتی ہے گویا اسکا کبھی وجود نہیں تھا۔ ضرور تھا کہ بشریت کے تحقق کے لئے کبھی کبھی انبیاء علیہم السلام سے ایسا بھی ہوتا نا لوگ شرک کی بلا میں مبتلا نہ ہو جائیں۔

اگرچہ سہو نبوتی کا ذکر ہماری اسرار شریعت کی دوسری جلد سے تعلق رکھتا ہے جس میں اعتقادی امور کی حکمتوں کا ذکر ہے۔ مگر اس موقع پر سجدہ سہو نبوتی کے ذکر سے عوام میں غلط فہمی واقع ہو کر موجب افراط و تفریط گمان کا ہونا ممکن تھا اسلئے حقیقت سہو نبوتی کا ذکر اسی تقریب پر لانا پڑا۔ احمد۔ فضل۔

حکمت سجدہ سہو نماز

جب انسان سے نماز میں کوئی قصور ہو جاوے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کی کوپورا کر نیکے لئے دو سجدے کرنا حکم فرمایا ہے۔ اسکو قضا کے ساتھ بھی مناسبت ہے اور کفارہ کے ساتھ بھی مناسبت ہے وہ مواضع جن میں نص حدیث سے سجدہ کرنا ثابت ہے وہ چار ہیں ایک تو وہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اِذَا نَسَاكَ اَحَدُكُمْ فِي صَلَاتِهِ وَلَمْ يَذْكُرْ كِتْمَ صَلَاتِهِ ثَلَاثًا اَوْ اَرْبَعًا فَلْيَصِرْ فِي الشَّاكِّ لَيْسَ عَلَى مَا اسْتَيْقَنَ ثُمَّ يَسْجُدُ مَسْجِدًا تَيْنِ تَرَ جَمْعُ يَنْعَنَ تَمَّ مِنْ سَعْدٍ كَيْسُ كَوِ ابْنِ نَازِ فِي شَكٍّ هُوَ اَوْ رِي مَعْلُومٌ نَهْ هُوَ كَتَمَ رَكْعَتَيْنِ پُڑھی ہیں تین یا چار پس جن میں شک ہوا ہے اسکو الگ کرے اور جہد پر یقین ہے اُس پر نماز کی بنا کر کے پھر سلام پھیرنے سے پہلے دو سجدے کرے۔ کیونکہ اگر اس نے پانچ پڑھی ہیں تب اُن دو سجدوں سے اسکا شفع پورا ہو جاوے گا۔ اور اگر پوری چار پڑھی ہیں تو یہ دونوں سجدے شیطان کی سرزنش کے لئے زیادتی حنات کا موجب ہونگے اور رکوع اور سجدے کے اندر شک کرنا بھی اسی قسم سے ہے۔

دوسرے یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی پانچ رکعتیں پڑھیں اور سلام پھیرنے کے بعد دو سجدے کئے نماز کے اندر کسی رکن کا بڑھ جانا بھی ایسا ہی ہے جیسے رکعت کا بڑھنا۔ تیسرے یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار چار کی جگہ دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیا تو بعض صحابہ نے آپ سے عرض کی تو جو رکعتیں رکھی تھیں وہ بھی پڑھیں اور دو سجدے بھی کر لئے۔ چوتھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ دو رکعت کے بعد بجائے بیٹھنے کے کھڑے ہو گئے۔ پھر آپ جب نماز پوری کر چکے تو سلام پھیرنے سے پہلے آپ نے دو سجدے کر لئے۔ فقہہ کے اندر تشہد کا نہ پڑھنا بھی اسی پر محمول ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اِذَا اَقَامَ الْاِمَامُ فِي الرُّكْعَتَيْنِ فَانْ ذَكَرَ قَبْلَ اَنْ يَتَنَوَّى فَاَتَمَّ

فَلْيَجْلِسْ وَإِنْ لَيْسَ نَوِيًّا فَامَّا فَلَا يَجْلِسُ وَلَا يَسْجُدُ سَجْدَةً فِي السَّجْدَةِ سِتْرًا جَمَدًا - اگر در رکعتوں کے اندر کھڑا ہو جاوے تو اگر سید اکھڑا ہونے سے پہلے اُسکو یاد آ جاوے تب اُسکو بیٹھ جانا چاہیئے اور اگر سید اکھڑا ہو جاوے تو نہ بیٹھے اور سہو کے دو سجدے کرے۔

حکمت سجدہ تلاوت قرآن کریم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس شخص کے لئے جو قرآن کی وہ آیت پڑھے جس میں سجدہ کر نیکیا حکم ہے یا سجدہ کرنے والے کے ثواب اور اُس سے منکر کے عذاب کا بیان ہے۔ یہ حکم فرمایا ہے کہ اپنے پروردگار کے کلام کی تعظیم اور مسامحت الی الخیر کے قصد سے سجدہ تلاوت کرے۔ اور جن مواضع میں ملائکہ کو حضرت آدم علیہ السلام کے لئے سجدہ کر نیکیا حکم ہے وہ ان علیحدہ ہیں۔ کیونکہ کلام خدا تعالیٰ کے لئے سجدہ کرنے میں جن آیات میں نص سے سجدہ کرنا ثابت ہے وہ جو وہ یا نذرہ آیات ہیں۔ عَنْ ابی ہریرۃ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَرَأَ ابْنُ آدَمَ السَّجْدَةَ فَسَجَدَ اعْتَزَلَ الشَّيْطَانُ يَبْكِي يَقُولُ يَا دَيْلَهُ أَمْرًا ابْنُ آدَمَ بِالسُّجُودِ فَسَجَدَ فَلَهُ الْجَنَّةُ وَأَمْرًا بِالسُّجُودِ فَأَبَيْتُ عَلَى النَّارِ سِتْرًا جَمَدًا - حضرت ابی ہریرہ راوی ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ جب آدمی سجدہ کی آیت پڑھے سجدہ کرتا ہے تو شیطان اس سے ہٹ جاتا ہے اور رقتا ہے اور کہتا ہے ہائے اُسوس کہ آدمی کو سجدہ کا حکم ہوا۔ تو اس نے سجدہ کیا اور اُسکے لئے بہشت چوکیا اور مجھے سجدہ کا حکم ہوا تو میں نے نافرمانی کی۔ پس میں دوزخ کے سزاوار ہوا۔

وجہ تفری نماز تہجد

لوگوں میں قاعدہ ہے کہ جب وہ درندے جانوروں کو تالچ کرنے اور شکاری بنانے کی خواہش کرتے ہیں تو انکو جھوکار کھنے اور شکاری سے روکنے کے ذریعہ وہ اس امر کو حاصل کر لیتے ہیں کیونکہ رات کے جاگنے میں قوت بہیمیت کے کمزور کرنے کے لئے ایسی عجیب خاصیت ہے کہ یہ نیز لہ تزیان کے ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں إِنَّ هَذَا السَّجْدَ جَعَلَ وَنَقَلَ سِتْرًا جَمَدًا - یعنی اس جاگنے میں مشقت اور گرانی ہے اسلئے تہجد کی نماز کے لئے شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بہت اہتمام تھا۔ فرمایا تَفْعَلُ الشَّيْطَانُ عَلَى قَائِفَةٍ رَأْسَ أَحَدِكُمْ

اِذَا هُوَ نَامَ ثَلَاثَ عَفْوَاحٍ ترجمہ۔ جب تم میں سے کوئی سووتا ہے تو شیطان اُسکے سر کے قافیہ میں تین گرہ لگا دیتا ہے۔ یعنی شیطان اُسکے دل میں نیند کی لذت ڈال دیتا ہے اور یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ ابھی رات بہت ہے اور اس کا یہ وسوسہ بہت مضبوط اور مستحکم ہوتا ہے جب تک کوئی ایسی تدبیر نہ کیجائے کہ جس سے نیند دفع ہو۔ اور خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کا دروازہ انسان پر کھل جائے وہ وسوسہ دل سے نہیں نکلتا اس واسطے پر بات مسنون کی گئی ہے کہ جس وقت آدمی کی سونے سے آنکھ کھلے اور اپنی آنکھیں ملتا ہوا اُٹھے تو خدا تعالیٰ کا نام لے اور وضو اور مسواک کر کے دو رکعت پڑھے بعد ازاں اذکار و قرآن کریم جتنا چاہے پڑھتا رہے۔ صوفیہ کرام میں سے کسی صاحب نے اور خاکسار راقم حروف نے بھی بذات خود کوئی بار شیطان کی ان تین عقود کا مقابلہ کیا اور بسا اوقات فرشتہ داعی الی الخیر نے مجھے متنبہ کیا کہ یہ شیطان کی عقد وہیں۔ چنانچہ پرسوں مورخہ ۱۳ جولائی ۱۹۷۶ء کو بوقت سحر میری آنکھ بیدار ہوئی اور دل میں خیال آیا کہ نماز تہجد اٹھکر پڑھوں۔ پھر دل میں وسوسہ پیدا ہوا کہ ابھی رات بہت ہے۔ اُسی وقت داعی الی الخیر نے مجھے ایسا آواز دیا جیسے دل میں بج کر جا رہی ہے اور اُس آواز کی تاثیر میری رگ رگ میں دھس گئی کہ یہ جو تم کو کہتا ہے کہ ابھی رات بہت ہے یہ شیطان کی صدا ہے اسکی پیروی مت کرو۔ لہذا میں اٹھکر کھڑا ہوا اور تہجد کی نماز ادا کی۔ فالحمد للہ علی ذالک۔

بخاری میں لکھا ہے۔ عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یُعْقَدُ الشَّیْطَانُ عَلٰی قَائِلٍ رَأْسٍ اَحَدُكُمْ اِذَا هُوَ نَامَ ثَلَاثَ عُقَدٍ یَضْرِبُ عِنْدَ كُلِّ عُقْدَةٍ عَلَیْكَ لَیْلٌ طَوَّلَ فَاِنْ قَدْ فَانَ اسْتَبْقِظْ فَدَنَاكَ لِلّٰهِ اِخْلَنْتُ عُقْدَةً فَاِنْ قَضَاءُ اِخْلَنْتُ عُقْدَةً فَاِنْ صَلٰی اِخْلَنْتُ عُقْدَةً فَاَصْبَحَ نَشِیْطًا طَیْبُ النَّفْسِ وَاِلَّا اَصْبَحَ حَیْثُ النَّفْسِ كَسَلًا نَزَّجَمَ حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی سوتا ہے تو شیطان اُسکے سر کی گدی کے پاس تین گرہیں لگا دیتا ہے۔ ہر گرہ ڈالنے کے وقت کہتا ہے کہ سو جارات لمبی ہے۔ پس اگر وہ جاگ پڑے اور خدا کو یاد کرے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے اور اگر وضو کرے تو دوسری گرہ کھل جاتی ہے اور اگر نماز پڑھے تو تیسری گرہ کھل جاتی ہے اور وہ صبح کو پاک و مسرور ہوتا ہے۔ ورنہ اگر سویا رہے تو وہ ناپاک اور کمال ہوتا ہے۔

رات کا آخری وقت بڑی برکات کے نزول کا ہوتا ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

فرماتے ہیں۔ یَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالَى إِلَى سَمَاوَاتِ الدُّنْيَا حِينَ يَبْقَى ثُلُثُ اللَّيْلِ الْآخِرِ ترجمہ
یعنی جب رات کا اخیر تہائی حصہ باقی رہتا ہے ہمارا رب تبارک و تعالیٰ آسمان دنیا کی طرف
نزول فرماتا ہے۔

اسکا مطلب یہ ہے کہ آوازوں کے سکون کی وجہ سے جو حضور دل کے مانع ہوتی ہیں اور
اشغال مشوشہ سے دل کے صاف ہونے اور یاد کا احتمال نہ ہونیکے سبب نفس کو رحمت الہیہ
کے نزول کی جو قاطعیت ہوتی ہے اس حدیث میں اسی کی جانب اشارہ ہے۔ اور ایک حدیث میں
مذکور ہے مَاذَا نُزِّلَ إِلَيْكَ مِنْ الْحَزَائِنِ یعنی آج کی رات آسمان سے کیا کیا قرآن نے
اتارے گئے۔ اس حدیث میں بھی اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ معانی صورتوں میں متشکل
ہوتے ہیں اور اپنے وجود حسی سے پیشتر انکار میں پر نزول ہوتا رہتا ہے۔ الغرض یہ ایک
بڑا بابرکت وقت ہوتا ہے جس میں سیدار ہو کر یاد الہی میں مصروف ہونا انسان کے لئے بڑا
مفید ہے۔ اور یہ نماز فرض نہیں کی گئی۔ کیونکہ اسکی فرضیت سے امت پر محنت و مشقت
بہت بڑھ جاتی اور اسکی عدم ادا سے وہ گنہگار ٹھہرتے۔ فضل۔

وجہ تفریق نماز تراویح

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَطَاهَرَةً جَسَدًا غُفِرَ لَهُ
مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ ترجمہ جس شخص نے ایمان کے ساتھ یہ طلب قصد ثواب کے رمضان
کے اندر قیام کیا اُسکے سب پہلے گناہ بخشے گئے اور اسکی وجہ یہ بیان کی کہ اس درجہ کے حاصل
کرنے سے اُس نے اپنی جان کو برکات الہیہ کا جو ظہور ملکیت اور گناہوں کے محو ہو جانے کے
باعث ہیں مُمور دینا لیا۔ قیام رمضان یعنی نماز تراویح کے مشروع ہونے سے یہ مقصود ہے
کہ امت محمدیہ کو یہ سبب اُن اوصاف حمیدہ کے ملائک کے ساتھ مناسبت ہو جاوے۔
اور انکے ساتھ اُسکو تشبیہ ہو جاوے۔ اسلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے دو
درجے کئے۔ ایک درجہ عوام کا کہ اُن میں فقط یہی کافی ہے کہ رمضان کے روزے رکھیں
اور فرضات پر اکتفا کریں۔ دوسرا درجہ حسنین کا۔ اور اس درجہ سے یہ مراد ہے کہ روزہ رمضان
کے ساتھ اُسکی راتوں میں قیام کرنا اور تہذیب زبان کے ہمراہ اعتکاف بھی عشرہ اخیرہ میں بجالانا
چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ تمام امت اس درجہ عالی کے حاصل کر نیکی

طاقت نہیں رکھتی اور یہ بھی ضرورت ہے کہ ہر شخص بقدر اپنی طاقت کے اعمالِ حسنہ بجالاؤ اس واسطے آپ نے اس پر امت کو دلا و مست کر کے نہیں دکھائی اور نہ اس امر کے لئے تاکید فرمائی ورنہ قیامِ رمضان امت پر فرض ہو جاتا۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرتؐ فرماتے ہیں مَا تَأْكُلُ يَوْمَ رَأَيْتُ مِنْ صَدِيقٍ حَتَّى خَشِيتُ أَنْ يَكْتُبَ عَلَيْكَ وَلَوْ كُنْتُ عَلَيْكَ مَا قُتِمَ تَرَجُّمُهُ یعنی جس چیز کو تم ہمیشہ کرتے ہو میں اسکو دیکھتا رہتا ہوں۔ اور تمہارے ہمیشہ کرنے کی وجہ سے مجھے خوف ہے کہ تمہارا فرض نہ ہو جاوے اور اگر فرض ہو جاوے تو قائم نہ رہو گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خوف ہوا کہ ایسا نہ ہو یہ لوگ ان عبادات کے عادی ہو جائیں اور ان سے انکاد و ملحد ہو جائے۔ اور جس وقت ان امور میں ان سے کسی قسم کی کوتاہی ہو جائے تو بوجہ اس کوتاہی کے احکام کے اندر اسکو کوتاہی جانیں یا وہ عبادتِ شعاورین میں سے ہو کہ ان پر فرض ہو جاوے۔ اور اُسکے متعلق قرآنِ کریم میں فرضیت کا حکم نازل ہو جاوے اور پھر پہلے لوگ اسکی برواشت نہ کر سکیں۔ صحابہ اور تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے قیامِ رمضان میں نین باتیں اور زیادہ کی ہیں۔ ایک تو مسجدوں میں اُسکے لئے جمع ہونا کیونکہ انکس خاص اور عام کے لئے آسانی ہے۔ دوسرا اول رات میں اُسکو ادا کرنا۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہتے رہے کہ آخر شب میں یہ نماز پڑھنے سے حضورِ ول ہوتا ہے اور وہ افضل ہے۔ تیسرا میں رکعت تک اُسکی تعداد مقرر کی اور اسکی وجہ یہ ہوئی کہ آنحضرتؐ نے اس بات کا خیال کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام سال کے اندر اُن لوگوں کے لئے جو محدثین کے زمرہ میں ہیں گیارہ رکعت مقرر کی ہیں یہ فیصلہ کیا کہ رمضان کے اندر جب مسلمان تشبیہ بالملائکہ کے دریا میں اپنی جان کے ڈالنے کا قصد کرتا ہے تو اسکا حصہ گیارہ رکعت کے دو چند سے بہرہ منورست کم نہ ہونا چاہئے۔ الوضو صحابہ کرام میں تین طریقے قیامِ رمضان کے رائج تھے۔ بعض تو میں رکعتیں باجماعت پڑھتے تھے۔ بعض آٹھ رکعتیں اور بعض صرف تہجد ہی گھر میں پڑھ لیتے تھے۔ اس امر کے متعلق ہمارے ایک محن و مربی پیر ایک شخص نے سوال کیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تو نمازِ تراویح کا پڑھنا تین چار روز سے زیادہ ثابت نہیں ہوتا۔ اسلئے بعض لوگ اسے بدعتِ عمری کہتے ہیں۔ کیونکہ میں نے کچھ شک نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

تو نماز تراویح کا پڑھنا تین چار روز سے زیادہ ثابت نہیں ہوتا۔ اسلئے بعض لوگ اسے بدعت عمری کہتے ہیں۔ انہوں نے جواب فرمایا کہ خواہ آنحضرتؐ نے صرف ایک دن ہی نماز تراویح پڑھی ہو سنت تو ہو گئی۔ دوم نہ کرنے سے سنت تو نہیں ٹوٹی۔ اس فرضیت ثابت نہیں ہوتی۔ مگر سنت پر عمل کرنا بھی تو چاہئے۔ اور یہ جو آپؐ نے بدعت عمری کہی ہے اس میں حرج کیا ہے۔ چلو بدعت عمری ہی سہی۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ اَلَّذِينَ كَانُوا مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ تَرْجِمہ سبقت کرنیوالے اسلام لانے میں پہلے مہاجرین میں سے اور انصار لوگ جنہوں نے مہاجرین کی پیروی کی اچھی طرح سے خدا تعالیٰ ان سے راضی ہے اور وہ خدا تعالیٰ سے راضی ہیں۔

حضرت عمرؓ سابقین مہاجرین میں سے تھے۔ اس آیت سے حضرت عمرؓ کی اتباع کا حکم ہے۔ انکے صد اہل احکام کی اتباع جو صحابہ کرام کرتے تھے وہ اس واسطے کرتے تھے کہ خدا تعالیٰ کا حکم ہے۔ نور۔

نماز ختم کرنے کے بعد دعائیں پڑھنے کا راز

احادیث بنویہ میں کچھ کلمات وادعیہ مسنونہ وارد ہیں جنکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز ختم کرنے کے بعد پڑھتے تھے۔ یہ ایسا ہے جیسا کہ کسی عالیشان دربار سے رخصت ہونے کے وقت آداب و سلام سجالاتے ہیں اور یونہی چپ چاپ رخصت نہیں ہوتے بلکہ دربار سے رخصت ہونے کے وقت بھی آداب و نیاز و عرض حال کرتے ہوئے رخصت ہوتے ہیں۔ چنانچہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم واداعیہ کے بعد یہ کلمات پڑھتے تھے اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ وَاِلَيْكَ يَرْجِعُ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ تَرْجِمہ اے اللہ تو سلام ہے اور سلامتی تیری طرف سے مل سکتی ہے اور سلامتی کا مرجع تو ہی ہے تو بڑی برکت والا ہے۔ اے جلال اور عزت والے۔

علیٰ بن ابی النقیاس اور بھی بہت سی اودعیہ ہیں جنکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز ختم کرنے کے بعد پڑھتے تھے۔ منجملہ ازاں کلمات ذیل بھی آپ ختم نماز کے بعد پڑھتے تھے رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرَّاحِمِينَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الْعَظِيمَ الَّذِي لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَاشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ

اللَّهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطَى لِمَا مَنَعْتَ وَلَا رَاقِلًا قَضَيْتَ وَلَا يَنْفَعُ فَلْيَجِدْ مِنْكَ الْجَدَّ تَرْجُمَهُ۔ اے میرے رب پہلے قصوروں کے بد نتائج سے اور آئندہ کمزوریوں سے بچا اور رحم کر اور تو بہت رحم کرنے والوں سے بہتر رحم کرنے والا ہے۔ میں اللہ سے مغفرت چاہتا ہوں میں اللہ سے مغفرت چاہتا ہوں میں اللہ سے مغفرت چاہتا ہوں جسکے سوا کوئی محبوب نہیں وہ اکیلا ہے اور اسکا کوئی شریک نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بندے اور اُسکے پیچھے ہوئے ہیں اے اللہ اس شخص کو کوئی روکنے والا نہیں جو کہ تودے اور نہ کوئی اسکو دینے والا ہے جسکو تو روک دے اور نہ اُسکو کوئی روک سکتا ہے جو کہ تو حکم دے اور مالا اور اے کو اوس کا مال و کوشش تیرے عذاب سے بچا نہیں سکتے

علامہ ازہب نماز ختم کرنے کے بعد احادیث میں ۳۳ بار سبحان اللہ اور ۳۳ بار الحمد للہ اور ۳۳ بار اللہ اکبر اور ایک بار لا الہ الا اللہ وحده لا شریک لہ لہ الحمد والہ الحمد وھو علی کل شئی قَدِیر طبعی پڑھنے کا ذکر آیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اور اڑھ ہنا اپنی امت کی تعلیم بھی آنحضرت کو ملحوظ تھی۔ میرے پیارے علیک الکوف الصلوات والسلام۔ فضل۔

نماز میں سترہ کاراز

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کَوْیَعْلَمُ الْمَارِئِیْنَ بِیَدِی الْمَصْلِی مَاذَا عَلَیْہِ لَکَانَ اَنْ یَقِفَ اَرْبَعِیْنَ خَیْرًا لَّہُ مِنْ اَنْ یَمُرَّ بِیْنَ یَدَیْہِ تَرْجُمَہ۔ یعنی نماز پڑھتے ہوئے کے سامنے سے ہو کر جو شخص گزرتا ہے۔ اگر اُسکو یہ معلوم ہو کہ اُس پر کیا وبال لازم آتا ہو تو چالیس سال تک اُسکو کھڑا رہنا اُسکے سامنے سے ہو کر گزرنے سے بہتر معلوم ہوتا۔ اس پر بھی یہ ہے کہ نماز شفاء راہی میں سے ہے اور اُسکی تعظیم واجب ہے اور چونکہ نماز سے اُس حالت کے ساتھ تشبیہ مراد ہے جو غلام کو اپنے مولیٰ کے سامنے سکون اور خاموشی کے ساتھ خدمت کے لئے کھڑے ہوتے وقت ہو کرتی ہے اس واسطے نماز کی ایک تعظیم یہ بھی مقرر کی گئی ہے کہ کوئی گزرنے والا نمازی کے سامنے سے ہو کر نہ گزرے کیونکہ آقا اور اُسکے غلاموں کے درمیان سے جو اُسکے سامنے کھڑے ہوئے ہیں گزرنا سخت

بے ادبی ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا قَامَ فَاَلَصَّ فَاَتَمَّ يَنْجُو رِبَّهٖ نَبِيَّهٖ وَبَيْنَ الْقِيَلَةِ تَرْجُمَہ یعنی تم میں سے جب کوئی نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو وہ اپنے رب سے عرض معروض کرتا ہے۔ اور اس کا رب اُسکے اور قبلہ کے درمیان ہوتا ہے۔

۲۔ اُسکے ساتھ ایک یہ بات بھی ہے کہ نمازی کے سامنے سے اُس کا دل اکثر بٹ جاتا ہے۔ اس واسطے نمازی کا استحقاق ہے کہ آگے سے گزرنے والے کو ہٹا دیوے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اِذَا رَضِعَ اَحَدُكُمْ بَيْنَ يَدَيْهِ مِثْلَ مَوْجِرَةٍ الرَّحْلِ فَلْيَصِلْ وَلَا يُبَايِلْ بَيْنَ ذَاكَ تَرْجُمَہ۔ تم میں سے جب کوئی اپنے سامنے کجاوہ کے پٹے کے برابر کوئی چیز رکھ لے تو پھر وہ نماز پڑھے اور اس سے پرے جو کوئی گزرے اسکی کچھ پرواہ نہ کرے۔ اس میں بھی یہ ہے کہ چونکہ مصلحت گزرنے سے ممانعت کرنے میں حرج عظیم تھا اس واسطے آپ نے سترہ کے ٹکڑا کرنے کا حکم دیا تاکہ ظاہر میں نماز کی زمین اور زمین سے علیحدہ ہو جاوے۔ اور پاس سے گزرنا بھی ایسا ہی سمجھا جاوے جیسے دور سے گزرنا۔

مقبرہ میں نماز پڑھنے سے ممانعت کی وجہ

مقبرہ کے اندر نماز سے ممانعت کی یہ وجہ ہے کہ لوگ وہاں نماز پڑھتے پڑھتے اولیاء اور علمائے قبروں کی قبروں کی بتوں کی طرح پرستش شروع نہ کریں اور یہ شرک جلی کی صورت ہے یا اُن مواضع میں نماز پڑھنے کو زیادہ قربت الہی کا سبب سمجھنے لگیں اور یہ شرک خفی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد اُسکے فرمانے سے یہی ہے لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى اتَّخَذُوا قُبُورَ اَنْبِيَآئِهِمْ مَسَاجِدَ۔ تَرْجُمَہ۔ یعنی یہود و نصاریٰ پر خدا کی لعنت ہو انھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔

غروب و طلوع و استوائے آفتاب کے وقت منع نماز کی وجہ

اس امر کی وجہ یہ ہے کہ مشرکین ان اوقات میں آفتاب کی پرستش کرتے اور اُسکو

سجدہ کرتے ہیں اسلئے خدا نے اُنکے ساتھ تشبیہ کھڑے سے منع فرمایا اور ضروری ہوا کہ اس عبادت کے اندر جو سب عبادتوں میں بڑی ہے وقت کے اعتبار سے بھی ملت اسلام اور کفر میں بھی تیز اور فرق کیا جاوے۔

حمام میں منع نماز کی وجہ

حمام میں نماز سے ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ وہاں لوگوں کے ستر کھلتے ہیں اور لوگ آتے جاتے ہیں۔ ان باتوں سے نمازی کا دل بٹ جاتا ہے اور حضور دل سے انسان وہاں اپنے پروردگار کے آگے التجا نہیں کر سکتا۔

اونٹوں کے مقام میں منع نماز کی وجہ

جہاں اونٹ باندھے ہوں اُن مواضع میں نماز سے ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ اونٹ ایک عظیم الجثہ جانور ہے اور جب کو بکڑ لیتا ہے پھر چھوڑتا نہیں اور اسکی عادت بھی یہ ہوتی ہے کہ خواہ مخواہ لوگوں کو ستا تا ہے۔ سرکشی اس جانور کا خاصہ ہے۔ یہ باتیں ایسی ہیں کہ وہاں کھڑے ہو کر نمازی کا دل نہیں لگیگا۔ لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ صَلَّوْا فِی مَرَاجِ الْعِکْمِ وَلَا تَصَلُّوْا فِی مَعَاطِنِ الْاِبِلِ فَانَهَا خُلِقَتْ مِنْ الشَّيْطَانِ ترجمہ۔ یعنی بکریوں کے چھپرے میں نماز پڑھو اور اونٹوں کے مقام میں نماز نہ پڑھو کیونکہ اونٹ کی سرشت میں شیطانی مادہ زیادہ ہے۔

دُکّج میں ممانعت نماز کی وجہ

دُکّج میں ممانعت نماز کی وجہ یہ ہے کہ وہ نجاست کا مقام ہے۔ ایسی جگہ میں جانوروں کے ذبح کرنے کا خون اور گوشت وغیرہ پڑنے سے تعفن ہوتا ہے۔ اور نماز کے لئے نفاذ اور طہارت مناسب ہے۔

راستہ میں منع نماز کی وجہ

سڑک کے بیچ میں نماز سے اس واسطے ممانعت کی گئی ہے کہ اول تو راہ چلنے والوں سے

نمازی کا دل بلیگا اور راستہ بھی لوگوں پر تنگ ہو گیا وہ آگے سے گزرنے لگے۔ دوسرا درندے وغیرہ اُدھر سے ہو کر نکلتے ہیں۔ جیسا کہ وہاں اُترنے سے نہی صریح ہے ایسا ہی وہاں نماز پڑھنا مانعت ہے۔ بلکہ راستہ سے یکطرف ہو کر نماز پڑھنا لازم ہے عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَبْعُ مَوَاطِنَ لَا يَجُوزُ فِيهَا الصَّلَاةُ ظَاهِرُ بَيْتِ اللَّهِ وَالْمَقْبَرَةِ وَالْمَرْبُكَةِ وَالْمَجْرَاةِ وَالْحِمَامِ وَمُحْطِنِ الْأَيْلِ وَحُجَّةِ الطَّرِيقِ ترجمہ۔ یعنی حضرت عمر راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سات مقاموں میں نماز جائز نہیں ہے۔ کعبہ کی پیٹھ پر بلحاظ عظمت کے اور قبرستان میں بلحاظ وہم شرک کے اور بیت الخلاء کے اور گرد و اور جانوروں کے ذبح ہونے کا مقام میں بلحاظ نجاست و تعفن کے اور حمام میں بلحاظ پراگندہ ہونے والے کے اور اونٹوں کے مقام میں اور راستہ کے بیچ میں بلحاظ خلل ہونے حضور دل کے۔

اعمال کے لئے خضعتیں مقرر ہونے کی حکمت

يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ترجمہ۔ یعنی خدا تعالیٰ تمہارے لئے آسانی کا قصد کرتا ہے وقت اور دشواری وہ تمہارے لئے نہیں چاہتا۔ اگر کسی عذر کے وقت احکام کی تعمیل بالکل ترک کر دیا جائے تو اس وقت نفس انکی ترک کا عادی ہو جائیگا اور بھل چھوڑ دیا جائیگا۔ نفس کی مشاقی ایسی ہی کر دئی جاتی ہے جیسے کسی تندرست چارپایہ کو مشق کروا دیتے ہیں۔ اُسے اس امر مطلوب کی رغبت اور الفت غنیمت سمجھی جایا کرتی ہے جو لوگ اپنے نفس کی ریاضت کرتے ہیں یا لڑکوں کو تعلیم دیتے ہیں یا چارپاؤں کو مشق کراتے ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ ہمیشگی سے الفت کیسی پیدا ہوتی ہے اور کام کرنے میں اُس سے کیسی آسانی حاصل ہو سکتی ہے اور کام کے چھوڑ دینے سے کیسی الفت جاتی رہتی ہے اور نفس کو اُس کام کا کرنا کیسا گراں معلوم ہوتا ہے۔ اور جب قصد ہوتا ہے کہ دوبارہ اُن میں کام کر نیکی تحریک پیدا ہو تو اُسے تو اُن میں الفت اور میلان پیدا کرنا پڑتا ہے اس واسطے ضرور ہے کہ جب کسی کام کے کرنے کا وقت آتا ہے تو اس کے لئے قضا امر مشروع ہو اور افعال کے لئے خضعتیں بھی مقرر کی جائیں۔ اسی قاعدہ کے موافق تاریکی وغیرہ کی حالت میں استقبال قبلہ کی جگہ صرف تحریمی پر کفایت کی جاسکتی ہے۔ اور جب کو کچھ دیر سے نہ ہو وہ سرعۃً

ترک کر سکتا ہے اور جب کو پانی نہ ملے وہ وضو کو ترک کر کے تیمم کر سکتا ہے اور جب کو سورہ فاتحہ پڑھنے کی قدرت نہ ہو وہ کسی ذکر پر اکتفا کر سکتا ہے۔ جب کو قیام کی قدرت نہ ہو وہ بیٹھے بیٹھے یا لیٹے لیٹے نماز پڑھ سکتا ہے۔ جو رکوع یا سجدہ نہ کر سکتا ہو اس کی نماز صرف سر جھکانے سے ہو سکتی ہے۔ قاعدہ یہ ہے کہ بدل میں کوئی ایسی شے باقی رکھنی چاہئے جس سے اصل یاد آجائے۔ اور معلوم ہو جاوے کہ یہ اس کا نائب اور بدل ہے۔

مسافر کا چار رکعت کو دو کر کے پڑھنا۔ اور دو۔ اور

تین رکعت کو کم نہ کرنے کا سر

مسافر کا چار گانہ نمازیں سے کم کرنا اور دو تین کو کم نہ کرنا نہایت حکمت و مصلحت الہی پر مبنی ہے۔ کیونکہ چار رکعت کی طوالت حذف و کمی کی متحمل ہو سکتی ہے بخلاف دو کے کہ دو میں سے ایک کو گھٹانا وتر کی مصلحت کے برخلاف ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اگر دو میں سے ایک رکعت کم کیجاتی تو وتر کی مصلحت زائل ہو جاتی جو کہ دن کے اختتام عمل کے لئے مشروع ہوئے ہیں اور وہ اختتام شام کو ہوتا ہے۔ اگر یہ حذف فجر کی دو گانہ نماز میں ہوتا تو شام کے سہ گانہ فرض جو بمنزلہ وتروں کے ہیں اُنکے برخلاف تھا۔

وجہ یہ کہ وتر طاق کو کہتے ہیں جو جفت کے برخلاف ہو اور مصلحت و حکمت الہی نے وتروں کی تعداد و ن کی نماز شام میں تین رکعت فرض اور رات کی نماز عشاء میں تین رکعت ٹھہرائے ہیں اور حکمت الہی کا تقاضا ہوا کہ دن و رات کی نمازوں میں سے ان ہی دو نمازوں میں تین تین وتر محدود ہوں۔ پس اگر صبح کی دو رکعت میں سے ایک رکعت کم کیجاتی تو ایک رکعت باقی طاق رہ جاتی اور وہ بھی وتر ہوتے اور وہ شام کے وتر کی حکمت و مصلحت کے منافی ہوتی۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کی مصلحت مکرر وتر کے برخلاف ہے۔

الفرض شام کی تین رکعت میں کمی کرنے سے شام کے سہ گانہ فرض جو بمنزلہ وتر کے ہیں اصل حکمت و تر سے خارج ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ تین ہی مشروع ہوئے ہیں چنانچہ حکمت رکعات میں ہم نے اس امر کو مفصل لکھا ہے۔ اور فجر کی دو رکعت میں کمی کرنے سے شام کے وتروں کے برخلاف ہے کیونکہ دو رکعت میں حذف کرنے سے وتر کی حکمت

کے منافی ہے وجہ یہ کہ نماز شام کے وتر تین ہی مشروع ہوئے ہیں تاکہ وہ دن کے وتر ہوں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں الْمَغْرِبُ قِطْرُ الْفَتَاكِزِ وَالْمَغْرِبُ قِطْرُ الْفَتَاكِزِ وَالْمَغْرِبُ قِطْرُ الْفَتَاكِزِ - ترجمہ - یعنی شام کی نماز کے تین فرض دن کے وتر ہیں پس رات کی نماز کے وتر بھی پڑھا کرو - ابن تیمیہ - فضل -

مسافر یا آرام کیلئے رخصت افطار روزہ و قصر نماز کی وجہ

مسافر یا آرام کو رخصت افطار روزہ و قصر نماز کی اجازت دینی اور تقیم با مشقت اور سختی کو اجازت قصر نماز و افطار روزہ نہ دینی ابھی حکمت پر مبنی ہے۔ اس میں کچھ تنگ نہیں کہ افطار روزہ و قصر نماز مسافر کے لئے مخصوص ہے اور تقیم ز افطار روزہ اور نہ قصر نماز کرے۔ مگر عذر مرض کے لئے تقیم افطار روزہ کر سکتا ہے یہ امر شارع علیہ السلام کی کمال حکمت پر مبنی ہے کیونکہ سفر بذات خود عذاب کا ایک ٹکڑا اور شدائد و مصائب اور محنت و مشقت و تکلیف ہے۔ مسافر اگرچہ دنیا وہ آسودہ حال لوگوں میں سے ہی ہو مگر پھر بھی وہ بحسب حیثیت خود ایک محنت و مشقت میں ہوتا ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کی محض رحمت و مصلحت ہے کہ اُس نے اُس سے ایک حصہ نماز کا کم کر دیا اور ایک حصہ براکتفا فرمایا۔ اور فرض روزہ کو سفر میں افطار سے تخفیف فرمایا اور اقامت میں اُس کے ادا کرنے کا حکم فرمایا جیسا کہ بیمار و حائض کے متعلق ایسا ہی حکم ہے تاکہ اُن سے عبادت ابھی کی مصلحت سفر میں ساقط کرنے سے بالکل فوت نہ ہو جائے یہی وجہ ہے کہ سفر میں انہی عبادت کا ایسا حکم نہیں فرمایا پس اقامت میں بعض ضروری عبادت کا تاخیر و ساقط کرنا سبب نہیں پایا جاتا اور اقامت میں جو مشقت و تکلیف اور شغل پیش آتے ہیں وہ ایسے ہیں جہاں کوئی انحصار و شمار نہیں ہے۔ پس اس طرح اگر سختی و مزدور و مشقت والے آدمی کے لئے رخصت و اجازت افطار روزہ و قصر نماز کی ہوتی تو بہت ہی ضروری و لازمی عبادات ضائع ہو جاتیں اور اگر بعض کے لئے اجازت ہوتی اور بعض کے لئے نہ ہوتی تو بھی انحصار نہ ہوتا اور نہ کوئی ایسا وصف ہے جہاں انضباط ہو جسکے لئے رخصت و عدم رخصت و اجازت ہوتی بخلاف سفر کے کیونکہ مشقت و محنت سفر کے ساتھ متعلق کی گئی ہے اور اس میں تخفیف عبادت کی مناسبت ہے۔ اور اگر عذر مرض و دور ہو تو اس کے لئے افطار روزہ کی اجازت

ہوئی اور نماز بیٹھ کر یا پہلو پر لیٹ کر ادا کرنی جائز رکھی گئی اور یہ قصر کے عدد کی نظیر ہے۔ اور اگر مکان کی مشقت و تکلیف ہو تو دنیا و آخرت کی تمام مصلحتیں تکان و محنت پر منحصر و موقوف ہیں اور جو محنت و تکلیف نہ اٹھائے اسکو کوئی راحت و آرام نہیں ملتا۔ بلکہ محنت و تکلیف کے قدر پر آرام و راحت ملتی ہے۔ پس شریعت اسلامیہ نے احکام اور مصلحتوں میں مناسبت کئی ہے۔ مشقت کے پیشوں مثلاً کاشتکاری اور آہنگری وغیرہ میں محنت و مشقت و حرج بالضرور ہوتا ہے بلکہ دنیا کا کوئی کسب و کام محنت و مشقت سے خالی نہیں ہے اور انہیں قصر نماز و افطار و روزہ کی اجازت نہیں دی گئی کیونکہ پیشہ اور محنتی لوگ مدام اُن میں مصروف و مشغول رہتے ہیں انکی معاش انہی پیشوں پر موقوف ہو کر رہتی ہے۔ انکو اگر اجازت عام ہوتی تو اطاعت الہی کے انتظامات میں اتنی پھیل جاتی۔ اسلئے مصلحت و حکمت الہی نے عام محنتوں و مشقتوں میں رخصت تجویز نہیں فرمائی بلکہ خاص محنتوں و مشقتوں کے لئے رخصت ہوئی۔ قاعدہ یہ ہے کہ ہر ایک حرج کی صورت میں رخصت تجویز نہ کرنی چاہئے اسلئے کہ حرج کے طریقے بکثرت ہیں اور اگر سب میں رخصت تجویز کی جائے تو اطاعت الہی بالکل متروک ہو جاوے اور زیادہ اہتمام رخصتوں سے محنت اور سختی کی برداشت کرنا بالکل جاتا ہے۔ ابن قیم۔ فضل۔

حائضہ پر ادائے روزہ اور عدم ادائے نماز کی وجہ

حضرت ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں وَأَمَّا الْجِبَابُ الصَّوْمِ عَلَى الْحَائِضِ دُونَ الصَّلَاةِ فَمِنْ تَمَامِ مَخَاسِنِ الشَّرِيعَةِ وَحُكْمَتِهَا وَرِعَايَتِهَا لِمَصَالِحِ الْمُكَلَّفِينَ فَإِنَّ الْحَيْضَ لَمَّا كَانَ مَنَاقِبًا لِلْعِبَادَةِ لَمْ يَشْرَعْ فِيهِ فَعْلَاهَا وَكَانَ فِي صَلَاتِهَا أَيَّامَ الطَّهَرِ مَا يُعْنِيهَا عَنْ صَلَاةِ أَيَّامِ الْحَيْضِ فَيَحْضِلُ لَهَا مَصْلَحَةُ الصَّلَاةِ فِي زَمَنِ الطَّهَرِ لِنَاسِهَا كُلِّ يَوْمٍ مُخْلَافَ الصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَا يَنْكَرُ مَا وَهُوَ شَهْرٌ وَاحِدٌ فِي الْعَامِ فَلَوْ سَقَطَ عَنْهَا فَعْلَاهُ أَيَّامَ الْحَيْضِ لَمَكُنْ لَهَا سَبِيلٌ إِلَى تَدَارُكِ نَظِيرِهِ وَقَامَتْ عَلَيْهِ مَصْلَحَتُهُ وَوَجِبَ عَلَيْهَا أَنْ تَصُومَ فِي طَهَرٍ تَحْضِلُ مَصْلَحَةَ الصَّوْمِ الَّتِي هِيَ مِنْ تَمَامِ رَحْمَةِ اللَّهِ بِعَبْدِهِ وَاحْسَانِهِ إِلَيْهِ لِشَرْعِهِ وَبِاللَّهِ التَّوْفِيقُ تَرْجُمَةُ يَفْهَمُ حَالُضٍ بِرُجُوبِ رُوزِهِ وَدَعْمِ ادَائِهِ نَمَازٍ كَأَسْبَبِ شَرِيعَتِ حَقِّكَ خُوبِیوں و لِمَا خَارَعَا بِتِ مَصَالِحِ مُكَلَّفِينَ كَسَبِ۔ کیونکہ جب

حیض منافی عبادت ہے تو اس میں عبادت کا فعل مشروع نہیں ہوا اور ایام طہر اس کی نماز میں داخل ہونے میں جو کہ اُس کے ایام حیض کی نماز ختم شدہ کے اعادہ کی اسکو فراغت نہیں دیتے۔ پس زمانہ طہر میں اسکو نماز کی مصلحت حاصل ہوتی ہے کیونکہ وہ بار بار روزمرہ آتی ہے۔ مگر روزہ روزہ نہیں آتا بلکہ سال میں صرف ایک مہینہ روزوں کا ہے۔ اگر ایام حیض کے روزے بھی اُس سے ساقط کر دیے جائیں تو انکی نظیر کی تدارک نہیں ہو سکتی اور روزہ کی مصلحت اُس سے فوت ہو جاتی ہے اُسپر واجب ہوا کہ ایام طہر میں روزے رکھے تاکہ اسکو روزہ کی مصلحت حاصل ہو جاوے جو کہ خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں پر محض اپنی رحمت و احسان سے بندوں کے فائدہ کے لئے مشروع فرمائے ہیں البتہ۔

چاند و سورج گرہن کے وقت نماز مشروع ہو چکی ہے

۱۔ چاند اور سورج کا اسی حالت میں گرہن ہوتا ہے کہ جب کوئی آفت نازل ہونیوالی ہو اور کسی مصیبت کا زمانہ قریب ہو۔ اور آسمان پر ایسے اسباب شے جمع ہو گئے ہوں جو لوگوں کی آنکھوں سے پوشیدہ ہیں اور صرف انکو خدا تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ پس خدا تعالیٰ کی رحمت اور اسکی پر لطف حکمت تقاضا کرتی ہے جو کسی کسوف کے وقت لوگوں کو وہ طریقہ سکھلا دے جو کسوف کے موجبات کو دور کریں اور اسکی بدیوں کو بٹھادیں۔ پس اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر یہ تمام طریقہ سکھلا دیئے۔ یہ خدا تعالیٰ کی سنت ہے کہ وہ دعا کے ساتھ بلا کو دور کرتا ہے اور دعا اور بلا دونوں کبھی جمع نہیں ہوتی ہیں۔ مگر دعا باذن الہی بلا پر غالب آجاتی ہے جبکہ دعا ایسی لبوں سے نکلتی ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کر نیوالی ہو۔ سو دعا کر نیوالوں کو خوش خبری ہو۔

صحیح مسلم و بخاری سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مومنوں کے سمجھانے کے لئے فرمایا کہ شمس و قمر خدا تعالیٰ کے نشانوں میں سے دو نشان ہیں۔ اور کسی کے مرنے یا جینے کے لئے انکو گرہن نہیں لگتا بلکہ وہ تو خدا تعالیٰ کے دو نشان ہیں۔ خدا تعالیٰ ان دونوں کے ساتھ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے پس جب تم انکو دیکھو تو جلدی سے نماز میں مشغول ہو جاؤ حدیث میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ دونوں نشان گناہگاروں کے ڈرانے کے لئے ہیں اور اسوقت ظاہر ہوتے ہیں جب دنیا میں گناہ بہت ہوں۔ اور خلقت میں بدکاریاں

پھیل جائیں اور یلید بہت ہو جائیں اس غرض سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گرمی کے وقت فرمایا کہ بہت نیکیاں کرو اور نیک کاموں کی طرف جلدی کرو۔ اور خالص نیت کے ساتھ نماز۔ روزہ۔ اور دعا کرنا اور روزنا اور خدا تعالیٰ کی تعریف کرنا۔ اور ذکر و تفرغ۔ قیام۔ رکوع و سجود۔ توبہ و انابت اور استغفار اور خشوع و ایستہال اور جنابِ آہی میں تذل کرنا مقرر فرمایا تاکہ اس آئے والے عذاب سے ان اعمال صالح کا بجالانا عامل کے لئے سپر ہو۔

۲۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ انسان دو چیزوں جسم اور روح کا مجموعہ ہے۔ پہلی حالت کو دیکھو کہ دل سے بات اُٹھتی ہے تو اس پر ہاتھ ٹھٹھل کرتے ہیں۔ جس سے روح و جسم کا تعلق معلوم ہوتا ہے غمی و خوشی ایک روحانی کیفیت کا نام ہے۔ مگر اس کا اثر چہرہ پر بھی ظاہر ہوتا ہے۔ کسی سے محبت ہو تو حرکات و سکنات سے اُس کا اثر معلوم ہوتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام نے ہی اس نکتہ کو کئی پیرایوں میں بیان کیا۔ مثلاً حدیبیہ کے مقام پر جب پہلے آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **سُهِلَ الْاَمْرُ**۔ یعنی اب معاملہ آسانی سے فیصل ہو جائیگا۔ دیکھو بات جسمانی تھی نتیجہ روحانی نکلا۔ اسی طرح نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم کی طرف خیال کرو کہ پاخانہ جاتے وقت ایک دعا سکھلا دی **اَللّٰهُمَّ رَاقِيَ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْخُبْثِ وَ الْخَبَائِثِ**۔ یعنی جیسے ظاہری ملید ہی بھکاری اسپر چر نجاست روحانی کو بھی نکالنے کی توفیق دے۔ پھر جب مومن فارغ ہو تو پڑھے **غُفْرَ اَنْكَ اَمِيْن** یہ اشارہ تھا کہ گناہ کی خباثت سے جب انسان بچتا ہے تو اس طرح روحانی چین پانا ہے۔ اصل بات فیہ کہ گنہگار ہے کہ جسمانی رنگ میں مرکز دماغ ہے کیونکہ تمام حواس کا تعلق دماغ سے ہے اور روحانی رنگ میں مرکز قلب ہے۔ انبیاء علیہم السلام چونکہ روحانیت کی طرف توجہ رکھتے ہیں اسلئے وہ ظاہری نظارہ سے روحانی نظارہ کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں **سِرَاجًا مُنِيْرًا** یعنی روشن چراغ فرمایا ہے جب اُس حقیقی سورج حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ سراج کو گرمی لگ گیا یعنی کچھ ایسے اسباب پیش آگئے جسے سورج کی روشنی سے اہل زمین متغیہ نہیں ہو سکتے تو اس نظارہ سے آپ کا دل بھرک اٹھا کہ کہیں میرے فیضان پہنچنے میں بھی کوئی ایسی آسمانی زدک نہ آجائے اسلئے آپ نے اس وقت تک مدد دعا۔ استغفار۔ نماز کو نہ چھوڑا جب تک سورج کی روشنی باقاعدہ طور سے زمین پر پہنچنی شروع نہ ہو گئی۔ اب چونکہ ہر ایک مومن شخص بھی بقدر اتباع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نور رکھتا ہے۔ جیسے باپ کا اثر۔ چنانچہ اسلئے فرمایا **مَا كَانَ مُحَمَّدٌ ابًا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمُ**

النَّبِيِّ تَرْجَمَهُ - یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حمانی بیٹا تو نہیں مگر روحانی بیٹے بیشمار ہیں۔ اس لئے ہر مومن ایسے نظارہ پر گھبرا تا ہے اور گھبرا نا چاہئے کہ کہیں ایسے اسباب پیش نہ آجائیں جن سے ہمارا نور و سروں تک پہنچنے میں روک ہو جائے اس لئے وہ ان ذرائع سے کام لیتا ہے جو مصیبت کے امکشاف و رفع کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں۔ یعنی صدقہ خیرات و یتیم و عا و استغفار کرتا و نماز پڑھتا ہے۔ احمد۔ نور۔

ع۔ حضرت شیخ محمد بن عبد بن عربی رحمۃ اللہ علیہ فتوحات مکیہ میں کسوف و خسوف شمس و قمر کے متعلق لکھتے ہیں

وَإِنْ حَلَّ خَسْفُ النَّبِيِّنَ فَإِنَّهُ
حِجَابٌ وَجُودِ النَّفْسِ دُونَكَ يَا فَتْحِي

ترجمہ۔ یعنی جب چاند اور سورج کو گرہن لگ جائے تو اس سے سمجھ لو کہ ایسا ہی تیرے نفس کا وجود تیری ذات کے آگے لے جو ان حجاب اور پردہ ہے جو تجھ تک نور حقیقت کو پہنچنے سے مانع ہے۔

۴۔ جب آیات الہی میں سے کسی آیت کا ظہور ہوتا ہے اور لوگوں کے نفوس اس کے سبب سے خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ اور ملتجی ہو جاتے ہیں لہذا اس وقت انکو دنیا سے ایک قسم کی علیحدگی ہو جاتی ہے اس واسطے ایمان والے کے لئے یہ وقت بہت غنیمت ہے اسکو ایسے وقت میں دعا اور نماز اور تمام اعمال صالحہ میں کوشش کرنی چاہئے۔

۵۔ یہ ایسا وقت ہے کہ عالم مثال میں حوادث کے پیدا کرنیکی طرف حکم الہی متوجہ ہو جاتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اہل معرفت کو خود بخود اس کے دلوں میں ایسے اوقات میں گھبراہٹ پیدا ہو جاتی ہے

۶۔ ایسے اوقات میں زمین پر روحانیت کا اثر ملتا ہے۔ اس لئے صاحب احسان کو ان اوقات میں خدا تعالیٰ کے ساتھ قرب حاصل کرنا بہت مناسب ہے۔ چنانچہ نعمان بن بشیر کی حدیث میں کسوف کی بابت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آیا ہے فَإِذَا تَحَلَّى اللَّهُ لَشَيْءٍ مِّنْ خَلْقِهِ خَشِمٌ لَهُ تَرْجَمَهُ - یعنی جب خدا تعالیٰ اپنی مخلوقات میں سے کسی چیز پر تجلی فرماتا ہے تو وہ چیز اس کے سامنے جھک جاتی ہے۔

۷۔ کفار لوگ چاند و سورج کو سجدہ کرتے ہیں۔ لہذا مومن مسلمان کو لازم ہے کہ جب کوئی ایسی دلیل ظاہر ہو کہ جس سے ان چیزوں کی عبادت کا استحقاق ثابت نہ ہو تو خدا تعالیٰ کے آگے

نبی از سندی سے التجا کرے اور خدا تعالیٰ کو سجدہ کرے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-
 لَا تَسْجُدُوا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَهُنَّ مَزْجِمًا۔ اِقْتَاب کو سجدہ
 نہ کرو اور نہ چاند کو بلکہ اُس خدا کو سجدہ کرو جس نے انکو پیدا کیا ہے۔ یہ سجدہ کرنا دین کے لئے
 شعار اور منکرین کے لئے جوابِ ساکت کرنیوالا ہے۔ ولی اللہ

خسوف و کسوف کی نماز میں قیام و رکوع دو۔ دو۔ مقرر ہونے کی وجہ

چونکہ یہ نشانات بنی آدم کو خدا تعالیٰ کی طرف سے خوف و دہشت و ہیبت یاد دلانے کے
 لئے نمودار ہوتے ہیں اسلئے ان نشانات کے ظہور میں بظاہر بھی انسان کو ایسے افعال و
 حرکات بجالانے کا امر ہوا جن میں خدا تعالیٰ کی دہشت و خوف و جلال و عجب کا نقشہ انسان
 پر نمودار ہو جیسا کہ کوئی کسی جابر و طاہر بادشاہ کی سطوت و جلال سے اُسکے سامنے بار بار جھکتا
 اور کبھی اسکی امید بخش و رحم سے سید اُسکے سامنے کھڑا ہوتا کبھی خوف سے جھک جاتا ہے
 اور اُسکے آگے اپنا سر نیاز زمین پر رکھتا ہے۔ وہی نقشہ یہاں پر اختیار کرنا پڑا۔ اسی وجہ سے نبی
 صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیث میں عوی ہے کہ آنحضرت نے دو قیام اور دو رکوع اس نماز میں
 کئے ہیں اور دونوں کو دو سجدوں پر قیاس کیا ہے۔ کیونکہ ایسے وقت میں رکوع اور قیام بھی مخصوص
 کے لئے مثل سجدہ کے ہیں۔ فضل۔

نماز استسقام میں چادر اٹانے کی حکمت

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت سے دو رکعت نماز بالجہر پڑھی اور بعد ازاں خطبہ پڑھا۔
 اور خطبہ میں قبلہ کی طرف رخ کر کے ماتھے اٹھا کے دعا مانگی اور اپنی چادر کو پھیرا۔ اور یہ اسلئے کیا کہ
 ایک ہی جگہ ایک ہی چیز کی آرزو میں نہایت اہتمام سے گناہوں کی مغفرت طلب کرتے تھے۔
 اور چادر کا اٹھانا لوگوں کے احوال کے متغیر ہونے کی نقل و فال نیک ہے جس طرح مستغنی
 آدمی بادشاہوں کے حضور میں کرتے ہیں۔ شیخ صاحب لکھتے ہیں :-
 وَمَنْ كَانَ يَسْتَقِمْ يَجُولُ رِدَاءً ۖ يَجُولُ عَنِ الْأَعْمَالِ عَنْكَ تَرْهَقِي

ترجمہ جو خط سالی میں نماز مستحق پڑھتا اور چار کو اُلٹا تا ہے۔ اسکو اس میں یہ ایسا ہے کہ اپنے انحال بد کو اُلٹ دے اور نیک انحال اختیار کرنا کہ تو خوش ہو جاوے۔ ابن عربی۔

قرآن کریم کا شعائر الہی میں سے ہونی کی حکمت

قرآن کریم کا شعائر الہی ہونا اس طرح سے ہے کہ لوگوں میں سلاطین کی طرف سے فرامین کا رعایا کی طرف پھینکا رائج ہے۔ سلاطین کے تابع فرامین شاہی کی بھی تعظیم ہوتی ہے۔ انبیاء کے صحیفے اور لوگوں کی نصایف بھی شائع اور رائج ہو گئی ہیں۔ لوگوں کا مذہب کی پیروی کرنے کے ساتھ ہی ان کتابوں کی تعظیم کرنا انکا پڑھنا پڑانا بھی تھا۔ ان کے علوم کو ہمیشہ اس کے لئے قبول اور حاصل کرنا بغیر ایسی کتاب کے بادی الرئی میں محال تھا جسکو وہ پڑھیں یا اسکی روایت کریں۔ اس واسطے لوگوں کا متعارف ہوا کہ ایک کتاب کی صورت میں رحمت الہی کا ظہور ہو جو رب العالمین کی طرف سے نازل ہووے اور اسکی تعظیم واجب ہو۔ تعظیم کی یہ صورت ہو کہ جب وہ کتاب پڑھی جاوے تو سب لوگ خاموش ہو کر اسکو غور سے سنیں اس کے فرامین کی فوراً تعمیل کریں۔ سجدہ تلاوت کریں۔ جہاں تیج کرنا حکم ہو وہاں تیج پڑھیں۔

پیغمبر خدا کا شعائر الہی میں سے ہونی کی وجہ

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا شعائر الہی میں سے ہونا اس واسطے ہے کہ انکا نام نہ مل رکھا گیا ہے کہ انکو بادشاہوں کے ایلچیوں سے مشابہت دیجیئے ہے۔ جو کہ رعایا کی طرف بھیجے جاتے ہیں اور سلاطین کے امرو نہی کی انکو اطلاع کرتے ہیں۔ ایلچیوں کی تعظیم اس واسطے فرامین کی ہے کہ اُس بھیجے والے کی تعظیم کا اظہار ہو۔ پیغمبر کی تعظیم یہی ہے کہ ان کے احکام کی بجا آوری کی جاوے۔ پیروں کو بھیجا جاوے۔ گفتگو کرتے وقت آواز بلند نہ کیا دے۔

نماز سے مغفرت گناہوں کا راز

نماز میں دونوں باتیں جمع ہیں تزکیۃ نفس اور اجابت نفس۔ اسکی وجہ سے نفس کو پاک ہو کر عالم ملکوت تک رسائی ہو جاتی ہے۔ اور نفس کی خاصیت میں یہ بات داخل ہے کہ جب وہ ایک صفت کے ساتھ متصف ہوتا ہے تو دوسری صفت جو اس صفت کی ضد ہوتی ہے

اس سے جدا ہو جاتی ہے اور وہ اس سے ہٹ جاتی ہے۔ وہ صفت اس سے ایسی دور و
معدوم ہو جاتی ہے کہ گویا کبھی اس کا نام بھی اس میں نہ تھا۔ اب جس شخص نے نماز کو پورے پورے
طور پر ادا کیا اور شہدہ طور پر وضو کیا اور وقت پر اسکو پڑا اور رکوع و سجدہ اور خشوع اور اس کے اذکار
اور اشکال کو کامل طور پر ادا کیا۔ اور ان صدقوں سے معافی اور ان اشباح سے ارواح کا اس نے
ارادہ کیا۔ تو ضرور ہے کہ وہ شخص رحمت الہی کے عظیم الشان دریا میں پہنچ جاتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ
اس کے گناہ مخوف مارتا ہے۔ چنانچہ اس امر کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لَوْ اَنَّ فَرَسًا
بَابِ اَحَدِكُمْ يَتَّبِعُ فِيهِ كُلُّ يَوْمٍ خَمْسًا هَلْ يَبْقَى مِنْ دَرْنِهِ نَتْنٌ قَالُوا لَا قَالَ فَلَا يَنْ
مَثَلُ الصَّلَاةِ الْخَمْسِ يَحُوُّ اللّٰهَ بِهَا الْخَطَايَا۔ ترجمہ۔ یعنی اگر تم میں سے کسی شخص کے دروازے
پر نہر جاری ہو اور اس میں روزانہ وہ پانچ بار نہا یا کرے تو کیا اس کے بدن پر میل باقی رہ سکتا ہے
لوگوں نے کہا نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ پنجگانہ نمازوں کی مثال ہے۔
ایسے ہی خدا تعالیٰ پنجگانہ نمازوں سے خطاؤں و گناہوں کو بالکل محو و نابود کر دیتا ہے۔

آج مورخہ ۲۳ مئی ۱۹۰۹ء کو بعد از نماز فجر اس حدیث نبوی کی حقیقت کچھ قدر مجھ پر منکشف
ہوئی کہ نماز سے گناہ واقعی انسان کے وجود سے ایسے خارج ہوتے ہیں جیسے غسل کرنے سے میل
و پلیدی جسم سے اتر جاتی ہے۔ اور اس امر کی تکمیل نظر کی نماز سے لیکر فجر کی نماز تک ہوتی رہتی ہے۔
اور یہ بھی اسی وقت محسوس و مشہود ہوا کہ پانچ نمازوں میں کوئی نماز عدا اچھوڑنے والے کے وجود میں
گناہوں کی کدورت بڑھ جاتی ہے۔ اور عالم کشف میں ایسے شخص کا وجود یا ہی مائل نظر آتا ہے۔
یہ معلوم نہیں ہوا کہ آیا یہ پہلے گناہ عود کرتے ہیں یا نماز مانی الہی کے ہوتے ہیں۔ مگر میرا ذہن فرشتا
اس طرف متبادر ہوتا ہے کہ یہ گناہ ترک نماز کے ہوتے ہیں۔

ہر خطبہ میں امام کا جلسہ استراحت کرنیکی وجہ

نبی علیہ السلام نے جمعہ کے اندر دو خطبوں اور ان کے اندر جلسہ کرنے کو اسلئے مسنون
فرمایا کہ امر مطلوب پورا پورا حاصل ہو جاوے۔ اور خطیب کو بھی آرام مل جاوے
اور نیز سامعین کا نشاط از سر نو تازہ ہو جاوے

ہر خطبہ میں تقریری تشہد کی وجہ

خطبہ کا پڑھنا اس طرح پر مسنون ہے کہ پہلے خدا تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کیا جاوے اور آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا جاوے اور توحید و رسالت کی شہادت ادا کیجاوے۔ اور بیچیں کلہ فصل ابابعد لاکر لوگوں کو پند و نصیحت و تقوٰے کا حکم کرے اور انکو دنیا و آخرت کے عذاب الہی سے ڈراوے اور کچھ قرآن کریم پڑھے اور کچھ مسلمانوں کے حق میں دعا کے پڑھ کرے۔ اسکا سبب یہ ہے کہ اس طریق نصیحت میں خدا تعالیٰ و رسول کریم و قرآن عظیم کی عظمت پائی جاتی ہے کیونکہ خطبہ دین کا شاعر ہے۔ اذان کی طرح یہ چیزیں اس میں بھی ضروری ہوتی چاہئیں۔ اور حدیث میں آیا ہے کُلُّ خُطْبَةٍ لَيْسَ فِيهَا تَشْتَهُدُ فِیْهَا كَلِمَاتٌ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ مَرَّزَجْمَہ یعنی جس خطبہ میں کلمہ شہادت نہ ہو وہ مثل دست بردہ کے ہے۔ خطبہ و عطا و نصیحت کے لئے مقرر ہے۔

اسماء الہی کا نالے میں محدود ہونی کی وجہ

سوال۔ اگر کوئی کہے کہ خدا تعالیٰ کے اسمائے حسنہ ننانوے سے زیادہ ہو سکتے ہیں یا نہیں۔ اگر زیادہ ہو سکتے ہیں تو ننانوے کی تخصیص و حصہ کی کیا وجہ ہے کیونکہ جسکے پاس ہزار روپیہ بیٹو و عاقل کو لازم نہیں ہے کہ کہے کہ اسکے پاس ننانوے روپیہ ہے۔ کیونکہ اگرچہ ننانوے بھی ہزار کے اندر ہی آجاتے ہیں لیکن ننانوے کے عدد کی تخصیص باقی عددوں کی نفی کرتی ہے اور اگر ننانوے سے زیادہ نہیں ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول مبارک کے کیا معنی ہیں جو آپ فرماتے ہیں کہ اے خدا میں تجھ سے ہر اسم کے ساتھ سوال کرتا ہوں جسکے ساتھ نونے اپنے آپ کو شہی فرمایا ہے۔ یا نونے اپنی کتاب میں نازل فرمایا ہے یا نونے اپنی مخلوق میں کسی کو سکھایا ہے یا جو تیرے علم غیب میں ہے۔ علیٰ ہذا القیاس۔ اور بھی بہت سے دلائل ہیں جسے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے اسماننانوے سے زیادہ ہیں۔

جواب (۱) واضح ہو کہ بے شک خدا تعالیٰ کے اسم ننانوے سے زیادہ ہیں اور جس حدیث میں ننانوے کی حصہ و تخصیص آئی ہے وہ ایک امر مخصوص کے متعلق ہے۔ مثلاً جس بادشاہ کے ہزار غلام ہوں اور کوئی کہے کہ بادشاہ کے ننانوے غلام ایسے ہیں کہ جو شخص انکے ساتھ اپنی مدد و پستی چاہے اسکے دشمن اسکا ناب مقابلہ نہ لاسکیں گے۔ پس ایسی تخصیص انکے ساتھ امداد و قوت حاصل کرنے کے لئے ہے۔ یعنی ایسی خصوصیت یا تو انکے زیادہ قوی ہونے کے لئے یا اسلئے کہ اتنی تعداد دشمنوں کے رفع و دفع کرنے کے لئے کافی ہے اور باقی کی حاجت نہیں ہے۔ ایسا ہی اسماء الہی کی خصوصیت و حصہ ہے۔ اور اس قسم کی خصوصیت باقی

حدود کی نفی نہیں کر سکتی۔ (ترجمہ از اربعین امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ)۔

۲۔ اس تعداد مخصوص کا ایک سبب یہ ہے کہ یہ اسماء خدا تعالیٰ کی صفات ثنویہ اور سلبیہ کی معرفت کے لئے کافی مقدار میں۔ اور خیرۃ القدس میں ان اسماء کے لئے نہایت برکت اور کامل درجہ پایا جاتا ہے۔ اور نامہ اعمال میں ان اسماء کی صورت جب مندرج ہوتی ہے تو بالضرور اس صورت کی وسعت ایک عظیم الشان رحمت کی طرف ہوتی ہے۔ لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اِنَّ لِلّٰهِ لِسَعَةً وَتِسْعِيْنَ اِسْمًا مَنْ اَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ ترجمہ۔ یعنی خدا تعالیٰ کے لئے تانے اسم ہیں جو شخص انکو یاد کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا۔

باب الجمعہ

وجہ تفریق نماز جمعہ

۱۔ جبکہ شریعت کا خطاب ہی عقل پر مبنی ہے۔ اور ہر حکم شریعت کی بناوجوات اور حکمتوں پر ہے تو پھر بالضرور ماننا پڑتا ہے کہ نماز جمعہ بھی تجلہ ان احکام الہی کے ہے جسکی تفریق حکمت الہی اور اسکی مصلحت و رحمت و رافت پر مبنی ہے۔ نماز کے روزانہ اوقات خمسہ کی تفریق کی فلاسفی قبل ازین بیان ہو چکی ہے۔ پس جس طرح پانچوں اوقات نماز کا گذر و مرور ہر فرد بنی آدم پر ہو کر نتائج مختلفہ کا باعث ہے۔ ایسا ہی یوم جمعہ کا گذر بھی انسان کے جسم و روح پر تاثیرات مناسبہ کا باعث ہوتا ہے۔ یعنی اگر انسان اس دن میں نیکی میں مشاغل ہوگا تو اسکے لئے بہتری و خوبی ہوگی۔ اور اگر بدی میں مشاغل ہوگا تو سخت بد اثر ہوگا۔ اسلئے اس نماز کا تفرق خدا تعالیٰ نے بنی آدم کی مصلحت و بہتری و بہبودی و ترقی حال کے لئے کیا ہے۔

۲۔ تفریق جمعہ سے مراد عام تبلیغ و تلقین اسلام ہے اور اس امر کے لئے جمعہ مقرر کیا گیا ہے۔ لہذا ہر روز کی نماز میں تمام شہر کے لوگ ایک جگہ روزمرہ اکٹھے نہیں ہو سکتے تھے کیونکہ اس میں انکا حرج عظیم اور انکے لئے تکلیف مالا یطاق امر تھا اسلئے حکمت الہی کا مقصد یہ تھا کہ عام تبلیغ اسلام کے لئے ایک حد مقرر کی جائے کہ اس حد کا دوران نہ تو بہت ہو جسکی وجہ لوگوں پر دشواری ہو۔ اور نہ بہت مدت میں ہو کہ جسکے سبب مقصود ہاتھ سے نکل جائے۔ اور ہفتہ ایسی مقدار ہے کہ تمام عرب و عجم اور اکثر ملتوں میں اسکا استعمال کیا جاتا ہے۔ اور پھر

اس امر کی قابلیت ہے کہ اسکو حد بنا یا جاوے اسلئے اسکو نماز کا وقت معین کیا گیا۔ اب رہا یہ امر کہ ان دنوں میں سے کونسا دن ایسی عبادت کے لئے مخصوص کیا جاوے۔ یہو دئے ہفتہ کے روز کو اور نصاریٰ نے انڈار کے روز کو اپنی اپنی رائے کے موافق ان دنوں کو اور دونوں پر ترجیح دی اور اس امت کو اللہ پاک نے علم عظیم کے ساتھ خاص کیا کہ شروع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے دنوں میں اسکالقاء فرمایا جسکی بنا پر انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لیجانے سے پیشتر خود بخود جمعہ کے دن کو پسند کیا بعد ازاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اسکا انکشاف ہوا اس امر کا فرمایا کہ حضرت جبریل علیہ السلام آپ کے پاس ایک آئینہ لیکر جکے اندر سیاہ لفظ تھا تشریف لائے اور اس مثال سے جو مراد تھی وہ آپکو سمجھائی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسکو معلوم کر لیا۔ اور اس علم کا حاصل یہ ہے کہ دائے اطاعت کے لئے بہترین اوقات میں سے وہ وقت ہے کہ جس وقت خدا تعالیٰ کو بندوں کے ساتھ قربت ہوتی ہے اور اس وقت میں انکی دعائیں مستجاب ہوتی ہیں۔ کیونکہ ایسے وقت میں طاعت کے قبول ہونے میں بہت جلدی ہوتی ہے۔ اور خاص دن کے اندر اسکا اثر ہوتا ہے۔ اور ایک عبادت بہت سی عبادتوں کا نفع دیتی ہے۔

۳۔ خدا تعالیٰ کو اپنے بندوں کے ساتھ تقرب کا ایک وقت مقرر ہے جو ہفتوں کی گردشوں سے اسکی بھی گردش ہوتی رہتی ہے۔ اسوقت خدا تعالیٰ جنت الکشف میں اپنے بندوں کو بخلی فرماتا ہے۔ اور وہ وقت جمعہ ہی کا دن ہوتا ہے۔ کیونکہ اسیں اور بھی بہت سے امور عظیم واقع ہوتے ہیں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں خَيْرُ يَوْمٍ طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ مَرَّجَمَ۔ یعنی بہترین دنوں میں سے جمیں آفتاب کا طلوع ہوتا ہے وہ جمعہ کا دن ہے۔ اس دن حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اور اسی دن جنت میں داخل ہوئے اور اسی روز اس سے باہر ہوئے اور اسی روز قیامت قائم ہوگی۔ تمام بہائم جمعہ کے دن گھبرائے ہوئے۔ پریشان اور خائف ہوتے ہیں۔ گویا وہ کسی سخت ہیبت آواز سے ڈرتے ہیں اور اس امر کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اس دن ملائکہ سا فل سے اُنکے دلوں پر اس گھبراہٹ کا اثر پیدا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ملائکہ کے اس اثر کی تشریح بالفاظ دیگر

بیان فرماتے ہیں کہ اَللّٰهُ عَلٰی صَفْوَانٍ حَتّٰی اِذَا اُفْرِجَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ تَرٰ جَمْعَ بَعْضِ جَطَحِ سَخْتِ طَهْرٍ لَوْ هُوَ کِی رَیْجِی رَی جَاتِی ہُوَ تُو اس سے آواز پیدا ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہوتی ہے۔

۴۔ جبکہ یوم جمعہ تمام ایام ہفتہ سے افضل مانا گیا ہے تو بالضرور اسکی فضیلت اس امر کی مقتضی ہے کہ اسکی نماز بھی اویگا ایام سے افضل و ممتاز و منتخب ہو۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس بارے میں فرماتے ہیں اِنَّ اَفْضَلَ اَیَّامِکُمْ یَوْمُ الْجُمُعَةِ فِیْہِ خُلِقَ اٰدَمُ وَفِیْہِ النِّفْثَةُ وَفِیْہِ الصَّغْفَةُ وَاَلْتَرَا عَلَی الصَّلٰوۃِ فَاِنَّ صَلٰوَتَکُمْ مَّعْرُوضَةٌ عَلٰی تَرَجْمِہِ یعنی ہفتہ کے سب ایام سے افضل دن جمعہ کا ہے۔ اسی دن میں آدم پیدا ہوا اسی دن نفعیہ صور ہو گا اور اسی دن قیامت ہوگی۔ پس مجھ پر درود بکثرت پڑا کرو۔ کیونکہ تمہارا درود پڑنا مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔

جبکہ یہ دن تمام ایام ہفتہ سے اعلیٰ و افضل ہے تو اس دن کی عبادت کا ثواب تمام ایام ہفتہ سے زیادہ تر ہوئے سے مناسبت رکھتا ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کے گناہ نماز جمعہ پڑھنے سے زائل ہو جاتے ہیں۔

اس روز کی فضیلت اس امر کی مقتضی ہے کہ اس روز کے اعمال زیادہ تر صفائی بدن و ستہرائی لباس سے بجالائے جائیں۔ لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اِنَّ هٰذَا یَوْمٌ عَمِیدٌ لِلْمَسٰلِیْنِ فَمَنْ جَاءَ اِلَی الْجُمُعَةِ فَلْيَغْتَسِلْ وَاِنْ كَانَ طَیْبٌ فَلْيَمْسِ مِنْہُ وَاَلِیْکُمْ بِالسَّوَاکِ تَرَجْمِہِ۔ یعنی یہ جمعہ کا دن مسلمانوں کی عید کا دن ہے۔ پس جو نماز جمعہ کو آوے وہ نہا لیوے۔ اور اگر اسکو خوشبو ملے تو خوشبو ملے لیوے۔ اور اس روز مسواک بھی ضرور کیا کرو۔

۵۔ مذہب کی عام تبلیغ و تعلیم کے لئے ہفتہ بھر میں ایک یوم مقرر ہونا ضروری تھا۔ لہذا اس امر ہم کے لئے یوم جمعہ مقرر ہوا کیونکہ تبلیغ اسلام کے لئے قدیم سے ایک یوم ہفتہ کا تمام انبیاء و صالحین میں بھی جلا آتا ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں عَنْ اَبِیْہِ رُوَہِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلٰی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اَفْضَلُ اللّٰہِ عَنِ الْجُمُعَةِ مَنْ كَانَ فِیْہِ لَنَا كَانَ لِلْہِیْوِہِ یَوْمُ السَّبْتِ وَالْاَحَدِ لِلنَّصَارَیْہِ فَہُمْ لَنَا تَبِعٌ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَمَةِ نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ مِنْ اَهْلِ الدُّنْیَا وَالْاَوَّلُوْنَ الْمَقْضٰی لَہُمْ قَبْلَ الْخَلَائِقِ تَرَجْمِہِ۔ یعنی حضرت ابی ہریرہ

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے راوی ہیں کہ خدا نے یہود و نصاریٰ پر جو تم سے پہلے تھے یوم جمعہ کی فضیلت و بزرگی پوشیدہ رکھی اسلئے وہ پہنک گئے۔ یہود کے لئے ہفتہ کا دن تھا اور نصاریٰ کے لئے اتوار کا دن تھا۔ پس وہ قیامت تک ہم سے پیچھے ہیں۔ ہم اہل دنیا سے اخیر پر آئے ہیں اور سب لوگوں سے پہلے قیامت کے دن ہمارا فیصلہ ہوگا۔ یعنی دوبارہ آپ میں حاضر ہونگے۔ وجہ اس امر کی یہ ہے کہ دنیا کا ابتداء اتوار سے شروع اور اسکی تکمیل یوم جمعہ پوقت عصر ہوئی۔ پس جمعہ کے دن میں جبکی پیدائش ہو وہ جامع فضائل اولین والآخرین ہے۔ لہذا اسکی فضیلت اس امر کی تقاضی ہے کہ اسکو دوبارہ آپ میں باریابی سب سے پہلے ہو۔ کیونکہ وہ تمام نیکیوں کا مجموعہ ہے۔ اور ب کا سر وار ہے۔

خصوصیت یوم جمعہ - ہفتہ - اتوار

جس قوم کی عبادت کا خاص یوم ہفتہ جمعہ کا دن مقرر ہوا اسیں اسبات کا اشارہ ہے کہ اس قوم کا دین تمام نیکیوں کا مجموعہ ہے اور وہی دین کامل و اکمل و مکمل ہے اور بالآخر دنیا میں وہی قوم کامیاب و مظفر و منصور ہوگی۔ اور اس قوم کا ابتداء میں عروج ہوگا پھر درمیانی زمانہ میں اسکا نزول ہوگا۔ پھر دوبارہ اسکا عروج ہوگا۔ اور وہ جمعہ کا چھٹا گھنٹہ وقت استوا ہوگا۔ یعنی آدھم کر کے کر دینا کے چھٹے ہزار سال کے قریب نصف کے بعد شروع ہوگا۔

کیونکہ حسب طرح دین کی تکمیل چھٹے دن کو ہوئی ہے اس طرح انسان کے روحانی فضائل و جمالی تکمیل کا دائرہ چھ طور پر پہنچ کر ختم ہوتا ہے۔ وجہ یہ کہ خدا نے انسان کی پیدائش میں چھ اطوار رکھے ہیں اور چھ اطوار کے اختتام تک تکمیل ہوتی ہے۔ لہذا یوم الاحد سے لیکر جمعہ کو پورے چھ یوم ہوتے ہیں۔ سو یہ یوم جامع نبی کی امت کا ہے۔ اسیں کسی دوسرے کی شرکت نہیں ہے۔ جس قوم کا دینی ہفتہ یک شنبہ یعنی اتوار ہے اسکی اسبات پر دلالت ہے کہ اس قوم کی حالت دین بہت کمزور و نطفہ کے رنگ پر ہے۔ وہ قوم نصاریٰ ہے۔ اور پھر اسکی اس امر پر دلیل ہے کہ اس قوم کے اکثر افراد دنیا کے چھٹے یوم یعنی چھ ہزار سال کے اختتام تک اور اسکے بعد اس قوم اور اس نبی کا دین اختیار کرینگے جبکہ دینی ہفتہ یوم جمعہ مقرر ہوا ہے۔ وہ اہل اسلام ہیں کیونکہ اکثر نطفے اپنے کمال کو پہنچ کر تولد ہوتے ہیں اور پھر اس امر پر دلالت ہے کہ جس قوم کا دینی ہفتہ یک شنبہ ہے اسکا نبی جمالی رنگ میں اپنے مبعوث ہوگا۔ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں

اور پھر اس امر پر دلیل ہے کہ اس نبی کی زندگی میں تھوڑے لوگ اسکے مطیع ہوں گے اور اسکی وفات کے بعد اسکو ماننے والے بہت ہو گئے کیونکہ اکثر نطفے بعد تولد جہاں کمال کو پہنچ جاتے ہیں۔ اور وہ روحانی پرورش میں بہت کمزور و ضعیف اور صنعت و حفت و حکومت میں برسر کمال ہو گئے کیونکہ یوم الاحد انکی ولادت کا دن ہے۔ چونکہ انکی روحانی پرورش بہت کم ہو گئی اسلئے انکی تربیت روحانی کا تقاضا اس امر کا مقتضی ہو گا کہ وہ جامع نبی کے دین پر عمل کر روحانی پرورش پائیں گے۔ اور انکی تعداد کئی کروڑوں بلکہ اربوں تک ہوگی۔

جس قوم کا دینی ہفتہ یوم سبت یعنی شنبہ مقرر ہے اسکی اس بات پر دلیل ہے کہ وہ قوم بالآخر متروک و مخدول و مردود ہو جائیگی اور وہ تقدی و سرکشی میں تمام اقوام سے بڑھے ہوئے ہونگے اور سستی و کسالت و عیاشی و تقدی کے باعث دنیا ہی میں اپنے عذاب آجائیگا اور انکے اکثر افراد کا خاندان عذاب کے ساتھ ہو گا۔ کیونکہ شنبہ کے دن کو ان ہی امور سے مناسبت ہے۔ اور اس قوم کے بعض لوگ جامع نبی کے دین کو قبول کر لیں گے۔ مگر جس نبی کی قوم کا دینی ہفتہ اتوار ہے۔ اُس نبی کو تھوڑے مانیں گے اور اسکو ایذا دینگے اور اسکی قوم سے دونوں قوموں میں سخت عداوت نمودار ہو جائیگی۔ اور پھر اس بات پر دلیل ہے کہ جس قوم کا دینی ہفتہ سبت ہے اُس قوم کا نبی آنیہ جلالی رنگ میں مبعوث ہو گا۔ اور اس قوم کے اکثر افراد اس نبی کی نافرمانی کریں گے وہ موسیٰ علیہ السلام ہیں۔

جس قوم کا دینی ہفتہ یوم جمعہ ہے اسکی اس بات پر دلیل ہے کہ اُس قوم کا دین نام ادیان سابقہ سے اکمل ہو گا اور تمام ادیان و اقوام کی نیکیاں اُس دین میں جمع ہونگی اور اس قوم کا نبی جامع جلال و جمال اور خاتم الانبیاء و جامع صحیح کمال نبوت ہو گا اور پھر اس بات پر دلیل ہے کہ بالآخر دنیا کی تمام قومیں اپنے ادیان و مذاہب چھوڑ کر جامع نبی کے دین میں آکر مل جائیگی وہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ فضل۔

ترکِ محبت سے دل پرہیز کی وجہ

نبیل ازین لکھا گیا ہے کہ ایام و اوقات بھی اُوم پر اپنی اپنی تاثیرات مناسبہ ڈالتے رہتے ہیں

پس جبکہ اسلام کا ہفتہ یوم جمعہ مقرر ہوا اور اس میں انسان کے لئے مجموعہ خیرات دینی و دنیاوی دینے کا وعدہ ہے تو اسکو ترک کرنے میں گویا خیرات دینی و دنیاوی سے محروم ہونے کی نشانی ہے۔ جو شخص جمعہ کی نماز چھوڑ دیگا یا جان بوجھ کر ترک کر دیگا اس نے گویا یہود و نصاریٰ کے یوم سبت و یوم احد کے ساتھ اپنی مناسبت پیدا کر لی۔ کیونکہ یہود و نصاریٰ تو یوم جمعہ کو نماز نہیں پڑھتے بلکہ انھوں نے تو ہفتہ اور اتوار مقرر کر لیا ہو اسے۔ سو سبت و اتوار والے لوگوں کا حال ملاحظہ کر لو کہ کیا ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

مَنْ تَرَكَ الْجُمُعَةَ تَلَا قَائِرِينَ غَيْرِ ضَرُورَةٍ طَبَعَ اللَّهُ عَلَى قَلْبِهِ تَرْجَمَهُ۔ یعنی جو شخص نین جمعہ بغیر ضرورت چھوڑ دے خدا تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔ فضل۔

شہروں میں تقرری جمعہ کی وجہ

چونکہ یوم جمعہ تبلیغ و تلقین اسلام کے لئے مقرر کیا گیا ہے اسلئے ضرور تھا کہ تبلیغ و تعلیم اسلام کے لئے ایسے مقام مقرر ہوں جہاں لوگ بکثرت اکٹھے ہو سکیں۔ اور دیہات کے لوگوں کو امر ہو کہ وہ اپنے گرد و نواح کے بڑے قصبوں والوں کے ساتھ ملکر نماز جمعہ ادا کریں کیونکہ وہاں آگے ہی بکثرت جمع ہوتے ہیں۔ وجہ یہ کہ محوڑی قعدہ کے لوگوں کو زیادہ قعدہ کے ساتھ ملجانا مناسب ہے۔

پھر ضروری تھا کہ نماز جمعہ کے لئے قصبات میں باہر سے آئیے والے لوگوں کے لئے ایک حد مقرر ہوتی ورنہ بہت دور سے آکر نماز جمعہ میں شامل ہونیکے لئے انسانوں کے امور معاش میں خلل و عوج ہوتا کیونکہ بعض ممالک میں صدائے گوسوں تک کوئی بڑا شہر نہیں ملتا۔ بلکہ چھوٹے چھوٹے دیہات ہوتے ہیں۔ اور ایسے صدائے میل کے اندر رہنے والے لوگوں کو اس عظیم الشان نیکی نماز جمعہ و تبلیغ و تلقین اسلام سے محروم رکھنا اور بھل چھوڑ دینا حکمت دین اسلام و مصلحت الہی کے برخلاف ہے۔ کیونکہ دیہات کے لوگ بکثرت شہر و قصبات والوں کے زیادہ تر تبلیغ و تعلیم اسلام کا حق رکھتے ہیں۔ وجہ یہ کہ وہ لوگ اکثر مہذب و دیندار لوگوں سے علیحدہ و دور رہتے ہیں۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے

اَسَدٌ كَفَرًا وَنَفَاقًا وَ اَجْدَرُ اَنْ لَا يَعْلَمُوْا اَحَدٌ وَّ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهِ وَاَللّٰهُ عَلِيْمٌ
 حَكِيْمٌ۔ ترجمہ۔ یعنی دیہات کے گنوار لوگ کفر و نفاق میں بہت بڑھے ہوئے ہوتے ہیں
 اور انکی حالت ہی اس لائق ہوتی ہے کہ وہ حدود الہی سے ناواقف ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان پر
 تبلیغ و تعلیم اسلام کم ہوتی ہے۔ پس جہاں کے لوگ اسلام سے بہت سخت ناواقف
 و بے علم ہوں انکے لئے زیادہ تر تاکید تعلیم و تبلیغ اسلام ہونی مناسب ہے۔ سو الہی حکمت
 ایسا ہی کیا اور انکو اس سے محروم نہیں رکھا۔ لہذا کم انکم دو میل کے اندر دیہات کے
 رہنے والے لوگوں کو امر و نہی کہ وہ بڑے شہروں و قصبات میں جا کر اکٹھے ہو کر نماز پڑھیں۔
 کیونکہ بہت سے آدمیوں کا ایک جگہ عبادت کے لئے جمع ہونا موجب نزول رحمت
 الہی اور شہر کے مہذب لوگوں سے دیہاتیوں کے ملنے اور اُن میں اگر عبادت ادا کرنے سے
 غیر مہذب لوگوں کے نفوس مہذب بنجاتے ہیں اور ایک دوسرے کے نفوس میں انوار کا
 تماخل ہوتا ہے۔

اور جہاں نزدیک کوئی شہر نہیں وہاں پر دو میل کے اندر رہنے والے لوگوں کو
 ایک جگہ ملکر نماز جمعہ ادا کرنے کی طرف ایما فرمایا گیا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے
 ہیں۔ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم الْاَہْلَ عِنْدَ اَحَدٍ
 کَمَا اَنْ یَّجِدَ الصَّبَّةَ مِنَ الْعَتَمِ عَلٰی رَاسِ مِیْلٍ اَوْ مِیْلَیْنِ فَيَنْعِدُ رَعْلَہُ الْکَلَامَ
 فَاِذَا نَفَعَ تَمَجَّحُوا اَجْمَعًا فَلَا یُحْجِیْ وَلَا یَشْہَدُهَا وَ یُحْجِیْ الْجَمْعَةُ فَلَا یَشْہَدُهَا
 وَ یُحْجِیْ الْجَمْعَةُ فَلَا یَشْہَدُهَا حَتّٰی یُطْبِعَ عَلٰی قَلْبِہِ ترجمہ۔ یعنی حضرت ابی ہریرہ بنی
 علیہ الصلوٰۃ والسلام سے راوی میں کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سنو کہ ایسا
 ہو سکتا ہے کہ تم میں سے کوئی شخص بکریوں کا ریوڑ ایک یا دو میل کے فاصلہ پر رکھے اور انکے
 چارہ کی اسکو ضرورت ہو تو وہ اس چارہ کے لئے ایک یا دو میل سے دور چلا جاوے مگر
 پھر جب جمعہ کا دن آوے تو نماز جمعہ میں آکر وہ حاضر نہ ہو پھر جمعہ کا دن آوے تو وہ نماز جمعہ
 میں حاضر نہ ہو پھر جمعہ کا دن آوے تو وہ نماز میں حاضر نہ ہو تو اسکے دل پر مہر لگائی جائے گی۔
 یہ جو کہا جاتا ہے کہ نماز جمعہ دیہات میں پڑھنا جائز نہیں یہ بات غلط ہے۔ بلکہ خدا تعالیٰ
 نے عام اہل اسلام و مسنون کو نماز جمعہ کے لئے خطاب کیا ہے اور اس میں شہری کی تخصیص
 نہیں فرمائی۔ بلکہ تمام دیہات و شہروں کو یکساں امر فرمایا ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے

فرماتے ہیں۔ یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا دُرِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمٍ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَ
 نَزَّحِهِ۔ یعنی اے مومنو جب جمعہ کے دن نماز جمعہ کے لئے تمکو بلایا جاوے تو یاد آگئی کہ دوڑ
 جاؤ۔ ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الْجُمُعَةُ وَاجِبَةٌ عَلَىٰ كُلِّ قَرِيْبَةٍ
 نَزَّحَةٍ یعنی نماز جمعہ کا ادا کرنا سرگائلوں والوں پر واجب ہے۔ اور اس وجوب کی وہ شکل ہے
 جو ہم نے اوپر ظاہر کی ہے۔ کیونکہ بعض گائلوں ایسے ہوتے ہیں کہ وہاں ایک یا دو مرد
 ہوتے ہیں تو ان پر وجوب جمعہ اسی شکل سے قائم ہے اور امر ہے کہ وہ دوسرے مقام میں
 نماز جمعہ جاکر ادا کریں اور اسی میں انکی فضیلت و بہتری ہے اور اگر وہ ایسا گائل ہو جہاں
 تین سے زیادہ آدمیوں کی آبادی ہو تو وہاں بھی جمودا ہو سکتا ہے۔ اور ہر دو میل پر جمعہ
 قائم کرنے کا انتظام بادشاہ یا امام وقت سے ہو سکتا ہے۔ یا یہ کہ خود لوگ اتفاق کر کے
 ہر دو میل کے فاصلہ والے دیہات کے اندر جہاں شہر و قصبات کھان نزویک نہ ہوں
 جمودا کریں۔ مگر اس سے ہماری یہ مراد نہیں ہے کہ جہاں بادشاہ و امام و قاضی وقت
 جمعہ پڑھنے کے لئے لوگوں کو تاکید نہ کریں وہاں کے لوگوں سے جمعہ سا قسط ہو سکتا ہے
 اور نہ ہماری یہ مراد ہے کہ ان پر وجوب جمعہ نہیں ہے۔ بلکہ وجوب جمعہ ان پر اس طرح قائم ہے۔
 جس طرح خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں اسکا امر فرما دیا ہے۔ اَلَيْسَ اَنْتُمْ اَعْلَمُوْنَ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ اُمَّمًا
 مُّوَدَّوْدًا وَ اَنْتُمْ كُنْتُمْ اُمَّمًا مُّوَدَّوْدًا۔ یعنی اسکی بادشاہی میں
 فتور و زوال آجائے گا۔ اور یہی امر زوال سلطنت اسلام کا ہوا کہ امرائے اوائے نماز جمودا
 اسکی اقامت کے لئے کوشش نہ کی۔ بلکہ غفلت و عیاشی میں ڈوب گئے تو بھروسہ نہ تھا کہ
 ترک یوم جمعہ کی مناسبت و بد دعائے نبوی ان کو لاحق ہوتی۔ چنانچہ آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ خَطَبَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ تَوَوَّأُوا إِلَى اللَّهِ قَبْلَ أَنْ تَمُوتُوا وَ اَبَادِرُوا بِأَعْمَالِ
 الصَّالِحِينَ قَبْلَ أَنْ تَشْغَلُوا وَ صَلُّوا الَّذِي بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَ رَبِّكُمْ بَلِّغُوهُ دُرِيْكُمْ
 لَهُ وَ كَثِّرُوهُ الصَّدَقَاتِ فِي السَّيْرِ وَ الْعَلَامَةِ تَزِدُّوْا وَ تَنْصُرُوْا وَ تَجْبِرُوْا وَ اَعْلَمُوْا
 اَنَّ اللَّهَ قَدْ اِفْتَرَضَ عَلَيْكُمْ الْجُمُعَةَ فِي مَقَامِيْ هَذَا فِي يَوْمِيْ هَذَا فِي شَهْرِيْ
 هَذَا مِنْ عَامِيْ هَذَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَمَنْ تَرَكَهَا فِي حَيَاتِيْ أَوْ بَعْدِيْ وَلَهُ اِمَامٌ
 عَادِلٌ أَوْ جَائِرٌ سَخِطَافَايْهَا أَوْ حَمَدًا لَهَا فَلَا جَمْعَ اللَّهُ تَمْلَهُ وَلَا بَارَكَ لَهُ فِي

اَمْرٌ اَلَا صَلَّوْا لَهُ وَلَا ذَكَوْا لَهُ وَلَا حَجَّوْا لَهُ وَلَا صَوَّوْا لَهُ وَلَا بَزَّوْا لَهُ حَتَّىٰ يَتَوَكَّبَ مَنِ
 تَابَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ اَلَا اَتُوْثِنُ اِمْرًا لَا رَحْمَةً وَلَا يَوْمٌ اَعْرَضَ عَنْهَا جَدًّا وَلَا يَوْمٌ
 فَاجِرٌ مُّؤْمِنًا اِلَّا اَنْ يَقْبِرَ سُلْطَانٌ يَخَافُ اَسِيْفَهُ وَ سَوْطَهُ۔ ترجمہ۔ جابر بن عبد
 راوی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اعلان فرمایا کہ ہم میں تقویٰ ذیل فرمائی۔ فرمایا۔ اے لوگو! مرنے
 سے پہلے خدا کی طرف سے جو حکم کرو اور اعمال صالحہ کے لئے جلدی کرو اور وہ رشتہ جو تمہارے
 درمیان اور تمہارے پروردگار کے درمیان ہے اسکو خدا تعالیٰ کو بہت یاد کرنے اور ظاہر
 و پوشیدہ بہت صفات دینے سے ملاؤ تو تمکو رزق دیا جائیگا۔ اور تمہاری مدد کیا دے گی
 سنو کہ خدا تعالیٰ نے آج اس مقام اس مہینے اور اسی سال قیامت تک تیرے نماز جمعہ کا
 ادا کرنا فرض کیا ہے اس لئے جس نے نماز جمعہ کو میری زندگی میں یا میری وفات کے بعد عمداً
 یا اٹھا کر رکھے چھوڑ دیا اور اسکا کوئی امام عادل یا جابر موجود ہو تو خدا تعالیٰ اسکی پراگندگی
 جمع نہ کریگا اور اسی سے کام میں عذاب برکت نہ دیگا۔ سنو اسکی کوئی نماز قبول نہیں ہوتی اسکی
 کوئی زکات قبول نہیں ہوتی اسکا کوئی حج نہیں اسکا کوئی روزہ نہیں۔ اسکی کوئی نیکی نہیں
 جب تک وہ ترک نماز جمعہ سے توبہ نہ کرے۔ پس جو شخص توبہ کرے خدا اسکی توبہ قبول
 کر لیتا ہے۔ سنو کوئی عورت کسی مرد کی امامت نہ کرے کوئی دیہاتی باہر کا رہنے والا
 کسی مہاجر کا امام نہ بنے اور کوئی فاجر کسی مومن کا امام نہ بنے۔ مگر یہ کہ کوئی بادشاہ سپہر
 کرے کہ جسکی تلوار اور چابک سے وہ ڈرتا ہو۔ فضل۔

حکمت تعطیلات جمعہ

جمعہ کے دن اہل اسلام کے عام دنیاوی کاروبار و کارخانجات و دفاتر وغیرہ تعطیلات
 کا حکم حرمت و عظمت جمعہ کے لئے ہے کیونکہ اسلام میں یوم جمعہ عظیم الشان شفاء اللہ میں سے
 ہے پس خدا کا شعار اس امر کا تقضی ہے کہ اسکا پائس ادب کیا جائے۔ اور اسکا ادب جیسا
 ادا ہو سکتا ہے کہ اس یوم کا اکثر حصہ عبادت الہی میں گذاراجاوے۔ اسلئے عظمت و ادب
 جمعہ قائم رکھنے کے لئے تاکید ہی حکم وارد ہوا کیونکہ جمعہ کا ادب ترک کرنے سے دل پر بہر

لگ جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ جو لوگ یوم جمعہ میں کاروبار دنیا میں مشغول رہتے اور نماز جمعہ میں حاضر نہیں ہوتے انکے دلوں پر بھر لگ جاتی ہے۔ انکے دل سیاہ ہو جاتے ہیں۔ دل پر بھر بھگنے سے مراد خدا تعالیٰ کی لعنت کا اثر دل پر ہونا ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مَنْ تَرَكَ جَمَاعَاتٍ تَقَاءَ وَنَاقَاهَا طَبَعَ اللَّهُ عَلَى قَلْبِهِ ترجمہ یعنی جو شخص تین جمعے جان بوجھ کر جو غفلت کے چھوڑ دے خدا تعالیٰ انکے دل پر بھر لگا دیتا ہے۔ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ عَلَى أَعْوَادِ الْمَنَابِتِ تَمِينٌ أَوْ أَمٌّ عَنْ تَرْكِ الْجُمُعَةِ وَالْجَمَاعَاتِ أَوْ لَيْطَسُنَ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ وَلِيَكْتَبَنَّ مِنَ الْغَافِلِينَ۔ وَعَنْ أَبِي جَعْدٍ الضَّمْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَرَكَ الْجُمُعَةَ ثَلَاثًا مِنْ غَيْرِ عَذْرٍ فَهُوَ مَنَاقٍ۔ ترجمہ حضرت ابن عباس بنی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ لوگ ترک جمعہ ترک جماعت سے باز آ جاویں ورنہ خدا تعالیٰ انکے دلوں کو مٹا دیگا یعنی انکے دلوں پر بھر لگا دیگا۔ اور انکو قافلوں میں لکھ دیگا۔ اور ابی جعد ضمری بنی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ جس نے تین جمعے بغیر عذر چھوڑ دیے وہ منافق ہے۔ فضل۔

نماز میں خوف زدہ ہو کر کھڑا ہونے کا راز

نماز میں خدا تعالیٰ کے حضور میں ایسی توجہ رکھ کر اور ایسی ہیئت بنا کر کھڑا ہونا لازم ہے کہ رقت طاری ہو جاوے۔ جیسے کہ کوئی شخص کسی خوفناک مقدمہ میں گرفتار ہوتا ہے اور اسکو درسطے قید یا پھانسی کا فتویٰ لگنے والا ہوتا ہے اسکی حالت حاکم کے سامنے کیا ہوتی ہے۔ ایسی ہی خوف زدہ دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونا چاہئے جس نماز میں دل کہیں ہو اور خیال کسی اور طرف ہے۔ اور منہ سے کچھ کہتا ہے وہ ایک لعنت ہے جو آدمی کے منہ پر واپس ماری جاتی ہے اور قبول نہیں ہوتی۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَيْلٌ لِلْمُصَلِّينَ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ترجمہ یعنی لعنت ہے ان نمازیوں پر جو اپنی نماز کی حقیقت سمجھنا واقف ہیں۔ اور حدیث نبوی میں بھی ایسا ہی مذکور ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں وَإِذَا صَبَحَ رُكُوعُهَا وَسُجُودُهَا وَالْقِرَاءَةُ فِيهَا قَالَتْ الصَّلَاةُ ضَبَعَكَ اللَّهُ كَمَا ضَبَعَنِي ثُمَّ صَوَّعَ بِهَا وَظَلَمَ ثُمَّ حَتَّى شَتَّى إِلَى السَّمَاءِ فَتَخَلَّقُ أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَتُفَاتِحُ قُلُوبُ الْمَلَائِكَةِ

کَمَا يَكْفِيكَ التَّوْبَةُ الْخَالِقُ فَيَضْرِبُ بِهَا وَجْهَهُ صَاحِبَهَا ثُمَّ جَمْعَ جِبِ كَوْنِي مُخْلِصَ نَازِكَا رُكُوعٍ أَوْ
سُجُودٍ ضَالَعٍ كَيْفَ أَوَّلَ سَمِيسٍ فَرَاتٍ تَهَيَّكُ نَظَرِي لَوْ أَسْكُو نَازِكَتِي هِيَ كَمَا تَقَالِي تَهَيَّ ضَالَعٍ
كُرِّي جِيسَا كَمَا تَوْنِي مَجْهَضَانِ كَيْفَ يَحْزَنُ شَيْءُ أَسْكُو أَوْ يَرْجُوَانِي هِيَ - أَوَّلَ سَمِيسٍ نَازِكِي أَوَّلَ سَمِيسٍ
هُوَ تَابَ جِبِ آسَمَانِ كَيْفَ يَحْزَنُ شَيْءُ أَسْكُو أَوْ يَرْجُوَانِي هِيَ - أَوَّلَ سَمِيسٍ نَازِكِي أَوَّلَ سَمِيسٍ
كُنْ جَاتِي هِيَ - يَحْزَنُ شَيْءُ أَسْكُو أَوْ يَرْجُوَانِي هِيَ - أَوَّلَ سَمِيسٍ نَازِكِي أَوَّلَ سَمِيسٍ
كُنْ جَاتِي هِيَ - يَحْزَنُ شَيْءُ أَسْكُو أَوْ يَرْجُوَانِي هِيَ - أَوَّلَ سَمِيسٍ نَازِكِي أَوَّلَ سَمِيسٍ

حقیقت نماز از زبان حضرت مولانا جلال الدین محمد صاحب منہوی

کای خدا پیش تو ما قربان شدیم
ہمچنین در ذبح نفس کشتنی
کرد جان تکبیر بر جسم نبیل -
شد بسم اللہ بسل در نماز
در حساب و در مناجات آیدہ
بر مثال راست خیز و رستخیز
اندریں مہلت کہ من دادم ترا
قوت و قوت در چہ فانی کردہ
ہنچ جس را در کجا یا لودہ
صد نہاراں آید از حضرت جنیں
داز خجالت شد و فنا اندر رکوع
در رکوع از سر تم تسبیح بخواند
از رکوع و پا سنج حق بر شمر
باز اندر او فتداں نابکار
از سجود و وادہ از کردہ خبر
کہ بخوابم جست از تو موبہو
کہ خطاب میدیے بر جہاں زویش

معنی تکبیر این است ای سلیم
وقت ذبح اللہ اکبر سے کہنی
تن جو اسمیل و جاں ہمچوں خلیل
گشت گشتہ تن نہ ہو تھا و آرز
چوں قیامت پیش حق صفہ از
ایتادہ پیش یزدان اشک بزر
حق ہی گوید چہ آوردی مرا
عمر خود در چہ بیایاں بردہ
گوہر دیدہ کجا فرسودہ
ہمچنین پنجاہ ماے دو گلیں
در قیام میں نکھتا دار و در جمع
قوت استادان از خجالت نماد
باز فرماں آیدش بردار سر
سر بار داو و گرہ شمر مسا
باز فرماں آیدش بردار سر
باز گوید سر بر آرد باز گو -
قوت استادان پانچویش

پس نشیند قعہ زان بار گراں
نغمتے وادوم بگوشتگرش چه بود
رو بدست راست آرد و سلام
یعنی لے شانیں شفاعت کیں
انبیا گویند روز چارہ رفت
رو بخجرا ند لبوے دست چپ
ہیں جواب خویش گوباگردگار
نہ ازیں سونہ زان سو چارہ شد
از ہمہ نو مید شد مکیں کیا
کز ہمہ نو مید گشتم لے خدا
در نماز این خوش اشتهایم
بچه بیروں آرزو بیضہ نماز

حضرتش گوید سخن گویا بیاں
دادمت سرمایہ ہیں بنمای سود
سوئے جان انبیاء آل کرام
سخت در گل ماندہ از غم دل زویم
چارہ آنجا بود و دست او زلف
در تبار خویش گویندش کہ خب
ما کیم لے خواجہ دست اناباد
جان آل بیچارہ صد دل پار شد
پس برآر و ہر دو دست اندر د
اول و آخر توئی لے متہا
تا بدانی کماں بخوابد شد یقین
سر مزن چوں مرغ بے تعظیم

بشنو از اجار آل حد الصدور

لا صلوة تتم الا بالحضور

ترجمہ۔ یعنی تکبیر تحریمیہ کا یہ مطلب ہے کہ اے خدا ہم نے تیرے آگے اپنے آپ کو قربان کر دیا
جیسا کہ تم جالوز کو ذبح کرنے کے وقت ابد الکر لکھ کر ذبح کرتے ہو ایسا ہی تم اپنی نفسانی خواہشوں
کو تکبیر تحریمیہ میں ذبح کر ڈالو جسم اسمعیل کی مثل اور جان ابراہیم فلیل اللہ کی مثل سمجھو اور جان
نے جسم پر تکبیر کہی ہے۔ جب جسم نفسانی خواہشات اور حرصوں سے مقتول ہو جاوے تو
وہ نماز میں بسم اللہ سے ہی مذبح ہو جاتا ہے۔ نماز کے قیام میں یہ اشارہ سمجھو کہ گویا میدان
قیامت میں تم خدا تعالیٰ کے حضور میں صف بستہ کھڑے ہو اور وہ تم سے حساب لے رہا
ہے اور تم مناجات کر رہے ہو۔ سمجھو کہ خدا تعالیٰ کے آگے کھڑے ہوئے زاری کر رہے
ہو۔ اور خدا تعالیٰ انکو کہتا ہے کہ یہ مہلت جو میں نے تمکو دی ہے انہیں تم میرے لئے
کیا لائے ہو۔ اپنی عمر تم نے کس کام میں صرف کی اور روزی اور طاقت جو میں نے تمکو دی تھی
وہ تم نے کہاں خرچ کی۔ آنکھوں کو تم نے کہاں صرف کیا اور پانچ حواس کو تم نے کہاں لگایا۔
اسی طرح خدا تعالیٰ کی طرف سے اسکو ہزاروں دردناک پیغام سمجھنا چاہئے کہ قیام میں یہ باتیں

خدا تعالیٰ کی طرف سے وار دہوتی ہیں۔ اور رکوع میں یہ اشارہ سمجھ کر ان باتوں سے منہ نہ ہو کر سرنگوں ہو گیا ہوں۔ گویا سمجھ کر شرمندگی سے کھڑا ہونے کی طاقت نہیں رہی اور سرنگوں ہو کر شرمندگی سے تسبیح پڑھتا ہے۔ پھر یہ سمجھ کر خدا تعالیٰ کی طرف سے حکم آتا ہے کہ سر اٹھا اور خدا تعالیٰ کو جواب دو۔ سجدہ میں یہ اشارہ سمجھ کر رکوع کرنے والا گویا سر اٹھا کر بحالت شرمندگی منہ کے بل گرتا ہے۔ پھر اسکو حکم آتا ہے کہ سر اٹھا کر جواب دو۔ پھر حکم الہی آتا ہے کہ سر اٹھاؤ کہ میں تم سے بال بال کا حساب لوں گا۔ اب یہ سمجھ کر اسکو کھڑا ہونے کی طاقت نہیں رہی اور خطاب الہی کی حسرت نے اسکی جان پر اثر کیا۔ گویا اس بھاری بوجھ سے فغہ میں بیٹھا اور خدا تعالیٰ اسکو فرماتا ہے کہ بیان کرو کہ جو نعمتیں میں نے تمکو دی تھیں انکا شکریہ تم نے کیا ادا کیا۔ میں نے تمکو اس المال دیا تھا اسکا نفع کہاں ہے۔ وہیں جانب سلام پھیرنے میں یہ اشارہ ہے کہ دائیں جانب انبیاء علیہم السلام کو سلام دیتا اور ان سے عرض حال کرتا ہے کہ میں نابکارہ سخت دراندہ و عاجز ہو گیا ہوں۔ گویا انبیاء علیہم السلام اسکو کہتے ہیں کہ اب سفارش کا دن نہیں رہا سفارش کا علاج دنیا ہی میں ہو سکتا تھا۔ اب بات ہاتھ سے نکل گئی تب وہ گویا بائیں جانب سلام کہتا اور اپنے خویش و اقارب میں جاہ جوی کر رہا ہے۔ وہ بھی اسکو سب جواب دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے آگے اپنا جواب تم خود ہی پیش کرو ہم کیا چیز ہیں کہ تمہاری سفارش کر سکیں ہم سے ہاتھ دھولو۔ اور کچھ امید نہ رکھو۔ جب ادرہ ادرہ سے اسکو جواب ملتا ہے تو اسوقت اسکا دل ٹکڑے ٹکڑے اور سخت غموم ہوتا ہے اور سب کے ناامید ہو کر عاجزانہ دوزلوں ہاتھ دھلکے لئے خدا تعالیٰ کے آگے اٹھتا ہے کہ اے خدا میں سب کے ناامید ہو گیا ہوں۔ اول اور آخر میں میرا مرجع و منتہا تو ہی ہے۔ نماز میں یہ نکات یاد رکھو۔ اور یقین جانو کہ انسان پر ایسی حالتیں آتی ہیں۔

اس طرح ان اشارات و نکات کو جبکہ نماز کے اندر سے سے بچ نکال لو اور مرغ کی طرح بے تعظیمی سے سر نہ مارو کیونکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ کوئی نماز بغیر حضور دل کامل نہیں ہوتی۔

حقیقت و عاوقضا

اگرچہ دنیا کی کوئی خیر و شر مقدر سے خالی نہیں تاہم قدرت نے اس کے حصول کے لئے

اسباب مقرر کر رکھے ہیں جنکے صحیح اثر میں کسی غفلت کو کلام نہیں۔ مثلاً اگرچہ مفتر پر لحاظ کر کے دوا کا کرنا نہ کرنا درحقیقت ایسا ہی ہے جیسا کہ دعا یا ترک دعا مگر کیا کوئی یہ رائے ظاہر کر سکتا ہے کہ مثلاً علم طب سرسرا بطل ہے اور حکیم حقیقی نے دواؤں میں کچھ بھی اثر نہیں رکھا۔ جبکہ خدا تعالیٰ سب بات پر قادر ہے کہ نزدیک اور ستھو نیا اور سنا اور حب الملوک میں تو ایسا قوی اثر رکھے کہ انکی پوری خوراک کھانے کے ساتھ ہی دست چھوٹ جاتے ہیں۔ یا مثلاً اسم الفاراد بریش اور دوسری ہلاہل زہروں میں وہ غضب کی تاثیر ڈال دی کہ انکا کامل قدر و ثمرت چند منٹوں میں ہی اس جہان سے رخصت کر دے تو پھر کیونکر یہ امید کیجائے کہ خدا تعالیٰ اپنے برگزیدوں کی توجہ اور عقد ہمت اور تضرع کی بھری ہوئی دعاؤں کو فقط مردہ کی طرح رہنے دے جنہیں ایک ذرہ بھی اثر نہ ہو۔ کیا یہ ممکن ہے کہ نظامِ آہی میں اختلاف ہو اور وہ ارادہ جو خدا تعالیٰ نے دواؤں میں اپنے بندوں کی بھلائی کے لئے کیا تھا وہ دواؤں میں سرعی نہ ہو۔

جو شخص دعا کی اعلیٰ تاثیروں پر ذاتی تجربہ نہ رکھتا ہو اور استجاب دعا کا قائل نہ ہو۔ اسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی ایک مدت تک ایک پورانی اور سال خورہ اور مسلوب القوی دوا کو استعمال کرے اور پھر اسکو بے اثر پاکر اس دوا پر عام حکم لگا دے کہ اس میں کچھ بھی تاثیر نہیں۔

استجاب دعا یعنی قبول دعا کا مسئلہ درحقیقت دعا کے مسئلہ کی ایک فرع ہے۔ اور یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جس شخص نے اصل کو سمجھا ہوا نہیں ہوتا اسکو فرع سمجھنے میں پیچیدگیاں واقع ہوتی ہیں اور ذہن کے لگتے ہیں۔

دعا کی ماہیت یہ ہے کہ ایک سجدہ بندہ اور اسکے رب میں ایک تعلق مجاذبہ ہے یعنی پہلے خدا تعالیٰ کی رحمانیت بندہ کو اپنی طرف کھینچتی ہے پھر بندہ کے صدق کی کوششوں سے خدا تعالیٰ اس سے نزدیک ہو جاتا ہے۔ اور دعا کی حالت میں وہ تعلق ایک خاص مقام پر پہنچ کر اپنے خواص عجیبہ پیدا کرتا ہے۔ جو جس وقت بندہ کسی سخت مشکل میں مبتلا ہو کر خدا تعالیٰ کی کثرت کامل یقین اور کامل امید اور کامل محبت اور کامل وفاداری اور کامل ہمت کے ساتھ جہکتا ہے اور نہایت درجہ کا بیدار ہو کر غفلت کے پردوں کو چیرتا ہوا فنا کے میدانِ نور میں آگے سے آگے نکل جاتا ہے۔ پھر آگے کیا دیکھتا ہے کہ بارگاہ الوہیت ہے اور اسکے ساتھ

کوئی شریک نہیں۔ تب اسکی روح اُس آستانہ پر سر رکھ دیتی ہے اور قوت جذب جو اس کے اندر رکھی گئی ہے وہ خدا تعالیٰ کی عنایات کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ تب اسدِ جلالانہ اس کام کے پورا کرنے کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اس دعا کا اثر ان تمام مبادی اسباب پر ڈالتا ہے جسے ایسے اسباب پیدا ہوتے ہیں جو اس مطلب کے حاصل ہونے کے لئے ضروری ہیں۔ مثلاً اگر بارش کے لئے دعا ہے تو بعد استجاب دعا کے وہ اسباب طبعیہ جو بارش کے لئے ضروری ہوتے ہیں اس دعا کے اثر سے پیدا کئے جاتے ہیں۔ اسی وجہ سے یہ بات ارباب کشف اور کمال کے نزدیک بڑے بڑے تجارب سے ثابت ہو چکی ہے کہ کمال کی دعائیں ایک قوت ملکوتی پیدا ہو جاتی ہے یعنی باذنہ تعالیٰ وہ دعا عالم سفلی اور علوی میں تصرف کرتی ہے اور عناصر اور اجرام فلکی اور انسانوں کے دلوں کو اس طرف لے آتی ہے جو طرف موکد مطلوب ہے۔ خدا تعالیٰ کی پاک کلماتوں میں اسکی تفسیر کچھ کم نہیں ہیں۔ بلکہ اعجاز کے بعض اقسام کی حقیقت بھی درجِ حمل استجاب دعا ہی ہے۔ اور مستفید رہنما رول معجزات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے ظہور میں آئے ہیں یا کچھ کہ اولیائے کرام ان دنوں تک عجائب کرامات دکھلاتے رہے ہیں اسکا اصل اور منبع یہی دعا ہے اور اکثر دعاؤں کے اثر سے ہی طرح طرح کے خوارق قدرت قادر کا تماشا دکھلا رہے ہیں۔

وہ جو عرب کے بیابانی ملک میں ایک عجیب ماجرا گذرا کہ لاکھوں مردے تھوڑے دنوں میں زندہ ہو گئے اور ریشتموں کے بگڑے ہوئے انہی رنگ پگڑ گئے اور آنکھوں کے اندھے بینا ہوئے اور گونا گونا گونہ انکی زبان پر انہی معارف جاری ہوئے اور دنیا میں دفعۃً ایک ایسا انقلاب پیدا ہوا کہ نہ پہلے اس سے کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا۔ کچھ جانتے ہو کہ وہ کیا تھا۔ وہ ایک فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دعائیں ہی نہیں جنہوں نے دنیا میں شو مجایا اور وہ عجائب باتیں دکھلائیں جو اس ہمیں سے محالات کی طرح نظر آتی تھیں اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَآلِہٖ بِعَدَدِ دَہِیۃٍ وَرَہِیۃٍ وَحَیۃٍ لِّہِذِہِ الْاُمۃِ وَاَنْزِلْ عَلَیْہِ الْوَارِثِیۡنَ اِلَی الْاٰخِرِ۔

سوال۔ دیکھا جاتا ہے کہ بعض دعائیں خطا جاتی ہیں اور انکا کچھ اثر معلوم نہیں ہوتا۔
جواب۔ ہم جیسے ہیں یہی حال دعاؤں کا بھی ہے۔ کیا دعاؤں نے موت کا دروازہ بند کر دیا ہے یا انکا خطا جانا غیر ممکن ہے۔ مگر کیا باوجود اس بات کے کوئی انکی تاثیر سے

انکار کر سکتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ ہر ایک امر پر تقدیر محیط ہو رہی ہے۔ مگر تقدیر نے علوم کو ضائع اور بے حرمت نہیں کیا اور نہ اسباب کو بے اعتبار کر کے دکھلایا بلکہ اگر غور کر کے دیکھو تو یہ جسمانی اور روحانی اسباب بھی تقدیر سے جدا نہیں ہیں۔ مثلاً اگر ایک بیمار کی تقدیر نیک ہو تو اسباب علاج پورے طور پر میسر آجاتے ہیں اور جسم کی حالت بھی ایسے درجہ پر ہوتی ہے کہ وہ اُن سے نفع اٹھانیکے لئے مستعد ہوتا ہے تب دعا نشانہ کی طرح جا کر اثر کرتی ہے یہی قاعدہ دعا کا بھی ہے۔ یعنی دعا کے لئے بھی تمام اسباب و شرائط قبولیت اس جگہ جمع ہوتے ہیں جہاں ارادہ الہی اسکے قبول کرنے کا ہے۔ خدا تعالیٰ نے اپنے نظام جسمانی اور روحانی کو ایک ہی سلسلہ موثرات اور مشاثرات میں باندھ رکھا ہے۔

قبولیت دعا کے آثار

دعا جب قبول ہو نیوالی ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ بندہ کے دل میں ایک سچا جوش اور اضطراب پیدا کر دیتا ہے۔ اور بسا اوقات اللہ تعالیٰ جو وہی ایک دعا سکھاتا ہے اور الہامی طور پر اسکا پیراہن بنا دیتا ہے جیسا کہ فرماتا ہے قُلْ فِی اَدَمَ مِنْ زَیْدٍ کَلِمَاتٍ اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے راستباز بندوں کو قبول ہو نیوالی دعائیں جو الہاماً سکھا دیتا ہے۔ بعض وقت ایسی دعائیں ایسا حصہ بھی ہوتا ہے جسکو دعا کرنا انا پسند کرتا ہے مگر وہ قبول ہو جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس آیت کی مصداق ہوتی ہے عَسٰی اَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ

وہ دعا جو معرفت کے بعد اور فضل کے ذریعہ سے پیدا ہوتی ہے وہ اور رنگ اور کیفیت رکھتی ہے۔ وہ فنا کرنے والی چیز ہے۔ وہ گداز کرنے والی آگ ہے۔ وہ رحمت کو کھینچنے والی ایک مقناطیسی کشش ہے۔ وہ موت ہے پر آخر کو زندہ کرتی ہے وہ ایک تشدیل ہے پر آخر کو کشتی بجاتی ہے۔ ہر ایک بگڑی ہوئی بات اس سے بجاتی ہے۔ اور ہر ایک زہر آخر اس سے تریاق ہو جاتا ہے۔

مبارک وہ قیدی جو دعا کرنے میں تھکتے نہیں۔ کیونکہ ایک دن ربانی پائینگیے مبارک وہ اند ہے جو دعاؤں میں شرت نہیں ہوتے کیونکہ ایک دن دیکھنے لگیں گے مبارک وہ جو قبروں میں پڑے ہوئے دعاؤں کے ساتھ خدا تعالیٰ کی مدد چاہتے ہیں کیونکہ ایک دن

بقروں سے باہر نکالے جائیں گے۔ مبارک نم جبکہ تم دعا کرنے میں کبھی ماندہ نہیں ہوتے۔ اور تمہاری روح دعا کے لئے کھلتی اور تمہاری آنکھ آنسو بہاتی اور تمہارے سینہ میں ایک آگ پیدا کر دیتی ہے اور تمہیں تنہائی کا ذوق اُٹھانے کے لئے اندھیری کو ٹھپوں اور سنان جنگلوں میں لے جاتی ہے اور تمہیں بے تاب اور دیوانہ اور از خود رفتہ بنا دیتی ہے کیونکہ آخر تم پر فضل کیا جائیگا۔

آنے والی بلائیں خواہ پیشگوئی کے رنگ میں ظاہر کیجائیں اور خواہ صرف خدا تعالیٰ کے ارادہ میں مخفی ہوں وہ دعا و صدقہ و خیرات و توبہ و استغفار سے ٹل سکتی ہیں تب ہی تو لوگ مصیبت کے وقت صدقہ و خیرات دیا کرتے ہیں۔ اور تمام بیبیوں کا اس پر اتفاق ہے کہ دعا و صدقہ و خیرات و توبہ و استغفار سے رو بلا ہوتا ہے۔

ہماری اسلامی تفسیروں اور نیز بائبل میں بھی لکھا ہے کہ ایک بادشاہ کی نسبت وقت کے نبی نے پیشگوئی کی تھی کہ اُسکی عمر پندرہ روز رہے گی۔ مگر وہ بادشاہ تمام رات روز تار مار تب اُس نبی کو دوبارہ الہام ہوا کہ ہم نے پندرہ دن کو پندرہ سال کے ساتھ بدل دیا۔

احمد۔

صورت دعا

دعا وہ اکیس ہے جو ایک مشتبہ خاک کو کیسا کر دیتی ہے۔ وہ ایک پانی ہے جو اندرونی غلافوں کو دہو دیتا ہے۔ دعا کے ساتھ روح کھلتی ہے۔ اور پانی کی طرح بہ کر آستان حضرت احدیت پر گرتی ہے۔ وہ خدا کے حضور میں کھڑی بھی ہوتی ہے اور کوع بھی کرتی ہے اور سجدہ بھی کرتی ہے اور اسکی ظل وہ نماز ہے جو اسلام نے سکھلائی ہے۔ روح کا کھڑ ہونا یہ ہے کہ وہ خدا کے لئے ہر ایک مصیبت کی برداشت اور حکم ماننے کے بارے میں مستعدی ظاہر کرتی ہے۔ اور اسکا کوع یعنی جہننا یہ ہے کہ وہ تمام محبتوں اور نفقوں کو چھوڑ کر خدا تعالیٰ کی طرف جھک آتی ہے اور خدا کے لئے ہو جاتی ہے۔ اور سجدہ یہ ہے کہ وہ خدا کے آگے اپنے تئیں بھلی کھو دیتی ہے اور اپنے نقش وجود کو مٹا دیتی ہے۔ یہی دعا ہے جو خدا کو ملاتی ہے۔ اور شریعت اسلامی نے اسکی تصویر معمولی نماز میں کہنیکہ دکھلائی ہے نا وہ جمائی نماز روحانی نماز کی طرف محرک ہو کیونکہ خدا تعالیٰ نے انسان کے وجود کو ایسی بناوٹ پر پیدا کیا ہے کہ روح کا اثر جسم پر اور جسم کا اثر روح پر ضرور ہوتا ہے۔ جب

تمہاری روح نکلے ہو تو آنکھوں سے بھی آنسو جاری ہو جاتے ہیں اور جب روح میں خوشی پیدا ہو تو چہرہ پر ہنسا شاد ظاہر ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ انسان بسا اوقات ہنسنے لگتا ہے۔ ایسا ہی جب جسم کو کوئی تخلیف اور درد ہو چکے تو اس درد میں روح بھی شریک ہو جاتی ہے۔ اور جب جسم کسی ٹھنڈی ہوا سے خوش ہو تو روح بھی اس سے کچھ حصہ لیتی ہے۔ پس جسمانی عبادت کی غرض یہی ہے کہ روح اور جسم کے باہمی تعلقات کی وجہ سے روح میں حضرت احدیت کی طرف حرکت پیدا ہو اور وہ روحانی قیام اور رکوع اور سجود میں مشغول ہو جائے کیونکہ انسان ترقیات کے لئے مجاہدات کا محتاج ہے۔ اور یہ بھی ایک قسم کا مجاہدہ ہے یہ تو ظاہر ہے کہ جب دو چیزیں باہم پیوست ہوں تو جب ہم ان میں سے ایک چیز کو اٹھائیں گے تو اس اٹھانے سے دوسری چیز کو بھی جو اس سے ملتی ہے کچھ حرکت ہوگی۔ لیکن صرف جسمانی قیام اور رکوع اور سجود میں کچھ فائدہ نہیں ہے جب تک کہ اس کے ساتھ کوشش شامل نہ ہو کہ روح بھی اپنے طور سے قیام اور رکوع اور سجود سے کچھ حصہ لے۔ اور یہ حصہ لینا معرفت پر موقوف ہے اور معرفت فضل الہی پر موقوف ہے۔ احمد۔

بالحکماء

میت پر نماز جنازہ پڑھنے کی وجہ

جب انسان کوئی فعل کرتا ہے تو اس کی عقل کا مقصد ہے کہ اس فعل کے نتیجہ پر اس کی نظر ہو۔ کیونکہ انحال کسی نہ کسی نتیجہ کو مد نظر رکھ کر کمال لائے جاتے ہیں۔ جبکہ شریعت کا خطاب ہی عقل پر ہے تو یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ شریعت نے عقل کو کسی ایسے امر کے لئے پر مجبور کیا ہو جس میں اس کو کسی نتیجہ پر پہنچنے کے لئے راہ ہی نہ دیا ہو۔ اگر شریعت کا راستہ اور ہوتا اور عقل کا اور تو شریعت عقل کو ہرگز خطاب نہ کرتی۔ چنانچہ اس کتاب کی تہذیب میں ہم نے اس امر کا مفصل ذکر کیا ہے۔ اور آئندہ بھی حسب موقع مختلف پیرایوں میں اسی کو ہم دوہرائیں گے۔ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی فتوحات مکیہ میں لکھتے ہیں۔

الشرع یقبلہ عقل وایمان وللقول موازین واوزان

عِنْدَ الْإِلَهِ عُلُومٌ لَيْسَ يَعْرِفُهَا إِلَّا كَيْبٌ لَهُ فِي الْوَزْنِ رَجْحًا
ترجمہ۔ یعنی اسلامی شریعت اسی ہے کہ اسکو عقل و ایمان دونوں قبول کرتے ہیں۔ اور
 شریعت کے بقول کے لئے تنازعہ اور قول مقرر ہیں۔ خدا تعالیٰ کے خزان معرفت
 میں اسرار شریعت کے ایسے علوم ہیں جنکو ہر ایک انسان نہیں پہچان سکتا۔ مگر وہ دانشمند
 پہچان سکتا ہے جسکے عقل کے وزن کا پلڑا بھاری ہو۔

عقل کا تقاضا ہے کہ جب کسی انسان کو بہت سے آدمیوں کا گروہ کسی عالیشان حاکم کے
 آگے لیجا کر اُسکے لئے سفارش کریں اور اُسکی معافی کی درخواست کریں۔ اور اُسکے لئے
 گڑگڑا کر التجا کریں تو بالآخر اُسکا قصور معاف ہو جاتا ہے۔ یہی نماز جنازہ کا راز ہے۔ یعنی نماز
 جنازہ اسلئے مقرر کی گئی ہے کہ مومنین کے ایک گروہ کا میت کی سفارش کے لئے شریک
 ہونا اُسپر رحمت الہی کے نازل ہونے میں بڑا کامل اثر رکھتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 فرماتے ہیں مَا مِنْ مُسْلِمٍ مَيِّتٍ فَيَقُومُ جَنَازَتُهُ اَرْبَعُونَ رَجُلًا لِكَيْ يَشْفَوْا رُبَّ النَّاسِ
 شَيْئًا اِلَّا شَفَعَهُمُ اللّٰهُ فِيْهِ **ترجمہ**۔ یعنی کوئی مسلمان ایسا نہیں مرنے والا ہے کہ اُسکے جنازہ پر
 چالیس آدمی کھڑے ہوں جو خدا تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرتے ہوں مگر اُس میت کے
 حق میں انکی سفارش قبول فرماتا ہے چونکہ ان لوگوں کی دعاؤں کا اثر پورا پورا ہوتا ہے جنکی
 خدا تعالیٰ کے ہاں عزت ہے وہ دعا پر دوں کو بھلا کر اُس شخص کو نزول رحمت الہی کا
 مستحق بنا دیتی ہے جس طرح نماز استسفار باران رحمت کے نزول کا باعث ہوتی ہے
 اسی طرح گروہ مومنین کی دعا میت پر نزول رحمت الہی کا باعث ہوتی ہے اسلئے ضروری
 ہوا کہ دو آدموں میں ایک طرف رغبت دلائی جائے۔ یا توفیق دہی اس درجہ کا ہونا چاہیے
 کہ وہ تنہا بہنزلہ ایک گروہ شمار کیا جائے یا ایک بڑی جماعت ہو۔

وجہ یہ ہے کہ جب آدمی کی روح بدن کو چھوڑتی ہے اسکی حس مشترک وغیرہ کو حس اور
 ادراک باقی رہتا ہے۔ اور جو خیالات اور علوم زندگی میں اُسکے ساتھ تھے مرنے کے
 بعد اُسکے ہمراہ رہتے ہیں۔ چنانچہ اسرار اسلام میں پہنے اس امر کو مفصل لکھا ہے اور پھر
 عالم بالا سے اور علوم کا اسپر ترشح ہوتا ہے جنکی وجہ سے میت کو عذاب یا ثواب ہوتا ہے
 اور خدا تعالیٰ کے نیک بندوں کی ہمتیں جب عالم قدس تک پہنچتی ہیں اور اُس میت کے
 لئے وہ گڑگڑا کر دعا کرتے ہیں یا میت کے لئے بہت کچھ صدقہ دیتے ہیں تو حکم الہی سے

میت کے حق میں وہ نافع پڑتا ہے اور اُس عالم سے جب اُس پر فیضان ہوتا ہے تو اُس کے ساتھ ہو کر اُس میت کی درستی حالت کا سبب ہو جاتا ہے۔ فضل۔

حکمت یا تم پرسی

چونکہ میت کے گہر والوں کو اسکی موت سے سخت رنج ہوتا ہے لہذا دنیا کے اعتبار سے اُنکے حق میں بھلائی یہ ہے کہ لوگ اسکی تعزیت کے لئے آئیں تاکہ اُنکا رنج کچھ کم ہو۔ اور میت کے دفن کرانے میں شریک ہو کر انکی مدد کریں۔ اور انکو ایک ویزت کھانا دیں۔ اور آخرت کے لحاظ سے اُنکے لئے بہتر یہی ہے کہ انکو اجر عظیم کی ترغیب دلائی جائے تاکہ بہرہ تن اسکی پریشانی میں وہ مصروف نہ ہوں اور خدا کی طرف انکی توجہ ہو اور چلانے اور کپڑے پھاڑنے اور نام اُن چیزوں سے جو غم اور مصیبت کو یاد دلاتی ہیں اور اُنکا غم اور پریشانی بڑھاتی ہیں منع کریں۔ کیونکہ اسوقت وہ لوگ ہنر لہر میں کے ہو جاتے ہیں انکی مرض کا علاج کرنا چاہئے۔ نہ یہ کہ انکی مرض اور بڑھائی جائے۔

انسان کا جتنے ورنیکے وقت ماتمہ بند کرنے کو کھولنے کا راز

اِذَا دَاوَلَا الْمَوْتُ دَفَنُ كَفَّ
وَيَسْطُهَا عِنْدَ الْمَمَاتِ مَوْعِظًا
دَلِيلٌ عَلَى الْحَرْصِ الْمَكْنُونِ
اَلَا فَانْظُرْ فِيْ قَدْ حَرَجَتْ بِلَاغًا

ترجمہ۔ جب بچ پیدا ہوتا ہے تو اپنا ماتمہ بند کرتا ہے اور اسکا ماتمہ بند کرنا اس بات پر دلیل ہوتی ہے کہ زندوں میں حرص مرکب ہوتی ہے اور مرنے کے وقت ماتمہ کھول کر زبان حال سے وعظ و نصیحت کرتا ہے کہ دیکھو میں دنیا کا کوئی مال ساتھ نہیں لے چلا۔ اسکو راہ خدا میں خرچ کرو۔ کیونکہ تمکو بھی ایک دن ایسا ہی دنیا سے نکلنا خالی ماتمہ پڑے گا (فتوحات مکیہ)۔

فرض کفایہ کا راز

بعض فرائض اس قسم کے مقرر کئے گئے ہیں کہ ایک مقام کے بعض افراد اسکو ادا کریں تو وہ سب کی طرف سے ادا ہو جائیں۔ اور اگر سب لوگ اُنکو متفقانہ طور پر کرنے لگیں تو

انتظام معاش برہم ہو جائے۔ انکی نذایر نافعہ معطل ہو جائیں۔ فرض کفایہ کے اصول میں سے یہ بھی ہے کہ اس سے انتظامی حالت درست رہے۔ انکی فروگزاشت سے کسی نفسانی ابتری اور بہیمیت کا غلبہ نہ ہو۔ مثلاً قاضی ہونا۔ علوم دین کی تعلیم۔ خلافت کا انتظام۔ یہ سب امور انتظاماً مقرر ہوئے ہیں۔ ایسے امور کے لئے ایک ایک شخص کافی ہو اور بیماروں کی عیادت۔ نماز جنازہ اسواسطے مشروع ہوئے ہیں کہ بیماروں اور مردوں کی تقصیر نہ ہو۔ بعض لوگ اگر اسکو پورا کر دینگے تو مقصود حاصل ہو جائیگا۔

جنازہ میں چار کبیرات مشروع ہونے کی وجہ

۱۔ ہم قبل ازیں لکھ چکے ہیں کہ احکام کی علتیں و اسباب انکے اوصاف مؤثرہ سے معلوم ہوتے ہیں۔ لہذا واضح ہو کہ جنازہ میں۔ تئنا۔ فاتحہ۔ درود شریف۔ عام ادعیہ ہر عام مومنین پڑھی جاتی ہیں۔ ان ہر چار شہداء کے اوصاف مؤثرہ مردہ کے لئے امور مندرجہ ذیل پر دلالت کرتے ہیں۔ تئنا کی دلالت مردہ کو حضور الہی میں عاجزانہ پیش کرنے کی درخواست فاتحہ کی دلالت مردہ کے لئے قبر و حشر میں امتنعان الہی و معیت صالحاء کی درخواست۔ درود شریف کی دلالت مردہ کے لئے قبر و حشر میں معیت اپنے نبی کی درخواست۔ عام ادعیہ کی دلالت مردہ کو لئے گروہ منین میں شامل کر دینے کی درخواست پر ہے۔

ان ہر چار امور متذکرہ بالا کی شہادت قرآن کریم سے ملتی ہے اور مرنیکے بعد انسان کو انہی امور کی ضرورت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مردہ کے لئے یہ چار درخواستیں چار کبیرات کے ساتھ الگ الگ کر کے درگاہ الہی میں پیش کی گئی ہیں۔ (۱) مرنیکے بعد انسان کہاں جائیگا جواب۔ خدا تالے کے حضور میں۔ چنانچہ خدا تالے فرماتا ہے ثُمَّ لَمْ يَكُنْ يَرَوْهُمْ إِلَّا نَفْسًا رَّجُولًا پھر مرنے کے بعد تم خدا تالے کے حضور میں پیش کئے جاؤ گے۔ (۲) پھر انسان کہاں جائیگا جواب۔ عِنْدَ مَلِئِكٍ مُّقْتَدِرٍ ترجمہ۔ یعنی بادشاہ قادر و زبردست کے حضور میں۔ (۳) خدا تالے کا حضور تام کہاں ہوگا۔ جواب۔ جنت میں وَاَدْخُلْ فِي عِبَادِی وَاَدْخُلْ جَنَّتِی ترجمہ۔ یعنی داخل ہو جا میرے جنت میں اور داخل ہو جا میرے بندوں میں (۴) انسان کا جنت میں اور کون سا حق ہوگا جواب۔ دَمْنٌ يَطْعُ اللَّهُ وَالرَّسُولُ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ

وَحَسَنٌ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا ترجمہ۔ جو لوگ خدا نواز اور رسول کے فرمانبردار ہیں سو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہیں جنہ خدا نے اپنا احسان کیا وہ انبیاء صدیقین شہداء اور صالحین ہیں اور انکی رفاقت اچھی ہے۔

۲۔ نماز جنازہ میت کے لئے سفارش ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مَا مِنْ أَرْبَعِينَ مِنْ مُؤْمِنٍ يَنْتَفِعُونَ لِمُؤْمِنٍ إِلَّا شَفَعَهُ اللَّهُ مَرَّةً جَمْعًا۔ جس مومن کے لئے ۴۰ مومن سفارش کریں خدا انکی سفارش سن لیتا ہے۔ پس اس سفارش کی چار دعاؤں کو چار تکبیرات کے ساتھ جو الگ الگ کر کے پڑھا جاتا ہے اس میں میت کے لئے چار قسم کی سفارش کی جاتی ہے۔ جسکا اوپر ذکر ہوا۔ فضل۔

نماز جنازہ و صدقہ خیرات سے میت کو فائدہ پہنچنے کا راز

دنیا میں سفارش کرنے اور تاوان دینے سے مجرموں سے عذاب تخفیف ہونے و ٹلنے و رفع ہونیکے مشاہدہ و تجربہ سے کوئی منکر نہیں ہے۔ ایسا ہی گناہگار میت کو دعاؤ نماز جنازہ اور صدقات مالیہ مفید ہوتے ہیں۔ قرآن کریم میں ایسے امور کا بکثرت ذکر آیا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اِنَّ اللّٰهَ اَمَرَكُمْ بِالْصَّدَقَةِ فَاقِ فَاَقِ ذٰلِكَ كَمَثَلِ رَجُلٍ اَسْرَكَ الْعَدُوَّ فَاَوْثَقُوْا يَدَيْهِ اِلٰى عُنُقِهِ وَفَدَّ مَوْلًا لِّیَصْرِیْهُ اَوْ اَعْتَقَهُ فَقَالَ اَنَا اُخِذْتُ مِنْكُمْ بِكُلِّ قَبِيْلٍ وَكَتَبْتُ فِدَايَ لِنَفْسِهِ مِنْهُمْ۔ ترجمہ خدا نواز نے تمکو صدقہ دینے کا حکم فرمایا ہے۔ کیونکہ صدقہ دینا ایسا ہے جیسا کہ ایک شخص کو اس کے دشمنوں نے اسیر کر کے اس کے دونوں ہاتھوں کو اسکی گردن سے باندھ دیا ہو تاکہ اسکی گردن زنی کریں۔ پس وہ کہے کہ میں تمکو کچھ تھوڑا بہت دیکر چٹکارا چاہتا ہوں۔ پس وہ فدیہ دے کر اُن سے خلاص ہو جائے۔

میت کی اولاد و صاحبہ۔ صدقات و خیرات جاریہ میت سے عذاب مٹانے و رفع درجات کے لئے مفید امور ہیں۔ کیونکہ ان امور میں قربت الی اللہ کی مستحکمیت ہے۔ اور راقم حروف نے اپنے والد ماجد غلام محمد خان ابن محمد جمال خان میں کئی بار ان امور کا بجا لے دیا، و کاشفہ مشاہدہ کیا۔ فضل۔

(اِنَّ اللّٰهَ وَاٰتٰی الْبَیِّنٰتِ رَاجِعُوْنَ بِهِنَّ) کی ہدایت فرمائی جو مصیبت زدہ کے لئے داریں میں بہت مفید و نافع ہے۔ اور چونکہ مصیبت زدہ کو مصیبت موت پر بالظور غم و رنج بقا ضائع طبعیت انسانی پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ لہذا خدا تعالیٰ جو بندوں کے حال کا دانا و بینا ہے کفایت سوگ رکھنا جائز رکھا اور وہ ایام سوگ میت کے بعد تین دن میں جنہیں مصیبت زدہ سوگ رکھ کر اپنے غم و رنج کا اظہار کرے جیساکہ مہاجر کو اجازت دی گئی کہ فریضہ حج ادا کرنے کے بعد مکہ میں تین دن قیام کرے۔ اور جو تین دن سے زیادہ سوگ ہو اسکا بہت فساد ہے۔ لہذا اس سے زیادہ سوگ رکھنا منع کیا گیا۔ بخلاف تین دن کے فساد کے کہ وہ بمصلحت حق عورت کم ہے۔ کیونکہ نفس کو مالوفات سے بالکل جدا کرنے سے بہت تکلیف پہنچتی ہے (اسلم) انکو بعض حصہ مالوفات کا دیا گیا تاکہ اسپر بانی کا ترک کرنا آسان ہو جاوے۔ وجہ یہ کہ اگر نفس کو اپنی بعض مرادیں بلجائیں تو اپنی قاتل ہو جاتا ہے اور باقی کا چھوڑنا آسکے سہل ہو جاتا ہے۔ خاوند کا سوگ چار ماہ و س دن رکھنے کی حکمت ہم کتاب النکاح میں ذکر کریں گے۔

اہل اسلام کا مردہ کو خاک میں دفن کرنے اور آگ میں

نہ جلانے کی حکمت

۱۔ دفن کر دینے میں مردہ کے حق میں پردہ پوشی ہے اور زندوں کے حق میں کچھ دشواری نہیں۔ پانی اور ہوا میں مردہ کو رکھیں تو ناک اور آنکھ کو الگ الگ تکلیف پہنچے۔ یعنی بدبو سے ناک سڑ جائے۔ صورت کو دیکھتے تو کہن جدا آئے۔ آگ میں جلایں تو گوشت و عرصہ و راز کی بدبو اور کہن نہیں رہتی پر جلانے کے وقت کی کیفیت تو جلانے والوں اور گرد و پیش کے رہنے والوں سے پوچھو۔ پھر ہوا کی خرابی سے پانی کے بگڑنے کا اور بیاریوں کے پیدا ہونے کا اندیشہ جدار ما۔ اور فساد عناصر سے جو کچھ نقصان عناصر راجع کو پہنچتا ہے وہ جدار ما۔ دفن کرنے میں نہ یہ خرابی نہ وہ فساد۔ بلکہ شیرازہ ترکیب بدن کے کھل جانے سے عناصر راجع بدن مردہ اپنے اپنے موقع اور مقام پر پہنچ جاتے ہیں۔ اور اس لئے مقدر خاک و پانی و ہوا اور آتش جتنے تھے اتنے اُن کے اتنے ہی ہمیشہ رہتے ہیں۔

۲۔ پیش آتش سے زمین کی قوت نامیہ کو جو کچھ نقصان پہنچتا ہے وہ بھی ظاہر ہے۔

اور دفن مردگان سے جو کچھ قوت نامیہ کو قوت پہنچتی ہے وہ بھی چنداں نہاں نہیں تپش کی وجہ سے خدا قوت نامیہ تو خود عیاں ہے باقی دفن کی وجہ سے قوت نامیہ کی قوت کی یہ وجہ ہے کہ بدن انسانی وہ چیز ہے کہ قوت نامیہ کی بہت سے زوروں کے بعد پر وہ عدم صفحہ ہستی پر نمایاں ہوتا ہے۔ غلہ اور سیوہ جات سے اگر بدن انسانی بنتا ہے تو قطع نظر اس سے کہ اس بننے میں نشوونما ہوتا رہتا ہے۔ اور یہ خود قوت نامیہ کا کام ہے۔ یہ غذا بھی تو قوت نامیہ ہی کی کارگزاری کی بدولت اس رنگ و بو اور ذائقہ کو پہنچتی ہیں۔ لفظ قوائے نامیہ نے بڑی دقتوں سے زمین میں سے چھان کر یہ اجزا نکالے تھے بعد دفن وہ اجزا یکجا جمع کر کے جو قوت نامیہ ہی کو لگاتے ہیں اسلئے اگر دفن اور قرب و جوار دفن میں نشوونما کا زور ہو کر رہے تو دور نہیں۔ اور کہیں نہ ہو فضلہ انسانی بائیں وجہ کہ غذا میں سے نکلا ہے اور غذا نتیجہ کارگزاری قوت نامیہ ہے زمین کی قوت اتنا بڑا دیتا ہے کہ کیا کہیں جسم انسانی جو اس سے کہیں زیادہ ہے یہ زور کیوں نہ رکھنا ہوگا۔ جسکا فضلہ ایسا کچھ ہو وہ اصل جو خلا صد اربع عناصر ہو گیا کچھ ہوگا۔ غرض تپش آتش کا قوت سوز ہونا اور جسم انسانی کا قوت انگیر ہونا زمین کے حق میں یقینی ہے۔ اور یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ مرگہٹ ہنڈ پر سبزہ کا نام و نشان نہیں ہوتا اور دفن اہل اسلام پر ہر جگہ سبزہ زرر نظر آتے ہیں۔

۳۔ علاوہ بریں والدہ خیر اندیش اگر سفر کو جاتا ہے تو فرزند و لیعہ کو اسکی مادر مہربان کے حوالہ کرتا ہے اسکی والدہ کی سوکن کو نہیں دیتا۔ مگر یہ ہے تو پھر مناسب یوں ہے کہ تن خاکی کو حوالہ خاک کیا جائے۔ آتش کو نہ دیا جائے۔ بالکلہ روح جسم خاکی کے حق میں مربی ہے۔ چنانچہ اسکی تربیت اور نگرانی سے ظاہر ہے اور یہ کہ خاکی اسکے حق میں بمنزلہ مادر مہربان ہے چنانچہ اس سے اسکا پیدا ہونا خود اس امر پر شاہد ہے۔ اس صورت میں در صورت سفر روح جو وقت انتقال بجانب عالم علوی پیش آتا ہے اگر اس جسم خاکی کو حوالہ آتش کریں اور زمین میں دفن نہ کریں تو ایسا ہے جیسا اپنے فرزند کو اسکی مادر یعنی اسکی والدہ کی سوکن کے حوالہ کیا جائے اور ماں کو نہ دیں۔

۴۔ اگر کسی کے کبوتروں میں کسی کا کبوتر بے چراغے آئے یا کسی کے ریڑ میں کسی کی بکری اسبطر آئے تو اسکو یوں مناسب ہے کہ اوروں کا حق جدا کر کے انکو دیدے پھر غریب کو یہ نہیں پہنچتا کہ اسکے کبوتروں اور ریڑ کو ضبط کر کے لے جائے اور اسکی حیثیت میں

اُن سب کو ہلاک کر دے۔ مگر یہ ہے تو چھپو یوں مناسب ہے کہ اس جسم خاکی کو زمین میں دفن کر دیا تاکہ آب و آتش ہو اور اس سے جدا کر کے چھوڑ دے تا وہ سب اپنے اپنے مقام کو پہنچ جائیں تاکہ وہ آب و ہوا و آتش اپنے اپنے مجلس کو اپنی طرف کھینچ لیں۔ یعنی حرکت خاک و آب و ہوا و آتش اپنے اپنے طبقات کی طرف جو طبعی ہے و دو حال سے خالی نہیں یا یہ خود حرکت کرتی ہوں جیسے اکثر حکماء یونان کہتے ہیں یا اُدھر سے شمش انصال ہو جیسے حکماءے فرنگ کا خیال ہے بہر حال مناسب یوں ہے کہ جسم کو حوالہ زمین کے کر دیں حوالہ آتش نہ کریں کیونکہ یتن خاکی سر سے پائنگ خاک ہے البتہ رطوبت اور باد و آدگر می سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ کچھ اجزا آبی اور ہوائی اور آتش بھی اُمیں آئے ہیں اس نے کسی کو چرایا نہیں۔ اگر زمین میں دفن کر دینگے تو وہ شیرازہ ترکیب کھولکر سب کو جدا جدا کر دے گی اور پھر وہ اجزا خود اپنے اپنے مقام کو چلے جائیں گے۔ مانگے اصول انکو جذب کر لیں گے۔ اور اگر آگ گئے سپرد کیا تو وہ سب کا ستیا ناس کر کے ہیشگی۔

۵۔ محبت باہمی اقربا تو ظاہر ہے مگر غور کرو تو بغالبہ اور انواع و اجناس کے تمام بنی آدم باہمی قریب ہیں۔ اور کیوں نہ ہوں آخر ایک ماں باپ کی سب اولاد ہیں اور اس محبت باہمی کا یہ نتیجہ ہے کہ ایک دوسرے کا حافظ محافظ ہے۔ جیتے جی کی حفاظت میں تو کچھ کلام ہی نہیں۔ مرنے کے بعد بھی یوں جی نہیں چاہتا کہ تن مردہ اقربا کو علیحدہ کر دیں۔ یہی وجہ ہے کہ جدائی کے وقت کسی قدر روتے دہوتے ہیں اور جنازہ اٹھاتے ہیں تو کیا غل مچتا ہے۔ اس صورت میں اگر بوجہ مجبوری پاس نہ رہنے دیں تو کیا مقتضائے محبت یہی ہے کہ یوں جلا کر خاک بنا دیں نہیں اہل محبت سے یہ نہیں ہو سکتا۔ ہاں تاہنقد و آلائش ظاہری سے پاک صاف کر کے اچھا لباس پہنا کر حفاظت سے ایک طرف رکھ دیں تو کچھ مضائقہ نہیں مگر یہ بات بجز خور و گران محبت اور کون جانے۔ و حقیان بے اُتش کو اسکی کیا خبر ہوگی جو امید تصدیق ہو۔ اور نا تجربہ کاران عشق کو یہ بات کیا معلوم ہوگی جو توقع تاہمید ہو۔

جنازہ دیکھ کر کھڑا ہونے کی وجہ

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں اِنَّ الْمَوْتَ فَذَعٌ فَاِذَا رَاَيْتُمُ الْجَنَازَةَ فَتَقَوُّمُوا۔ ترجمہ۔ یعنی موت پریشانی کی چیز ہے۔ پس جب تم کسی جنازہ کو دیکھو تو کھڑے ہو جایا کرو ایسا ہی ساتھ والوں کو امر ہے کہ جب تک جنازہ اُتار کر نہ رکھا جائے لوگ کھڑے رہیں۔

چونکہ لذتوں کے دور کرنے والی کا ذکر اور عزیز و آشنا کے اعتقال سے بچنے کا طریقہ منظور تھا اور یہ ایک باطنی امر تھا کہ اسکے کرنیوالے اور نہ کرنا والے میں تمیز ہو سکتی تھی اس لئے شارع نے اسکے لئے کھڑے ہوئے حکم دیا تاکہ اس مطلوب کا انتخاب ہو جاوے مگر آپ نے اسکو لوگوں پر واجب نہیں کیا اور نہ وہ کسنت قائم ہے۔

مردہ کو نہلانے کی حکمت

۱۔ مردہ کو نہلانے میں یہ وجہ ہے کہ زندہ کے غسل پر تیس کیا جاتے۔ کیونکہ وہ خود اپنی زندگی میں بھی ایسے ہی غسل کرنا تھا اور نہلانے والے بھی خود ایسا ہی نہاتے ہیں۔ اس لئے میت کی تعظیف کے لئے اس سے بہتر اور کوئی صورت نہلانے کی نہیں۔ جسے کہ ہم کہتے ہیں پانی میں ڈالکر مڑہ کو نہلایا جاوے کیوں کہ مرض کے اندر اکثر اوقات بدن میل ہو جاتا ہے اور بدبو پیدا ہو جاتی ہے۔ اور دائیں اعضاء سے شروع کر لیا اسکے حکم یہاں مڑہ کا غسل ہنر لہ زندہ کے ہوا اور ان اعضاء کی عزت معلوم ہو۔

۲۔ مردہ اب خداوند کریم مالک الملوک کے حضور میں مدام حاضر رہنے کو جاتا ہے اسکے اس کے عالیشان و برار کے مناسب ہے کہ خوب نہا ہو مگر حاضر ہو۔ غسل۔

میت کے پاؤں قبلہ کی طرف کر کے اسکو غسل دینا کی وجہ

ہم قبل ازیں لکھ چکے ہیں کہ اسلام اپنے ہر حکم میں اطاعت و فرمانبرداری الہی کا سبق دیتا ہے۔ بلکہ یوں سمجھو کہ اسلام بوم ولادت بلکہ بوم حمل سے لیکر قبر میں داخل ہونے تک انسان کے تمام حرکات و سکنات اختیار پر و غیر اختیار پر میں اطاعت الہی کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ یعنی جس عبادت الہی کے فعل کو انسان با اختیار و غور نہ کر سکے اور وہ اسکو ذمہ ہو تو اسکے لئے دوسروں کو اسکی وجہ مناسبہ برا د کرنے کے لئے تاکید کرے۔ الغرض جو فعل اسلام سکھاتا ہے اس میں اس نے اطاعت الہی کو ملحوظ رکھا ہے۔ اسوجہ سے اس دین کا نام اسلام ہے۔ گویا شارع علیہ الوفاء الصلوٰۃ والسلام نے دین اسلام کی تمام حقیقتوں کو ایک لفظ ہی میں مرکب کر کے اسکا نام اسلام رکھا ہے۔ کیونکہ لغت عرب میں اسلام اسکو کہتے ہیں کہ بطور پیشگی ایک چیز کا عمل دیا جاوے اور یا یہ کہ کسی امر یا خصوصیت کو چھوڑ دیں۔ اور اصطلاحی معنی اسلام

يُصَلِّي الْمَرِيضُ قَائِمًا فَإِنْ كُنَّ يَسْتَيْطِعُ فَقَاعِدًا فَإِنْ كُنَّ يَسْتَيْطِعُ فَعَلَى قَفَاةٍ مَرَجَمَهُ يَجْعَلُ
بِمَارِ كُفْرِهِ نَارِثًا بِرُفْءِ رَأْسِهِ أَوْ كُفْرِهِ نَارِثًا بِرُفْءِ رَأْسِهِ أَوْ كُفْرِهِ نَارِثًا بِرُفْءِ رَأْسِهِ
اور نہ کر سکے تو اپنی پیٹھ پر لیٹ کر اشارات سے ادا کرے۔

اور عینی شارح ہدایہ لکھتا ہے: وَإِنْ لَعَذَرَ الْقَعُودُ أَوْ لَمْ يَسْتَلْقِ عَلَى ظَهْرِهِ
جَاعِلًا رَجُلِيهِ إِلَى الْقِبْلَةِ وَيَضَعُ تَحْتَهُ رَأْسَهُ وَسَادَةً لِيَرْتَفَعَ فَبَصِيرَتُهُ
الْقَاعِدُ وَيَنْصَبُ رُكْبَتَيْهِ إِنْ قَدَّرَ تَحْمِيماً عَنْ مَدِّ رَجُلِيهِ إِلَى الْقِبْلَةِ
مَرَجَمَهُ۔ اگر بیمار کو بیٹھ کر نماز ادا کرنا مشکل پڑ جائے تو اپنی پیٹھ کے بل لیٹے اور پاؤں قبلہ
کی طرف کر کے اشارات سے نماز ادا کرے اور اپنے سر کے نیچے تکیہ رکھ لیوے تاکہ
اس کا منہ بلند رہے اور پیٹھنے والے کی طرح ہو جاوے اور اگر بیمار کو طاقت ہو تو اپنے
دونوں گھٹنوں کو بلند رکھے تاکہ قبلہ کی طرف پاؤں دراز کرنے سے بچے۔

اور فتح قدیر بشرح ہدایہ میں لکھا ہے: وَالْإِسْتِلْقَاءُ عَلَى الظَّهْرِ أَفْضَلُ مِنْ مُطَوِّقِ
الْإِصْطِحَاحِ لِأَنَّ إِشْنَانَ الْمُسْتَلْقِ يَقَعُ إِلَى هَوَاءِ الْكَعْبَةِ وَهُوَ قِبْلَةٌ إِلَى عِدَانِ السَّمَاءِ
وَإِشْنَانُ الْمُسْطَحِمِ إِلَى جَانِبِ قَدَمَيْهِ وَلَئِنْ الْمَرِيضَ عَلَى شَرَفِ الزَّوَالِ فَإِذَا زَالَ
فَقَعْدَ أَوْ قَامَ كَانَ وَجْهُهُ إِلَى الْقِبْلَةِ بِخِلَافِ مَا إِذَا كَانَ عَلَى الْجَنْبِ مَرَجَمَهُ۔ یعنی
وہ بیمار جس کو بیٹھ کر ادا کرنا کی طاقت نہ ہو اس کو پیٹھ پر لیٹ کر نماز ادا کرنا افضل ہے نسبت
پہلو پر لیٹ کر نماز پڑھنے کے۔ کیونکہ پیٹھ پر لیٹ کر نماز ادا کرنے والے کے اشارات
ہو اے کعبہ کی طرف واقع ہو گئے اور وہ فضائے آسمان تک قبلہ ہی ہے۔ اور پہلو پر لیٹ کر
نماز ادا کرنے والے کے اشارات اس کے اپنے ہی قدموں کی طرف واقع ہوں گے۔ کیونکہ
بیماری معرض زوال میں ہوتی ہے۔ پس جب بیماری سبب جاوے اور بیمار بیٹھے یا کھڑا ہو
تو اس کا منہ سیدھا قبلہ کو ہوتا ہے۔ مگر جب پہلو پر لیٹے اور جب اٹھے تو اس کا منہ جنوب
کو ہو گا۔ میت کو قبلہ کی طرف پاؤں کر کے لٹانے میں یہی وجہ ہے کہ وہ اب محذور ہے
اور بجا لیت عذر قبلہ کو منہ کر کے کسی شہر آہی کو ادا کرنا مقصود ہو تو پاؤں قبلہ کی طرف
کرتے پڑتے ہیں۔ فقہائے وضو غسل میں قبلہ کی طرف منہ کرنا مستحب لکھا ہے۔ دیکھو فتح قدیر
و ملاسکین۔ اس لئے میت کو وضو غسل کرانے میں قبلہ رخ کیا گیا ہے۔

۲۔ میت کے پاؤں قبلہ رخ کر کے نہلانے میں یہ بھی راز ہے کہ بہ امر وضو غسل اس

قبلہ کی طرف سے صاحب قبلہ یعنی رب العالمین نے پہنچائے ہیں لہذا انکی تعمیل کی جاتی ہے۔

۱۳۔ میت کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف انابت و رجوع کا وقت اُسکو وضو و غسل دینے کے وقت سے شروع ہوتا ہے اسلئے میت کو قبلہ رخ کر کے غسل دینا میت کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کی صورت ہے۔ لہذا غسل کے وقت اُسکی توجہ کو قائم رکھنے کے لئے ایسا کیا گیا۔ فضل۔

مردہ کے سر کو جانب شمال و پاؤں جنوب کو

کر کے مدفون کرنے کی وجہ

ہم قبل ازیں لکھ چکے ہیں کہ اسلام کے ہر حکم کی بنیاد حکمت الہی پر مبنی ہے قبر میت کے لئے دائمی خواجگاہ اور اسکے اپنے اصل مقام کی طرف رجوع کرنے کی جگہ ہے۔ لہذا اگر میت کا سر قبلہ کو اور اسکے پاؤں مشرق کو کئے جاتے تو اسکا منہ قبلہ کی طرف سے پھرا ہوا اور اسکی پیٹھ قبلہ کو ہوتی۔ اور یہ امر شکار اسلام کے برخلاف ہے اور اگر میت کا سر مشرق کو اور پاؤں قبلہ کو کئے جاتے تو اس میں بھی قبلہ کی بے ادبی لازم آتی۔ کیونکہ خواب کرنے کے وقت بھی قبلہ کی طرف پاؤں کر کے سونا منع آیا ہے اسلئے کہ کعبہ کی تعظیم علی شکار اسلام میں سے ہے اور نیز اس طرح سے منہ جنوب و شمال کو ہو جاتا ہے۔ بنی عبد المطلب میں سے ایک شخص فوت ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکے لئے مدفون کرنے کے وقت فرمایا کہ اُسکے منہ کو قبلہ کی طرف کر دو۔ لہذا الجنازہ اوپر کو بے غلطہ جو کہ اسلام کا اصلی سنٹر و مرکز ہے اسکی طرف منہ کرنے میں جانب شمال و ایں کو اور جانب جنوب بائیں کو ہوتی ہے۔ اور ہم قبل ازیں لکھ چکے ہیں کہ دائیں کو بائیں پر فضیلت و تقدم و متراف خدا تعالیٰ ہی نے عطا کی ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت انسائی کے ہر کام میں اس امر کی فوقیت و قوت کا تجربہ و اثر مشاہدہ میں آچکا ہے لہذا مقتضائے عدالت و انصاف یہی ہے کہ متراف و فضیلت والی اطراف و مکانات سے شریف اعضائے انسانی کو قریب کیا جاوے۔ کیونکہ ہر چیز کا اپنی مناسبت سے پیوست کرنا عید

عدالت والفضائے۔ انسان کا اعلیٰ بدن جس میں اُسکے اعضاء، ریشہ دل، دماغ جگر ہیں انکو دائیں جانب سے مناسبت ہے اور انسان کا اسفل بدن جس میں اُسکے پاؤں وغیرہ دیگر اعضاء شامل ہیں انکو بائیں جانب سے مناسبت ہے لہذا اعلیٰ اعضاء انسان اعلیٰ و افضل طرف کو اور ادنیٰ اعضاء انسان ادنیٰ طرف کو سپرد کئے گئے۔ اور منہ قبلہ کو کیا گیا کہ ہمیں شہادۂ اسلامی کا لحاظ ہے۔

واضح رہے کہ مدفون میت کے لئے شمال و جنوب کی نسبت اُن مالک کے لئے ہے جو کعبہ سے مشرق کو واقع میں اور جو مالک کعبہ سے غرب کو واقع ہیں انکا مدفون ہمارے برعکس ہوگا۔ اس مسئلہ کی مفصل تشریح ہمارے کتاب اسرار شریعت عربی میں انشاء اللہ قائلے ملے گی۔

۲۔ میت کا سر شمال کو کیا جائے تو میت کا منہ قبلہ رخ دائیں طرف سے ہوتا ہے۔ مگر سر جنوب کو کرنے سے میت کا منہ قبلہ کی طرف کرنے میں بائیں جانب آتی ہے۔ اس لئے شمال کی طرف اسکا سر کیا گیا تاکہ اسکا منہ قبلہ رخ اُسی کی دائیں طرف سے ہو دے۔

۳۔ انسانی فطرت اور اسکی اصل غفلت کا مقتضی بھی یہی ہے کہ انسان کو کعبہ کے مقابل اسی ہیئت پر زمین میں مدفون کیا جاوے۔ وجہ یہ ہے کہ انسان کی ابتدائی پیدائش کعبہ سے شروع ہوئی ہے۔ یعنی پہلے پہل جب خدا نے انسان کو پیدا کر نیکا ارادہ کیا تو زمین کعبہ پہلے تیار فرمائی اور پھر اُسکے بعد باقی ساری زمین کا پھیلاؤ کعبہ سے ہوا۔ چنانچہ قرآن کریم میں اس کے متعلق صریح اشارت ملتی ہے قال اللہ تعالیٰ اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّةٍ مَّبَارَکًا وَهَدٰی لِلْعٰلَمِیْنَ پھر ترجمہ یعنی دنیا میں پہلا گھر عبادت الہی کا جو لوگوں کے لئے وضع کیا گیا وہ یہی بابرکت گھر ہے جو مکہ میں ہے اور وہ جہان کے لوگوں کے لئے ہدایت نامہ ہے۔ جَعَلَ اللّٰهُ اَلْکَعْبَةَ الْبَیْتِ الْحَرَامَ قِیَامًا لِّلنَّاسِ پھر ترجمہ۔ یعنی خدا تعالیٰ نے کعبہ کو جو عزت کا گھر ہے لوگوں کے قیام کے لئے بنایا ہے۔ اس آیت شریف میں خدا تعالیٰ نے کعبہ کو انسانوں کے قیام کا سبب بیان فرمایا اور ظاہر کیا کہ جب تک کعبہ کا قیام ہے تب تک انسانوں کا بھی قیام ہے۔ اور جب کعبہ نہ ہوگا تو قیام انسانی بھی نہ ہوگا۔

پس جبکہ خدا تعالیٰ نے کعبہ کو باعث قیام انسان ٹھہرایا تو کعبہ کے مقابل پر زمین کے اوپر

اور زمین کے اندر انسان کی وضع قیام اس ہیئت پر چاہیے جس میں تعظیم کعبہ میں فرق نہ آئے کیونکہ کعبہ کو خدا تعالیٰ نے بیت الحرام یعنی عزت کا گھر اور شعارِ امر یعنی خدا کا نشان قرار دیا ہے لہذا خدا کے معزز کئے ہوئے گھر کی عزت اور خدا کے نشان کی تعظیم کرنا خدا تعالیٰ کی عزت و تعظیم ہے۔

خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں مکہ کو امّ القریٰ قرار دیا ہے۔ امّ عربی زبان میں ماں کو کہتے ہیں اور قریٰ جمع ہے قریہ کی۔ قریہ گاؤں کو کہتے ہیں۔ یعنی یہ ظاہر کیا کہ مکہ دنیا کے دیہات و شہروں کی ماں ہے۔ اور اس لفظ میں اس امر کو ثابت کیا گیا ہے کہ بلحاظ جہانیت و روحانیت بنی آدم کی ماں و اصل مکہ ہی سے ہے۔ بلحاظ جہانیت مکہ کا تمام دنیا کے لئے اصل و مہدار ہونا اور پر بیان ہو چکا ہے۔ اور بلحاظ روحانیت بھی مکہ ہی ہے۔ کیونکہ خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو دنیا میں قیامت تک بنی آدم کے لئے اکمل شریعت لائے وہ بھی مکہ ہی میں پیدا ہوئے لہذا مکہ بنی آدم کی ماں و اصل ٹھہری۔ پس ایسی جسمانی و روحانی ماں کا پاس ادب ضروری ہوا۔ اور پاس ادب اس وضع پر ہو سکتا ہے جو ادب پر بیان ہو چکا۔

سوال۔ احادیث میں تو کہیں مذکور نہیں ہے کہ قبلہ کی طرف پاؤں کر کے نہ سونا چاہئے۔
جواب۔ بطور اشارت نص قرآن و احادیث میں تعظیم قبلہ کا امر آیا ہے اور یہ کوئی دلیل نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص اس بنا پر کہ حدیث میں ذکر نہیں ہے اور اس لئے قرآن شریف پر پاؤں رکھ کر ہوا کرے تو کیا یہ جائز ہو جائیگا۔ مگر نہیں۔ خدا تعالیٰ کے شعار کی تعظیم کرنے کا مؤکہ حکم ہے اور کعبہ خدا تعالیٰ کے عظیم الشان شعار میں سے ہے۔ لہذا خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنْ يُضْمِرْ شِعَارَ اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ فَالِقَ الْهَامِ الَّذِي تَقْوَى الْقُلُوبُ ترجمہ۔ یعنی جو کوئی خدا تعالیٰ کے نشانات کی تعظیم کرے تو یہ امر پر ہیزگاری و لون میں شمار ہوتا ہے۔ فضلہ

بیت کو قبر میں قبلہ کی طرف سے داخل کرنا کی حکمت

اہل اسلام کا بیت کو قبلہ کی طرف سے قبر میں داخل کرنے میں یہ ایسا ہے کہ بیت ملت اسلام پر خدا تعالیٰ کو یہ دکھایا جاتا ہے۔ چنانچہ ابن ماجہ جلد اول صفحہ ۲۴۲ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ادْخَلَ الْبَيْتَ الْقُدْسَ قَالَ بِسْمِ اللَّهِ وَعَلَىٰ مِلَّةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ترجمہ۔ یعنی جب بیت کو

قبر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم داخل کرتے تو فرماتے سیرکت نام خدا و برکت رسول خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام اس میت کو زمین میں رکھا جاتا ہے۔ فضل۔

مردہ کو کافور لگانے کی حکمت

- ۱۔ مردہ کو کافور لگانے کا اسلئے امر ہوا کہ جس چیز کو کافور لگایا جائے وہ جلد نہیں بڑھتی
- ۲۔ کافور لگانے میں یہ فائدہ ہے کہ کوئی سو ذی جانور اس کے قریب نہیں آتا۔
- ۳۔ یہ بھی فائدہ ہے کہ کافور کی بو سے قبر کے کپڑے جو طبعی طور پر زمین میں پیدا ہو جاتے ہیں وہ بھاگ جاتے ہیں۔ البتہ جو اعمال بد کے باعث کپڑے سانپ، کچھو وغیرہ مردہ کو قبر میں کاٹنے کے لئے پیدا ہو جائیں وہ نہ کسی چیز سے ڈرتے ہیں اور نہ بھاگتے ہیں بلکہ دنیا کی کوئی طاقت انکا مقابلہ نہیں کر سکتی (إِلَّا الضُّعْفُ وَالْأَعْدَاءُ) یعنی صدقہ و دعار سے وہ دفع ہو جاتے ہیں اور کافور مردہ کے سات انداموں پر خیر سجدہ کیا جاتا ہے لگایا جاوے اور وہ یہ ہیں۔ پیشانی۔ دونوں گھٹنے۔ دونوں قدم۔ دونوں ہاتھ۔ یہ سات اندام کافور کے لئے اسوجہ سے مخصوص ہیں کہ وہ انہی پر سجدہ کیا کرتا تھا لہذا مزید کرامت کے لئے مخصوص ہوئے۔

۴۔ سارے جسم کی بناوٹ انہی انداموں سے ہوتی ہے۔ انہی کافور لگانے سے گویا سارا جسم انہیں شامل ہو جاتا ہے۔ فضل۔

مومنوں کے چھوٹے مرنے والے بچوں کا اپنے والدین

کے لئے فرط و شفیق واجرو و فرح ہونے کی حکمت

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلُّوا عَلَى أَطْفَالِكُمْ فَإِنَّهُمْ مِنْ أَطْفَالِكُمْ ترجمہ۔ حضرت ابی ہریرہؓ راوی ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ اپنے بچوں پر نماز جنازہ پڑھو کیونکہ وہ تمہارے فرط ہیں۔ نابالغ بچے بیگناہ ہوتے ہیں انکا کوئی گناہ نہیں ہوتا۔ کیونکہ گناہ عدم اطاعت شریعت سے لازم آتا ہے اور بچوں پر تو شریعت نہیں ہوتی۔ کیونکہ شریعت قائل و بالغ کے لئے ہے۔ پس وہ مرتبے بعد برہنہ

چار گانہ فرائض کی غریزہ رکعتوں میں سورت ضم نہ کرنے کی وجہ

واضح ہو کہ ہم قبل ازیں لکھ چکے ہیں کہ مسلسل ابتدا میں نماز دو رکعتیں ہی مقرر ہوئی تھی۔ بعد ازاں خدا تعالیٰ نے ان دو رکعتوں کی تکمیل و اکمال کے لئے نہر و عصر و عشاء کے فرائض کے ساتھ دو دو رکعتیں اور مغرب کی نماز میں حکمت و تدبیر کو ضائع نہ کرنے کی وجہ سے ایک رکعت ملائی۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ جب کسی چیز کا کسر جبر مطلوب ہوتا ہے تو اس کے ساتھ اس کی ایسی چیز ملائی جاتی ہے جو حسب حیثیت و وجہ اس سے ادنیٰ ہو۔ اگر پہلی دو رکعتوں فرائض کے ساتھ دوسری دو رکعتیں کامل مع ضم سورۃ ملائی جائیں جو ہر وجہ و ہر پہلو سے پہلی دو رکعتوں کے برابر ہوں تو کسر جبر و اکمال و تشریع رکعتیں کی حکمت ضائع ہو جاتی۔

پہلی دو رکعتوں کا کسر جبر اس لئے ہوا کہ بسا اوقات حضور و نوح یا انہم دل یا قرأت یا ارکان میں سے کسی رکن میں نقص و کسر رہ جاتی ہے لہذا پہلی دو رکعتوں کے ساتھ دوسری دو رکعتیں ان نقصانات کے معاوضہ کے لئے ملائی گئی ہیں۔

تردید خیالات جگر الوی و گجراتی وغیرہ

سوال۔ کیا فرائض نماز دو رکعتوں سے بھی زیادہ خدا نے مقرر کئے ہیں؟ اگر دو سے زیادہ رکعتیں نماز ہوتی تو اٹکا ذکر قرآن کریم میں ضرور ہونا چاہئے تھا لہذا قرآن کریم سے تو صرف دو رکعتیں ثابت ہوئی ہیں۔ جو لوگ دو سے زیادہ رکعتیں نماز پڑھتے ہیں کیا اٹکا گمان ہے کہ قرآن ناقص ہے؟

جواب۔ دو رکعت سے زیادہ نماز فرائض مشروع ہونے کی وجہ ہم قبل ازیں دوبارہ بیان کر چکے ہیں۔ فطرت صحیحہ اور عقل انسانی کا مقتضی بھی یہی ہے کہ فرائض کی تکمیل کے لئے بالضرور

کوئی ایسا امر معین و مقررہ و فلیفہ ہونا چاہئے تھا۔ لہذا نماز کی آخری رکعتوں کے غیر مشروع ہونا نیکی و ہی انکار کرتے ہیں جو شریعت کی حکمت تشریع سے ناواقف اور احادیث نبویہ یعنی وحی خفی

کے منکر ہوں اور نشانِ خواص نبوت سے بے علم ہوں۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ازالۃ الخفاء میں لکھتے ہیں۔ "وان منہ شد کہ در السموات والارض تبارک وتعالیٰ سائر شرائع

اولاً در مرتبہ کلام نفسی و ازل الانہل معین و مقرر گردانید و اشارہ بہاں مرتبہ است بابتہ کریمہ
اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ

وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ۔ بعد ازاں بر قلب مبارک حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اجمالاً تارۃً وتفصیلاً آخری فرود آورو۔ بعد ازاں آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نصّاً تارۃً و اشارۃً آخری بیان آن فرمودند تا آنکہ آنچہ مراد حق بود ظاہر شد و محبت اللہ قائم گشت و تکلیف عباد آں اعتقاداً و عملاً بظہور رسید ترجمہ یعنی علم لدنی سے یقیناً معلوم ہوگا کہ آسمانوں و زمینوں کا انتظام کرنے والے خدا تعالیٰ نے پہلے ازل میں ساری شریعتوں کو کلام انفسی کے مرتبہ میں مقرر و معین کیا چنانچہ اسی امر آجہی کی طرف اشارہ اس آیت میں ہے اِنَّ عِندَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ترجمہ۔ یعنی مہینوں کی تعداد خدا تعالیٰ کے نزدیک خدا کی کتاب میں جس دن اُس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا بارہ ہے۔ اور ان بارہ مہینوں میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں۔

اُسکے بعد نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل کبھی تو محل اور کبھی مفصل طور پر حکم آہی نازل ہوتے رہے۔ پھر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کبھی نص صریح سے اور کبھی اشارہ سے اُن کو بیان فرمایا یہاں تک کہ جو کچھ خدا تعالیٰ کی مراد تھی وہ ظاہر و باہر اور محبت آہی قائم ہو گئی اور لوگوں کا اُن احکام کے ساتھ اعتقاد و عملی طور پر مختلف و محکوم ہونا ظہور میں آ گیا۔ جو شخص وحی خفی یعنی سنت و احادیث نبویہ کا انکار کرتا ہے اسکو چاہئے کہ قرآن کریم سے اُن بارہ مہینوں کے نام اور پھر اُن چار مہینوں کے نام بتائے جسکو خدا تعالیٰ آیت مذکورہ بالا میں حرمت والے مہینے بتاتا ہے۔

اور اس اعتراض کا جواب کہ جبکہ فرائض کی چار رکعتیں خدا تعالیٰ نے مقرر کی ہیں۔ تو دور رکعت کا اُس نے قرآن کریم میں ذکر کیا اور باقی دو کا کیوں نہ کیا۔ یہ ہے کہ معترض صاحب اگر اس قرآن مجید کا معتقد ہے جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا تو وہ ہمیں بتائے جبکہ خدا تعالیٰ نے جانتا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو جائیگے تو پھر خدا تعالیٰ نے ایسے معین اشخاص کے نام کا حوالہ قرآن کریم میں کیوں نہ دیا جن کو اس نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جانشین و خلیفہ یکے بعد دیگرے مقرر کرنا تھا۔ جسکے ذریعہ اشاعت قرآن کریم اور بین اسلام کو دوبارہ زندگی حاصل ہوئی وہی تو ستون دین تھے۔ کیا خدا تعالیٰ انکی تعیین نام سے بھول گیا۔ پس اس جگہ جو جواب معترض کی طرف سے ہو گا وہی جواب ہماری طرف سے ہو گا

سنو سنو۔ بعلم البقین دانستہ شد کہ اثبات خلافت میں بزرگوارانِ اہل سنت
 از اصول دین تا وفیقہ اہل اہل را محکم نگیند بیچ سکہ از مسائل شریعت محکم نشود زیرا کہ اکثر
 احکامے کہ در قرآن عظیم مذکور شدہ مجمل است بدون تفسیر سلف صالح کجمل آں نتوان رسید
 و اکثر احادیث جزو احد محتاج بیان بغیر روایت جماعت از سلف آں را و استنباط مجتہدان
 از آں متمسک بہ نکر دو و تطبیق احادیث متعارضہ بدون سعی آں بزرگواران صورت نگیرد و
 ہم چنین جمیع فنون و مینیہ مثل علم قرأت و تفسیر و عقائد و علم سلوک بغیر آں را بزرگواران مثال
 نشود و قدوہ سلف دریں امور بخلفائے راشدین است و تمسک ایشان باذیال خلفاء جمیع قرائت
 و معرفت قرأت متواترہ از شاوہ مبنی بر سعی خلفاء است و قضایا و حدود و احکام فقہ و غیر آں بہ
 مرتب بر تحقیق ایشان۔ ہر کہ در شکستن آں اہل سعی سے کند بحقیقت ہدم جمیع فنون و مینیہ خواہد
 ترجمہ۔ یعنی یقیناً ہنس معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کی خلافت کا ثابت کرنا دین کے اصول میں سے
 ایک فصل ہے۔ جب تک لوگ اس اہل اور جو کو محکم نہ پکڑیں تب تک شریعت کا کوئی مسئلہ محکم و مضبوط
 نہیں ہوتا۔ کیونکہ اکثر احکام شریعت جو قرآن کریم میں مذکور ہوئے ہیں وہ مجمل میں بغیر تفسیر کرنے
 سلف صالحین کے وہ حل نہیں ہو سکتے۔ اور اکثر احادیث نبویہ جو محتاج بیاں ہیں وہ گروہ سلف
 صالحین کی روایت کے سوا اور مجتہدوں کا اُن سے مسائل استخراج و استنباط کرنا ہو نہیں سکتا
 اور احادیث متعارضہ کی موافقت اُن بزرگوں کی کوشش کے بغیر نہیں ہو سکتی اور ایسا ہی دین
 اسلام کے سارے فنون۔ علم قرأت۔ علم عقائد۔ علم سلوک وغیرہ ان کے آثار کے سوا محکم نہیں ہو سکتے
 سلف صالحین کی اقتدا ان امور میں خلفائے راشدین کے ساتھ ہے اور انکی دستاویز
 اور ان کا تمسک خلفائے نبوی کی دانگیری پر ہے۔ اور قرآن کریم کا جمع کرنا اور قرأت متواترہ
 اور قرأت شاذ کی شناخت خلفاء کی سعی پر مبنی ہے۔ مفدمات کے فیصلے اور حدیث متعین و منظر
 کرنا اور احکام فقہ کا استنباط کرنا انہی کی تحقیق پر مرتب ہوئے ہیں جو شخص اس اہل اور جس کے
 توڑنے میں کوشش کرتا ہے وہ درحقیقت دین اسلام کے سارے فنون کو توڑ کر ادسکی جھگنی
 چاہتا ہے۔

چکڑ الوی کے علاوہ ہم نے سنا ہے کہ کسی شخص باشندہ گجرات پنجاب کا خیال ہے کہ نماز
 قرآن کریم سے دور کھٹ ثابت ہوتی ہے۔ قرآن کریم سے نماز کے صرف تین اوقات ثابت اور
 باقی دو کی نفی کرتا ہے۔ اسکا دعویٰ ہے کہ نماز میں رکوع کوئی نہیں ہے اور سجدہ صرف ایک ہی

اسی قسم کے اور آزادانہ خیالات کے اظہار کرنا اور قرآن کریم کی تفسیر کے لئے مندرجہ ذیل دلائل معیار ٹھہرتا ہے۔

۱۔ ظنی بات نہ ہو۔

۲۔ ہدایت اور راہنمائی میں بے مثل ہو۔

۳۔ اختلاف نہ ہو۔

۴۔ کوئی لفظ قابل تفسیر ہو تو اس کی تفسیر ہی قرآن شریف سے ہی کی جاوے۔

۵۔ کوئی لفظ قابل تاویل تفسیر ہو تو وہ ہی قرآن شریف سے ہی لیا جاوے۔

۶۔ کوئی حکم انسانی وسعت سے باہر نہ ہو۔

۷۔ تجربہ اور مشاہدہ کے برخلاف نہ ہو۔

۸۔ شان نبوت کے برخلاف نہ ہو۔

۹۔ نور فطرت کے برخلاف نہ ہو۔

۱۰۔ شان خدا کے برخلاف نہ ہو۔

جواب۔ وضع ہو جیسا کہ اکثر لوگ اپنے وعدوں اور اصولوں کے برخلاف چلتے ہیں۔ ایسا ہی یہ شخص اپنے اصول مقرر کردہ کے برخلاف دعویٰ کرتا ہے اکثر لوگ اپنی غلط فہمی سے ناواقف ہی رہتے ہیں جب تک کہ کوئی دوسرا شخص انکو آگاہ نہ کرے۔ جبکہ تم اپنے اصول مقرر کردہ میں تجربہ و مشاہدہ میں بات آئی ہو لی کو مانتے ہو تو اب منوجہ ہو کر سنو۔ کہ یہ مسئلہ مسلم شدہ ہے کہ نباتات اور فلذات اور جمادات کے خواص مام ان میں موجود رہتے ہیں مگر کیا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے خواص کی یا بیکاری کے لئے تم ایک صد سال کے بھی قائل نہیں ہو۔ کیا یہ بات تمہارے اصول اور شان نبوت کے برخلاف نہیں۔ کیونکہ خواص نبوت میں سے ایک یہ بات بھی ہے جو کہ فرض صریح قرآن سے ثابت ہے کہ علما و حکام شریعت کی فہم و تعلیم کے لئے نبی کے خواص سے رنگین کئے ہوئے انسان دنیا میں ہر وقت اور ہر آن موجود رہتے ہیں۔

یعنی خدا کا کلام اور رسول باہم تو آم ہیں۔ اور ان کے بغیر خدا کے کلام کا سمجھنا مشکل ہے کیونکہ تلواروں کی دادرہیشہ ایسے باز کی محتاج ہے

وَقَدْ جَاءَ قَوْلُ اللَّهِ بِالرُّسُلِ قَوْمًا
وَمِنْ دُونِهِمْ هُمُ الْمُكَذِّبُونَ
وَأَنَّ كَلِمَةَ الْإِسْلَامِ تَحْتَاجُ دَاخِلًا

إِلَى سَاعِدٍ يُجْرِي الدَّمَاءَ وَيُنْزِلُ
يَعْصِبُ رِقَبَيْنِ الشُّعْرَيْنِ هَزِيمَةً
إِذَا نَاسَهُ طِفْلٌ ضِعِيفٌ مُحَقَّرٌ
وَأَمَّا إِذَا أَخَذَ الْكَبِيءُ مَفْقَرًا
كَفَى الْعَوْدُ مِنْهُ الْبَدَنُ ضَرْبًا وَيُجْرَى
إِذَا قَتَلَ تَقْوَى الْمَرْءِ قَلَّ اقْتِبَاسُهُ
مِنَ الْوَحْيِ كَالسَّلْحِ الَّذِي لَا يَمُوتُ

وَفِي الدِّينِ اسْرَارٌ وَسُبُلٌ خَفِيَّةٌ
وَيُظْهِرُهَا رَبِّي لِعَبْدٍ يَخْتَرُ
وَكَمْ مِنْ حَقَائِقٍ لَا يَبْرَى كَيْفَ شَجْهًا
لَعَلَّكُمْ يَعْصِدُونَ زُهَايَسَ تَرُ
فَيَأْتِي مِنَ اللَّهِ الْعَلِيمِ مَعْلَمُ
وَيُعْدِي إِلَى اسْرَارِهَا وَيُخَوِّرُ

جو خون کو جاری کرتا اور سر کو بدن سے الگ کرتا
تلوار کو باریک داریں رکھتی ہو مگر تب بھی شکست
جبکہ اسکو کمزور اور ضعیف بچہ ماتھے میں پکڑے گا
لیکن جب بہادر آدمی ایک سخت تلوار کو پکڑے
تو اسکا پہلا وار دوسرے وار کی حاجت نہیں رکھتا
جب انسان کا تقویٰ کم ہو جاتا ہے تو خدا کے کلام سے
اسکا اقتباس بھی کم ہو جاتا ہے جیسا کہ مہینہ کی
آخری رات میں کچھ روشنی نہیں رہتی۔

دین میں بھیبہ ہیں اور پوشیدہ راہیں ہیں۔
اور میرا رب وہ بھی اُس بندہ پر ظاہر کرتا ہے جس پر چھوٹا
بہت سی حقیقتیں ہیں جنکی صورت نظر نہیں آتی۔
اُس شاہ کی طرح جو دور دراز ہے اور سب بندے کے حقیقہ کا نوچھپا
پس خدا کی طرف سے ایک علم آتا ہے۔
اور اُسکے مجید ظاہر کرتا اور بیان فرماتا ہے۔

تمہارے غلط دعوے نے تمہارے اصولوں کو توڑ دیا کیونکہ ان میں تم نے یہ بھی اقرار
کیا ہے کہ تفسیر قرآن میں کوئی بات شانِ خدا کے برخلاف نہ ہو اور چوتھم اُسکے برخلاف کہتے ہو
کہ تیرہ سو سال تک لوگوں کو خدا تعالیٰ قرآنِ فہمی سے قاصر اور عاجز و ناک العزائم دیکھتا رہا۔
اور اتنی مدت دراز غلط فہمی کا خطر ناک قحط پڑا اور کسی انسان کو خدا نے اس بات کی توفیق
رفیق نہ فرمائی۔ یعنی جبکہ قرآن میں صرف دو رکعت بغیر کوع۔ ایک سجدہ والی نماز کا ذکر تھا اور
تیرہ سو سال تک خدا نے اس بات کی کسی کو سمجھ نہ دی مگر اب یہ راز شہر کھلا تو کیا یہ بات
شانِ خدا کے برخلاف نہیں۔ کیا یہ بات تجربہ اور مشاہدہ کے برخلاف نہیں۔ کیا یہ بات خدا تعالیٰ
پر بدظنی میں داخل نہیں۔ تم ہمیشہ دیکھتے رہتے ہو کہ جب جسمانی عالم میں خشکسالی اور قحط اور
امساک ہوتا ہے تو خدا تعالیٰ عالمِ اجسام کو تروتازہ کرنے کے لئے آسمان سے بارش برساتا
ہے اور یہ وقفہ امساک ایک سال سے زیادہ کبھی نہیں ہوتا۔ کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ روحانی
عالم میں تیرہ سو سال تک قحط سالی پڑی رہی اور خدا نے لوگوں کو بادیہ و پیاسا اور بھٹکا ہوا

دیکھنے کے اُپر روحانی یارش نہ برسانی اور اُن کے سمجھانے کے لئے خدا نے کوئی انتظام نہ کیا۔ کیا یہ بات تجربہ اور مشاہدہ کے برخلاف نہیں ہے؟

جبکہ خدا تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کریم میں قیامت تک کا فائدہ الناس کا رسول فرماتا ہے تو پھر بالضرور ماننا پڑا کہ آپ کی نبوت کی خاصیتیں قیامت تک لوگوں میں ہر آن و ہر وقت دنیا میں موجود رہیں گی۔ یہ بڑی خطرناک بات ہے کہ کوئی شخص کہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے خواص اب دنیا میں موجود نہیں رہے۔

کیا تم نہیں جانتے کہ جب کسی چیز کے خواص رجاتے ہیں تو گویا اس پر پوری طرح اُسوقت موت وارو ہو جاتی ہے۔ کیا تم نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے اس موت کے قائل ہو؟ ہوش کرو۔ تم نے احادیث نبویہ سے دشمنی کر کے اُن سے انکار کیا۔ اس لئے تمہاری بصیرت پر پر وہ پڑ گیا۔

تو۔ نبوت کی خاصیتیں دنیا میں اب تک موجود ہیں۔ اُن میں کوئی بگاڑ و ضاہد پیدا نہیں ہوا۔ احکام شریعت کو جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لائے تھے اسی طرح دنیا میں اُن کے عامل موجود ہیں اور وہ احکام ظاہر و باہر ہیں۔ عامل خواہ کم ہو جاویں مگر احکام شریعت ہرگز نہ کم ہونگے اور نہ کم و بیش ہونگے۔ کیونکہ ہمارے نبی و رسول حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اصل و خانہ زاد ہے اور باقی تمام انبیاء کی نبوتیں اُسکی فرع ہیں۔ اس لئے وہ سب اس میں اگر شامل ہو گئیں۔

اب اس تہید کے بعد واضح ہو کہ دو گانہ و ستہ گانہ و چار گانہ فرائض نماز کی رکعتیں سب ایک رکوع و دو رکوع کے بالکل صحیح و درست ہیں جس طرح عام لوگ پڑھتے ہیں اور اُنکے اوقات معینہ جو خدا تعالیٰ نے مقرر کئے وہی پابند ہیں۔

احکام شریعت کا نزول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر دو طور پر ہوا۔ ایک وحی جلی کے رنگ میں قرآن کریم۔ اور دوسرا وحی خفی کے رنگ میں۔ اگر سارے احکام کی تفصیل وحی جلی کے رنگ میں ہوتی تو قرآن کریم کا حجم بہت بڑا ہو جاتا۔ اور لوگ اسکو بڑی کتاب دیکھ کر اس کے پڑھنے پڑانے اور یاد و ضبط کرنے سے حسی چڑاتے اسلئے خدا نے وحی جلی کو تو نبی علیہ الصلوٰۃ و السلام کی زندگی میں لکھوا دیا۔ اور وحی خفی کو آپ کے بعد لکھنے پر موقوف رکھا اور اُن لوگوں کے ذہنوں سے یہ خدمت اسلام لینے کے لئے اسقدر رتبہ و صاف اور منور کر دیا کہ اس زمانہ کی

اِقْلَام سے بڑھے ہوئے تھے اور بڑے بڑے طوماروں و دفاتر کو وہ یاد کر لیتے تھے۔ جب تمام کتب احادیثِ مبہوت و مترقب ہو چکیں تو ذمہ‌نوں میں فتور آگیا۔ اگر دونوں قسم کی وحی علیٰ وحی ایک ہی زمانہ میں لکھی جاتیں تو پھر فسادِ اختلاف و حیین کے سوا وہ بات بھی لازم آتی جس کا ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں۔

قرآنِ کریم کی نص صریح سے واضح ہو رہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب احکامِ منزلہ میں اللہ کی تفصیل فرمایا کرتے تھے تو وحی جلی کے سوا ایسے الفاظ و کلمات بھی فرمایا کرتے تھے جو قرآنِ کریم میں تو درج نہ تھے مگر قرآن سے برخلاف نہ ہوتے تھے اور وہ وحیِ خفی کے رنگ میں تھے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے: **وَلَعَلَّهِمُ الْكِتَابُ وَالْحِكْمَةُ** ترجمہ یعنی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ کو کتاب اور اسکی سمجھ و دانائی سکھاتے تھے۔

قاعدہ ہے کہ جب استاد اپنے شاگرد کو کسی امر کی تعلیم کرتا ہے تو اسکی تشریح و تفصیل کرنے میں ایسے الفاظ و کلمات حکمت تو استعمال کرتا ہے جو کتاب میں درج نہیں ہوتے۔ مگر وہ حقیقت کتاب سے باہر نہیں ہوتے بلکہ اس کتاب اور اصل کا مطلب و مراد ہوتی ہے اور ایسے کلمات نہیں کہتا جو اصل کتاب کے برخلاف ہوں۔ ایسا ہی جو کچھ سنت و احادیثِ نبویہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کلماتِ طیبات ہیں وہ اصل کتاب قرآنِ کریم کے برخلاف نہیں ہیں بلکہ وہ اس حکمت میں داخل ہیں جس کا ذکر خدا تعالیٰ **الْحِكْمَةُ** کے لفظ میں ادا فرماتا ہے۔

اس بات کا تمہارے پاس کیا ثبوت ہے کہ جس نماز کے تم عامل و قائل ہو وہ نماز صدراؤں یا دوم نے کبھی ادا بھی کی ہے کیونکہ تم جبکہ احادیثِ حبیبیہ معتبرہ صحاح کی صحت کے قائل نہیں ہو تو پھر تواریخی کتب تمہارے نزدیک کس شمار میں ہیں۔

اے اسیرِ عقل خود پرستی خود کم نماز
غیر راہِ گزشتے باشد گذرِ روئے حق
ہر کہ از خود آورد او نہیں و مراد آورد (احمد)

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وحی جلی قرآنِ کریم کے جو لوگ کاتب تھے انہی کے ہاتھ کی لکھی ہوئی احادیث ذیل نماز کے اوقات خمسہ کے متعلق درج کی جاتی ہیں۔ اگر نکلوانکی صحت پر اعتبار نہ ہو تو پھر نکلوا قرآنِ کریم پر کیونکہ اعتبار ہو گا کیونکہ قرآنِ کریم بھی انہی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے جو اس وحیِ خفی کے کاتب ہیں۔

مَا لَكَ عَنْ نَافِعِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ كَتَبَ إِلَى عَمَلِهِ أَنَّ أَهْمَ أَمْرِكُمْ عِنْدِي الصَّلَاةُ
فَمَنْ حَفِظَهَا وَحَافِظَ عَلَيْهَا حَفِظَ دِينَهُ وَمَنْ ضَيَّعَهَا فَهُوَ لِمَا سِوَاهَا أَضْيَعُ لَشَمَّ
كَتَبَ أَنَّ صَلَوةَ الظُّهْرِ إِذَا كَانَ الْفَتْحُ ذَرَا عَا إِلَى أَنْ يَكُونَ ظِلُّ أَحَدِكُمْ مِثْلَهُ
وَالْعَصْرِ وَالشَّمْسُ مَرْتَفَعَةٌ بَيَضَاءُ نَفْيَةٍ قَدَرِ مَا يَسِيرُ الزَّكَاةُ فَرَسَخَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةً قَبْلَ
غُرُوبِ الشَّمْسِ وَالْمَغْرِبُ إِذَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ وَالْعِشَاءُ إِذَا غَابَ الشَّفَقُ إِلَى ثَلَاثِ اللَّيْلِ
فَمَنْ نَامَ فَلَا نَامَتْ عَيْنُهُ فَمَنْ نَامَ فَلَا نَامَتْ عَيْنُهُ فَمَنْ نَامَ فَلَا نَامَتْ عَيْنُهُ
وَالصُّبْحُ وَالنَّجْمُ بِأَدْيَةٍ مُسْتَبَلَّةٍ

مَا لَكَ عَنْ عَمَلِ أَبِي سَهِيلِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ كَتَبَ إِلَى أَبِي
مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ أَنْ يَهْلِ الظُّهْرَ إِذَا رَأَتْ الشَّمْسُ وَالْعَصْرَ وَالشَّمْسُ سَبْعَاءُ نَفْيَةٍ
قَبْلَ أَنْ تَدْخُلَ صَفْرَةً وَالْمَغْرِبَ إِذَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ وَأَخِرَ الْعِشَاءُ مَا لَمْ تَمْ وَصَلِ
الصُّبْحُ وَالنَّجْمُ بِأَدْيَةٍ مُسْتَبَلَّةٍ وَأَقْرَأَ فِيهَا سُورَتَيْنِ طَوِيلَتَيْنِ مِنَ الْمُفَصَّلِ

ترجمہ۔ مالک نافع سے راوی ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب نے اپنے عاملوں کو لکھا کہ
میرے نزدیک تمہارا بہت ضروری کام نماز ہے۔ پس جس نے نماز کی حفاظت کی اور اس پر قائم
رہا اُس نے اپنے دین کی حفاظت کی۔ اور جس نے نماز ضائع کی وہ دوسرے امور کو زیادہ تفضل
کرنے والا ہے۔ پھر لکھا کہ ظہر کی نماز اُس وقت ہے جبکہ سایہ گزبہر سے لے کر تمہارے ایک
کے برابر ہو۔ اور دیگر کا وہ وقت ہے جبکہ ابھی آفتاب بلند اور روشن ہو۔ اس قدر کہ جتنا ایک
سوار دو یا تین فرسنگ۔ غروب آفتاب سے پہلے چلا جاوے۔ اور شام کی نماز کا وہ وقت ہے
جبکہ آفتاب غروب ہو جاوے۔ اور نماز عشاء کا وہ وقت ہے کہ شفق یعنی سرخی گم ہو جاوے
اور عشاء تمہارے حصہ رات تک ہے۔ پس جو کوئی سو جاوے تو اسکی آنکھیں نہ سو جائیں۔ پس
جو کوئی سو جاوے تو اسکی آنکھیں نہ سو جاویں۔ پس جو کوئی سو جاوے تو اسکی آنکھیں نہ سو جائیں
اور نماز صبح کا وہ وقت ہے کہ ابھی ستارے سفیدی میں ملے جلے ہوں۔

مالک اپنے چچا ابی سہیل بن مالک سے اور وہ اپنے باپ سے راوی ہے کہ حضرت
عمر بن خطاب نے ابی موسیٰ اشعری کو لکھا کہ نماز ظہر کو اُس وقت پڑھ لو جبکہ آفتاب دھل چکا
اور نماز دیگر کو اُس وقت پڑھ لو جبکہ ابھی آفتاب روشن ہو پہلے اسکے کہ اُس میں زردی داخل ہو
اور نماز شام کو اُس وقت پڑھ لو جبکہ آفتاب غروب ہو جاوے اور نماز عشاء کو تاخیر کر جب تک

کہ سونہ جاوے اور صبح کی نماز پڑھ لو اور ابھی ستارے سفیدی میں ملے جلے ہوں۔ اور اس نماز میں دو لمبی مفصل سورتیں پڑھو۔

خدا تعالیٰ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہر کلام کو وحی فرماتا ہے چنانچہ اس آیت میں لکھا **وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۚ اِنْ هُوَ اِلَّا وَّحْيٌ يُوحٰی** ترجمہ یعنی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کوئی کلام انسانی خواہشات سے نہیں کرتے بلکہ نبی کی ہر کلام خدا کی وحی ہوتی ہے جو اس پر اترتی ہے۔

اس سے واضح ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر قول و فعل وحی الہی کے ماتحت سرزد ہوتا تھا۔ لہذا سنت نبویہ اور احادیث متواترہ کا انکار کرنا اچھے لوگوں کا کام نہیں ہے۔ واضح ہو کہ سنت اور حدیث علیحدہ علیحدہ دو چیزیں ہیں سنت سے مراد صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فعلی روش و طریق ہے جو اپنے اندر تو اتر رکھتی ہے اور امتدار سے قرآن شریف کے ساتھ ہی ظاہر ہوئی اور ہمیشہ ساتھ ہی رہی۔ یا بہ تبدیل الفاظ یوں کہہ سکتے ہیں کہ قرآن شریف خدا تعالیٰ کا قول ہے اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل ہے اور قدیم سے عادیہ اللہ یہی ہے کہ جب انبیاء علیہم السلام خدا کا قول لوگوں کی ہدایت کے لئے لاتے ہیں تو اپنے فعل سے یعنی عملی طور پر اس قول کی تفسیر کر دیتے ہیں تاکہ اس قول کا سمجھنا لوگوں پر دشوار نہ رہے اور اس قول پر آپ بھی عمل کرتے ہیں اور دوسروں سے بھی عمل کرتے ہیں تاکہ وہ فعل مستحب نہ رہے۔

حدیث سے مراد وہ آثار ہیں کہ جو قصوں کے رنگ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قریناً و قریباً برس بعد مختلف راویوں کے ذریعہ سے جمع کئے گئے ہیں۔ پس سنت اور حدیث میں باب الامتیاز یہ ہے کہ سنت ایک عملی طریق ہے جو اپنے ساتھ تو اتر رکھتا ہے۔ جسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ماتم سے جاری کیا اور وہ یقینی مراتب میں قرآن شریف سے دھڑلے درجہ پر ہے اور جو طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قرآن شریف کی اشاعت کے لئے مامور تھے ایسا ہی سنت کی اشاعت کے لئے بھی مامور تھے پس جیسا کہ قرآن شریف یقینی ہے ایسا ہی سنت معمولہ متواترہ بھی یقینی ہے۔ یہ دونوں خدات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ماتم سے بجالائے اور دونوں کو اپنا فرض سمجھا۔ مثلاً جب نماز کے لئے حکم ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا تعالیٰ کے اس قول کو اپنے فعل سے کھول کر دکھلادیا اور عملی رنگ میں ظاہر کر دیا۔ کہ فجر کی نماز اتنی رکعات ہیں اور مغرب کی اتنی اور باقی نمازوں کے لئے اتنی رکعات ہیں۔

ایسا ہی حج کر کے دکھلا دیا۔ اور پھر اپنے ماتھے سے ہزار ہا حجابہ کو اس فعل کا پابند کر کے سلسلہ تعامل بڑے ذور سے قائم کر دیا۔ پس علیٰ نمونہ جو اتنا تک امت میں تعامل کے رنگ میں مشہور و محسوس ہے اسی کا نام سنت ہے لیکن حدیث کو پھر حضرت علیؓ اور علیہ وسلم نے اپنے روبرو نہیں لکھوایا اور نہ اس کے جمع کرنے کے لئے کوئی اہتمام کیا۔ کچھ حدیثیں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جمع کی تھیں لیکن پھر تقویٰ کے خیال سے انھوں نے وہ سب حدیثیں جلا دیں۔ کہ یہ میرا سماع بلا واسطہ نہیں ہے خدا جانے اصل حقیقت کیا ہے۔

پھر جب وہ دور صحابہ رضی اللہ عنہم کا گزر گیا تو بعض تنج تابعین کی طبیعت کو خدا نے اس طرف پھیر دیا کہ حدیثوں کو بھی جمع کر لینا چاہئے۔ تب حدیثیں جمع ہوئیں۔ اس میں شک نہیں ہو سکتا کہ اکثر حدیثوں کو جمع کرنے والے بڑے متقی اور پرہیزگار تھے۔ انھوں نے جہانتیک انکی طاقت میں تھا حدیثوں کی تنقید کی اور ایسی حدیثوں سے بچنا چاہا جو انکی رائے میں موضوعات سے تھیں۔ اور ہر ایک مشتبہ الحال راوی کی حدیث نہیں لی۔ بہت محنت کی۔ یہ سخت امانت دہانی ہو گئی کہ یہ کہا جائے کہ وہ سب حدیثیں لغو اور نکلی اور بے فائدہ اور جھوٹی ہیں۔ بلکہ ان حدیثوں کے لکھنے میں اس قدر احتیاط سے کام لیا گیا ہے اور اس قدر تحقیق اور تنقید کی گئی ہے جو سکی نظیر دوسرے مذاہب میں نہیں پائی جاتی۔ یہودیوں میں بھی حدیثیں ہیں اور حضرت مسیح علیہ السلام کے مقابل پر بھی وہی فرقہ یہودیوں کا تھا جو عامل بالحدیث کہلاتا تھا۔ لیکن ثابت نہیں کیا گیا کہ یہودیوں کے محدثین نے ایسی احتیاط سے وہ حدیثیں جمع کی تھیں جیسا کہ اسلام کے محدثین نے۔

تاہم یہ غلط بات ہے کہ ایسا خیال کیا جائے کہ جب تک حدیثیں جمع نہیں ہوئی تھیں اس وقت تک لوگ نمازوں کی رکعات سے بے خبر تھے یا حج کرنے کے طریق سے نا آشنا تھے کیونکہ سلسلہ تعامل نے جو سنت کے ذریعہ سے ان میں پیدا ہو گیا تھا تمام حدود و فیاض اسلام انکو سکھلا دیئے تھے اس لئے یہ بات بالکل صحیح ہے کہ ان حدیثوں کا دنیا میں اگر وجود بھی نہ ہوتا جو مدتِ دراز کے بعد جمع کی گئی تھیں تو اسلام کی اصلی تعلیم کا کچھ بھی حرج نہ تھا۔ کیونکہ قرآن اور سلسلہ تعامل نے ان ضرورتوں کو پورا کر دیا تھا تاہم حدیثوں نے اس زور کو زیادہ کیا۔ گویا اسلام نوڑے علیے زور ہو گیا۔ اور حدیثیں قرآن اور سنت کے لئے گواہ کی طرح کھڑی ہو گئیں۔ اور اسلام کے بہت سے فرقے جو بعد میں پیدا ہو گئے ان میں سے سچے فرقہ کو احادیث صحیحہ سے بہت فائدہ پہنچا۔

پس اسلام ہی بات ہے کہ نہ تو حدیثوں کی نسبت یہ اعتقاد رکھا جاوے کہ قرآن پر وہ مقدم ہیں اور نیز اگر انکے قصے صریح قرآن کے بیانات سے مخالف ہیں تو ایسا نہ کریں کہ حدیثوں کے قصوں کو قرآن پر ترجیح دیاوے اور قرآن کو چھوڑ دیا جاوے۔ بلکہ چاہئے کہ قرآن اور سنت کو حدیثوں پر قاضی سمجھا جائے والا جو حدیث قرآن اور سنت کے مخالف نہ ہو اسکو بسر و چشم قبول کیا جاوے۔ یہی صراط مستقیم ہے۔ مبارک وہ جو اسکے پابند ہوتے ہیں۔ اور نہایت بزرگست اور نادان وہ شخص ہے جو بلحاظ اس قاعدہ کے حدیثوں کا انکار کرتا ہے۔ اھو۔

قرآن میں حقیقی نسخ و حقیقی زیادہ جائز نہ ہونے کی وجہ

محبوب لوگ قرآن کریم کے دقیق اشارات اور اسرار کی تہ تک نہیں پہنچ سکتے اور اس سے مسائل شرعیہ کا استنباط اور استخراج کرنے پر قادر نہیں ہوتے اسلئے وہ احادیث صحیحہ نویدہ کو اس نگاہ سے دیکھتے ہیں کہ گویا وہ قرآن کریم پر کچھ زوائد بیان کرتی ہیں یا بعض احکام میں اسکی تائید یا حلائیہ بات ہرگز نہیں ہے۔ بلکہ وہ قرآن شریف کے بعض مجمل اشارات کی تفسیر ہیں۔ قرآن کریم میں خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے مَا تَشْخِ مِنْ آيَةٍ اَوْ نُنسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِنْهَا اَوْ مِثْلَهَا ترجمہ یعنی کوئی آیت ہم منسوخ یا منسی نہیں کرتے جسکے عوض دوسری آیت ویسی ہی یا اس سے بہتر نہیں لاتے۔ پس اس آیت میں قرآن کریم نے صاف فرمادیا ہے کہ نسخ آیت کا آیت سے ہوتا ہے اسوجہ سے وعدہ دیا ہے کہ نسخ کے بعد ضرور آیت منسوخ کی جگہ آیت نازل ہوتی ہے۔ ان علمائے سماحت کی راہ سے بعض احادیث کو بعض آیات کی تائید سمجھا رہا ہے۔ جیسا کہ حقیقی فقہ کی رو سے مشہور حدیث سے آیت منسوخ ہو سکتی ہے مگر امام شافعی اس بات کا قائل ہے کہ منوالہ حدیث سے بھی قرآن کا نسخ جائز نہیں اور بعض محدثین خبر واحد سے بھی نسخ کے قائل ہیں لیکن قائلین نسخ کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ حقیقی اور واقعی طور پر حدیث سے آیت منسوخ ہوتی ہے بلکہ وہ لکھتے ہیں کہ واقعی اور تو یہی ہے کہ قرآن پر نہ زیادت جائز ہے اور نہ نسخ کسی حدیث سے جائز ہے لیکن ہماری نظر قاضی جو استخراج مسائل قرآن سے عاجز ہے یہ سب باتیں غور و نظر سے معلوم ہوتی ہیں اور حق یہی ہے کہ حقیقی نسخ اور حقیقی زیادہ قرآن پر جائز نہیں کیونکہ اس سے اسکی تکذیب لازم آتی ہے۔ اور نور الانوار جو اصول فقہ حنفیہ کی کتاب ہے اسکے صفحہ ۱۱ میں لکھا ہے رَوَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ بَعَثَ مَعَاذَ إِلَى الْيَمَنِ قَالَ لَهُ يَمَا تَقْضِي

يَا مَعَاذُ فَقَالَ بَكْتَابُ اللَّهِ قَالَ فَإِنْ لَمْ يَجِدْ قَالَ بِسْمَةِ رَسُولِ اللَّهِ قَالَ فَإِنْ لَمْ يَجِدْ
قَالَ أَجْتَهِدُ بِرَأْيِي فَقَالَ الْحَدِيثُ الَّذِي وَفَّقَ رَسُولَهُ بِمَا يَرْضَى بِهِ رَسُولُهُ -
لَا يَقَالُ أَنَّهُ يُبَاقِضُ قَوْلَ اللَّهِ تَعَالَى مَا فَرَضْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ فَكُلُّ شَيْءٍ فِي
الْقُرْآنِ فَكَيْفَ يَقَالُ فَإِنْ لَمْ يَجِدْ فِي كِتَابِ اللَّهِ لَنَا فَقَوْلُكَ إِنَّ عَدَمَ الْوُجُودِ لَا
يَقْتَضِي عَدَمَ كَوْنِهِ فِي الْقُرْآنِ وَلِهَذَا قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنْ لَمْ يَجِدْ
وَلَمْ يَقُلْ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِي الْكِتَابِ **ترجمہ** - نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت
کہ آپ نے معاذ کو مین کی طرف روانہ کر کے فرمایا اے معاذ کس بات پر فیصلہ کر دے گا کہا خدا کی
کتاب پر کہا اگر نہ پاؤں گا کہ رسول خدا کی سنت پر کہا اگر اس میں نہ پاؤں گا کہ اپنی رائے سے
اجتہاد کروں گا۔ فرمایا شکر ہے اس پروردگار کا جس نے اپنے رسول کو موافق کیا اس بات کے
جس پر رسول راضی ہے۔ یہاں یہ نہیں کہا جاتا کہ یہ بات خدا تعالیٰ کے فزہ ذیل کے
بر خلاف ہے مَا فَرَضْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ **ترجمہ** ہم نے کتاب میں کسی چیز کی کمی نہیں کی
ہے ہر چیز قرآن میں موجود ہے پس کیونکہ کہا جائے اگر کتاب میں نہ ملے کیونکہ ہم کہتے ہیں نہ پانا
کسی چیز کا اسکے قرآن میں نہ ہونے پر دل نہیں ہے۔ اسلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے
ہیں کہ اگر تو نہ پائے اور یہ نہیں فرمایا کہ اگر خدا کی کتاب میں نہ ہو۔

اس عبارت مذکورہ بالا میں اس بات کا اقرار ہے کہ ہر ایک اردین قرآن میں درج ہے کوئی
چیز اس سے باہر نہیں۔ اور اگر تفاسیر کے اقوال جو اس بات کے مؤید ہیں بیان کئے جائیں تو اسکو
ملنے ایک دفتر چاہئے۔ لہذا اصل حق الامر یہی ہے کہ جو چیز قرآن سے باہر یا اسکے مخالف ہے وہ مردود
ہے اور حاویش مجھے قرآن سے باہر نہیں کیونکہ وہی غیر متلو کی مدور سے وہ تمام مسائل قرآن
مستخرج اور مستنبط کئے گئے ہیں وہاں یہ سچ ہے کہ وہ استخراج اور استنباط بجز رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم یا اس شخص کے جو ظلی طور پر عنایات بدغیات الہیہ سے وہ علم و یا گیا ہو جو اسکے رسول
متبع کو بخلاف غاۃ حقائق و معارف دقیقہ قرآن کریم پر مطلع کیا جاتا ہے جیسا کہ اندر علما نہ کا
وہ ہے لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ **ترجمہ** یعنی قرآن کے علوم سے ان لوگوں کو مسرتی
ہے جو پاکیزہ دل و پاکیزہ اندر ہوتے ہیں۔ اور جیسا کہ دھندہ ہے يُوَفِّي الْحِكْمَةَ مَنْ يَشَاءُ وَمَنْ
يُوَفِّي الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا **ترجمہ** یعنی خدا تعالیٰ حکمت عطا کرتا ہے
جسکو چاہتا ہے اور جسکو حکمت عطا کی گئی اسکو بہت بہلائی عطا ہوئی۔

اسجگہ حکمت سے مراد علم قرآنی ہے۔ سو ایسے لوگ وحی خاص کے ذریعہ سے علم اور بصیرت کی راہ سے مطلع کئے جاتے ہیں اور صحیح اور موضوع میں اس خاص طور کے قاعدہ سے تمیز کر لیتے ہیں گو عوام اور علمائے ظواہر کو اس طرف راہ نہیں لیکن انکا اعتقاد بھی تو یہی ہونا چاہئے۔ کہ قرآن کریم بیشک احادیث مرویہ کے لئے بھی معیار اور محک ہے۔ قرآن کریم کا نام عام طور پر قول فیصل اور فرقان اور میزان اور امام اور حکم اور نور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسکو جمیع اختلافات کے دور کرنے کا آلہ ٹھرایا ہے اور فرمایا کہ اس میں ہر ایک چیز کی تفصیل اور ہر ایک امر کا بیان ہے۔

راہ قرآن را کجا فہم کسے	بہر نورے نور میاید بے
ایں نہ من قرآن ہیں فرمودہ است	اندر و شرط تطہر بودہ است
گر بقرآن سر کسے را راہ بود	پس چرا شرط تطہر را فرمود
لور را داند کسے کو نور شد	وازد حجاب کششی را دور شد
وحی حق پر از اشارات خدا	گر فقہر جا بلے کج دل داشت
چشمہ فیض است وحی انندی	لیکن آن فہم کہ باشد ہندی
وحی قرآن را زوار و ربیے	نسبتے باید کہ تا فہم کسے
واجب آمد نسبت اندر پیش	کار بے نسبت سے آمدور
آن سعید کے کش الیہ الیکست نام	نسبتے میداشت باخیر الانام
زیں نشد محتاج تقطیش دراز	جان او بتناخت بے پاکباز
ہست فتنے در نظر مائے سعید	آنچہ داوروں دید آن قارعلید
بود داوروں پاک و دین کریمید	کے باندہ باندہ بے بازید
گر نباشد نسبتے در جائیگاہ	نظمئے در ہر قدم گیر و براہ
آن یکے را مہ عیاں پیش نظر	دیگرے را بر کردہ کور و کر (احمد)

مولوی عبد اللہ چکڑ الوی کی قرآن کریم میں غلط فہمی :-

مولوی عبد اللہ صاحب چکڑ الوی اشاعت القرآن مطبوعہ ۱۳۲۵ھ میں بحجاب اشاعت السنہ صفحہ ۱ پر تحریر فرماتے ہیں۔ بیشک میرا اعتقاد ہے کہ مردہ کو عبادت یا مالی صدقات وغیرہ کی چیز کا ثواب

نہیں پہنچ سکتا۔ مولوی صاحب نے اپنے زعم میں تفسیر القرآن بالقرآن بھی لکھی ہے۔ اگر انکو تفسیر القرآن بالقرآن کا علم ہوتا تو اتنی بڑی غلطی کسے مرتکب نہ ہوتے۔ انہوں نے اس اعتقاد کا تسک قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیات سے کر کے ساتھ ہی اپنے مذاق کا ترجمہ بھی لکھا ہے۔

(۱) الْأَثَرُ وَازْرِعْهُ وَزَّرَ آخَرَىٰ وَأَنْ لَّيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ -

(۲) مَنْ اهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ -

(۳) تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ -

(۴) لَا يَكْلَفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا دُسْعًا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ -

اسکے بعد جگہ مولوی صاحب بالجام لکھتے ہیں کہ کاشکے محمد حسین ثالوی نے ایک ہی آیت پیش کی ہوتی کہ کیسے صدقات و عبادات وغیرہ سے دوسرے آدمی کو ثواب پہنچ جاتا ہے۔ اگر محمد حسین صاحب نے کوئی آیت اور دلیل پیش نہیں کی تو سبھی ہم پیش کر رہے ہیں غور سے لہذا موعود صہبہ کہ انسان کی کلام میں اختلاف و تناقض پیدا ہونے کا احتمال ہے۔ مگر قرآن کریم چونکہ خداوند تعالیٰ کا کلام ہے اسلئے اس میں اختلاف و تناقض کا پیدا ہونا محال ہے۔ آیات مذکورہ بالا جو مولوی صاحب نے بر عدم انتفاع اموات و اجار از صدقات و عبادات وغیرہ پیش کی ہیں ان سے اگر یہ راوی جائے کہ ایک انسان کو خواہ مردہ ہو یا زندہ اپنے عمل کی سہمی کے سوا دوسرے انسانوں کے عمل خیر صدقات و خیرات و عبادات اور عہدہ وغیرہ سے نفع یا بالفاظ دیگر راحت و آرام اجرو ثواب نہیں پہنچ سکتا تو قرآن کریم کی کئی آیات اور شواہد اور بعض ضروری مسلمات اسلام مولوی صاحب کے بیان مذکور کے بالکل برعکس اور مخالف ہیں اسطرح المنار کے ایڈیٹر محمد رشید رضا ساکن بیروت ملک شام سے سال گذشتہ میں کسی نے یہی مسئلہ پوچھا تو اس نے لیسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ کے تسک سے المنار میں یہ جواب شائع کیا کہ حرف والدین کو اولاد کی خیرات و صدقات و ادعیہ سے فائدہ پہنچ سکتا ہے کیونکہ اولاد والدین کی سہمی میں سے ہوتی ہے اور باقی کیسے صدقات و خیرات و ادعیہ سے کیونکہ کچھ فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ اب جب ہم قرآن کریم کی بیشمار آیات بینات اور شواہد و تجربات کو درنظر دیکھتے ہیں تو ان دونوں صاحبان مذکور کا بیان بالکل غلط معلوم ہوتا ہے۔ انھوں نے آیات متذکرہ بالا کے معانی سمجھنے میں دھوکہ کھایا ہے۔ اور عوام کو بھی اس اعتقاد پر مڑنا کر دھوکہ دیا ہے۔ بلکہ اس اعتقاد سے اسلام کے بہت ہی اہم اور ضروری اور مسلمہ مسائل و اعتقادات سمجھ کی بجائی ہوئی

ہے۔ قال اللہ تعالیٰ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ۔ وَصَلَّ عَلَیْهِمْ إِنْ هَلَوُكَ
 مَسْکُنٌ لَهُمْ۔ یعنی اے پیغمبر مومنوں کے لئے خداوند تعالیٰ سے مغفرت طلب کر بیشک خداوند
 تعالیٰ بخششدار مہربان ہے۔ اور انکے لئے دعا کر کیونکہ تیری دعا انکے لئے موجب اطمینان ہے
 کیا یہ آیات دوسرے انسان کے عمل سے ارتقاء کی دلیل پر دل نہیں ہیں۔ اگر مردہ کو
 اپنے عمل خیر کے سوا کسی دوسرے انسان کے عمل سے کچھ فائدہ نہیں پہونچ سکتا تو پھر مردہ پر جنازہ
 کیوں پڑا جاتا ہے۔ اور اُسکے لئے دعا کیوں کی جاتی ہے جس عمل سے امید نفع نہ ہو اسکا بحال لانا
 عبث ہے۔ مولوی صاحب نے اپنے رسالہ صلوٰۃ القرآن میں جنازہ کے لئے قرآن کریم سے
 وہ دعائیں اخذ کی ہیں جو عام مردہ اور زندہ مومنوں کے لئے کی جاتی ہیں لیکن انکے اس اعتقاد کے
 موجب اور اُس ترجمہ کی بنا پر جو انھوں نے لَئِیْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ کا لکھا ہے۔ مردہ زندہ کیسے
 کسی انسان کی دعا و جنازہ و صلوٰۃ وغیرہ سے کچھ فائدہ و ثواب نہیں پہونچ سکتا۔ باوجود اس اعتقاد کے
 پھر مردہ کا جنازہ پڑھنا تجویز کرتے ہیں۔ انکے مریدوں و معتقدوں کو چاہئے کہ ان سے پوچھیں کہ جب
 لَئِیْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ کے یہی معنی صحیح سمجھتے ہو کہ انسان کو کوئی بھلائی اور ثواب و راحت و آرام
 سکھ دین اور فائدہ اپنے عمل کے سوا نہیں پہونچ سکتا تو پھر آپکا مردہ کے لئے جنازہ پڑھنے
 کی تجویز کرنا کس بنا پر ہے۔ کیا اُسکے لئے جنازہ پڑھنا آپ کے اعتقاد کے موجب عبث نہیں ہے
 ایسا ہی محمد رشید رضا نے اگر اس آیت کے یہ معنی صحیح سمجھے ہیں تو اسکو المنار میں شائع کرنا چاہتا
 کہ صرف اولاد اپنے والدین کا جنازہ پڑھے اور دعا کرے دوسروں کی دعا سے کیسے کچھ فائدہ
 نہیں پہونچ سکتا۔ اگر کسی کے عمل خیر کا ثواب کسی کو نہیں پہونچ سکتا۔ اور ایک شخص دوسرے کی دعا
 عبادت سے نفع نہیں اٹھا سکتا تو بعض مومنوں اور فرشتوں کی دعائیں جو وہ زندہ اور مردہ مومنوں
 حق میں کرتے رہتے ہیں خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں انکا ذکر کر کے انکے اس فعل پر اپنی رضا کیوں ظاہر
 فرمائی ہے۔ بلکہ تاکید ہی حکم ہے کہ ایسا ہی ایک دوسرے کے حق میں کریں۔ سارے قرآن کریم کی
 دعاؤں میں جو حج متکلم کے صیغے اور جمع کی ضمیریں آتی ہیں۔ وہ بہ ہیئت اجتماعی سارے مومنوں کی
 جانب سے ایک دوسرے کے حق میں ہیں۔ اور بعض کا بعض سے فائدہ و نفع حاصل کرنے پر
 دلالت کرتی ہیں۔

ساری اجتماعی عبادات مثلاً پانچوں نمازوں اور جمعہ و عیدین و حج کو بہت سے مومنوں کا
 ایک ہی جگہ مقررہ وقت پر اکٹھے ہو کر ادا کرنا بعض انسانوں کا بعض انسانوں کے اعمال خیر و اخلاق کا

و حسنہ سے نفع و فائدہ حاصل کرنے پر دلیل ہے۔

اگر چیکڑا الوی صاحب کی پیش کردہ آیات میں خدا تعالیٰ کی یہ مراد ہوتی کہ انسان اپنی سعی و کسب کے سوائے اپنے لئے کوئی نیکی اور بھلائی دوسرے انسان کے اعمال سے نہیں حاصل کر سکتا تو خداوند تعالیٰ کی اس کلام کے برخلاف کوئی مشاہدہ ظہور میں نہ آتا۔ اور اسکے کلام اور کام میں موافقت پائی جاتی اور کوئی انسان کسی دوسرے انسان کے لئے بلا عوض کسی قسم کی نیکی اور راحت و آرام کا موجد نہ ہو سکتا کیونکہ کوئی شخص منتفعات کے ایجاد کرنے پر قادر نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ ہم اُسکے برعکس روزمرہ مشاہدہ کرتے ہیں کہ ہلکے اپنے عمل خیر اور کسب خیر کے سوا اوروں سے بھی بھلائی اور نیکیاں اور منافع بلا عوض حاصل ہو رہے ہیں۔

اگر تم لیں اَلْاِنْسَانُ الْاَلَا سَمٰی کے یہ معنی سمجھیں کہ انسان کو اپنے کسب خیر و کمائی کے سوائے اور کچھ بھلا اور نفع و نیکی حاصل نہیں ہو سکتی تو بتاؤ کہ لاکھوں انسان جو روزمرہ دنیا میں عدم سے وجود میں آتے اور پیدا ہوتے رہتے ہیں وہ اپنی زندگی کی بیش قیمت و انمول پونجی حاصل کرنے کے لئے کونسی نیکی بجالاتے ہیں جو انکو ہستی و زندگی جتنی بڑی مایہ و دولت بلا محنت و مشقت اور اپنے کسب کے سوائے مفت مل جاتے ہیں۔

خاک۔ ہوا۔ آگ۔ پانی۔ درخت۔ سورج۔ چاند۔ اور پرند و چوند وغیرہ بے شمار رضی و سماوی مینا سے ہر جو فائدہ و راحت و آرام سکھ و چین انسان کو پہنچ رہے ہیں ان کی تحصیل کے لئے انسان نے کونسی نیکی کی ہے۔

اولاد کی محبت اور پیار کی کشش اور جذب اور ان کی تربیت و پرورش کی غور و پرداخت جو والدین کے دل میں ڈالی جاتی ہے ان سب امور کے لئے اولاد کیا کمائی کرتی ہے جو انکے والدین کو اپنی اولاد کی محبت و پیار اور ان کی تربیت کا بوجھ انکے پیچھے سرگرداں کر دیتا ہے۔

چیکڑا الوی کی پیش کردہ آیت سے یہ مراد بھی ہرگز نہیں لیجا سکتی کہ انسان کو اپنے کسب خیر و کمائی کے سوا اور کچھ زیادہ ثواب نہیں مل سکتا۔ چنانچہ مندرجہ ذیل آیات اس امر کی مخالفت کر رہی ہیں۔
 مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ اَمْثَلِهَا یعنی جو کوئی ایک نیکی کرے اُسکو دس نیکیوں کا بدلہ دیا جائیگا
 اَمْثَلِهَا فَوْقَ الصَّابِرِ الَّذِیْ یُعَذِّبُ حَسَابٍ یعنی صبر کرنے والوں کو بے انت اور بے حساب ثواب ملے گا۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا یُظْلِمُ شَيْئًا لِّاٰدَمٍ تَاٰکَ حَسَنَةً فِیْضًا عَفْوَاَلّٰہُ مِنْ لَّدُنْہٗ اَجْرًا عَظِیْمًا

یعنی خدا تعالیٰ نیکی کا بدلہ دینے میں ایک ذرہ بھر بھی کمی نہیں کریگا۔ اگر کوئی شخص ایک نیکی کرے گیجا تو خداوند تعالیٰ اپنے پاس سے بڑا کر بڑا اجر دے گا۔

کسان کو دیکھو کہ ایک داند بولنے کے بدلے میں کتنے دانے حاصل کر لیتا ہے۔ آب و ہوا خاک وغیرہ کی تحصیل کے لئے کسان کیا کامائی کرتا ہے جو اس کے کھیت میں فصل پک کر اس کے ابلند اور زمین غلہ سے بھرے جاتے ہیں۔

مَثَلُ الَّذِينَ يُبْغُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَتَتْ مِصْرَ مَسْبُوعٍ مِّنْ أَمْوَالٍ لَّيْسَ فِيهَا مِثْلُ شَيْءٍ مَّا تَدْرِكُهُ حَبَّةٌ وَٱللَّهُ بِضَآئِفِ مَا يُغْنِي عَنْهُ ٱلْعِلْمُ وَٱللَّهُ وَٱسَّعَ عَلِيمٌ یعنی مثال اُن لوگوں کی جو اپنے مال خداوند تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں مثل ایک داند کے ہے جس کے بولنے سے سات خوشے پیدا ہوتے ہیں اور ہر خوشے میں سو داند ہوتا ہے۔ اس طرح خداوند تعالیٰ جس کے لئے چاہے نیکی کا بدلہ بڑا کر دیتا ہے۔ خداوند تعالیٰ وسیع علم والا ہے۔

مَا كَانَ ٱللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ ؕ أَنْتَ فَيُعَذِّبُهُمْ ؕ إِنَّكَ لَكُوْنٌ مِّنَ ٱلْعَٰدِلِينَ یعنی خداوند تعالیٰ اہل مکہ کو عذاب نہیں دیگا جب تک تو اُن میں موجود ہے۔

اب بیچ صریح ہے دوسرے کے عمل سے نفع حاصل کرنے پر کیونکہ ہر نبی خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ مکہ کے لوگوں سے خداوند تعالیٰ کا عذاب ہٹا رہا۔ جب تک نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام مکہ میں رہے کفار پر عذاب نہیں اُترا۔ جب آپ مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو کفار مکہ پر عذاب نازل ہونا شروع ہو گیا۔

اگر بالکل یہ اعتقاد رکھا جائے کہ انسان اپنے عملوں کے سوا نجات حاصل نہیں کر سکتا تو یہ انکا علی العمل کا شرک اور فاضل ابن زوی سے ناامیدی کی دلیل ہے۔ وَأَنَّهُ لَآ يَأْتِيَنَّكَ مِنَ رَّبِّكَ إِلَٰهٌ أَفْتَقَمَ ٱلْكَافِرُونَ یعنی خداوند تعالیٰ کی رحمت سے وہی لوگ ناامید ہوتے ہیں جو کافر ہیں۔ آریوں کا یہی گندہ عقیدہ ہے۔

ہمیں نیک اعمال کے بجائے میں سہمی کرنے چاہئے لیکن اعمال صالحہ کی توفیق و تکمیل عمل رحمت و عافیت بدن و جان سب خداوند تعالیٰ کی رحمت و مہربانی پر منحصر ہے اسی لئے کہا گیا ہے۔

لَٰن رَّحْمَتُهُ سَبَقَتْ عَلَىٰ غَضَبِهِ یعنی خداوند تعالیٰ کی رحمت و مہربانی کا پلا اس کے غضب اور قہر کے پلا سے بھرا ہے۔ اس تحریر سے ہماری یہ مراد ہرگز نہیں ہے کہ انسان صالحات و حسنات کو چھوڑ کر بے فائدہ اور آزاد ہو کر سیئات کا مرتکب ہوتا رہے اور پھر کہے کہ میں سہمی رحمت کا امیدوار

ہوں۔ بلکہ ایسا کام خداوند تعالیٰ کے قانون اور شریعت کی خلاف ورزی ہے اور شریعت اور قانون کی خلاف ورزی کی پاداش سزا ہے۔

اب ہم ان آیات کی صحیح تفسیر بعون القرآن کریم سے بیان کرتے ہیں جو چکر الوسی صاحب نے بر عدم انتفاع السموات و الارض صدقات و عبادات و اوجیہ وغیرہ پیش کی ہیں۔ واضح ہو کہ یہودیوں سے بعض مشائخ و سجادہ نشین دعویٰ کرتے تھے کہ جو کوئی ہمارا بھادر ہوگا ہم قیامت کے دن اپنے تائبکاروں کا بوجھ گناہ کا خود اٹھالیں گے۔ چنانچہ ان کے اس دعویٰ کو حکایت خداوند تعالیٰ نے ذکر کر کے قرآن کریم کے بہت سے مقامات میں رد فرمایا ہے۔ قال الله تعالى وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا اتَّبِعُوا سَبِيلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطَايَاكُمْ وَمَا هُمْ بِحَامِلِينَ مِنْ خَطَايَاهُمْ مِنْ شَيْءٍ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ وَلَيَحْمِلُنَّ أَثْقَالَهُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ (سورہ عنکبوت پارہ ۲)۔ اور کہتے ہیں منکر لوگ ایمان والوں کو کہ تم چلو ہماری راہ پر تو ہم اٹھالیں گے تمہارے گناہ۔ اور حقیقت یہ ہے کہ وہ کچھ نہ اٹھائیں گے گناہ وہ جو ہیں اور لبتہ اٹھائیں گے وہ مدعی صرف اپنے کماے ہوئے گناہوں کا بوجھ اور دوسروں کو گراہ کرنے کے بوجھ بھی اپنے گناہوں کے ساتھ اٹھائیں گے۔ (کیونکہ انکو بھی برائی پر لگایا جائے گا) اور اب انکے اس عقیدہ کا حوالہ انکی کتابوں سے قیامت کے دن کی بابت پوچھا جاتا ہے جس سے وہ انکار کرتے ہیں۔

چنانچہ سندرج ذیل آیات میں آئے اس عقیدے کا سوال انکی مسلمہ کتب سے پوچھا جاتا ہے۔ قال الله تعالى أَعْبُدُوا إِلَهًا غَيْرَ الَّذِي هُوَ يَدْعُوكُمْ تَحْتِ الْعَرْشِ وَمَا يُبْرَاهِيمُ الَّذِي وَفَّى الْأَقْدَرُ وَآزَرَهُ وَزُرْ أَعْرَضَى - وَأَنْ لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى وَأَنَّ سَعْيَهُ سَوْفَ يُدْرَى ثُمَّ يُجْزَاهُ الْجَزَاءُ الْأَوْفَى (سورہ نجم پارہ ۷۷) مترجم کیا اس مدعی لازم کے پاس اس عالم الغیب (قیامت) کے جزاء و سزا کی پاداش کا علم ہے جو یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ ایک آدمی دوسرے آدمی کے گناہوں کا بوجھ اٹھالے گا کیا اس مدعی باطن زن کو ان پاک معنیوں کی نوشتہ میں کا علم نہیں ہوا جو موسیٰ اور ابراہیم و قادیان کے معنیوں میں لکھا ہے کہ کوئی جی کسی دوسرے جی کے گناہوں کا بوجھ نہ اٹھالے گا اِنَّ لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى۔ یعنی اور ہر انسان کو اپنے گناہوں کے بوجھ اٹھانے کا

جو اس نے خود کماے ہیں اور اُسکے کماے ہوئے گناہوں کے موافق اُسکو پوری پوری سزا ملیگی۔

مذکورہ بالا آیات میں صرف بدی کے بدلہ کا ذکر ہے کیونکہ نیکی کا یا دوش دس گنا دیا وہ ملتا ہے۔ چنانچہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔ مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ مَثَلًا وَلَوْ رَخَصَ بِهَا لَأَسْفَحَ لَوْ كُنِيَ كَرِيهًا اِسْكُوْا سَاوَسْ كُنَّا زِيَادَةً لِّاُولٰٓئِكَ اَلْبَلَاغُ۔ اور بدی کا بدلہ برابر ملیگا چنانچہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔ مَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى اِلَّا مِثْلُهَا یعنی جو کوئی بدی کرے اُسکو اُسکے برابر بدلہ ملیگا۔ پس لِّلْاِنْسَانِ اِلَآ مَا سَعَى۔ اور مَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى اِلَّا مِثْلُهَا بَابِ مِطَابَقٍ ہيں۔

مندرجہ ذیل آیات بھی دَٰنِ نَیْسِ لِّلْاِنْسَانِ اِلَآ مَا سَعَى کی تفسیر بیان کر رہی ہیں :-
وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ اُخْرٰی ثُمَّ اِلٰی رَبِّكُمْ مَرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُوْنَ
وَلَا تُكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَیْهَا وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ اُخْرٰی (سورہ اعراف ۶۵) سورہ اعراف ۶۵
جَنَآءٌ سَیِّئَةٌ وَّمِثْلُهَا (بارہ ۵ سورہ شوریٰ) مَنْ عَمِلَ سَیِّئَةً فَلَا يُجْزٰی اِلَّا مِثْلُهَا
(سورہ مؤمن ۷۰)

ان آیات کے سواے اور آیات بھی ہیں جو صاف دلالت کر رہی ہیں کہ دَٰنِ نَیْسِ لِّلْاِنْسَانِ اِلَآ مَا سَعَى کے معنی وہ ہیں جو ہم نے بیان کیے ہیں۔ ان آیات میں ہر دو مرتبہ منضوبہ و مضادہ بیود و نصاریٰ کے غلط اعتقاد کفارہ کی تردید بیان فرمائی گئی ہے۔ پوس جس نے پہلے پہل کفارہ کا گندہ عقیدہ تراش کر لاکھ انسانوں کو گمراہ کیا بیود ہی میں سے تھا۔ باقی آیات جو چکر لاری صاحب نے صدقات اور خیرات وغیرہ کے عدم ارتفاع پر پیش کی ہیں وہ صرف بیود کے غلط اعتقاد و کفارہ کی تردید میں آئی ہیں جسکا اور پزیر کر چکا ہے۔ صدقات وغیرہ کی تردید کا متک آن سے ہرگز نہیں ہو سکتا۔ لا یؤدی البلاء الا الھدقۃ والد عاء۔

حکمت تعین بدست ترین ایام

اگر سفر کے لئے کوئی مدت مقرر نہ ہوتی تو جو شخص اپنے گھر یعنی ایک مقام سے دوسرے مقام کو دائمی قیام کی فرض سے نقل کرتا وہ تمام قصر نماز و نماز و روزہ کرنا رہتا جو حکمت و تعلیم و تشریح کے خلاف ہے۔ لہذا سفر کے لئے ایک حد مقرر ہوتی تاکہ جب انسان

ایک مقام سے جا کر دوسرے مقام میں تین دن سے زیادہ قیام پذیری کا ارادہ کرے تو وہ مقیم سمجھا جاوے اور مقیم کی طرح پوری ناز و روزہ کا پابند ہو۔ اور جو شخص کسی مقام میں تین دن یا اس سے کم ٹھہرنے کا ارادہ کرے وہ قصر ناز و افطار روزہ کرے۔ اور اسی طرح آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمودہ ہے۔

تین دن کی خصوصیت اسلئے ہے کہ یہ ایسا عدد ہے کہ اگر انسان کو کسی جگہ اقامت کرنی ہو تو اس میں اپنے آئندہ مایحتاج کی تیاری کر سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مہمانی کے ایام بھی تین دن مقرر کئے ہیں کہ ان میں انسان مسافر ہے اور اُس کے بعد مقیم۔ اور اگر بعض امور مہمتہ کی وجہ سے رُک جائے اور تعین ایام نہ کرے تو مسافر

مسافر کے لئے تین دن کی مسافت سفر مقرر ہوئی وجہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسافر کے لئے تین دن و رات سح سونہ کی حد بیان فرمائی جس معلوم ہوتا ہے کہ انسان اپنے وطن سے تین دن کے فاصلہ پر پہونچ کر مسافر ہوتا ہے۔ احاف کے نزدیک سفر کی یہی حد ہے۔ لیکن محدثین کے نزدیک اس سے کم ہے۔ یعنی سات میل حد اور تین میل و تین فرسخ بھی بتاتے ہیں۔ تین کے حد میں مسافر کے لئے بہت سی آسانیوں و سہولتوں کی طرف اشارہ ہے۔ بخلاف ازاں ایک تو یہ ہے کہ جب پیادہ یا ہوتو اسکی یومیہ قیامت بہت لمبی نہ ہو جس سے اسکی جان کو تکلیف ہو تو عبادت کی لذت سے محروم ہو جائے بخلاف ازاں ایک یہ ہے کہ جہاں جائے وہاں سکنا و معطل نہ رہے۔

حقیقت تعلیم ارکان نماز قرآنی

عجز کا حکم اسکے کل پر اور کل کا حکم اسکے تجزؤ پر وارد ہونا متعارف و مشہور ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم کے بعض مقامات میں نماز کے بعض اجزا سے کل مراد لی گئی ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا: **اقِمِ الصَّلَاةَ تَرْجُمَةً** نماز قائم کر لینے نماز کا قیام۔ رکوع۔ سجود۔ قعدہ۔ سب ارکان اور اگر وہ جگہ قیام سے سارے ارکان نماز مراد ہیں۔ ایک اور جگہ فرماتا ہے: **فَاذْكُرُوا اَجَلَكُمْ وَ تَوَارَعُوا** ترجمہ جب وہ جگہ رکوع تک پہونچے تو وہ تم سے پیچھے ہو جائیں۔ اس جگہ صرف سجدہ آیا ہے۔ حالانکہ اگر سجدہ سے مراد کل ارکان نماز ہیں۔ ایک جگہ فرمایا **اقِمِ التَّائِبُ** ترجمہ رات کو کھڑا ہو بیڑت کو نہ

اس جگہ خدا نے سارے ارکان نماز کو قیام کے لفظ میں ادا فرمایا۔ ورنہ خدا تعالیٰ کی یہ مراد نہیں ہے۔ کہ رات کو یونہی کھڑے رہو۔ ایک اور جگہ فرمایا **وَاذْكُرُوا مَعَ الرَّكْعَتَيْنِ** ترجمہ رکوع کرو ساتھ رکوع کرنے والوں کے۔ اس جگہ رکوع سے سارے ارکان نماز ادا کرنا مراد ہے۔ ایک اور جگہ فرمایا۔ **وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ ارْكَعُوا لَا يَزِيدُكَ كُفُوفٌ** ترجمہ جب انکو کہا جاتا ہے رکوع کرو وہ رکوع نہیں کرتے اس جگہ رکوع سے مراد کل نماز ہے۔ یعنی وہ نماز نہیں پڑھتے۔ ایک اور جگہ فرمایا **وَأَقِمُّوا صَلَاتَكُمْ** ترجمہ۔ یعنی سجدہ کرو اور میرے قریب ہو جا۔ یعنی نماز پڑھو اور میرے قریب ہو۔ اس جگہ خدا نے ایک سجدہ میں سارے ارکان نماز کا ذکر فرمادیا۔

ارکان نماز کی ساری مرتبہ ہیئت مجموعی کو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علمداد و سنت متواترہ نے ظاہر فرمادیا ہے۔ پس وہ لوگ جو سنت و احادیث نبویہ کو چھوڑ کر قرآنی نماز پڑھنے کا دعویٰ کرتے ہیں وہ معلم القرآن حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریق کے بغیر قرآنی نماز صحیح نہیں پڑھ سکتے۔ کیونکہ خدا کا کلام و رسول تو ام سہکتے ہیں۔

قَدْ جَاءَكُمْ قَوْلُ اللَّهِ بِآيَاتٍ مُّصَدِّقَاتٍ ۚ وَمِنْ دُونِهِمُ طُفْحٌ مِّنَ الْهَدْيِ مَکْتَبٌ

ترجمہ۔ یعنی خدا کا کلام رسولوں کے ساتھ تمام آتا ہے پس رسولوں کے بتانے کے بغیر طریق پنا کا پانا و کلام آہی کا علم راہد کرنا مشکل ہے۔ ہم قبل ازیں بھی بیان کر چکے ہیں کہ نماز کے اندر جتنی اشکال و ہیئات مقرر ہیں وہ سب کی صورتیں میں ہیں جیسا کہ سلاطین عظام کے آگے آنکھیں خدام پہلے کھڑے ہو کر انکی صفت و ثنا کرتے پھر ٹھک کر انکے جلال و ادا اپنے انکار اور انکی ہیبت کے درود کو اپنے اوپر ظاہر کرتے اور پھر زمین پر پیشانی کے بل گر کر اپنی انتہائی عاجزی اور انکی بڑائی کو بیان کرتے ہیں اور ان سب حرکات میں طلب حاجات ہی مراد ہوتی ہیں۔ اس روش پر نماز کے آداب و حرکات خدا کے آگے بجالانے کے لئے مصنوع میں جگے ذریعہ طلب حاجات کی جاتی ہیں۔

قرآن کریم میں نماز کے بعض اجزاء کا جہاں ذکر آتا ہے اس میں مراد کل مجموعہ ارکان نماز مراد ہوتے ہیں کیونکہ جزو کل میں شامل ہوتا ہے۔

نماز جنازہ میں رکوع و سجود و خیمہ نہ ہونی کی وجہ

ہم قبل ازیں بیان کر چکے ہیں کہ نماز جنازہ ایک محض سفارش ہے جو میت کے لئے کی جاتی ہے اور رکوع و سجود کے آثار و اثرات و ہیئتیں اس کے برعکس ہیں کیونکہ رکوع و سجود میں تو اپنے نہایت مجبور و گھٹا

اور خدائے کی بے حد بزرگی و عظمت و جلال کا اظہار کیا جاتا ہے اور نماز جنازہ میں خدائے کی تحمید و تسبیح اور دوسرے کے لئے بخشش کا سوال ہوتا ہے۔ چنانچہ ہم حقیقت رکوع و سجود میں ظاہر کر چکے ہیں کہ رکوع و سجود کی ہیئتیں کس امر پر وال ہیں ملاحظہ کرو صفحہ ۱۶۷ و ۱۶۸۔ اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ نماز جنازہ میں رکوع و سجود میت کے سامنے ہونے کی وجہ سے مقرر نہیں ہوئے یہ بات درست نہیں ہے کیونکہ اگر اس نماز کو رکوع و سجود کے ساتھ مناسبت ہوتی تو میت کو ایک طرف کر کے یعنی سامنے سے ہٹا کر بھی ادا ہو سکتے تھے مگر اصل رکوع و سجود اس وجہ سے اس نماز میں مقرر نہیں ہوئے جسکی وجہ ہم دوبارہ بیان کر چکے ہیں۔ اور ایسا ہی نتیجہ کو بھی اس نماز کے ساتھ مناسبت نہیں ہے۔ چنانچہ نتیجہ کی فلاحی و حقیقت ذیل سے معلوم کر لو گے کہ کیوں اس نماز میں نتیجہ مقرر نہیں ہوا۔

حقیقت نتیجہ نماز

واضح ہو کہ نتیجہ عربی میں کیسی تریف۔ مدح۔ ستائش۔ بڑائی اور اسکی مہربانیوں اور انعامات کے بیان کرنے میں اور اسکی شکر گزاری کے واسطے اسکے حق و احسان کو یاد کر کے اسکے گردیدہ ہونے کے بیان کرنے کو کہتے ہیں۔ اور بعض نے قولی عبادت بھی اسکا ترجمہ کیا ہے۔ عبادت فرمانبرداری اور عظیم کا نام ہے اسواسطے زبان سے جو کچھ فرمانبرداری اور عبادت کا اظہار کیا جاتا ہے اسکا نام نتیجہ ہے۔ چونکہ کل انعامات اور فیوض کا سچا اور حقیقی سرچشمہ اللہ تعالیٰ ہی ہے اور بجز اسکے خاص فضل کے ہم دنیا و مافیہا کے کل سامان آرام و آسائش سے متبع نہیں ہو سکتے صرف اسی کی حمد و ستائش کے گیت گانے اور اسکی فرمانبرداری کو سب پر مقدم کرنا چاہئے۔ و کیونکہ اگر کوئی محسن ہیں ایک اعلیٰ درجہ کی عمدہ اور نفیس گرم پوشاک دے مگر اسکا فضل شامل حال نہ ہو اور ہمیں سخت محروم ہو تو وہ لباس ہمارے کس کام آسکتا ہے۔ اور اگر ہمارے سامنے اعلیٰ سے اعلیٰ مرغن کھلے قمر قسم کے رکھے جاویں مگر ہلکے کامرض لاحق حال ہو تو ہم ان کھانوں کی لذت کیسے اٹھا سکتے ہیں۔

غرض غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آسائش و آرام کے کل سامانوں کے ماوے پیدا کرنا بھی جس طرح اللہ ہی کا کام ہے۔ اس طرح سے ان سے متبع اور بار ہونا بھی محسن اللہ کے فضل پر موقوف ہے۔ محال نیکی کی توفیق دینا اور راہ ہدایت پر قائم و ثابت قدم رکھنا

و صحت عطا کرنا۔ قوت ذائقہ بخشنا۔ قوت اضافہ کا بحال رکھنا۔ خدا کے فضل پر موقوف ہے اسلئے حکم ہے کہ **وَأَمَّا بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ ذَلِكَ فَمُحَدِّثٌ**۔ تحدیث نعمت کرنا اور خدا تعالیٰ کے انعامات کا شکر ادا کرنا از ویہ و انعامات کا باعث ہوتا ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے **لَئِنْ فَتَكَّرْتُمْ لَا زِيَادَةٌ لَكُمْ تَرَجُمَ**۔ یعنی پس اس طرح سے تحدیث نعماء اور عطا یا۔ الہی اور شکر کا اظہار زبان سے کرنے کا نام ترجمہ ہے۔

اور صلوٰۃ اس تعظیم اور عبادت کا نام ہے جو زبان دل اور اعضاء کے اتفاق سے ادا کی جائے۔ کیونکہ ایک منافع کی نماز جو کہ ریاء اور دکھلاوے کی غرض سے ادا کی گئی ہو نماز نہیں ہے۔ نماز بھی ایک تعظیم ہے جس کا تعلق بدن سے ہے۔ بدن کا بڑا حصہ دل اور دماغ ہیں۔ چونکہ زبان نماز کے الفاظ ادا کرنے میں اور دل دماغ اس کے مطالب و معانی میں غور کر کے توجہ الی اللہ کرنے میں اور ظاہری اعضاء ہاتھ پاؤں وغیرہ ظاہری حرکات تعظیم کے ادا کرنے میں شریک ہوتے ہیں اور ان سب کے مجموعہ کا نام بدن یا جسم ہے۔ اسلئے بدنی عبادت کا نام **صَلُوةٌ** ٹھہرا۔

دل و دماغ خدا کی بزرگی اور حق سبحانہ کی عظمت کا جوش پیدا کرتے ہیں۔ بذریعہ اس کے انعامات اور حسن و احسان میں غور کرنے کے اور پھر اس جوش کا اثر جان پر یوں ظاہر ہوتا ہے کہ زبان کلمات تعریف و ستائش کہنے شروع کر دیتی ہے اور پھر اس کا اثر اعضاء اور ظاہری جوارح پر پڑتا ہے۔ اور ارباب تعظیم کے لئے کمر بستہ ہونا رکوع کرنا سجود کرنا وغیرہ ظاہری حرکات تعظیم بجالاتے ہیں۔ پھر یہ اثر اسی جگہ محدود نہیں رہتا بلکہ انسان کے مال پر بھی پڑتا ہے اور اس طرح سے انسان اپنے عزیز اور طیب مالوں کو خدا کی رضا جوئی اور خوشنودی کے واسطے بے دریغ خرچ کرتا ہے اور اپنے مال کو بھی اپنے دل و دماغ۔ زبان اور ظاہری اعضاء کے ساتھ شامل و متفق کر کے عبادت الہی میں لگا دیتا ہے تو اس کا نام ہے **وَالطَّيِّبَاتُ**۔ جس کو بالفاظ دیگر یوں بیان کیا گیا ہے۔

مالی عبادات۔ اور یہ بھی صرف اللہ جل شانہ کا حق ہے۔

غرض التَّحِيَّاتُ۔ الصَّلُوةُ۔ الطَّيِّبَاتُ۔ تینوں طرح کی عبادات فقط اللہ جل شانہ ہی کا حق ہے کسی قسم کی عبادت میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ اللہ تعالیٰ اس بات سے غنی ہے کہ کوئی اس کا شریک اور سا بھی ہو۔

السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ۔ قاعدہ کی بات ہے کہ ہر محسن اور مربی کی محبت کا جوش انسان کے دل میں فطرتاً پیدا ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمہ گیر کیسے کیسے احسانات ہیں۔ وہی ہیں جنکے ذریعہ ہم نے خدا کو جانا۔ مانا۔ پہچانا۔ وہی ہیں جنکے ذریعہ سے ہمیں خدا کے اور اور نواہی اور اسکی خوشنودی حاصل کرنے کی راہیں بدریغہ قرآن شریف معلوم ہوئیں۔ وہی ہیں جنکے ذریعہ سے خدا کی عبادت کا اعلیٰ سے اعلیٰ طریقہ آذان اور نماز پھر میسر ہیں۔ اور وہی ہیں جنکے ذریعہ سے ہم اعلیٰ سے اعلیٰ مدارج تک ترقی کر سکتے ہیں حتیٰ کہ خدا سے مکالمہ و مخاطبہ ہو سکتا ہے۔ وہی ہیں جنکے ذریعہ سے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی پوری حقیقت ہم پر منکشف ہوئی۔ اور وہی ہیں جو خدا نمائی کا اعلیٰ ذریعہ ہیں۔ غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمہ گیر اتنے احسانات اور انعامات ہیں کہ ممکن تھا کہ جس طرح سے اور قومیں اپنے محسنوں اور بنیوں کو نواہی و انعامات کثیرہ کے غلطی سے بچائے اسکے کہ انکو خدا نمائی اور خدا شناسی کا ایک آلہ سمجھتے انہی کو خدا بنالیا۔ اور توحید سکھانے والے لوگوں کو واحد و یگانہ مان لیا اور انکی تعلیمات کو جو نہایت ہی خاکسارمی اور عبودیت سے بھری ہوئی تھیں بھول کر ترک کر دیا۔ اور انہی کو معبود یقین کر لیا ہم مسلمان بھی ممکن تھا کہ ایسا کر بیٹھتے مگر اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے اور اس اُمت مرحومہ پر رحم کرنے اور اسے خطرناک ابتلا سے بچانے کی غرض سے محمدًا عَبْدًا وَرَسُولًا کا فقرہ ہمیشہ کے لئے توحید آہی لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا جزو بنا کر مسلمانوں کو ہمیشہ کے لئے شرک سے بچا لیا۔ بلکہ اسی باریک حکمت کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر بھی مدینہ منورہ میں بنوائی۔ مکہ معظمہ میں نہیں رکھی۔ کیونکہ اگر مکہ معظمہ میں آپ کی قبر ہوتی تو ممکن تھا کہ کسی کے دل میں خیال پستتر آجاتا۔ یا کم از کم دشمن اور مخالف ہی اس بات پر اعتراض کرتے۔ مگر اب مدینہ میں قبر ہونے سے جو لوگ مکہ معظمہ میں جاب شمال سے جانب جنوب موزہ کر کے نماز ادا کرتے ہیں تو انکی پیٹھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی طرف ہوتی ہے۔ اس طرح سے اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لئے یہ ایک راہ آپ کی قبر کے نہ چو جا جانے اور مسلمانوں کے شرک میں مبتلا نہ ہونے کیواسطے بنا دی۔ غرض اس طرح جن باتوں میں اس بات کا وہم و گمان بھی ہو سکتا تھا کہ کوئی انسان آپ کو خدا بنا بیگا۔ آپ کے شریک فی الذات یا صفات ہو نہیگا گمان بھی جن باتوں سے ممکن تھا انکا خود خدا اسلام کی سچی اور پاک تعلیم میں بندوبست کر دیا کہ ممکن ہی نہیں کہ کوئی مسلمان اس امر کا تنگیب ہو مگر چونکہ محسن سے محبت کرنا اور گرویدہ احسان ہونا انسانی فطرت کا تقاضا تھا اس واسطے ایک راہ کھول دی کہ ہم آپ کے لئے دعا کیا کریں۔ اور اس طرح سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدارج میں ترقی ہو کر رہے۔ چنانچہ ہر مسلمان نماز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے اَللّٰم

عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ کا پاک تحفہ پیش کرتا ہے اور درودِ دل سے گداز ہو کر گویا آپ کے احسانات اور مہربانیوں کے خیال سے آپ کی ایسی محبت پیدا کر لیتا ہے جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسکے سامنے موجود ہیں۔ آپ کے حسن و احسانات کے نقشہ اور مہربانیوں سے آپ کا جو وحاضر کی طرح سامنے لا کر مخاطب کے رنگ میں دعا کرتا ہے السَّلَامُ عَلَیْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ ترجمہ۔ یعنی اے نبی تجھ پر خدا کی رحمت اور برکات نازل ہو۔

یہ کلمہ عربی زبان میں تالاب کو کہتے ہیں۔ اس نشیب کا نام ہے جہاں اوپر اوپر کا پانی جمع ہو جاتا ہے۔ مبارک بھی اسی سے نکلا ہے اور برکت بھی اسی سے ہے۔ مطلب یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں ہمیشہ کچھ ایسے پاک لوگ پیدا ہوتے رہیں گے جو آنحضرت کے اصلی اور حقیقی مذہب اور تعلیم کو جو قائم کرتے اور شرک و بدعات کا جو کبھی امتداد زمانہ کی وجہ سے اسلام میں راہ پا جاویں ان کا قلع قمع کرتے رہیں گے۔ اور یہ ضروری بات ہے کہ آپ کی سچی تعلیم و تربیت کا نمونہ ہمیشہ بعض ایسے لوگوں کے ذریعہ ظاہر ہوتا رہے جو امتِ رحومہ میں ہر زمانہ میں موجود ہو کریں۔

چنانچہ قرآن شریف میں بھی بڑی صراحت سے اس بات کو الفاظِ ذیل میں بیان کیا گیا ہے وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ط

ترجمہ۔ یعنی خدا تعالیٰ وعدہ کرتا ہے ان لوگوں میں سے جو تم سے ایمان لائے اور عملِ صالح کئے کہ ان کو زمین میں خلیفہ بنائے جیسا کہ خلیفہ بنایا ان سے پہلوں کو اور ان کو ان کا دین قائم کر دے جو خدا نے ان کے لئے پسند کیا اور خوف کے بعد ان کو امن بدل دے۔ وہ میری عبادت کریں۔

میرے ساتھ کچھ شرک نہ کریں اور جو کوئی اسکے بعد انکار کریں تو ایسے لوگ فاسق ہیں۔

اور حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ لَا يَزَالُ اللَّهُ يَغْنُمُ فِي هَذِهِ الدِّيَارِ غَنًا سَائِلَةً تَعْمَلُ فِي طَاعَتِهِ ترجمہ۔ یعنی خدا تعالیٰ ہمیشہ اس دین میں ایسے لوگوں کا ایک درخت ایسا لگاتا رہیگا جن کو اپنی طاعت میں لگا دیگا۔

اور دوسری حدیث میں آیا ہے لَا تَقُومُ السَّاعَةُ إِلَّا وَفِي ظَاهِرُونَ عَلَى النَّاسِ لَا يَمْلِكُونَ مِنْ خِطَاةِهِمْ وَلَا مِنْ دَعْوِهِمْ ترجمہ یعنی قیامت قائم ہونے تک ایک گروہ میری امت میں سے سچائی دین کے ساتھ لوگوں پر ظاہر باہر غالب رہیگا۔ وہ کیسی پرواہ نہ کریگا

خواہ اشکا کوئی مددگار بنے یا انکو چھوڑ کر ان سے الگ ہو جاوے (کنز فی ابن ماجہ)۔ یہ گروہ مجددین اسلام اور انکے خلفاء کا ہے جو قیامت تک اس امت میں رہیں گے۔ الغرض اس طرح سے السَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَ عَلَیْ عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِیْنَ کہنا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے دین کے سچے خادموں جو صحابہ اولیاء اللہ۔ اصفیاء۔ انقیاء اور ابدال کے رنگ میں آئے اور قیامت تک اتنے رہیں گے انکے واسطے بھی بوجہ انکی جن خدمات کے جنگی وجہ سے انہوں نے بعد رسول کریمؐ بہت بڑے پہاڑی احسانات اور انعامات کئے انکے واسطے بھی دعا کرے خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو کوئی اس گروہ پاک کی مخالفت کرے گا اور اسکو نظر عنایت سے نہ دیکھے گا اور انکے احکام اور فیصلوں کی پرواہ نہ کرے گا تو وہ ناسق ہو گا۔ بلکہ وہاں تک جہان تک تعظیم آہی اور تعظیم کتاب اللہ اور تعظیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجازت دیتی ہو اس گروہ کا ادب اور عزت کرنی اور اس خیل پاک کے حق میں دعائیں کرنا حکم قرآن سے ثابت ہے۔ چنانچہ آیت ذیل میں اس مضمون کو یوں ادا کیا گیا وَالَّذِیْنَ جَاءُوا مِنۢ بَعْدِ ھُمْ یَقُولُوْنَ رَبَّنَا اَعِزَّنَا وَاِخْوَانَنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِی قُلُوْبِنَا غِلًا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّکَ رُوْفٌ رَّحِیْمٌ (پہلا رکوع ۴) ترجمہ یعنی وہ لوگ صاحبین کا گروہ جو انکے بعد پیدا ہوئے دعا کرتے ہیں اور کہتے ہیں اے ہمارے پروردگار بخش بھلا اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان کے ساتھ گذر گئے اور ہمارے دلوں میں ان لوگوں کے لئے کینہ نہ رکھ جو ایمان لائے۔ اے ہمارے پروردگار تو مہربان اور رحیم ہے۔ غرض پہلے بزرگوں اور خادمان اسلام و شریعت محمدیہ کے واسطے دعائیں کرنا اور انکی طرف سے کوئی بغض و کینہ غل و غش دل میں نہ رکھنا۔ یہ بھی ایمان اور ایمان کی سلامتی کا ایک نشان ہے پس انسان کو مریخ اور مریخاں ہونا چاہئے اور خدا کی باریک و باریک حکمتوں اور قدر و تو پر ایمان لانا چاہئے اور کسی سے بھی بغض و کینہ دل میں نہ رکھنا چاہئے۔ خدا کی شان ستاری سے ہمیشہ فائدہ اٹھاتے رہنا چاہئے کیونکہ ممکن ہے کہ جنگ و تہارسی نظریں بڑا اور بد خیال کرتی ہیں انکو توبہ کی توفیق لمباوے اللہ اَقْرَحُ مِنْ تَوْبَتِ الْعَبْدِ ترجمہ یعنی خدا اپنے بندے کی توبہ سے بہت خوش ہوتا ہے۔ اس سے بھی بڑا کہ جس کا کسی دیران اور بھیا نک وسیع جنگل میں سامان خورش و فوٹو ختم ہو جاوے اور اسلئے اسے ہلاکت کا اندیشہ ہو مگر پھر اسے سامان میسر آ جاوے جس طرح وہ خوش ہو گا اس سے بھی کہیں بڑا کہ خدا اپنے بندوں کی توبہ سے خوش ہوتا ہے پس کسی کو حقارت کی نظر مت دیکھو۔ خدا نقطہ نواز بھی ہے اور نقطہ گیر بھی ممکن ہے کہ جسے تم حقارت کی نظر سے دیکھتے ہو

اسے توبہ کی توفیق ملجاوے۔ اور دوسرا اپنے کبر کی وجہ سے راندہ درگاہ اور ہلاک ہو جائے
بعض بدیاں ضبط اعمال کا موجب ہو جاتی ہیں اور بعض اعمال جہنم میں لیجاتے ہیں۔ تمام صالحین
کے واسطے دعائیں کرتے رہنا چاہئے انکے احسانات اسلام اور مسلمانوں پر بہت کثرت سے
ہیں۔ غور کا مقام ہے کہ انہوں نے یہ دین اور یہ کتاب یہ سنت یہ نماز روزہ ہم تک پہنچانے کے
واسطے کس طرح اپنی جانیں خرچ کر دیں۔ خون پانی کی طرح بھادیئے۔ اپنے نفسوں پر آرام اور
نمیدہ حرام کر لی۔ سختے بڑے بڑے سفر پاپیادہ ان مشکلات کے زمانہ میں کئے۔ ایک ایک حدیث
کی تحقیقات اور اسکے راوی کے منہ سے سننے کے واسطے سینکڑوں کوسوں کے ناقابل گزر
اور دشوار گزار سفر انہوں نے کئے پس انکے احسانات۔ انکی مساعی جلیلہ۔ کوششوں مجنتوں
اور جان فشانوں کو نظر کے سامنے رکھ کر انکے واسطے دروند دل سے تڑپ تڑپ کر دعائیں کرو
اگر انکی ایسی محنتیں اور کوششیں نہ ہوتیں اور وہ بھی ہماری طرح سست اور کاہلی ہوتے تو غور کرو۔
کہ کیا اسلام موجودہ حالت میں ہو سکتا تھا اور ہم مسلمان کہلانے کے مستحق ہو سکتے تھے۔ ہرگز نہیں
پس اُنکے واسطے دعائیں کرنا اور نماز میں اُنکے حقوق ادا کرنے کا جزو نہ بھی لازمی اور ضروری تھا۔
بلکہ از بس ضروری تھا کیونکہ **لَمْ يَشْكُرِ النَّاسُ لَمْ يَشْكُرِ اللَّهُ**۔ یعنی جو شخص لوگوں کا شکر
گزار نہ ہو وہ خدا کا شکر گزار نہیں ہوتا۔

خلاصہ یہ کہ حق سبحانہ و تعالیٰ کی عبادت کرنے والا اور اُسکے مقابلہ میں کسی دوسرے
کی پرواہ نہ کرنے والا ہونا اور چہرہ نوت اور کتب پر ایمان لانے والا بننا چاہئے۔

جلسہ تجزیہ کے بعد درود نبویؐ پڑھنے کی حکمت

**اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ
جَبَدٌ جَبْدٌ جَبْدٌ اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ
جَبَدٌ جَبْدٌ جَبْدٌ**۔ یعنی اے اللہ رحمت بھیج محمد اور آل محمد پر جیسا کہ تو نے رحمت بھیجی
ابراہیم اور آل ابراہیم پر بیشک تو ستودہ صفات اور بزرگ ہے۔ اے اللہ برکت بھیج محمد اور
آل محمد پر جیسا کہ تو نے برکت بھیجی ابراہیم اور آل ابراہیم پر۔ بیشک تو ستودہ صفات اور
بزرگ ہے۔

یہ الفاظ جو ہم نماز میں پڑھتے ہیں انکا نام ہے درود۔ واقع میں اگر ہم اللہ کے پورے

پورے بندے اور عابد اور تعظیم کرنے والے ہیں اور مخلوق پر شفقت اور رحم کرنے والے عالم اور عقائد سے خوشحال ہوں۔ تو یہ سب فیضان اور احسان حقیقت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا ہے۔ آپ کے دل میں درد اور جوش نہ ہوتا۔ تو قرآن کریم جیسی پاک کتاب کا نزول کیسے ہوتا۔ آپ کی مہربانیاں اور توجہات اور محنتیں اور تکالیف شاقہ نہ ہوتیں تو یہ پاک دین ہم تک کیسے پہنچ سکتا۔ آپ نے یہ دین ہم تک پہنچانے کی غرض سے خون کی ندیاں بہا دیں اور بہرہ دہی خلق کے لئے اپنی جان کو جو کھوں میں ڈالا تو پھر غور کا مقام ہے کہ جب ادنیٰ ادنیٰ محضوں سے ہمیں محبت پیدا ہو جانا ہمارے فطرت سلیم کا تقاضا ہے تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا جوش کیوں مسلمان کے دل میں موجزن نہ ہوگا۔

درد بھی درد سے ہی نکلا ہوا ہے۔ یعنی خاص درد۔ سوز۔ گداز اور رقت سے خدا کے حضور التجا کرنی کہ اے مولیٰ تو ہی ہماری طرف سے خاص خاص انعامات اور مہارح آنحضرت کو عطا کر۔ ہم خود کیا کر سکتے ہیں اور کس طرح سے آپ کے احسانات کا بدلہ دے سکتے ہیں بجز اسکے کہ تیرے ہی حضور میں التجا کریں کہ تو ہی آپ کو ان سچی محنتوں اور جان فشانیوں کا سچا بدلہ جو تو نے آپ کے واسطے مقرر فرما رکھا ہے وہ آپ کو عطا فرما۔ انسان جب اس خاص رقت اور حضور قلب اور تڑپ سے گداز ہو کر آپ کے واسطے دعائیں کرتا ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدارج میں ترقی ہوتی ہے اور خاص رحمت کا نزول ہوتا ہے۔ اور پھر اس عاگہ درد و دُخان کے واسطے بھی ادھر سے رحمت کا نزول ہوتا ہے اور ایک درد کے بدلہ میں دوسرے گنا اجر پاتا ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اس درد و دُخان اور آپ کی ترقی مدارج کے طالبوں سے خوش ہوتی ہے اور اس خوشی کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ اسکو دس گنا اجر عطا کیا جاتا ہے۔ انبیاء کبیکہ احسان اپنے ذمہ نہیں رکھتے۔

اب ہم حقیقت تجلیہ بیان کرنے کے بعد یہ ظاہر کرتے ہیں کہ تجلیہ کے مذکورہ بالا وہی فقرات ہیں جو ہر مسلمان ہر دو رکعت کے بعد پڑھتا ہے۔ جو شخص نماز میں چالیس رکعت نماز ادا کرتا ہے وہ ان فقرات کو بیس مرتبہ پڑھتا ہے۔ تین رکعت والی نماز میں بھی یہ کلمات دو مرتبہ پڑھے جاتے ہیں۔ فرائض سنن اور نوافل سب میں الٹا پڑا جانا ضروری قرآن شریف اور احادیث میں بھی نماز کو سنو اور کرا اور سبھکر پڑھنے کی سخت تاکید کی گئی ہے حتیٰ کہ سبھ سوچکر پڑھنے والوں کی نماز ناجائز ہی نہیں ہوتی۔ اور نہ اسکو قبولیت کا درجہ عطا

کیا جاتا ہے۔ طوطے کی طرح الفاظ رٹتے رہنا اور حقیقت نماز سے بے خبر ہونا مفید نہیں ہے۔ اور نہ ہی یہ خدا اور اس کے رسول کا منشا ہے۔ متوالوں کو جو حالت نشہ میں ہوں مسجد میں آنے سے بھی منع کیا گیا ہے۔ غرض قرآن شریف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل و قول میں غور کرنے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ نمازی کے واسطے نماز کے مطالب خوب اچھی طرح سے ذہن نشین ہونے لازمی رکھے گئے ہیں۔ کہ نماز کے مطالب اور معانی کے سمجھنے کی کوشش کرے۔ پس ہر انسان کو لازم ہے کہ نماز کے مطالب اور معانی کے سمجھنے کی کوشش کرے۔

درود شریف پر ایک آریہ کے اعتراض کا جواب

سوال۔ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ ترجمہ یعنی آج میں نے کامل کر دیا تمہارے لئے دین تمہارا۔ تو اس کے بعد تم لوگ درود شریف پڑھ کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کیا مانگتے ہو۔ اور جو مانگتے ہو وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کم درجہ پر کیوں مانگتے ہو جیسا کہ کَمَا صَلَّيْتَ عَلَىٰ اِبْرَاهِيمَ وَآلِ اِبْرَاهِيمَ سے ظاہر ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ جواب۔ یاد رکھو۔ ایک خدا کا فضل ہوتا ہے اور ایک تکمیل دین ہوتی ہے۔ خدا تعالیٰ کے فضل محدود نہیں ہوتے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ خود محدود نہیں۔ پس ایسا ہی اس کے فضل بھی محدود نہیں۔ اس کے گھر کا دیوار کبھی نہیں ٹکٹا۔ وہ جو کچھ کسی کو عنایت کرتا ہے اس سے بھی بدرجہا بڑھ کر دے سکتا ہے اس واسطے مسلمانوں نے بہشت اور بہشت کی نوا کو اپنی اور لا انقطاع عابدی مانا ہے جیسے کہ خدا فرماتا ہے عَطَاءٌ غَيْرُ مَحْجُوزٍ وَذَرْجَةُ نَجْمٍ مِّنْ شَرِّ لَئِنْ لَّمْ يَلْمِزْ اَوْفَاكُ مَا يَلْمِزُكَ وَتَرْضَاهُ لَرِجَاؤُهُ يَسْعَاهُ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ اور پھر فرمایا لَا مَقْطُوعَةَ وَلَا مَمْنُوعَةَ ترجمہ یعنی خدا کی بخشش غیر منقطع اور غیر ممنوع ہوگی۔ غرض جبکہ خدا کے فضل بے انت ٹھہرے اور ہم جنابِ اہلبی سے اپنے محسن کے لئے درود سے خاص رحمتوں کا نزول طلب کریں گے تو خدا تعالیٰ ہماری عرضداشت پر جنابِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص رحمتوں کا بھیجا منظور فرمائیگا۔ اور چونکہ اس دعا کے لئے اس نے خود ہمیں حکم دیا ہے اس واسطے یقیناً صلوٰۃ اور سلام کی دعا قبول ہوگی۔ اور اس ذریعہ سے جب ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاص انعامات حاصل ہوئے تو وہ خوش ہو کر ملازمتی میں ہمارے لئے توجہ کریں گے۔ پس درود شریف کے پڑھنے سے مومن کو چار فائدے حاصل ہو سکتے ہیں۔

۱۔ خدا تعالیٰ کی عظمت اور جلال کا نقشہ آنکھوں کے سامنے آجائیگا۔ کیونکہ وہ ایک ایسی بلند شان والی قادر اور توانا ہستی ہے کہ سب کے سب انبیاء رسول اور دیگر اولوالعزم فرشتوں کے محتاج ہیں۔

۲۔ خدا تعالیٰ کا کمال غنا ظاہر ہوگا۔ بلکہ سارا جہان اس سے سوال کرتا رہے گا مگر اس کے خزانے ختم نہیں ہو سکتے۔ اور جتنا دیتا ہے اُس سے بھی بدرجہا بڑھ کر دینے کے لئے اس کے پاس موجود ہے۔

۳۔ اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ اعتقاد پختہ ہو جائیگا کہ وہ خدا کا محتاج ہو اور بہر آن میں محتاج ہے خدا کی مرتبہ پر نہیں پہنچتا اور نہ پہنچے گا بلکہ عبد کا عبد ہی ہے۔ اور عبد ہی رہے گا۔ اور خدا تعالیٰ کا فیضان اُن پر ہمیشہ ہوتا رہتا ہے اور ہوتا رہیگا۔ ۴۔ درود شریف کے پڑھنے والا اس ذریعہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس ترقی میں شریک رہیگا۔

باقی راعلیٰ ابراہیم وعلیٰ الیٰ ابراہیم تو اس کا یہ جواب ہے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آل ہی میں داخل ہیں اور صلوٰۃ سمجھنے والا جانتا ہے کہ جب قدر برکات اور انعامات کی یہ حضرت اور اس کی اولاد پر ہوئے ہیں اُن سب کا مجموعہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہو۔ اس سے قویٰ ثابت نہیں ہو سکتا کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کمتر درجہ پر ہیں بلکہ اس سے تو ان کے اعلیٰ مدارج کا پتہ لگتا ہے۔ چونکہ درود شریف پڑھنا ایک نیک کام ہے اور یہ ایک حکم ہے کہ جو کوئی نیکی سکھاتا ہے تو اس کو بھی اس قدر ثواب پہنچتا ہے جقدر کہ سیکھ کر عمل کرنے والے کو۔ اس لئے دنیا میں جقدر لوگ نمازیں پڑھتے ہیں اور عبادات کرتے ہیں ان سب کا ثواب ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی پہنچتا ہے۔ اور ہر وقت پہنچتا ہے۔ کیونکہ زمین گول ہے اگر ایک جگہ فجر ہے تو دوسری جگہ عشاء ہے۔ ایک جگہ اگر عشاء ہے تو دوسری جگہ شام ہے۔ ایسے ہی اگر ایک جگہ ظہر کا وقت ہے تو دوسری جگہ عصر کا وقت ہوگا۔ فرض ہر گھڑی احقر وقت ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ثواب پہنچتا رہتا ہے۔ دنیا میں کروڑوں کروڑ رکوع اور سجود کو سنتے اور رو دو پڑھتے اور دوسری دعائیں مانگتے ہیں۔ اور پھر اسکے علاوہ دوسرے احکام پر چلتے۔ روزے رکھتے۔ زکوٰۃ دیتے ہیں اس لئے انعامات کے گاہ کہ بہر آن میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ان عبادات کا ثواب پہنچتا رہتا ہے کیونکہ اسی نے قویٰ باتیں سکھائی ہیں

کہ تم لوگ نمازیں پڑھو روز کو تین دو۔ اور چھپ چھپ دو دو بھیجو۔ اور پھر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی روح جو دعائیں مانگتی ہوگی وہ انکے علاوہ ہیں۔ اب تم سوچ سکتے ہو کہ جب سے مسلمان شروع ہوئے اور جب تک رہینگے ان سب کی عبادتیں ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نامہ اعمال میں بھی ہونی چاہئیں اسلئے ماننا پڑیگا کہ وہ دنیا کی کل مخلوقات کا سردار ہے۔ کیونکہ اس کے اعمال تمام دنیا سے بڑھے ہوئے ہیں وجہ یہ کہ جو کوئی مسلمان نیکی کرے گا وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نامہ اعمال میں ضرور لکھی جائیگی۔ اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ تمام رسولوں نبیوں اور اولیاء کا بھی سردار ہے۔ کیونکہ دنیا میں جتنے رسول گزرے ہیں انکی امتیں انکے لئے دعا گار نہیں کرتیں۔ مگر ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے انکی امت دن رات دعائیں مانگتی رہتی ہے اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام نبیوں اور تمام مخلوق سے بڑھ کر ہونیکا یہ ایک ثبوت ہے۔

مقررہ نماز کی امامت و جماعت کی وجہ و حکمت

(۱) جب کسی امر کا اظہار ضرور منظور ہوتا ہے تو اسکو علی صورت میں لا کر دکھاتے ہیں۔ چونکہ خدا تعالیٰ کو اس عالم کی ہر چیز میں اعتدال منظور ہے اور اشتباہ میں جب ہی اعتدال قائم رہتا ہے کہ انہیں اتحاد اور وحدت کا رابطہ قائم ہو۔ پس خدا نے وحدت و اتفاق کو عالم تشریفی کے اندر جماعت و امامت نماز کی صورت میں دکھایا۔ نظام شمسی کو دیکھو کہ خدا تعالیٰ نے سارے اجرام صغیرہ و کبیرہ پیدا کر کے ان سب کا امام اکبر و اعظم آفتاب کو بنایا اور سارے خورد و بزرگ اجسام و اجرام کو اس کے ماتحت ٹھہرایا۔ الغرض عالم اجسام کے تمام سلاسل خورد و بزرگ آفتاب تک بندرتیج پہنچتے ہیں پس جو شکل خدا نے عالم کون و فکان قدرت میں پیدا کی ہے وہی صورت جماعت و نماز کی امامت یعنی عالم تشریفی میں ظاہر کر کے نبی آدم کو ظاہری و باطنی اتفاق کی طرف ایما فرمایا اور دکھا دیا کہ اتفاق و وحدت ہی کی برکت ہے جسکے ساتھ دنیا کا قیام موجود ہے۔ پس جبکہ عالم اجسام میں ہر وقت ایک امام کی ضرورت رہتی ہے تو پھر کیونکر گمان ہو سکتا ہے کہ خدا نے روحانی عالم کے قیام کے لئے کوئی روحانی امام مقرر نہ کیا ہو جس تک بندرتیج یہ سلسلہ منتہی ہوتا ہو۔ سو وہ انبیاء و رسل اور انکے نواب ہیں۔ نماز کی امامت میں اسی روحانی رابطہ و اتحاد و کیطرف ایما ہے جسکا سلسلہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر منتہی ہوتا ہے۔ پس جو شخص اس کے برخلاف عمل کرتا ہے وہ مرتبہ اعتدال کو

چھوڑنا اور خدا تعالیٰ کے قانون قدرت اور عالم تشریفی سے خارج ہو کر باغی کہلاتا ہے۔
 (۲) ظاہری گورنمنٹوں اور سلطنتوں کے انتظام وحدت پر مبنی داروہ ومحاسب سے لیکر
 وائسرائے و بادشاہ تک کے درمیانی سلسلہ ماتحت ملازموں پر غور کرو کہ اگر وہ ایک دوسرے
 کے ماتحت ہو کر کام نہ کریں تو ساری سلطنت ایک دم میں تباہ ہو جاوے۔
 (۳) نماز کی امامت و جماعت کے لئے قانون قدرت میں نظائر موجود ہیں۔ خود انسانی جسم کی ساخت
 اور بناوٹ میں اسکے نمونے نظر آتے ہیں۔

(۴) قوموں کی عظمت و جبروت پر نظر کرو اور ان اسباب کی تحقیقات کرو جو انکی عظمت کا اصل
 باعث ہوتے ہیں۔ انجام کار تمکو اس نتیجہ پر پہنچنا پڑیگا کہ وہ کسی راستباز کی معیت اور محبت کا
 نتیجہ ہیں۔ یہ امر الگ ہے کہ بعد میں اور اسباب بھی اسکے ساتھ مل گئے۔

(۵) پہاڑوں کی طرف نگاہ کرو۔ پہاڑ کا لفظ ہی انسان کے اندر ایک عظمت اور شوکت اسکے
 نام کی پیداکرتا ہے۔ مگر اصل کیا ہے ذرات کا مجموعہ ہے۔ اب اگر ذرات پر انگڑاؤ اور منتظر حالت
 میں ہوتے تو کیا ہم انکا نام پہاڑ رکھ سکتے۔ ہرگز نہیں۔ یہی ذرات حالت منتظر ہیں بے شمار تعداد
 میں تھلوں و ریگستانوں میں موجود ہوتے ہیں۔ کیا کوئی کہتا ہے کہ یہ پہاڑ ہیں۔ کبھی نہیں پس اگر
 یہ ذرات حالت منتظر میں ہوتے تو تھلوں سے زیادہ انکی شوکت اور وقاحت نہ ہوتی اور وہ مغا

اور منافع جو اس ہیئت مجموعی میں جو پہاڑ کی ہے دنیا کو پہنچتے ہیں نہ پہنچ سکتے۔ حالت
 اجتماعی میں پہاڑوں سے چٹنے نکلتے ہیں دریا بہتے ہیں۔ ندیاں نالوں کا سلسلہ جاری ہو سکتا ہے
 عجیب عجیب قسم کی لکڑیاں اور دوائیوں کے سامان پہاڑوں سے حاصل ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ
 بعض مقامات میں سے بڑی بڑی گرانقدر کانیں سونے اور چاندی وغیرہ کی نکلتی ہیں۔ غرض
 ہر قسم کی راحت اور آسائش اور تنول کا سامان ایک طرح پر پہاڑوں سے حاصل ہوتا ہے۔ اور
 بالمقابل انفرادی حالت تھلوں کی دیکھ لو کہ ریت اڑتی ہے نہ پیداوار ہو سکتی ہے نہ کوئی درخت
 ہی پیدا ہو سکتا ہے نہ کچھ اور۔ یہ تو جمادات کا نظارہ ہے جو اوپر ظاہر کیا گیا اب نباتات کو لو
 اور انکی شاخوں کو دیکھو جو اسکے ساتھ لگی ہوئی ہوتی ہیں کہ وہ کیسی سرسبز اور تروتازہ و خوشنما ہوتی
 ہیں انکی ہر حالت اور ہر صورت خوبصورت معلوم ہوتی ہے جو غذا انکو درخت کی جڑ کے ذریعہ
 اور پھر اسکے بڑے تنے کے ذریعہ جکے ساتھ انکا پیوند ہے پہنچتی ہے وہ ہر حال حصہ رسد کی
 پہنچتی ہے لیکن باوجود اسکے بھی وہ شاداب اور سرسبز ہیں۔ اب ان میں سے ایک شلخ کو کاٹ لو جب کہ

خشک درخت بھی کوئی نہ کوئی پتہ نکال لیتے ہیں اور ایک بڑے تالاب میں اس شاخ کو رکھ دو اور بیج کا انتظار کرو۔ کیا ہوگا۔ وہ شاخ مرجھا جائیگی خشک ہو جائیگی آخر مٹ جائیگی۔ اور تھوڑی دیر پہلے درخت کے ساتھ رہ کر انسانی زندگی کے لئے ایک نفع رساں اور راحت بخش ہوا کا ذریعہ تھی وہی شاخ اس سے الگ ہو کر مرفحہ صحت مواد اور اسباب پیدا کر نیک ذریعہ ہو گئی۔ باوجودیکہ اسے پہلے سے زیادہ پانی میں رکھا گیا مگر وہ اسکے لئے آب حیات کی بجائے زہر کا کام دے رہا ہے اب اسکے ہرے بھرے رہنے اور شمر ثمرات اور نفع رساں ہونے کی کیا توقع ہو سکتی ہے۔ کوئی نہیں لیکن وہی شاخ جب درخت کے ساتھ اسکا پیوند ہوتا ہے کیسے ثمرات لاتی اور پھل پھول لاکر انسان کے لئے اور حیوانات کے لئے مفید اور نافع ہوتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی بزرگ اور عظیم تنہ کے ساتھ اسکا پیوند ہونے اسکے لئے مفید اور شمر ثمرات ہونے کا باعث تھا۔ اور وہ الگ ہو کر کبھی کوئی مفید شے نہیں ہو سکتی۔

(۶) اپنی نظر کو ذرا دور وسیع کرو اور ریل گاڑی کی طرف دیکھو۔ ٹرین جس میں سٹیم انجن نہ لگا ہوا ہو اس میں خواہ کیسی ہی مصفا اور شاندار گاڑیاں ملکی ہوں لیکن سٹیم انجن کے نہ ہونے کے سبب ان میں کوئی حس و حرکت پیدا نہیں ہوگی۔ اور وہ منزل مقصود تک نہیں پہنچیں گی۔ (۷) حیوانات پر غور کرو۔ مرغی کے بچے اگر متفرق کر دیئے جائیں تو خواہ انکو کیسی ہی غذا دو لیکن اگر وہ مرغی کے پروں کے نیچے آکر اسکی حرارت سے حصہ نہیں لیتے تو وہ زندہ نہیں رہ سکتے۔ انکو چلیں اور دوسرے جانور ہی کھا جائیں گے۔ (۸) غرض یہ تو سچ ہے کہ مادہ نشو و نما پاتا ہے لیکن تعلق کے ساتھ۔

(۹) اسی طرح جب دینا و ارتقا میں کوئی انجن یا سوسائٹی بناتی ہیں اور ملکہ کوئی کام کرتے ہیں اس وقت باوجودیکہ کثرت رائے پر فیصلہ ہوتا ہے لیکن اس پر بھی انکو اپنا ایک میر مجلس یا پریسیڈنٹ منتخب کرنا پڑتا ہے۔ اور اسکا فیصلہ قطعی اور آخری فیصلہ ہوتا ہے۔ جمہوری سلطنتوں کو بھی پریسیڈنٹ کی مانتی ضروری ہوتی ہے۔ باوجودیکہ وہ بڑے آزاد اور اور آزاد پسند ہوتے ہیں پھر بھی جب عام نظارہ قدرت اور موجودات میں وحدت ارادی کے پیدا کرنے کی ضرورت ایک عام ضرورت سمجھی جاتی ہے اور انسان کی مادی ترقیات کی جڑیں بھی وحدت ارادی کی روح کام کر رہی ہے۔ پھر کیا نادان اور بیوقوف ہے وہ انسان جو علومی اور روحانی امور میں اسکی ضرورت نہیں سمجھتا۔

(۱۰) اس سے بھی آگے چلو تو معلوم کرو گے کہ واحد لا شریک خدا کے لئے وحدت کا نظارہ ضروری ہے۔ خدا تعالیٰ جو اسمائے حسنیٰ کا مرکز ہے۔ اگر اسکی صفات پر انگنیدہ ہونیں تو خدائی نہ جلیتی۔ اسی طرح وہ جامع جمیع صفات کاملہ ہستی چاہتی ہے کہ اجزا متفرقہ کا جو مجموعی طور پر ہیں۔ البسمیں اتحاد ہو۔

(۱۱) یہی وجہ ہے کہ کشش اتصال کا وجود خدا نے رکھا ہے جو ذرات متفرقہ کو باہم ملاتی ہے۔ تنہائی و انفرادی حالت میں فیوض و برکات کا نزول نہیں ہوتا بلکہ اس میں بھی توسط کی حاجت ہوتی ہے۔ یہ کشش قابل جوہروں کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ اور انکو ان منافع اور برکات کا دار ثمراتی ہے جو اتحاد سے پیدا ہوتی ہیں جس طرح پر امور مادی میں بیٹے یہ ضرورت دکھائی ہے آسانی اور روحانی معاملات میں بھی ایک صاحب کشش امام کی ضرورت ہوتی ہے وہ اپنی کشش سے پاک فطرت اور سجیدوں کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ اور پھر اس تعلق سے جو ان میں پیدا ہوتا ہے اس قوت اور طاقت کو نشوونما ہوتا ہے جو فیوضات الہی کے جذب کر نیکا ذریعہ ٹھرتی ہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے فیوض و برکات کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ اور فیوض کا ظہور اور بروز نہیں ہوتا جب تک خدا تعالیٰ کے برگزیدہ بندہ کی صحبت میں رہنے کا موقع حاصل نہ ہو اور آسکے ساتھ ہی سچا پیوند اور رشتہ قائم نہ ہو۔

یہ مسئلہ چونکہ ایک باریک مسئلہ ہے اسلئے عام نظارہ قدرت کی مثالوں سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ وحدت ارادی فیوض کا دار ثمراتی ہے۔ لیکن یہ بیان کرنا کہ وہ برکات اور فیوض جو خدا تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں اور صادقوں کے ساتھ تعلق پیدا کرنے سے ملتے ہیں وہ کس طرح نازل ہوتے ہیں۔ یہ ایک کیفیت ہے جس کو بیان کرنا مشکل ہے۔

الغرض خدا تعالیٰ کے برگزیدہ و صادقوں کی سمیت و رفاقت اختیار کرنے کے لئے ضروری امر ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ** **وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ** ترجمہ **اے ایمان والو! تقویٰ اللہ اختیار کرو** اور جو لوگ قوی۔ فعلی۔ علی اور عالی رنگ میں سچائی پر راہ خدا میں کھڑے ہیں انکے ساتھ رہو۔ اسیکے خدا فرماتا ہے کہ پہلے تم میں ایمان ہو پھر سنت کے طور پر بدی مکی جگہ کو

چھوڑ دے اور صاوقوں کی صحبت میں رہے۔ صحبت کا بہت بڑا اثر ہوتا ہے جو اندر ہی اندر ہوتا چلا جاتا ہے۔ دیکھو جس طرح پیر مرغی اپنے انڈوں کو پروں کے نیچے لے کر بیٹھتی ہے اور اپنی گرمی چھو سجاتی ہے۔ اور اس گرمی سے اس مادہ میں جو انڈوں کے اندر نشوونما پانے کی قابلیت رکھتا ہے ایک خاص قسم کی حرارت جو زندگی کی روح کہتی ہے پیدا ہونے لگتی ہے اور معلوم نہیں ہو سکتا کہ وہ روح کدھر سے آئی اور کس وقت اس طرح ہر جب انسان ایک برگزیدہ الہی و صاوق کے ساتھ سجا خلق پیدا کرتا ہے تو اندر ہی اندر اسکی پاک تاثیریں عقد بہت۔ و عائنیں اس تعلق پیدا کرنے والے انسان میں ایک نیا نفع روح کرتی جاتی ہیں۔ اور اس میں نئی زندگی کے آثار پیدا ہوتے ہیں۔

(۱۲) خدا تعالیٰ کے برگزیدہ انسانوں و آئمہ وقت اور روحانی نواب نبوی کی مثال ایسی ہے جیسے پانی کی ایک بڑی نالی ہوتی ہے۔ اور خدا کا برگزیدہ بندہ اس نالی کی مانند ہوتا ہے۔ اور سچے ارادتمندوں کا اس نالی کے ساتھ اس طرح پر شلق ہوتا ہے جیسے چھوٹی چھوٹی نالیاں ایک بڑے لوہے کے نل کے ساتھ ملی ہوئی ہوتی ہیں اور جب پانی کے چشمہ سے اس بڑے نل میں پانی آتا ہے تو ان چھوٹی نالیوں میں بھی ان کے ظرف کے موافق اور استعدادوں کے مطابق وہ پانی گرتا جاتا ہے۔ (۱۳) الغرض واضح ہو کہ اسما حسنی کا مرکب اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور وہ تقاضا کرتی ہے کہ اجزاء متفرقہ کو جمع کرے اسلئے اجتماع لازمی ہے۔

(۱۴) ساری گاڑیاں اگر چہ اپنے پیوں سے چلتی ہیں مگر ستیم انجن کے بدوں وہ پیٹے بے کار محض اور نکلتے ہیں۔ اسی طرح پرہیزگارے اندر بھی جو قرب کی فطری قوتیں اور طاقتیں ہیں وہ سب کی سب بیکار اور نکلتی ہیں۔ اگر کسی ستیم انجن کے ساتھ ہمارا تعلق نہ ہو کوئی شاخ مشرعات نہیں ہو سکتی۔ جب تک اصل و رخت کے ساتھ اسکا تعلق نہ ہو۔

(۱۵) کوئی بچہ نشوونما نہیں پاسکتا جب تک ماں کی گود میں نہ ہو۔

(۱۶) سورج۔ چاند اور چراغ وغیرہ میں بھی روشنی ہے اور آنکھوں میں بھی۔ لیکن ما بینا کو صرف سورج چاند وغیرہ کی روشنی سے کوئی فائدہ نہیں نہ بینا شخص کو اندھیرے میں صرف اپنی آنکھ مفید ہو سکتی ہے۔ غرض دونوں روشنیاں جمع ہوں تب ہی کار بر آری ہو سکتی ہے۔

جواب اس عرض کا کہ نماز کیوں ایک وقت مقرر نہ ہوئی

سوال۔ نماز کیوں ایک ہی وقت مقرر نہ ہوئی۔
جواب۔ جیسا کہ جسم کی تقویت کے لئے بار بار غذا کی ضرورت پڑتی ہے ایسا ہی روح کی صحت و صفائی و تقویت کے لئے نماز یعنی روحانی غذا کی ضرورت انسان کو ہر وقت ہے۔ تعجب ہے کہ سائل کہتا ہے نماز ایک ہی وقت کیوں مقرر نہ ہوئی۔ ہم کہتے ہیں کہ جب تم جسم کی تقویت کے لئے کئی بار دن میں غذا کھاتے ہو تو روح جو لطیف ترین و نازک ترین چیز ہے اسکی صحت و صفائی و قوت قائم رکھنے کے لئے روحانی غذا یعنی نماز کی زیادہ تر ضرورت ہے۔ پس جبکہ اجسام فانیہ کو تروتازہ رکھنے و تقویت کے لئے دن میں کئی بار غذا کھاتے ہیں تو روحانی غذا کے لئے رات دن میں پانچ وقت مقرر ہوئے تو کیا حرج ہے۔

اسرار شریعت جلد اول کتاب الصلوٰۃ
 تمام ہوئی اور اس کے بعد صفحہ ۲۶۱ سے کتاب النکوحۃ

شروع ہوتی ہے

وبالکملہ التوفیق

محمد فضل خان
 چنگوی

کتاب الزکوٰۃ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
 اَحْمَدُ لِلّٰهِ مَعْلٰی الْاِسْلَامِ وَمَحْمَدٌ الْکَلَامِ وَالصَّلٰوَةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهِ مُحَمَّدٍ نَبِیِّ الْاَدْنٰی
 وَالْمُرَکَّبِ الْاَنَامِ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاصْحَابِهِ وَخَلَفَائِهِ الْمَهْلِیْنَ الْکَرَامِ اَمَّا بَعْدُ وَرَضِیَ بِکُمْ
 اِسْلَامُ کِی غویاں اس سے ہویدا ہیں کہ اسکے احکام بڑی بڑی حکمتوں و مصلحتوں پر شامل اور خلائق
 حنفہ و معارف و فقیہ و اسرار نافعہ سے پُر ہیں۔ جنکی طرف انسانوں کو انکی بہتری و بہبودی کے لئے دعوت
 کی گئی ہے۔ اسکے احکام کے ہر لفظ میں انسان کی اصلاح و فلاح کے اشارات و دعوتیں مرکوز ہیں
 یعنی ہر حکم الہی جیسا ظاہر میں اپنی تکمیل و انتمال کے لئے انسان کو دعوت کرتا ہے ایسا ہی اپنے باطنی فوائد
 و منافع کی طرف راہنما ہے۔

عقول سلیمہ ہر وقت احکام الہی کے آگے سر تسلیم خم کر کے کوئی راہیں مگر طبعاً لے کر اذیعہ یعنی وہ نفوس انسانی جنہیں
 شیطانی سرشت کا مادہ زیادہ ہے وہ باعث مرض و اختلال طبع اگر اسلامی احکام کی شیرینی و حلاوت کو کھائے
 کہہ دیں اور اپنے اعراض کریں تو جائے تعجب نہیں اور نہ اس سے اسلام کا کچھ بگاڑ سکتا ہے بلکہ مقابلہ ضدین سے
 انوارِ صداقت زیادہ نور خشاں اور ظاہر و باہر ہوئے ہیں اور اس عالم میں خدا تعالیٰ نے قانون قدرت
 اسبطرح جاری کیا ہے کہ مقابلہ ضدین سے ہر چیز کے جوہر حقیقتیں ظاہر ہوتی ہیں۔

مقابلہ ضدین منظوم

فَلَوْلَا الْبَلَلُ مَا كَانَ النَّهَارُ	وَلَوْلَا الدُّرُورُ مَا وَجَدَ النَّصْرُ	فَلَوْلَا الْقَيْدُ مَا فَرَغَ الْقَوَالُ	وَلَوْلَا الْقَيْدُ مَا عَذَّبَ الْوَعْدُ
وَلَوْلَا الشَّرْعُ مَا ظَهَرَ الْفَيُّوْدُ	وَلَوْلَا الْفُطْرُ مَا اَرْقَبَ الْاَهْلَادُ	وَلَوْلَا الْحُجُوعُ مَا دَلَّتْ نَفَقَاهُ	وَلَوْلَا الصَّقْمُ مَا كَانَ الْاَصْحَالُ
وَلَوْلَا الْكُؤُوبُ مَا لَفَطَتِ الْبُحَا	وَلَوْلَا الْاِیْنُ مَا كَذَبَتِ الْجَبَالُ	وَلَوْلَا مَا اَبَانَ الرَّشْدُ عَيْنَا	لَمَا عَرَفَتْ هُدًیْنَا وَضَلَالُ
وَلَا كَانَ الْيَعْنِبُ يَجْلُ شَيْئُ	وَلَا حَكَمَ الْجَلَادُ وَلَا الْجَمَالُ		

ترجمہ۔ اگر رات نہ ہوتی تو دن بھی نہ ہوتا۔ اور اگر نور نہ ہوتا تو تروتازگی بھی نہ ہوتی۔
 اگر شکار کا کسب و رواج نہ ہوتا تو ہرن نفرت نہ کرتے اور اگر عشق و شفیقتگی نہ ہوتی تو وصال و طلاق
 لذت نہ دیتا۔ اگر شریعت نہ ہوتی تو باندیاں ظاہر نہ ہوتیں۔ اگر فطرت نہ ہوتا تو ہلال کا انتظار نہ کیا جاتا
 اگر بھوک نہ ہوتی تو ہونٹ پڑ مروہ و خشک نہ ہوتے۔ اگر روزہ نہ ہوتا تو وصال بھی نہ ہوتا۔
 اگر جہان نہ ہوتا تو آسمان نہ پھٹتے۔ اگر چشمے ظاہر نہ ہوتے تو (زلزل) سے پہاڑ ریزہ ریزہ
 نہ ہوتے۔ اگر گراہی سے ہدایت ظاہر نہ ہوتی تو ہدایت اور گراہی کی شناخت نہ ہوتی۔ اور ہر چیز میں

قدرِ نعمت نہ ہوتا اور نہ جلال و جمال میں کوئی حکم ہوتا۔

نظم

گر نبودے در مقابل روئے مکروہ و سیاہ
کس چہ دانستہ جمالِ شاد بد کلفام را
گر نیفتادے بخصے کار در جنگ و نبرد
کے شدے جو ہر عیاںِ نشیرِ خوں آشام را
روشنی را قدر از تاریکی است و تیرگی۔
اور نہ جمالِ تنہا است و غرور عقلِ تام را

عقل انسانی کا کمال و زوال

اسلام خدا تعالیٰ کے علم و حکمت کا مخزن و میگزین ہے جس جب تک انسان خدا تعالیٰ کے علم و حکمت کے ماتحت ہو کر چلے اُسکے عقل کا کمال ہے اور اُس سے علیحدہ ہو کر اُس کا زوال ہے۔ پس وہ انسان جو اپنے آپ کو عاقل و دانا سمجھے بیٹھے ہیں اور اسلام کے برخلاف ہیں اور اُسکے مقابلہ میں اپنے عقول کے گھوڑے دوڑا رہے ہیں وہ مطلع رہیں کہ وہ پہلے بھی مدامِ شکست کھاتے رہے اور آئندہ بھی شکست و ہار اُنکے نصیب میں ہے۔ اسلام جو اکیس حکمتوں اور اُسکے علوم و اسرار کا منبع ہے انسانی عقل اُسکے مقابلہ پر کیا چیز ہے۔ بھلا خالقِ عقول کے آگے انسانی خود کی کیا حقیقت ہے۔ خالق کے مقابلہ میں مخلوق کی کیا حیثیت ہے۔ اسلام خدا کی قدرت اور اُسکے علم و صنع کا آئینہ ہے۔ اسلام پر اعتراض کرنا خدا تعالیٰ کے ساتھ مقابلہ کرنا ہے۔

نظم

با خدا ہم دعویٰ فرمائیں
عقل تو گوئے محض ان بول
سکشی از حق کہ من دانا دلم
نعرش تو حاجتے پیدا کند
عقل کاں با کہ بیدار خلق
کہ بشیر عقل را و بر اں کند
چوں ز آموزش خود را یافتی
اندر دین خویش روشن مائ
صحتِ جبلِ مت و رگِ یوانگی
واندر نشِ حیات یک لکِ شریانگی
حاجتِ وحیِ ایش ندانم عاقلم
در دے عقل ترا رسوا کند
ہست حق و عقل پند از خلق
عاقلان را گمراہ و نادان کند
پس ز تعلیمش چو اسرار یافتی
آنچہ مے تا بدیتا بدتر آسمان

عقل و اسرارِ حق بس نارسا است

آنچہ کہ گمبیر سد ہم از خدا است

عقل کی مثال آئینہ کی ہے مگر کوئی آئینہ بغیر نور آفتاب چہرہ نما نہیں ہو سکتا۔ عقل کی مثال آئینہ سے ہے جسکے ذریعہ سیاہ و سفید وغیرہ ہر رنگ کی تیز ہو سکتی ہے مگر کوئی آئینہ بجز شمع آفتاب کچھ دیکھ نہیں سکتی۔ پس جسطرح جسمانی آئینہ و آئینہ میں بغیر نور آفتاب کچھ دیکھا نہیں جاسکتا۔ ایسا ہی روحانی چشم عقل کا حال ہے کہ وہ روحانی آفتاب کے بغیر کور ہے جو منکر نبوت ہے اوسکی روحانی چشم عقل نابینا ہے اسکا حال اس شخص کا سا ہے جو اندھیری رات میں سرگرواں دھیرا رہ جاتا ہے۔ ہم ہر ایک بات کی تحقیق عقل ہی کے ذریعہ سے کر سکتے ہیں۔ بلاشبہ عقل عمدہ چیز ہے لیکن اسکا جوہر تب ہی ظاہر ہوتا ہے کہ جب وہ اپنے چوڑے کے ساتھ شامل ہو ورنہ وہ دھوکا دینے میں دشمنوں سے بڑھ ہے۔ دور نگہی دکھانے میں منافقوں سے بڑھکر ہے۔ خوب سوچو۔ بن جوڑ کسی بات کی بھی گت نہیں۔ خدا نے جوڑ بھی ایک عجیب چیز بنا دیا ہے۔ جہاں دیکھو جوڑ ہی سے کام نکلتا ہے۔ ہم تم سب آنکھوں ہی سے دیکھتے ہیں مگر آفتاب کی بھی ضرورت ہے کانوں ہی سے سنتے ہیں مگر سوا کی بھی حاجت ہے۔ آفتاب چھپا تو بس اندھے بیٹھے رہو کانوں کو سوا سے ڈانک لو تو بس سننے سے چھٹی ہوئی۔

عاجز نور سے بود ہر چشم را | ایں چنین آفتا و فانون خدا
چشم مینا بے خورتا باں کہ دید | کے چنین چشمے خداوند آفرید

صحت عقل کے لئے تعین کلام الہی کی حکمت

فطرت انسانی کا یہ تقاضا ہے کہ سبکی ہر قوت کا ترازو معتدل ہو اور مصلحت الہی بھی اسی میں ہے لہذا خدا نے ہر چیز کی صحت و قیاس و افراط و تفریط کی جانچ کے لئے انسان کو ایک میزان عدالت عطا فرمایا ہے تاکہ انسان ضعیف البیان کی عقل خالق عقول کی مراد و حکمت مطلوبہ سے باہر نہ ہو جاوے۔ اسی حکمت الہی کو مد نظر رکھ کر متاہر رجال اسلام و ائمہ عظام خدا کے کلام وحی صلی و خفی کو اپنے قیاس و عقل کا معیار و میزان عدالت ٹھراتے رہے۔ وہ جانتے تھے کہ محض عقل انسانی بجز امداد و نور نبوت بہتک جاتی ہے۔ امداد و اشیا کی ہدایت و ہدایت حکمتوں و دقیق و دقیق الہی مصلحتوں کے دریافت کرنے میں بجز امداد و فیض قدسی دھوکہ کھا جاتی ہے۔ کتاب خیرات الحسان میں لکھا ہے۔

مناظرہ امام ابو حنیفہ رحمہ و امام جعفر رحمہ | عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْمُبَارَكِ قَالَ سَمِعْتُ الْإِمَامَ

ابو حنیفہؒ فلحق فی المدینۃ محمد علی بن الحسن بن علی الباقی فقال انت الذی مخالفت
احادیث جدی علیہ السلام بالقیاس فقال معاذ اللہ عن ذلک اجلس فانک حرمت
حرمة جدک علیہ السلام علی اصحابہ تجلس وجلس ابو حنیفہؒ بین
یدیہ وقال اسألك عن ثلاث مسائل فاجبني فقال الرجل اضعف
ام المرأة فقال المرأة كم سهم المرأة قال سهم المرأة نصف سهم الرجل
قال لو قلت بالقیاس لعكست الحكم والتأني الصلوة افضل ام الصوم فقال
الصلوة فقال لو قلت بالقیاس لقلت الخايض تقضي الصلوة لا الصوم. الثالث
البول احمش ام النطفة قال البول قال لو قلت بالقیاس لقلت لا غسل من البولي
انما الغسل من البول معاذ اللہ ان اقول علی خلاف الحديث بل اخدم قوله
فقام وقبل وجهه **ترجمہ** یعنی عبداللہ بن مبارک راوی ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہ
رحمۃ اللہ علیہ نے حج کیا اور مدینہ منورہ میں محمد علی بن حسین بن علی باقر رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی۔
انہوں نے کہا کیا تو وہی شخص ہے جس نے قیاس کی بنا پر میرے نانا کی احادیث کی مخالفت
کی ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا معاذ اللہ میں نے ایسا نہیں کیا۔ بیٹھ جائیں
میرے دل میں آپ کی وہی عزت ہے جو آپ کے نانا علیہ السلام کی عزت صحابہ کرام کے نزدیک تھی
پھر حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اُنکے آگے بیٹھ گئے اور کہا میں آپ سے تین مسئلے
پوچھتا ہوں آپ جواب دیں۔ اول مسئلہ یہ ہے کہ مرد و عورت کے پانی یا عورت کے عورت
ضعیف ہے۔ کہا اگر میں قیاس پر عمل کرتا تو اسکے برخلاف حکم کرتا کیونکہ بظاہر توبہ و تقصیر
عقل ایک یہ پہلو و شق بھی پائی جاتی ہے کہ چونکہ عورت کمزور ہے اسلئے کمزوری کی تقویت کے
لئے اسکو زیادہ مال دینا مناسب ہے اور مرد جو خود پہلے قوی ہے اسکو مال دینے کی ضرورت
حاجت ہے کیونکہ وہ آگے ہی قوی ہے۔

پھر حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے دوسرا مسئلہ پیش کیا اور پوچھا کہ نماز افضل ہے یا روزہ
حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نماز افضل ہے حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ
علیہ نے فرمایا کہ اگر میں قیاس پر عمل کرتا اور نص کی مخالفت کرتا تو کہتا کہ حائض نماز کو قضا کرے
نہ روزہ کو کیونکہ عقل و قیاس کا ایک یہ شق بھی ہے کہ جبکہ نماز روزہ سے فضل ہے تو حائض
کے لئے نماز خوف شدہ کو قضا کرنا لازم ہوتا نہ کہ روزہ کو جو نماز سے ادنیٰ ہے مگر حکم الہی

اسکے برعکس ہے اور وہی درست ہے۔

پھر تیسرا سوال حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے پیش کیا اور کہا کہ بول بہت پلید یا سنی۔ آپ نے کہا کہ بول بہت پلید ہے حضرت امام نے کہا اگر میرا عمل قیاس پر ہوتا تو میں کہتا کہ غسل بول سے کرنا لازم ہے نہ منی سے (کیونکہ بطا ہر قیاس اس امر کا یہی مقتضی ہے کہ جبکہ بول کی نجاست منی کی نجاست سے زیادہ ہے تو خروج بول سے غسل واجب ہوتا نہ خروج منی سے)۔ معاذ اللہ میری کیا مجال ہے جو میں حدیث نبوی کی مخالفت کروں۔ میں تو احادیث نبویہ کا خادم ہوں۔ پھر علی بن حسین نے اٹھ کر امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا منہ چوما۔ اس میں حضرت امام صاحب ظاہر فرماتے ہیں کہ چونکہ اشیاء کے کئی پہلو ہوتے ہیں اس میں نے اپنے عقل کو احکام الہی پر مقدم نہیں کیا کیونکہ انسان کو بغیر کلام الہی کیا معلوم ہے کہ وہ کس پہلو کو اختیار اور کس سے اجتناب فرماتا ہے۔ دو مسائل موخر الذکر کی حکمتیں جلد اول کتاب الطہارت و کتاب الصلوٰۃ میں ہم مفصل لکھ چکے ہیں وہاں ملاحظہ کرو کہ خروج منی سے خدا تعالیٰ نے کیوں غسل واجب ٹھرایا ہے۔ اور خروج بول سے کیوں غسل واجب نہیں ہوا۔ اور حیاض پر کیوں فضا کے روزہ لازم ہے اور کیوں فضا کے نماز حیاض پر لازم نہیں کی گئی۔ جو روزہ سے افضل ہے۔ اور اول الذکر مسئلہ کی حکمت کہ عورت کو مرد کی نسبت کیوں تھوڑا مال میراث میں سے دیا جاتا ہے اور مرد کو کیوں زیادہ دیا جاتا ہے۔ جلد دوم کتاب الفرائض میں مطالعہ فرماؤ۔

حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ کے کلام مذکور سے صاف ہوتا ہے کہ آپ کلام الہی کے مقابلہ میں ہرگز اپنی رائے پیش نہیں کرتے تھے۔ مگر بڑے بے انصاف ہیں وہ لوگ جو حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو ناحق بغیر سوچے سمجھے دینی مسائل میں اہل الرائے قرار دیتے ہیں۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے بعض تابعین کو بھی دیکھا تھا۔ وہ فانی فی سبیل اللہ اور علم دین کا ایک بحر اعظم تھا اور دوسرے سب اسکی شاخیں ہیں اسکا نام اہل الرائے رکھنا ایک بھاری خیانت ہے۔ امام بزرگ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو علاوہ کمالات علم آثار نبوت کے استخراج مسائل میں یدِ طولی تھا۔

مذکورہ بالا حوالہ تو کتاب خیرات الحسان میں لکھا ہے لیکن صاحب اعلام اسکے برعکس ابن سیرین سے کہتے ہیں قَالَ دَخَلْتُ اَنَا وَابُو حَنِيفَةَ عَلَى جَعْفَرٍ وَقُلْتُ مَتَى اللَّهُ يَبْكَ

هَذَا رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْعِرَاقِ وَلَهُ فِقْهٌ وَعَقْلٌ فَقَالَ لِي جَعْفَرُ لَعَلَّهُ الَّذِي يُقَيِّسُ الدِّينَ
بِرَأْيِهِ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيَّ فَقَالَ أَهْوِ النُّعْمَانَ فَقَالَ لَهُ أَبُو حَنِيفَةَ لَعَمْرَا صَلَّيْتَ اللَّهَ فَقَالَ
لَهُ جَعْفَرُ اتَّقِ اللَّهَ وَلَا تُقَيِّسِ الدِّينَ بِرَأْيِكَ فَإِنَّ أَوَّلَ مَنْ قَاسَ الْإِنْسَانُ إِذَا أَمَرَهُ
اللَّهُ بِالْشُّجْرِ وَالدَّامِ فَقَالَ أَنَا خَيْرٌ مِنْهُ خَلَقْتَنِي مِنْ نَارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ ثُمَّ
قَالَ لَا يَخِينُكَ أَحَبَرُنِي عَنْ كَلِمَةٍ أَوْ لَهَا شُرْكٌ وَاجْرُهَا إِيْمَانٌ فَقَالَ لَا دَرِي
قَالَ جَعْفَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَلَوْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ثُمَّ أَمْسَكَ كَانَ مُشْرِكًا فَهَذَا كَلِمَةٌ
أَوْ لَهَا شُرْكٌ وَاجْرُهَا إِيْمَانٌ ثُمَّ قَالَ لَهُ وَيْحَكَ أَيُّهَا اعْظُمُ عِنْدَ اللَّهِ قَتْلَ
النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ أَوْ الزَّنا قَالَ بَلْ قَتَلَ النَّفْسَ فَقَالَ لَهُ جَعْفَرُ إِنَّ اللَّهَ قَدَرُ
لَكَ فِي قَتْلِ النَّفْسِ شَاهِدِينَ وَلَمْ يَقْبَلْ فِي الزَّنا إِلَّا أَرْبَعَةً فَكَيْفَ يَقُومُ لَكَ قِيَاسٌ
ثُمَّ قَالَ أَيُّهَا اعْظُمُ عِنْدَ اللَّهِ الصَّوْمَ وَالصَّلَاةَ قَالَ بَلِ الصَّلَاةُ قَالَ فَمَا بِالْمَرْءِ
إِذَا حَاصَتْ تَقْضِيَةُ الصِّيَامِ وَلَا تَقْضِيَةُ الصَّلَاةِ اتَّقِ اللَّهَ يَا عَبْدَ اللَّهِ وَلَا تُقَيِّسْ فَإِنَّا
نَقِفُ عَدَاغَةً وَأَنْتَ بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ فَتَقُولُ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقُولُ أَنْتَ وَأَصْحَابُكَ قِسْنَا وَرَأَيْنَا فَيَفْعَلُ اللَّهُ بِنَا وَيَكُمُ مَا يَشَاءُ -

ترجمہ۔ یعنی ابن شہرہ راوی ہے کہ میں اور حضرت ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جعفر بن محمد
بن حنیفہ کے پاس گئے اور میں نے جعفر کو سلام کیا۔ آپ میرے دوست تھے۔ میں نے جعفر
کو کہا کہ یہ صاحب اہل عراق میں سے ایک فقیہ اور عاقل آدمی ہیں۔ آپ نے کہا شاید یہ وہی
صاحب ہیں جو دین کا قیاس اپنی رائے پر کرتے ہیں۔ کیا یہ صاحب نعمان بن ثابت ہیں حضرت
ابو حنیفہ رحمہ نے فرمایا میں نعمان ہوں حضرت جعفر نے انکو فرمایا خدا سے ڈرو اور دین کا
قیاس اپنی رائے سے نہ کرو کیونکہ پہلے جس نے قیاس کیا وہ شیطان تھا جب خدا تعالیٰ نے
آدم علیہ السلام کے لئے اسکو سجدہ کا امر فرمایا تو شیطان نے کہا میں آدم سے اچھا ہوں کیونکہ
تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور آدم کو مٹی سے بنایا (اور آگ کا عنصر خاک سے افضل ہے
اسلئے میں آدم سے افضل ہوں۔ اور افضل کو سجدہ ہونا مناسب ہے نہ اولیٰ کو یہ شیطان کا
قیاس تھا) مگر شیطان کو یہ نہ سوچا کہ خدا کے ہاں یہ قانونِ تمرہ ہے کہ افضل اشیاء سے
اولیٰ اور ادنیٰ سے افضل و اعلیٰ وہ بناتا ہے۔ دینا میں صد ہا ایسی چیزیں ہیں کہ ان سے اعلیٰ
و ادنیٰ ہر ایک قسم کی اشیاء بنتی رہتی ہیں۔ پانی پر نظر کرو کہ آسمان سے ٹپکانا اترتا ہے۔

مگر تمام انواع و اقسام کے ادنیٰ و اعلیٰ نباتات و درختاے و میوہ جات اُس سے اُگتے ہوتے ہیں خاک پر غور کرو کہ اس عالم کی ساری اشیاء اعلیٰ و ادنیٰ کی ساخت اسی سے ہوتی ہے۔ اس سے شیطان کے قیاس کی غلطی ظاہر ہے۔ پر خدا تعالیٰ خالق الکل کے اگے اپنا قیاس پیش کر کے اُسکے حکم کو ٹالنا لعینوں کا کام ہے شیطان کے قیاس کی غلطی اس سے مراد ہے کہ جبکہ وہ اقرار کرتا ہے کہ میرا اور آدم کا خالق تو ہی ہے اور پھر جبکہ حقیقی خالق و حقائق الالہیہ کے جاننے والے نے آدم کے لئے اُسکو سجدہ و اطاعت کا امر فرمایا تو اُسکو سمجھ لینا چاہئے تھا کہ آدم کی سرشت فضل اور میری ادنیٰ ہے جب ہی تو مجھے اُسکی اطاعت کا امر ہوا۔ پس جو شخص صریحاً کہی حکم کے موجود ہوتے ہوئے اُسکو ٹالی کر اُسکے مقابلہ میں اپنا قیاس پیش کرے واقعی وہ شیطان ہے۔

پھر حضرت جعفر م نے حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ کو فرمایا وہ کونسا کلمہ ہے جسکی ابتداء شرک اور اسکا آخر ایمان ہے حضرت ابو حنیفہ م نے فرمایا میں نہیں جانتا۔ حضرت جعفر م نے فرمایا وہ کلمہ لا الہ الا اللہ ہے۔ اگر انسان لا الہ کہہ کر رک جاوے تو مشرک ہو جاتا ہے۔ پس یہ وہ کلمہ جسکی ابتداء شرک اور آخر ایمان ہے۔ پھر کہا انسان کا قتل بڑا گناہ ہے یا نا۔ حضرت امام ابو حنیفہ م نے فرمایا ناحق انسان کا قتل کرنا بڑا گناہ ہے۔ حضرت جعفر م نے فرمایا قتل میں خدا تعالیٰ نے دو گواہ بھرائے ہیں اور تصدیق و نثار کے لئے چار گواہ مقرر کئے ہیں تو پھر آپکا قیاس کس طرح ٹھیک ہو سکتا ہے کہ قتل انسان بڑا گناہ ہے۔ پھر حضرت جعفر م نے کہا روزہ افضل ہے یا نماز حضرت امام ابو حنیفہ م نے فرمایا نماز افضل ہے۔ حضرت امام جعفر م نے کہا پھر حیض والی عورت کو قضاے روزہ کا تو حکم ہوا اور قضاے نماز کا حکم کیوں نہ ہوا۔ یعنی جبکہ نماز افضل اور روزہ اُس سے ادنیٰ ہے تو چاہئے تھا کہ افضل کی قضا لازم ہوتی نہ ادنیٰ کی۔ پھر کہا۔ اے خدا کے بندے خدا سے ڈرو اور قیاس کو چھوڑ دو۔ کیونکہ ہم اور آپ کل خدا تعالیٰ کے سامنے پیش ہونگے۔ اور ہم کہیں گے خدا اور اُسکے رسول نے یوں فرمایا۔ اور آپ اور آپ کے ساتھی کہیں گے ہم نے قیاس کیا اور رائے لگائی۔

ان ہر دو منہ کرہ بالا تفاریہ متون سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ و حضرت امام جعفر م کے درمیان کچھ نہ کچھ کسی قیاسی امر کے متعلق تکرار و مناظرہ ضرور ہوا۔ مگر ناقلین نے اُسکی اصل کو اُلٹ پلٹ دیا۔ ہمیں ناقلین سے تعجب آتا ہے کہ وہ لوگ جو حضرت

امام جعفر صادقؑ کا کلام مناظرہ نقل کرتے ہیں وہ انکی طرف سے انکے سائبرہ میں قیاس کو نقل کرتے جاتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ نے یوں کہا۔ اور امام ابو جعفرؒ نے فلاں قیاس کر کے یوں کہا۔ پھر کہتے ہیں امام جعفرؒ نے امام ابو حنیفہؒ کو کہا کہ قیاس چھوڑ دو۔ بھلا یہ کیسے درست ہو سکتا ہے کہ امام جعفرؒ خود تو برابر قیاس کرتے جائیں اور دوسرے کو اس فعل سے منع کریں۔ دراصل قیاس وہی غلط ہے جسکے اشتباہ و نظائر احکام الہی میں موجود نہ ہوں یا کوئی خدا کے صریح حکم کے برخلاف شیطانی فتنہ پیش کرے یا ایسی باتیں قیاسی دین میں پیش کرے جنکا استخراج و استنباط احکام دین سے نہ ہو سکے بلکہ اختراع جدید و ابداع ہو اور حکم الہی کے برخلاف ہو مطلق قیاس منع نہیں ہے بلکہ وہی قیاس منع ہے جسکے اشتباہ و نظائر وحی جلی و خفی میں موجود نہ ہوں۔ حضرت

علی کرم اللہ وجہہ لکھتے ہیں۔
 يُقَاسُ الْمَرْءُ بِالْمَرْءِ اِذَا مَا هُوَ مَا شَاءَ | وَلِلشَّيْءِ مِنَ الشَّيْءِ مَقَاتِلٌ وَاسْتِبَاهُ
 ترجمہ۔ یعنی اندازہ کیا جاتا ہے آدمی کا ساتھ آدمی کے جب اسکے ہمراہ ہو اور ہر چیز کو دوسری چیز سے اندازے اور مشابہتیں ہیں۔

قیاسات کے ذریعہ انسان نظائر و اشتباہ کو محسوس کر کے علوم میں ترقی کرتا اور حقائق کو معلوم کرتا ہے۔ اگر قیاسات کا دروازہ علوم الہیہ میں خدائے انسانوں پر بند فرمایا ہوتا تو انسان کسی حقیقت و صداقت کی پرکھ نہ کر سکتا۔ یہ بات بالکل غلط ہے کہ قیاس منع ہے بلکہ وہ قیاس منع ہے کہ جہاں نص صریح ہو تو قیاس کی بنیاد اسکی مخالفت کی جاوے جیسا کہ خدائے آدم کو سجدہ کا امر فرمایا تو شیطان نے خدا تعالیٰ کے صریح حکم کو قیاس کی بنیاد پر ٹال دیا۔

اور اگر ایمان موصوفین کے درمیان مؤخر الذکر مناظرہ بھی واقع ہوا ہے تو اس سے امام ابی حنیفہؒ کا فتویٰ میں بلند پایہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ آپ متعجل انسانوں کی طرح خواہ مخواہ بے فکر جواب نہیں دیتے ع۔ عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد۔

در اصل اس قسم کے مناظرات سے مناظرین کی قوت قیاس عقلیہ و ادراک و فہم اور ان کی دود اندیشی و حدت ذہن تو معلوم ہو سکتی ہے مگر اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ مناظرین میں سے جو فریق تفکر و ایمان سے جواب دے وہ کمزور ہے چنانچہ اس امر کے متعلق حضرت امام احمد بن حنبل و امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ کا مناظرہ ذیل قابل غور ہے۔

اِنَّ اَحْمَدَ نَاطِرُ الشَّافِعِيِّ فِي تَارِيخِ الصَّلَاحِ فَقَالَ لَهُ الشَّافِعِيُّ يَا اَحْمَدُ اَنْتَ قَوْلُ اَنْتَ يَكْفُرُ

ابن ابی لیلیٰ کہتا ہے کہ میں نے انصار میں سے بنی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک سو بیس صحابہ کرام کو دیکھا کہ جب کوئی مسئلہ انکو پیش ہوتا تو اسکو تمام صحابہ میں نوبت بہ نوبت پیش کیا جاتا یہاں تک کہ وہ مسئلہ پہلے کے پاس لوٹ کر آ جانا۔

ابو حنین ازدی کہتا ہے۔ حضرت عمر کے پاس جب کوئی مسئلہ پیش ہوتا تو آپ تمام صحابہ کو اس کے لئے جمع کر لیتے تھے۔ قاسم بن محمد رحمہ سے ایک مسئلہ دریافت کیا گیا تو انھوں نے فرمایا یہ مسئلہ بخوبی نہیں جانتا۔ سائل نے کہا میں آپ کے بغیر کسیکو یہاں قابل فتویٰ نہیں جانتا۔ اسکو فرمایا کہ میری ٹہنی ڈاڑھی اور لوگوں کے کثیر انبوه کو میرے گرد نہ دیکھ خدا کی قسم میں اس سے اچھی طرح واقف نہیں ہوں۔ ایک فریسی جو ان کے پاس بیٹھا تھا اس نے کہا آپ اسکا جواب دیدیں خدا کی قسم آج اس مجلس میں آپ سے زیادہ عالم و فاضل مجھے کوئی نظر نہیں آتا۔ انھوں نے کہا خدا کی قسم میری زبان کاٹی ہوئی مجھے پسندیدہ تر ہے نسبت اسکے کہ میں ایسے امر کی بابت کلام کروں جسکا مجھے علم نہیں ہے۔

ایسا ہی امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے کئی مسائل دینیہ پوچھے گئے تو اکثر سے اپنے سکوت فرمایا۔ سائل نے کہا آپ سارے مسائل کا جواب کیوں نہیں دیتے۔ فرمایا جس بات کا علم نہ ہو اس میں بات کرنی تقویٰ کے برخلاف ہے۔

تمام بزرگان دین جسکا اوپر ذکر ہو چکا ہے جانتے تھے کہ بے اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بڑے بڑے علماء و فضلاء اہل الدین و عاقل و دانا ایک مشروع و معقول امر کو غیر مشروع و غیر معقول سمجھ بیٹھتے ہیں اور خدا تعالیٰ کی نص صرف اور اسکے کلام کا فضل اور اسکی باران رحمت کی وحی انکی دستگیری نہ کرے تو وہ سخت دہوکہ میں پڑ جاتے ہیں۔ یہ ان کا اجتہادی سوہوتا ہے۔ سلف میں ایسے بہت واقعات گزرے ہیں اگر ان سب کی تفصیل لکھوں تو ضخامت کتاب بہت بڑھ جانے کا اندیشہ ہے۔ دور نہ جاؤ حضرت موسیٰ و خضر علیہما الصلوٰۃ والسلام کے واقع پر غور کرو جسکا بیان قرآن کریم کی آیات ذیل میں آیا ہے:-

فَوَحَّیْہٖ اَنْ عِبَادَنَا اٰتٰیْنَاکَ رَحْمَۃً مِّنْ عَلٰنَا وَعِلْمًا مِّنْ لَّدُنَّا عَلٰمًا۔ قَالَ لَہٗ مُوَسٰی
ہَلْ اٰتٰیَکَ عَلٰی اَنْ تَعْلِمَ مَا عَلِمْتُ رَسُوْلًا۔ قَالَ اَنْتَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِيَ صَبْرًا۔
وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰی مَا لَمْ تُحِطْ بِہٖ خُبْرًا۔ قَالَ سَتَجِدُنِيْ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ صَابِرًا وَّلَا اَعْصِيْ
اٰمْرًا۔ قَالَ فَاِنْ اَتٰیٰکَ تَشٰوَرُ فَلَآ تَشٰوَرْ لٰنِيْ عَنْ شَيْءٍ حَتّٰی اُحْدِثَ لَکَ مِنْہٗ دَلٰلًا

فَانْطَلَقَا حَتَّى اِذَا رَكِبَا فِي السَّفِينَةِ خَرَقَهَا قَالَ اَحْرَقْتُهَا لِتَغْرُقَ اَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتُ
شَيْئًا اِمْرًا - قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا - قَالَ لَا تَأْخُذْ بِي
بِمَا نَسِيتُ وَلَا تَزِدْ هِفْنِي مِنْ اَمْرِى عَسْرًا - فَاَنْطَلَقَا حَتَّى اِذَا اَلْقِيَا عِلَامًا فَقَتَلَهُ
قَالَ اَقْتُلْتُ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ لَقَدْ جِئْتُ شَيْئًا لَّكْرًا - قَالَ اَلَمْ اَقُلْ
لَكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا - قَالَ لَنْ سَأَلْتَكَ عَنْ شَيْءٍ بَعْدَهَا فَلَا
تَصَاحِبْنِي قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَدُنِّي عُذْرًا - فَاَنْطَلَقَا حَتَّى اِذَا اتَّيَا اَهْلَ قَرْيَةٍ
اَسْتَطْعَمُوْهُمْ اَلَا اِنَّ لِيْصِفِيْوَاهُمَا فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُرِيدُ اَنْ يَنْقُصَ فَاَقَامَا
قَالَ لَوْ شِئْتُ لَاتَّخَذْتُ عَلَيْهِ اجْرًا - قَالَ هَذَا فِرَاقُ بَيْنِي وَبَيْنَكَ سَائِمُكَ
يَتَاوَلَّ مَالَهُ تَسْتَطِيعُ عَلَيْهِ صَبْرًا - اَمَّا السَّفِينَةُ فَكَانَتْ لِمَسَاكِيْنٍ يَعْمَلُوْنَ
فِي الْبَحْرِ فَاَرَدْتُ اَنْ اُعْجِبَهَا وَكَانَ وَّرَاءَ هُمَا مَلِكٌ يَأْخُذُ كُلَّ سَفِينَةٍ
غَصْبًا وَاَمَّا الْعِلَامُ فَكَانَ اَبُوْا لَمْؤُمَيْنِ مَخْشِيْنَا اَنْ يَرْهَقَهُمَا طُغْيَانًا وَكُفْرًا -
فَاَرَدْنَا اَنْ يُبَدِّلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِنْهُ رُكُوْعًا وَاَقْرَبَ رَحْمًا - وَاَمَّا الْجِدَارُ
فَكَانَ لِعِلَّامَيْنِ يَتِيمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ تَحْتَهُ كَنْزُهُمَا وَكَانَ اَبُوهُمَا
صَالِحًا فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَبْلُغَا اسْتَدَّهُمَا وَيُخْرِجَاهُمَا لِنَزَاهِهِمَا رَحْمَةً مِنْ رَبِّكَ
وَمَا فَعَلْتُهُ عَنْ اَمْرِى - ذَلِكَ تَأْوِيلُ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَلَيْهِ صَبْرًا اِنَّ هَذَا
يَعْنِي - پھر پایا موسےٰ اور اسکے ساتھی نے ہمارے ایک بندے کو جو کبودی تھی ہم نے
اپنے پاس سے رحمت اور اسکو سکھایا تھا ہم نے اپنے پاس سے ایک علم - موسےٰ نے
اسکو کہا اگر تیری اجازت ہو تو میں تیرے ساتھ رہوں تاکہ تو مجھے سکھاوے جو کچھ سکھا
گئی تجھکو بھلی راہ - اُس نے کہا کہ تو میرے ساتھ ٹھہر نہ سکیگا - اور تو کیونکر ٹھہر سکیگا ایک
ایسے امر کو مجھ سے دیکھ کر جبکہ علم تجھکو نہیں ملا - موسےٰ نے کہا انشا اللہ تعالیٰ تو مجھے
معاذ پرانے گا - اور میں تیرا کوئی حکم نہ ٹالوں گا - حضرت نے کہا پھر اگر تو میرے ساتھ رہتا ہے - تو
مجھ سے کوئی بات مت پوچھو جب تک میں اسکا بھیج دوں تیرے آگے بیان نہ کروں -
پھر موسےٰ وہ حضرت دونوں چل پڑے یہاں تک کہ جب چڑھے ایک کشتی میں تو حضرت نے اُس
کشتی کو بھاڑ ڈالا - موسےٰ نے کہا کہ تو نے کشتی کو بھاڑ ڈالا کہ اہل کشتی کو غرق کر ڈالے تو نے
یہ ایک اُنوکھا کام کیا ہے - حضرت نے کہا میں نے تجھے نہیں کہا تھا کہ تو میرے ساتھ نہیں ٹھہر سکیگا -

موسےؑ نے کہا اب میری بھول پر میرا مواخذہ نہ کر اور مجھ پر میرا کام مشکل نہ ڈال۔ یعنی میں
 بھول چوک سے یہ بات کی مجھے خدا نہ کر اور معاف کر۔ پھر موسیٰؑ اور خضر علیہما السلام
 چل پڑے یہاں تک کہ ایک لڑکے کو ملے۔ خضر نے اُس لڑکے کو مار ڈالا۔ موسیٰؑ نے
 کہا کیا تو نے ایک ستم سے بیگناہ انسان کو بغیر بدلہ قتل نفس کے مار ڈالا۔ یہ تو نے
 ناجائز اور اور ایک بُرا کام کیا ہے۔ خضر نے کہا میں نے تجھے پہلے نہیں کہا تھا کہ
 تو میرے ساتھ صبر نہ کر سکیگا۔ موسیٰؑ نے کہا اگر اب کے بعد تجھ سے کوئی بات پوچھوں
 تو تجھے ساتھ نہ رکھوں۔ اسکے بعد میرا عذر اور الزام تو اتار چکا۔ پھر دونوں چل پڑے۔
 یہاں تک کہ ایک گاؤں میں آئے اور اہل وہ سے دلوں نے کھانا مانگا مگر ان لوگوں نے
 انکو کھانا نہ دیا۔ پھر دونوں نے اس گاؤں میں ایک دیوار دیکھی جو گرنا چاہتی تھی اُسکو سیدھا
 کر دیا۔ موسیٰؑ نے خضر کو کہا اگر تو اس دیوار کی مرستی کی اجرت لے لیتا تو مناسب تھا
 خضر نے کہا اب میرے اور تیرے درمیان یہ جدائی ہے۔ اب میں جتنا ہوں تجھکو اور
 مذکورہ کا بھیجہ بغیر تو عید نہیں کر سکا۔ کشتی چلے تھی وہ مستاجوں کی تھی جو دریا میں اُسکے ذریعہ
 محنت کرتے تھے سو میں نے چاہا کہ اسکو عید کر دوں کیونکہ اُنکے پرے ایک بادشاہ تھا
 جو کہ کشتی بے عیب کو چھین لیتا تھا۔ اور وہ جو لڑکا تھا سو اُسکے ماں باپ ایسا در تھر
 پس بکوا سب بات کا اس سے اندیشہ ہوا کہ وہ انکو کفر و زبردستی سے عاجز نہ کر ڈالے۔
 پھر ہم نے چاہا کہ اُنکا پروردگار اُس سے بہتر لڑکا انکو بدلہ میں عطا کرے جو ستمانی و زری میر
 اُس سے بہتر ہو۔ اور وہ جو دیوار تھی سو وہ دو تھیم لڑکوں کی تھی اُس شہر میں اور اُسکے نیچے
 مال گڑا ہوا تھا اُنکا۔ اور ان لڑکوں کا باپ نیک آدمی تھا۔ پس تیرے پروردگار کا یہ ارادہ
 ہوا کہ جب وہ لڑکے جوان ہوں تو اپنا خزانہ نکال لیں۔ یہ اُسکی مہربانی کا ثبوت ہے۔ اور
 میں نے یہ کام اپنی رائے و حکم طبع سے نہیں کئے۔ بلکہ یہ سب خدا تعالیٰ کے امر سے ہو
 گئے۔ یہ ہیں مجید اُن کاموں کے جزیرے تو صبر نہیں کر سکا۔

سوال۔ تو رات میں لکھا تھا کہ کوئی نفس بغیر کسی نفس کے قتل نہ کیا جاوے خضر
 علیہ السلام نے کیوں بچے کو قتل کیا۔ اور پھر جناب موسیٰؑ کے اعتراف میں تو کیوں غلاب
 ادب سمجھا حالانکہ موسیٰؑ بلحاظ شریعت منزلہ من الصدق پر تھے۔

جواب۔ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ كَيْفَ أَوْفَّقَهُ فِي الْأَرْضِ؟ بھی لکھا ہے

فساد کا لفظ بھی وسیع ہے جو شے کسی زمانہ میں فساد کا موجب ہو سکتی ہے وہ آئندہ زمانہ میں قتل نفس کا موجب بھی ہو سکتی ہے جشرات الارض کو دیکھو کیسے ہر روز مارے جاتے ہیں اسلئے کہ آئندہ فساد کا موجب نہ ہوں جیسا کہ کہا ہے اَقْتُلُوا الْمُؤْذِيَاتِ قَبْلَ الْاِذَاءِ تو گویا ہر ایک سو ذی کا ایذا سے پہلے ہی قتل کرنا بہتر ہے حالانکہ اس سو ذی نے ابھی کوئی قتل نہیں کیا مگر قانون قدرت ہمیں اس قانون کے رواج کا نشان دیتا ہے۔ قرآن کریم اور دیگر شرائع آسمانی نے یہی یہی جائز رکھا اور عقل انسانی بھی اس قتل حفظ ما تقدم کے لئے سبق دیتی ہے۔

الغرض خضر علیہ السلام کا کشنی کو عید کرنا اور لڑکے کو قتل کرنا حکم الہی سے تھا جیسا کہ ملک الموت حکم الہی سے ہر لحظہ کے اندر دنیا میں نہر مارا اموات و حوادث پیدا کرتا رہتا ہے پس جبکہ ملک الموت پر کوئی الزام نہیں آسکتا تو خضر علیہ السلام بالاولیٰ بری ہیں۔ کیونکہ انہوں نے امور مذکورہ میں خدا تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کی ہے چنانچہ وہ ظاہر کرتے ہیں وَمَا فَعَلْتُهُ عَنْ اَمْرِ رَبِّي یعنی میں نے طبعی امر سے یہ کام نہیں کئے بلکہ بالہام الہی کئے ہیں۔

شرعی و الہامی امور الگ الگ رہتے ہیں اسلئے کشنی یا الہامی امور کو شریعت کے تابع نہیں رکھنا چاہئے۔ وحی الہامی کا معاملہ اور یہی رنگ کا ہوتا ہے اسکی ایک وونظیر میں نہیں بلکہ نہرا روں نظائر موجود ہیں بعض وقت ہام کو الہام کی رو سے ایسے احکام بتائے جاتے ہیں کہ شریعت کی رو سے انکی بجائے اور سی درست نہیں ہوتی مگر ہام کے لئے فرض ہوتا ہے کہ انکی بجائے اور سی میں ہمہ تن مصروف رہے ورنہ گنہگار ہوگا۔ حالانکہ شریعت اسے گنہگار نہیں ٹھہرتی یہ تمام باتیں مِنْ لَدُنَّا عَلَمًا کے تحت میں ہوتی ہیں۔ ایک جلد باز شخص بے شک اسے خلاف شریعت قرار دے گا مگر یہ اسکی جلد بازی ہوگی کہ ان باتوں کو خلاف شریعت سمجھے دراصل اہل باطن کے لئے بھی ایک شریعت ہوتی ہے جسکی بجائے اور سی انہی فرض ہوتی ہے۔ ابتدائے دنیا سے یہ باتیں دوش بدوش چلی آتی ہیں۔ یعنی شریعت ظاہری وہ ہے کہ جس میں امور دنیا کا پورا پورا انصرام و انتہام کیا گیا ہے تاکہ اسکے انتظام میں لجاظظاہر کے کوئی بات خلاف طریق ظاہر نہ ہو۔ شریعت باطنی وہ ہے کہ بعض امور ظاہری جو باطنی النظر میں کامل طور پر مطلوب پذیر نہیں ہو سکتے الہام و کشوف سے ظاہر اور رواج دئے جاتے ہیں۔ اور وہ دراصل ظاہری احکام شریعت کے کشف حقائق ہوتے ہیں۔ مثلاً کہا جاتا ہے وَلَا تَقُوا الْاَيْدِيَكُمْ إِلَى التَّمَلُّكِ تَرْجَعُ۔ یعنی جان بوجھ کر اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ مگر ایک شخص کو حکم

ہوتا ہے کہ تو بچے کو دریا میں ڈال دے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کو حکم ہوا تھا یا حکم ہوتا ہے کہ دریا کو چیر کر لگن چا جیسے کہ خود حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا تھا اور وہ مع لشکر بغیر کسی شکی کے دریا سے پار چلے گئے۔ یا جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم ہوا تھا کہ اپنے بیٹے کو ذبح کر دے اور آپ اسکو ذبح کرنے پر تیار ہو گئے تھے۔ یہ امور ظاہری شریعت سے ورا والو راہ ہوتے ہیں۔ جنگو اہل حق ہی سمجھتے ہیں۔ اور وہی انکو پیلا لیتے ہیں۔ ورنہ اس طرح تو خدا تعالیٰ پر اعتراض ہوتا ہے حالانکہ خدا تعالیٰ کی پاک ذات پر ایک عیب و نقص سے منزہ ہے۔ اسکا تروہی جانتے ہیں جو خدا تعالیٰ سے خاص تعلق رکھتے ہیں ایسے امور میں جلد بازی سے کام نہیں لینا چاہئے۔ خدا تعالیٰ نے فی قصص قرآن کریم میں اسلئے بیان فرمائے ہیں کہ انسان ادب سیکھیں۔

اس سوال کا جواب کہ موسیٰ نے اعتراض کر لئے میں کیوں جرات کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک عظیم الشان ادب اسرا الہی کے دریافت کرنے میں ایک عظیم الشان نبی کے ذریعہ سکھایا کہ جب وہ نبی صاحب شریعت باوجود عالی مرتبہ ہونے کے اسرا الہی میں با ادب ہونے کی دعوت کی گئی ہے تو تم امتی ہو کر بہت ڈر کر قدم رکھو۔ یہ ایسے ایسے امور ہیں کہ ظاہری شریعت کو تو منسوخ کرتے ہوئے میں مگر دراصل وہ شریعت کے اسرا ہوتے ہیں جکی کتبہ و راز کو معلوم کرنا انسان کا کام نہیں ہے۔ جب تک کہ وہ علام الغیوب اپنے فضل و کرم سے خود مطلع نہ کرے۔ حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تشنوی ایک طبیب کا قصہ حوالہ واقعہ ہذا کے لکھا ہے کہ اُس نے ایک شخص کو سہل دیگر ہلاک کر دیا۔ حالانکہ وہ طبیب واجب القتل نہ تھا اور نہ اُس پر قصاص لازم آیا اسلئے کہ وہ مامور تھا اس نے اپنے نفس سے اسکو قتل نہ کیا تھا۔ بلکہ امر الہی سے کیا۔ اسی طرح ہلاک الموت خدا جلے کس کس طرح ہر روز جانیں گار رہے مگر اس پر کوئی قتل یا خون کا مقدمہ چل نہیں سکتا۔ وہ تو مامور ہوئے۔ اولیاء کا طالعہ ابدال ملائکہ کے رنگ میں ہوتے ہیں خدا تعالیٰ اُن سے کئی خدمات لیتا ہے۔

سوال حضرت موسیٰ و خضر علیہما السلام دونوں میں سے افضل کون تھا۔

جواب۔ عِلْمُهَا جَعْدًا رَفِیًّا۔

سوال کیا یہ قصہ بیان کرنے سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی توہین نہیں ہوتی۔

جواب۔ اس قصہ سے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بزرگی ثابت ہوتی ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے

علوم کی پیاس ظاہر کرتے اور انکا استکشاف چاہتے ہیں اور یہ بیان تو خود خدا تعالیٰ نے اپنے
دو بزرگ و مقبول بندوں کا ذکر فرمایا کہ وہ میرے علوم کے اسرار میں اسطرخ نگرار کرتے تھے کہ
ایک اُن امور کو جو دراصل جائز و مشروع تھے فی البدیہ غیر مشروع قرار دیتا تھا۔ اور پھر جب
اسکو اُن امور کے راز سمجھائے جاتے تھے تو وہ اُن کو مان لیتا تھا۔ اور یہ قصہ خدا تعالیٰ
نے محض امت محمدیہ کی عبرت کے لئے بیان فرمایا ہے کہ انسان خواہ بڑے سے بڑا مرتبہ
رکھتا اور عالیقدر ہو وہ سارے علوم الہیہ کا حاوی نہیں ہوتا۔ اور پھر اس میں یہ راز مضمر ہے
کہ انسان خواہ کتنا ہی رفیع القدر ہو جب اُس پر کسی امر کا حق کھل جاوے تو اُسکے ماننے میں
عار نہ رکھے۔ اور علوم غامضہ اور اسرار مخفیہ جنکا وہ خود حاوی نہ ہو اُن سے ناواقفی کی وجہ
سے فی الفور انکا انکار نہ کر بیٹھے۔ بلکہ جب حق کھل جائے تو حضرت موسیٰ کی طرح حق کو مان لے
اس قصہ میں یہ عبرت بھی مرکوز ہے کہ جس امر کی واقفیت نہ ہو اُس میں بغیر سوچے سمجھے
خواہ مخواہ رائے دینے کو تیار نہ ہو جانا چاہئے۔ اور خدا تعالیٰ کے حکم و لا تقف ما لیس
لک بہ علم کی اطاعت چاہئے۔ یعنی جس بات کا تجھے علم نہیں اسکے پیچھے نہ پڑ۔
سوال جبکہ آپ نے کتاب بنا کی تمہید ہی اس بات سے شروع کی ہے کہ شریعت کا
خطاب عقل پر ہے تو پھر یہ کیوں لکھ دیا ہے کہ شریعت کے اسرار سمجھنے میں عقل کی
دسترس نہیں ہے۔

جواب۔ بلاشبہ شریعت کا خطاب عقل پر ہے اور احکام شریعت کے اسرار
اور انکی علمتوں کا معلوم کرنا بھی عقل ہی کا خاصہ ہے۔ اور یہ ایسا ہے جیسا کہ آئینہ میں
اپنا منہ وغیرہ دیکھنا۔ مگر آئینہ بغیر نور آفتاب کچھ کام نہیں دیکھتا ایسا ہی اسرار احکام
الہی کا معلوم کرنا بجز ادا و کلام الہی ناممکن ہے۔

ہمارا اس سے یہ مطلب نہیں ہے کہ عقل کو بالکل محفل کر دیا جائے بلکہ ہماری یہ مراد
کہ امور غامضہ الہیہ کے حل و کشف میں کلام الہی کا اسناد ضرور چاہئے۔ اور اگر کسی حکم الہی
کی علت و حکمت معلوم نہ ہو تو اس سے یہ امر لازم نہیں ہو جاتا کہ جس حکم الہی کی کسب کو علت
معلوم نہ ہو اُسکو بے وجہ و اہل سمجھا جاوے بلکہ اسکی اطاعت لازم ہے۔ دنیا میں ہزاروں
قسم کی بوٹیاں ہیں جنکے خواص سارے کے سارے اہل دنیا پر اتنا تک منکشف نہیں ہو چکے
مگر عدم علم خواص الہیہ سے یہ کہنا نہیں لازم آتا کہ جن بوٹیوں و اشیاء کے خواص ہمو

معلوم نہیں ہیں وہ بے فائدہ و عبث ہیں۔ انکے پیدا کرنے میں خدا نے عبث کام کیا ہے (تعالیٰ اللہ عن ذلک)

حضرت امام محمد فخر الدین رازی مولف تفسیر کبیر کو اللہ تعالیٰ بہشت میں خوش و خورم رکھے کہ انہر کسی نے سوال کیا تھا اِنَّ الْحَدَّثَ يَخْرُجُ مِنْ مَوْضِعٍ وَالْفَسْلُ يَجِبُ مِنْ مَوْضِعٍ الْاُخْرُوهُوَ خِلَافُ الْمَعْقُولِ ترجمہ۔ یعنی خروج ہوا کے سبب و مقرر کرنا نے معنی بات ہے کیونکہ ایک اندام سے تو ہوا نکلتی ہے اور اس کے بدلہ میں دوسرے اندام کو دھونا واجب ہوتا ہے۔ اور یہ بات خلاف عقل ہے۔

چونکہ علامہ موصوف کو علم الابدان کے عدم علم کی وجہ سے اس امر کا مجید معلوم تھا اس لئے لکھ دیا کہ گو ہم اس امر کا مجید نہیں جانتے مگر یہ امر حکمت و علت سے خالی نہیں ہے اس سے امام موصوف کا تقویٰ میں عالی پایہ معلوم ہوتا ہے کہ جوابات نہیں آتی تھی اسکا صاف اظہار کر دیا۔ علامہ موصوف پر وضو کے متعلق کچھ اور سوالات بھی وارد تھے جنکو ہم بعینہ یہاں درج کر دیتے ہیں۔ اور انکے جوابات کی توفیق آج خدا تعالیٰ نے مولف کتاب پر عطا فرمائی ہے (الحمد لله تعالیٰ علی ذلک)۔

۱۔ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی ذَكَرَ هٰذِهِ الْاَعْضَاءَ لَا عَلَیْهِ وَفِی التَّرْتِیْبِ الْمُعْتَبَرِ فِی الْحُسْنِ وَلَا عَلَی وَفِی التَّرْتِیْبِ الْمُعْتَبَرِ فِی الشَّرْعِ۔ وَذٰلِكَ یَدُلُّ عَلٰی اَنَّ التَّرْتِیْبَ وَاجِبٌ۔
۲۔ بَيَانُ الْمَقْدَمَةِ الْاُولٰی اَنَّ التَّرْتِیْبَ الْمُعْتَبَرُ فِی الْحُسْنِ اَنْ یُبْدَأَ مِنَ الرَّاسِ نَازِلًا اِلَى الْقَدَمِ اَوْ مِنَ الْقَدَمِ صَاعِدًا اِلَى الرَّاسِ۔ وَالتَّرْتِیْبُ الْمَذْكُورُ فِی الْاٰیَةِ لَیْسَ كَذٰلِكَ۔

۳۔ وَاَمَّا التَّرْتِیْبُ الْمُعْتَبَرُ فِی الشَّرْعِ فَهُوَ اَنْ یَجْمَعَ بَيْنَ الْاَعْضَاءِ الْمَغْسُولَةِ وَفِی الْمَسْجُوعَةِ عَنْهَا وَالْاٰیَةُ لَسْتُ كَذٰلِكَ فَانَّهُ تَعَالٰی اَدْرَجَ الْمَسْجُوعَ فِی اَنْتَابِ الْمَغْسُولَاتِ اِذَا اثْبَتَ هٰذَا فَقَوْلُ هٰذَا یَدُلُّ عَلٰی اَنَّ التَّرْتِیْبَ وَاجِبٌ وَالْاٰیَةُ عَلَیْهِ اَنَّ اَصْبَالَ التَّرْتِیْبِ فِی الْكَلِمِ مُسْتَقِیْمٌ وَاجِبٌ تَنْزِیْهِهِ عَلَی اللّٰهِ تَعَالٰی عَنْهُ تَرْكُ الْعَلَلِ بِهٖ فِیْمَا اِذَا صَارَ ذٰلِكَ مُحْتَمَلًا لِلتَّشْبِیْهِ عَلَی اَنَّ ذٰلِكَ التَّرْتِیْبَ وَاجِبٌ فَبَقِیَ فِی غَیْرِ هٰذِهِ الصُّوَرِ عَلَی وَفِی الْاَصْلِ۔

۴۔ اِنَّ اِیْتَابَ الْوُضُوْءِ غَیْرُ مَعْقُولِ الْمَعْنٰی وَذٰلِكَ یَقْتَضِیْ وَجُوْبَ الْاِیْتَابِ

یہ علی الوجہ الذی ورد فی النص۔

۵۔ اِنَّ الْحَدَّثَ یُخْرَجُ مِنْ مَوْضِعٍ وَالْفَصْلُ یَجِبُ مِنْ مَوْضِعٍ اِخْرَ وَهُوَ خِلَافُ الْمُعْقُولِ۔

۶۔ اِنَّ الْأَعْضَاءَ الْمُحَدَّثَاتِ طَاهِرَةٌ لِقَوْلِهِ تَعَالٰی اِنَّمَا الْمُسْتَرْکُوْنَ نَجِسٌ وَكَلِمَةٌ اِنَّمَا لِلْمُحْضَرِّ وَقَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ الْمُؤْمِنُ لَا یَجْسُسُ حَیًّا وَلَا مِیْتًا وَتَطْهِیرُ الطَّاهِرِ مُحَالٌ۔

۷۔ اِنَّ الشَّرْعَ اَقَامَ التَّیْمَ مَقَامَ الْوُضُوِّ وَلَا شَکَّ اَنَّهُ صِنْدُ النِّظَافَةِ وَالْوُضُوْءِ۔

۸۔ اِنَّ الْمَا الْاَنْکَرُ الْعَقْلُ یُعِیْدُ الطَّهَارَةَ وَمَا الْوَرْدُ لَا یُعِیْدُهَا فَتَبَّتْ بِهَذَا اَنَّ الْوُضُوْءَ غَیْرُ مُعْقُولٍ الْمُعْتَضُ وَاِذَا ثَبَّتَ هَذَا وَجَبَ الْاِعْتِمَادُ فِیْهِ عَلٰی مَوْرِدِ النَّصِّ لِاحْتِمَالِ اَنْ یُّکُوْنَ التَّرْتِیْبُ الْمَذْکُوْرُ مُعْتَبَرًا اِمَّا لِحُضْرِ التَّعْبَلِ اَوْ لِحُكْمِ خَفِیَّةٍ لَا نَعْرِفُهَا۔ (تفسیر کبیر جلد سوم ص ۳)

ترجمہ :- خدا تعالیٰ نے ان انداموں کا ذکر نہ تو ترتیب محسوس کے موافق اور نہ ترتیب مشروع کے مطابق بیان فرمایا ہے۔ اور ترتیب منصوصی اس بات پر دال ہے کہ اسکی رعایت واجب ہے۔

۲۔ معتبر ترتیب اس طرح محسوس ہوتی ہے کہ اول وضو کو سر سے شروع کر کے نیچے کو پاؤں پر ختم کیا جائے۔ یا پاؤں سے شروع کر کے اوپر کو سر پر ختم کیا جاوے۔ اور آیت میں یہ ترتیب مذکور نہیں ہے۔

۳۔ اور شرعی ترتیب اس طرح معتبر ہے کہ دھوئے جانے والے اندام ایک جا الگ اور مسح کئے جانے والے اندام الگ مذکور ہوتے۔ اور آیت میں یہ ترتیب نہیں ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نے مسح انداموں کو مغسول انداموں کے درمیان درج فرمایا ہے جب یہ بات ثابت ہوئی تو ہم کہتے ہیں یہ ترتیب اس بات پر دال ہے کہ ترتیب منصوص کی رعایت واجب ہے۔ اور اس پر دلیل یہ ہے کہ کلام الہی کی ترتیب کا چھوڑنا بڑا ہے پس خدا تعالیٰ کا کلام اس سے منفرہ ہے کہ اسکی ترتیب کے موافق اس پر عمل نہ کیا جائے کیونکہ اس میں اس امر کی آگاہی کا احتمال ہے کہ ترتیب منصوص کی رعایت واجب ہے اور اس صورت کے سوا ترتیب اصل کے موافق رہتی ہے۔ پاؤں۔ ہاتھ۔ منہ۔ سر۔

۴۔ وجوب وضو بے معنی ہے۔ اور اسکی ترتیب منصوص کا اقتضا ہے کہ عمل میں اسکی منصوبی ترتیب کی رعایت واجب ہے۔

۵۔ ہوا ایک اندام سے نکلتی ہے اور دھونا اسکے بدلہ میں دوسرے اندام کو واجب ہوتا ہے اور یہ بات خلاف عقل ہے۔

۶۔ جب وضو آدمی کے اندام پاک ہوتے ہیں چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ صرف مشرک پلیدی ہی پلیدی ہوتے ہیں۔ اس آیت میں کلمہ اتما حصر کا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف مشرک ہی پلیدی ہوتے ہیں مومن پلیدی نہیں ہو سکتا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مومن ناپاک نہیں ہوتا۔ نہ زندگی میں۔ نہ مرنے کے بعد۔ اور پاک کپاک کرنا محالات میں سے ہے۔ ترتیب نے تیمم کو قائم مقام وضو کا ٹھہرایا ہے اور اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ تیمم کا فعل وضو کی نظافت اور صفائی کے برخلاف ہے۔

۸۔ گہلا اور گندہ پانی طہارت کے لئے مفید اور آب گلاب غیر مفید ہے۔ پس اس سے نہایت ہوا کہ وضو کے معنی و مراد غیر معقول ہے۔ اور جب یہ بات ثابت ہوئی تو اس پر مورد نص کے موافق اعتما و چاہئے کیونکہ اس میں احتمال یہ ہے کہ وضو کی یہ مفہوم بھی ترتیب یا تو محض تعبد و عبادت یا کسی پوشیدہ حکمت کے لئے ہو جسکو ہم نہیں جانتے (کبیر جلد سوم ص ۱۷۱) وضو کی اس ترتیب منصوص کی وجہ اور خروج ہوا سے وجوب وضو کی حکمت مفصل طور پر اسرار شریعت اسی جلد کتاب طہارت میں مذکور ہو چکی ہے۔ لہذا اسکے اعادہ کی یہاں ضرورت نہیں ہے۔ دیکھو صفحہ ۴۰ ص ۲۴۸ تک و صفحہ ۲۶۰ سے ۲۸۱ تک۔

اعْلَمُوا أَنَّ الشَّرِيعَةَ مَبْنَاهَا وَأَسَاسُهَا عَلَى الْحُكْمِ وَمَصَاحِفُ الْعِبَادَةِ فِي الْمَعَاشِ وَالْمَعَادِ وَهِيَ عَدْلٌ كُلُّهَا وَرَحْمَةٌ كُلُّهَا وَمَصَاحِفُ كُلِّهَا وَحِكْمَةٌ كُلُّهَا فَكُلُّ مَسْئَلَةٍ خَرَجَتْ عَنِ الْعَدْلِ إِلَى الْجَوْرِ وَعَنِ الرَّحْمَةِ إِلَى ضِدِّهَا وَعَنِ الصَّلَاحَةِ إِلَى الْمَفْسَدَةِ - وَعَنِ الْحِكْمَةِ إِلَى الْعَبَثِ فَلَيْسَتْ مِنَ الشَّرِيعَةِ وَإِنْ أَدَخَلْتَ فِيهَا لَثْوِيلَ فَالشَّرِيعَةُ عَدْلٌ لِلَّهِ بَيْنَ عِبَادِهِ وَرَحْمَتُهُ بَيْنَ خَلْقِهِ وَظِلُّهُ فِي أَرْضِهِ وَحِكْمَتُهُ الدَّلَالَةُ عَلَيْهِ وَعَلَى صِدْقِ رَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَدُلُّ لَئِي وَأَصْدَقُهَا وَهِيَ قُوَّةُ الَّذِي بِهِ الْبَصَرُ الْمُبْصِرُونَ وَهَذَا الَّذِي بِهِ الْهُدَى الْمُهْتَدُونَ وَشَفَاؤُهُ النَّامُ الَّذِي بِهِ دَوَاءُ كُلِّ عِلِيلٍ وَطَرِيقُهُ الْمُسْتَقِيمُ الَّذِي مِنَ اسْتِقَامَ عَلَيْهِ فَقَدْ اسْتَقَامَ

عَلَى سَوَاءِ السَّبِيلِ فِي فِرَّةِ الْعِيُونِ وَحَيَاةِ الْقُلُوبِ وَكَلَّةِ الْأَرْوَاحِ فَهِيَ هَذَا الْحَيَاةُ وَالْعِلْمُ
وَالدَّاءُ وَالْمَوْتُ وَالشِّفَاءُ وَالْعِصْمَةُ وَكُلُّ خَيْرٍ فِي الْوُجُودِ فَإِنَّهَا هُوَ مُسْتَفَادَةٌ مِنْهَا
وَحَاصِلُهَا وَكُلُّ نَقِصٍ فِي الْوُجُودِ فَسَبَبُهُ مِنْ إصْنَاعِهَا وَلَوْلَا رُسُومٌ قَدْ بَقِيَتْ
لَحَزَبَتِ الدُّنْيَا وَطَوَى الْعَالَمَ وَهِيَ الْعِصْمَةُ لِلنَّاسِ وَقَوَامُ الْعَالَمِ وَيُسَلِّطُ اللَّهُ
السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ أَنْ تَتَزَوَّلَا وَإِذَا أَرَادَ اللَّهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى خَرَابَ الدُّنْيَا وَطَوَى
الْعَالَمَ رَفَعَ إِلَيْهِ مَا بَقِيَ مِنْ رُسُومِهَا فَالْشَّرِيعَةُ الَّتِي بَعَثَ اللَّهُ بِهَا رَسُولَهُ هِيَ عَمُودُ
الْعَالَمِ وَقَطْبُ دَحَى الْفَلَاحِ وَالسَّعَادَةِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ - ترجمہ - واضح ہو کہ اسلامی
شریعت کی بنا اور بنیاد بندوں کی معاش و معاد کی حکمتوں و مصلحت پر ہے۔ اسلامی شریعت
ساری کی ساری عدل اور رحمت اور مصلحت و حکمت ہے۔ پس ہر ایک مسلم جو عدل سے
ظلم اور رحمت سے اُسکی خدا اور مصلحت سے فنا اور حکمت سے غٹ کی طرف خارج
ہو جائے وہ اسلامی شریعت سے نہیں ہے۔ اور اگر اس میں تاویل کرو تو اسلامی شریعت
خدا تعالیٰ کا عدل ہے اُسکے بندوں کے درمیان۔ اور اُسکی رحمت ہے اُسکی مخلوق کے
درمیان۔ اور اس کا سایہ ہے اُسکی زمین میں اور اُسکی حکمت ہے جو اسکی طرف رہنا ہے اور
خدا تعالیٰ کے رسول پر پوری پوری دلالت صداقت ہے۔ اسلامی شریعت خدا کا وہ نور
ہے جس سے دیکھنے والوں کو راہ خدا کی بینائی ملتی ہے۔ اسلامی شریعت خدا کا وہ راہ ہدایت
ہے جس پر چلنے سے ہر طالب ہدایت کو ہدایت ملتی ہے۔ اسلامی شریعت وہ شفا دہ چیز ہے
جو ہر بیمار کے لئے دوا ہے۔ اسلامی شریعت خدا کی وہ سیدھی راہ ہے کہ جو کوئی اُس پر قائم ہو
وہ راہ راست پر قائم ہو گیا۔ اسلامی شریعت آنکھوں کی خشکی اور دلوں کی زندگی اور دلوں
کی نیست کی باعث ہے۔ اسلامی شریعت دلوں کی زندگی اور غذا و دوا اور نور و شفا
اور عصمت ہے اور ہر ایک نیکی جو دنیا میں دائر و سائر ہے وہ اسلامی شریعت سے نکلی ہے اور
ہر ایک بدی جو اہل دنیا سے سرزد ہو رہی ہے وہ اسلامی شریعت کا پابند نہ ہونے کی وجہ
سے ہے اگر اسلامی شریعت کی رسوم باقی نہ رہی ہوتیں تو دنیا ویران ہو جاتی اور جہان کا
دفتر لپیٹا گیا ہوتا۔ اسلامی شریعت لوگوں کی حفاظت اور جہان کے قیام کی باعث ہے
اور اسی کے لئے طائر خدا نے آسمانوں اور زمینوں کو چھایا ہے۔ جب خدا تعالیٰ دنیا کو ویران
اور کا رخا نہ جہان کو لپیٹا چاہے گا تو اسلامی شریعت کی بقیہ رسوم خدا تعالیٰ کی طرف مرفوع

ہو جاوے گی۔ پس اسلامی شریعت جسکے ساتھ خدا نے اپنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا ہے اس جہان کا ستون ہے اور آسائے نجات و سعادت دنیا و آخرت کا اس پر مدار ہے۔

وجہ تسمیہ زکوۃ و صدقہ

لفظ زکوۃ تزکیہ سے نکلا ہے جسکے معنی پاک کرنے کے ہیں اور زکوۃ کے معنی پاکی۔
معوذ ترقی کے ہیں۔ چونکہ زکوۃ انسان کے لئے بخل و گناہ و عذاب سے پاکی و رہائی و طہارت کی موجب و ترقی مالی و طہارت دل کی باعث ہے لہذا اس فعل کا نام زکوۃ ہوا۔ اسطرح خدا تعالیٰ قرآن کریم میں اشارہ فرماتا ہے خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا **ترجمہ**۔ یعنی اے نبی لوگوں کے مالوں سے صدقہ لے لو کیونکہ یہ امر انکی طہارت اور پاکیزگی کا باعث ہوگا۔ اور اس فعل کا نام صدقہ اسلئے ہوا کہ یہ فعل صدقہ دینے والے کے ایمان کی تصدیق کرتا ہے۔

حکمت تسمیہ زکوۃ

۱۔ لفظ زکوۃ خود اس امر کی طرف ایسا کرتا ہے کہ اس فعل میں تزکیہ و طہارت ملحوظ ہے سو وہ زیادہ تر فاعل زکوۃ کے لئے ہے۔ زکوۃ دینا اسلئے مقرر ہوا کہ اس سے غنا کی پرورش و حاجتمندوں کی کار بر آرمی۔ دفع عادت بخل و دفع عذاب و ترقی و پاکی مال فاعل زکوۃ ہر چنانچہ اسکے بالمقابل زکوۃ نہ دینے والوں کے حق میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا تَحْسَبُوا الَّذِينَ يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ أَتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ خَيْرٌ لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَهُمْ سَيُطَوَّقُونَ مَا يَخْلُقُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ **ترجمہ**۔ وہ لوگ جو ان نعمتوں میں بخل کرتے ہیں جو خدا نے اپنے فضل سے انکو دی ہیں۔ یہ ہرگز خیال نہ کریں کہ یہ انکے حق میں اچھا ہے بلکہ بُرا ہے قیامت کے روز یہ چیزیں جسکا انھوں نے بخل کیا انکے گلے کا طوق ہوگی۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ انشاہ کی ارواح انکی معافی کے موافق متحمل ہوتی ہیں۔ چنانچہ عالم معاد میں دولت کی محبت سانپ کی صورت میں متحمل ہوگی یا وہ اموال مفرّ صور کتوں میں اُسکے سامنے متحمل ہونگے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے معاویہ بن جبل رضی اللہ عنہ کو فرمایا اَخْبِرْهُمْ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی
فَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تَوْحٰدًا مِّنْ اَغْنِيَا لَهُمْ فَتَرُدُّ عَلٰی فُقَرَاۤءِهِمْ تَرْجِيْهِمْ
اَنْ كُوْنُوْا دَعَاۤءُ اَنْفُسِهِمْ صَدَقَةً دِيْنًَا فَرَضَ كَيْفَا يَہٗ۔ مالداروں سے لیا جاوے اور غریبوں کو
دیا جاوے۔

جب کسی سکین کو کوئی حاجت پیش آتی ہے اور وہ زبان قول یا حال سے اُسکے لئے
خدا کے حضور میں گریہ و زاری کرتا ہے تو اسکا یہ عاجزی کرنا خدا تعالیٰ کی بخشش کے دروازہ
کو کھول دیتا ہے اور اُس وقت مقتضائے صلحت اکثر یہ ہوتا ہے کہ کسی زکی شخص کو الہام
ہوتا ہے کہ اُسکی حاجت رفع ہو جائے تب الہام اُسپر چھا جاتا ہے اُسکے موافق خدا کی
خوشنودی پیدا ہوتی ہے اور اوپر سے نیچے سے دامن اور بائیں سے برکتیں اُسپر نازل
ہوتی ہیں اور وہ قابلِ رحمت الہی ہو جاتا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ایک روز مجھ سے ایک سکین نے اپنی
حاجت ظاہر کی وہ اُسکی وجہ سے مضطرب و ہوا تھا تب میں نے اپنے دل میں الہام کی آہٹ
پائی۔ گویا وہ مجھ کو حکم دیتا ہے کہ میں اُسکو کچھ دیدوں اور اُسکی حاجت براری میں امداد کروں
وہ الہام مجھ کو بشارت دیتا تھا کہ دنیا و آخرت میں اسکا بڑا اجر ملیگا۔ میں نے اُس سکین کی حاجت
براری کر لی اور میں نے اپنے پردہ و کار کے وعدہ کو سچا دیکھ لیا۔ اُس غیب کا جو دالہی کے
دروازہ کو کھٹکھٹانا اور الہام کا پیدا ہو کر میرے دل کا اُس روز اُسکو اختیار کر لینا اور اُسکے
بعد اجر کا ظاہر ہونا یہ سب امور آنکھ کے سامنے مجھے عیاں ہوئے۔ اکثر کسی موقع پر خرچ
کرنا رحمت الہی کے نازل ہونے کا باعث ہو کر رہا ہے۔ جب ملا علی کی خواہش کسی کتاب
یا کسی قوم یا کسی انسان کے مشہور اور معزز کرنے کے لئے طے ہو جاتی ہے تو جو شخص
اُسکے کام چلانے کے درپے ہوتا ہے اُسپر رحمت الہی کے نور سے جھوٹ پڑتے ہیں
خاکسار قلم حروف نے اس بات کو کئی بار ملاحظہ کیا۔ یہ اس طرح ہوتا ہے کہ تنگ حالی میں جب
کسی نہایت مفلس گروہ کا خد کو زندہ رکھنا مقصود ہوتا ہے تب سچے خیر دینے والے پیغمبر
حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے موجب جو شخص ایسی تنگ حالی پر
خیرات کرے گا اُسکا عمل مقبول ہو جائیگا۔ ان امور کو جب کوئی شخص سنا کر اپنی دلی بشارت
سے حکم الہی کو مانتا اور اسکی تعمیل کرتا ہے تو وہ خدا تعالیٰ کے وعدہ کو سچا پاتا ہے۔

۲۔ اکثر آدمی سمجھ جاتے ہیں کہ مال کی محبت و بخیلی کرنے سے اُنکے حق میں مضر ہوگی ان کو وہ مقصود راہ سے باز بھیگی اس لئے اُنکو اس خیال سے نہایت تکلیف ہوتی ہے اس تکلیف کو وہ اس طرح دفع کرتے ہیں کہ اپنی نہایت محبوب چیزوں کے صرف کرنے کی مشق کرتے ہیں اس وقت میں خرچ کرنا ہی اُنکے حق میں مفید ہوتا ہے۔ اگر وہ صرف نہ کرتے تو محبت مال اور بخیلی کی خواہی طرح اُن میں باقی رہ جاتی۔ اور عالم معاد میں اُنکو مضر صورتوں میں ہو کر اُنکو تکلیف دیتی چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يَتَّقُونَ اللَّهَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ۔ يَوْمَ يُخْفَىٰ عَلَيْهَا فِي نَارٍ جَهَنَّمَ فَيُكَلِّمُهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَأُخْفَرُوهُمْ۔ هَذَا مَا كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ فَذَوْقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُونَ۔ ترجمہ۔ جو لوگ سونا اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور اُسکو راہِ خدا میں خرچ نہیں کرتے اُنکو عذاب سخت کی خبر دیدے۔ قیامت کے روز دوزخ کی آگ اُس سونے اور چاندی پر دھکا پی جاوے گی پھر اُسکے ساتھ اُنکی پیشانیوں اور کروٹوں و پشتوں کو داغ دیں گے۔ اور اُنکو کہیں گے کہ یہ وہ سونا اور چاندی ہے کہ جو تمہارا رے پاس موجود تھا اور باوجود ضرورت و دادِ اسلام تمہنے اُسکو خرچ نہ کیا اور اپنے لئے جمع رکھا۔ اب چکھو اُسکے جمع رکھنے کے مزے۔

۳۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کسی شخص کے مرجانے کا حکم عالم مثال میں قرار پا جاتا ہے کہ اتنے میں وہ بہت سا مال راہِ خدا میں صرف کرتا ہے تو اسکی مالگت صرف مال سے محسوس ہو جاتی ہے۔ راقم حروف نے اس قدرتِ الہی کا کرشمہ سنا ہے میں قاضی ختم مرحوم رئیس گوئندل ضلع اُنک کی حالت میں مشاہدہ کیا۔ میں نے دیکھا کہ اسکی موت قریب تر آ پہنچی ہے کہ یکدم اُسکے دل میں راہِ خدا میں مال خرچ کر نیکا القا ہوا۔ اُس نے مال و دنیا شروع کر دیا۔ یہ صبح کا وقت تھا۔ ظہر کو دیکھا کہ اُسکی موت پھر گئی اور وہ کئی سال تک زندوں میں تھا ہو گیا۔ قریباً چھ سال تک زندہ رہا اب فوت ہو گیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لَا يَرِدُ الْقَضَاءُ إِلَّا الدَّعَاءُ وَلَا يَزِيدُ فِي الْعَمَلِ إِلَّا الْبُرُّ۔ ترجمہ۔ یعنی قضا کو دعا ملتا رہتی ہے اور نیکی سے عمر بڑھ جاتی ہے۔ راہِ خدا میں مال دینا اور غبار و مساکین سے مواسات کرنا حالی دعا ہے۔ اُسکو دفعِ بلیات و رفعِ درجات میں بڑا دخل ہے۔

۴۔ آدمی اکثر طبیعت کے غلبہ سے کوئی بڑا کام کر لیتا ہے۔ پھر اسکی برائی معلوم کر کے

نہایت شرمندہ ہوتا ہے لیکن طبیعت پھر غالب آجاتی ہے اور اُس کام کو بھڑکتا ہے لیکن نفس کا علاج یہی ہے کہ اپنے فعل کے تاوان کے لئے بہت سامان صرف کرے تاکہ یہ نقصان اُس کے پیش نظر رہے اور پھر آئندہ ایسے کام سے اُسکو روکے۔

۵۔ زکوٰۃ دینے کا فعل اور اُس کے آثار مؤثرہ ظاہر کر رہے ہیں اور ہر مزاج سلیم میں یہ بات مرکوز ہے کہ یہ فعل کرنے سے بنی نوع انسان کے ساتھ ہمدردی ہوتی ہے۔ یہ ایسی خصلت ہے جس پر بہت سے اخلاق موقوف ہوتے ہیں جبکہ انجام لوگوں کے ساتھ خوش معاملگی ہے۔

۶۔ جس شخص میں ہمدردی بنی نوع نہیں ہوتی اُس کے اندر نہایت نقصان ہوتا ہے جسکی اصلاح اُس پر واجب ہے اور وہ غریب بنی نوع انسان کو مال دینے سے ہوتی ہے۔ ۷۔ زکوٰۃ و صدقات گناہوں کو دور کرنے اور برکات کو زیادہ کرنے کے بزرگترین ذرائع و اسباب ہیں۔

۸۔ شہر کے اندر بالضرور ہر قسم کے لوگ ناتوان اور محتاج و غیرہ ہوتے ہیں اور یہ حوادث آج ایک پر اور کل دوسرے پر ہوتے رہتے ہیں۔ پس اگر دفع فقر و حاجت کا طریقہ اُن میں نہ پایا جائے تو ضرور وہ ہلاک ہو جائیں اور بھوکے مر جائیں۔

۹۔ شہر کے انتظام کے سلسلے ایسے مال کا ہونا ضروری ہے جس کے اندر اُس کے محافظین اور مدبرین اور حکام کی معاش کا مدار ہو اور چونکہ وہ لوگ اُس شہر کے کارکن اور اُس کے حق میں نفع پہنچانے والے ہوتے ہیں اور اُس کے سبب سے کچھ روزگار نہیں کر سکتے لہذا غمروں کی ہوا کہ انکی معاش اُس شہر سے حاصل کی جائے اور خاص خاص لوگ اُن کے خرچ کے بہولت متکفل نہیں ہو سکتے یا تنہا ہی نہیں کر سکتے اسلئے ضروری ہو کہ رعایا کے مال میں سے کچھ حصہ مقرر کیا جائے چونکہ اس سے زیادہ سہل تر مصلحت کے موافق کوئی طریقہ نہ تھا کہ ایک مصلحت کو دوسری مصلحت کے شامل کر دیا جائے۔ لہذا شارع نے ایک کو دوسرے میں داخل کر دیا۔

وجہ تخصیص تقادیر نصاب زکوٰۃ اشیاء متفرقہ

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں لَیْسَ فِیْمَا دُوْنَ خَمْسَةِ اَوْ سِتِّ مِیْۤ اَلْثَمَرِ صَدَقَۃٌ

وَلَيْسَ فِيمَا دُونَ خُمُسِهِ أَوْاقٍ مِنَ الْوَرَقِ صَدَقَةٌ وَلَيْسَ فِيمَا دُونَ خُمُسٍ دُرٌّ
مِنَ الْإِبِلِ صَدَقَةٌ تَرْجَمُهُ بَعْنُ بَانِجٍ وَمَنْ سَمِعَ كَمَ جَهْوَارِوْنَ فِي مِصْرَةٍ نَهَبِ
يَسَ اَوْرَزَ بَانِجٍ اَوْ قَبِيَهْ سَمِعَ كَمَ جَانْدِي فِي مِصْرَةٍ نَهَبِ اَوْرَزَ بَانِجٍ اَوْ نَوُثَ سَمِعَ كَمَ فِي مِصْرَةٍ
اِيك اَوْ قَبِيَهْ جَالِيَسْ دَرَمَ سَوْتَسَ هِي تَوِيَانِجٍ اَوْ قَبِيَهْ دَوَسُورَمَ يَعْنِي دَوَسُورِ پِيَهْ هُوَا - پَسِ
هَر جَالِيَسْ رُوپِيَهْ فِي اِيك رُوپِيَهْ زَكُوٰۃ دِيَنے کا حکم ہے۔ چنانچہ لکھا ہے مَنْ كَلَّ اَرْبَعِينَ دَرَمًا
دَدَهَا۔ یعنی ہر جالیس روپیہ سے ایک روپیہ دینا چاہئے۔ اب ہم ہر چیز کی مقدار نصاب
کی وجہ خصوصیت کو علیحدہ علیحدہ ذیل میں لکھتے ہیں۔

جھواروں کی نصاب زکوٰۃ پانچ وسق مقرر ہوئی وجہ

جھواروں میں پانچ وسق کی مقدار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلئے مقرر فرمائی کہ
یہ مقدار جھوٹے سے جھوٹے کنبے کو ایک سال تک کافی ہو سکتی ہے اس واسطے کہ کم سے
کم گہر میں ایک خاوند اور ایک بیوی اور ایک خدمتگار یا انکا بچہ ہوتا ہے اور جو اسکے قریب
قریب ہو وہ بھی اسی قسم سے ہے۔ اور اکثر ایک آدمی کی خوراک ایک رطل یا ایک مد کی
ہوتی ہے۔

چاندی کی نصاب پانچ اوقیہ یعنی دوسو روپیہ مقرر ہوئی وجہ

چاندی کی مقدار پانچ اوقیہ یعنی دوسو روپیہ اس واسطے مقرر فرمائی کہ یہ مقدار بھی جھوٹے سے
جھوٹے کنبے کو بشرطیکہ اکثر ملکوں میں غلہ کا نرخ قریب قریب سو روپے ایک سال کے لئے کافی
ہو سکتی ہے اور معتدل ملکوں میں تلاش کرنے سے لوگوں کی عادات کا گزنی اور ارزانی میں
یہ حال معلوم ہو سکتا ہے۔ چاندی کی زکوٰۃ چالیسواں حصہ ہے۔ پس ایک شونو سے درہم
چاندی ہو تو اس پر کچھ زکوٰۃ دینی نہیں پڑتی۔

پانچ اونٹوں کی مقدار میں نصاب زکوٰۃ مقرر ہوئی وجہ

اونٹ کی نصاب کی مقدار پانچ مقرر کی گئی۔ اور ان پانچ کی زکوٰۃ ایک بکری واجب گئی
اگر چہ فی الحقیقت جس جنس کا مال ہو اسی قسم کا مال زکوٰۃ میں لینا چاہئے اور نیز زکوٰۃ کی نصاب

ایک مقدار کثیر مقرر کرنی چاہئے۔ کیونکہ اونٹ سب مویشی میں ایک عظیم الجثہ اور بڑا نفع پہونچانے والا جانور ہے۔ خواہ اسکو ذبح کر کے کھاؤ خواہ اسپر سواری کرو۔ دودھ پہونچاؤ اس سے بچے لو۔ اور اس کے بال اور کھال سب کام میں آتے ہیں۔

زمانہ سابق میں ایک اونٹ دس اور کوئی آٹھ اور کوئی بارہ بکریوں کے برابر سمجھا جاتا تھا جیسا کہ بہت سی احادیث میں وارد ہوا ہے۔ اس واسطے پانچ اونٹ بکریوں کی ادنیٰ نصاب کے برابر سمجھے گئے۔ اور ایک بکری انکی زکوٰۃ سمجھی گئی۔

یہ بات منوانر مسلمانوں میں چلی آتی ہے کہ پانچ اونٹ کی زکوٰۃ ۲۴ تک ایک بکری ہے اور ۲۵ اونٹ کی ۲۵ تک بنت مخاض ہے (اونٹ کا وہ بچہ جو ایک برس سے نکلے دوسرے میں پاؤں رکھے) اور ۳۳ سے ۴۴ تک بنت لبون دینا پڑتا ہے (بنت لبون اونٹ کا وہ بچہ جو تیسرے برس میں ہو) ۴۴ سے ۶۰ تک ایک حقد دینا پڑتا ہے (حقد اونٹ کا وہ بچہ ہے جو چوتھے برس میں ہو) اور ۶۱ سے ۷۵ تک جذعہ ہے (جذعہ اونٹ کا وہ بچہ ہے جو پانچویں برس میں ہو) اور ۷۶ سے ۹۰ تک دو بنت لبون ہیں اور ۹۱ سے ۱۲۰ تک دو حقدے ہیں۔ اور ۱۲۰ سے آگے ہر ۱۰ اونٹوں پر ایک بنت لبون اور ہر ۵۰ پر ایک حقدہ ہے۔

اصل اسکی یہ ہے کہ جب اونٹوں کی دانگوں پر اونٹنیوں کا تقسیم کرنا چاہا تو چھوٹی اونٹنی کو چھوٹے دانگ کے لئے اور بڑے کو بڑے کے لئے الاضاف کے اعتبار سے مقرر کیا اور دانگ کا اطلاق انکے عرف میں ۲۰ سے زیادہ ہوتا ہے اسلئے ۲۵ سے اسکو مضبوط کیا۔ چھ ہر دہائی پر عمر کی زیادتی کا لحاظ کیا گیا جس میں عرب کی رغبت بہت زیادہ ہوتی ہے۔ اسلئے ہر پندرہ میں اس زیادتی کو مقرر کیا۔

بکریوں کی نصاب زکوٰۃ ہم عشر و منکی وجہ

بکریوں کی زکوٰۃ ۴۰ سے ۱۰۰ تک میں ایک بکری ہے اور اس سے آگے ۲۰۰ تک ۲ بکریاں ہیں۔ اسکے بعد ۳۰۰ تک ۳ بکریاں ہیں۔ بعد ازاں ہر سیکڑے پر ایک بکری ہے اس میں یہ وجہ ہے کہ بکریوں کا گلہ تھوڑا بھی ہوتا ہے اور زیادہ بھی ہوتا ہے انکے گلوں پر بہت سافرق ہوتا ہے کیونکہ بکریوں کا پالنا آسان ہوتا ہے۔ اور ہر شخص اپنی گنجائش کے موافق پال سکتا ہے۔ اسلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوٹے گلہ کا اندازہ ۴۰ بکریوں کے سا

کیا اور بڑے کا اس مقدار سے چند پر اور پھر ہر سیکڑے پر حساب کی آسانی کے لئے ایک بکری مقرر کی۔

بکیوں و گایوں کی زکوٰۃ کا نصاب سے شروع ہونی کی حکمت

گائے بیل کی زکوٰۃ پر ۳۰ گایوں میں ایک سال کا بچھڑایا بچھیدہ ہے اور ہر ۴۰ میں دو برس کا بچھڑایا بچھیدہ ہے۔ یہ اسلئے ہے کہ گائے بیل کی جنس اونٹ اور بکری کے درمیان میں ہے اسلئے اُس میں دونوں کی مشابہت کا لحاظ کیا گیا۔

چاندی و سونے کی مقدار نصاب کی حقیقت

چاندی میں نقد پر ڈالی روپیہ (عیم) فیصدی دینے آتے ہیں اور محض چاندی میں چالیسواں حصہ دینا آتا ہے اور ساڑھے سات تو لہ سونے میں سوا و دواشہ سونا زکوٰۃ ہو چونکہ سونا چاندی جملہ اموال میں نفیس مال ہے جسکی مقدار کثیر صرف کرنے سے لوگوں کو ضرر پہنچنے کا احتمال ہے اسلئے سب قسموں کے اموال سے اسکی زکوٰۃ کا کم ہونا مناسب ہوا۔ اور سونا بھی چاندی پر قیاس ہوا ہے۔

زکوٰۃ کی ہر چیز میں ایک خاص نصاب کی کوۃ مقرر ہونی کی وجہ

زکوٰۃ کے لئے نصاب مقرر ہونے کی یہ وجہ ہوئی کہ ہر طرح کے مال کی مقدار مقرر نہ ہوتی تو جو کمی سے دینا چاہتا تو وہ کمی سے دے سکتا تھا اور جو زیادتی سے لینا چاہتا تو وہ زیادتی سے لے سکتا تھا۔ اور نیز یہ بات بھی ضروری تھی کہ اُسکی مقدار زیادہ نہ مقرر کیجاسکے۔ کراسکے دینے سے لوگوں کو بوجہ معلوم ہو۔ عقل سلیم و فطرت صحیحہ کا مقتضی ہے کہ کثرت مال پر کثرت زکوٰۃ دینا لازم ہے لہذا اگر مقدار نصاب مقرر نہ ہوتا تو جن اشخاص کو زیادہ زکوٰۃ دینی پڑتی وہ حرص مال کے باعث بہت تھوڑی زکوٰۃ دیتے اور اس سے غریب و مساکین کی رفع حاجت نہ ہوتی۔

حقیقت نصاب زکوٰۃ کھینٹی

جن کھینٹوں نے بارش چشموں کے پانی سے پرورش پائی ہے اُسپر دسواں حصہ واجب ہے

اور جن کھیتوں کو رامہٹ وغیرہ سے پانی دیا جاتا ہے ان پر بیسواں حصہ ہے۔ کیونکہ جنہیں محنت کم ہوتی ہے اور پیداوار زیادہ ہوتی ہے ان پر لگان زیادہ ہونا چاہئے۔ اور جس میں محنت زیادہ ہے اور پیداوار کم ہے اس کے لگان میں تخفیف مناسب ہے۔

سال میں ایک بار ادائے زکوۃ کی وجہ

زکوۃ ادا کرنے کی ایک ایسی مدت کا مقرر کرنا ضروری ہوا جس میں سب لوگوں سے زکوۃ وصول کر سکیں۔ اور نیز یہ بات بھی ضروری تھی کہ وہ مدت بہت کم نہ ہو کہ جلد جلد انکو زکوۃ دینی پڑے۔ اور اسکا ادا کرنا انکو دشوار ہو۔ اور نہ وہ مدت اسقدر دراز ہو کہ اس میں ادا کرنے سے انکا بخل کچھ کم نہ ہو۔ اور محتاج لوگ اور محافظین انتظار شنید کے بعد فائدہ اٹھا سکیں اور مصلحت کے مناسب اس سے زیادہ کوئی مناسب صورت نہیں ہے کہ زکوۃ کے لینے میں وہ قانون مقرر کیا جائے کہ بادشاہ عادل اپنی رعایا سے اسکو برتتے رہتے ہیں اور لوگ اس کے عادی ہو رہے ہیں کیونکہ جس چیز کے عیب و عجز عادی میں وہ بہتر ضروری چیز کے ہو گئی ہے جسکے سبب سے وہ تنگدل نہیں ہوتے اور لوگوں نے اسکو ایسا مان لیا ہے کہ ان پر اسکا بار نہیں ہے۔ اس سے لوگوں کو سکتا کرنا رحم کی شان کے مناسب اور ان کے قبول کرنے کے قریب ہے اور سب کی عقلوں نے انکو تسلیم کر لیا ہے۔ زکوۃ والی چیزوں کے لئے ایک سال کی مدت مقرر کی گئی کیونکہ ایک سال میں ہر ایک قسم کی فصلیں شامل ہوتی ہیں۔ جنکے طبائع مختلف ہوتے ہیں۔ اور نیز ایک سال میں مال کے بڑھنے کا بھی احتمال ہوتا ہے اس لئے ایک سال کی مدت اس قسم کے اندازوں کے لئے مناسب ہے۔

نصاب زکوۃ سے پانچواں درجہ چالیسواں حصہ

دینے کی وجہ

زکوۃ کے باب میں پانچواں اور دسواں اور بیسواں اور چالیسواں حصہ معتبر کیا گیا ہے اسکی یہ وجہ ہے کہ صدقہ زیادہ کرنے کا مدار آبادی کی وسعت اور منفعت کی کمی ہے اور تمام ملک کے پیشے چار ہی مرتبوں سے منتظم ہوا کرتے ہیں۔ انہیں یہ بھی مناسب تھا کہ دو مرتبوں میں فرق صاف طور پر مبین ہو جاوے۔ یعنی ایک مرتبہ کا دوسرے مرتبہ سے دو چند ہونا معلوم ہو جائے۔

وجہ اس امر کی کہ جس قسم کا مال ہو اسی قسم کی زکوٰۃ لی جائے

مصلحت کے اعتبار سے زیادہ آسان اور موافق صورت یہ ہے کہ جس قسم کا مال ہو اسی قسم میں سے زکوٰۃ لی جائے۔ اسلئے اونٹوں کے دانگ میں سے اونٹنی لی جاتی ہے اور گایوں کے گٹھ اور بکریوں کے ریوڑ میں سے گائے اور بکری لی جاتی ہے۔ پھر یہ ضرور ہے کہ مثال اور تقسیم اور تلاش سے اس قسم کے اموال معلوم کئے جائیں تاکہ اُنکے ذریعہ سے جامع اور مانع انکی تغیر ہو سکیں۔ اکثر شہروں میں مویشی۔ اونٹ گائے اور بکریاں ہوتی ہیں۔ اور اُنعام کے لفظ میں وہ سب آ جاتی ہیں۔

سائمہ میں جو بے کوۃ و عوالم و اسقاط زکوٰۃ کی وجہ

دارقطنی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے لَيْسَ فِي الْإِبِلِ الْعَوَامِلُ وَلَا فِي الْبَقَرِ الْعَوَامِلُ مَدَقَّةً تَرْجِمَهُ۔ یعنی کام میں لگائے ہوئے اونٹوں اور کام کرنے والے بلیوں میں صدقہ نہیں ہے۔ اس میں یہ راز ہے کہ جو مال صاحب مال کی خدمت کے لئے مخصوص ہو مثلاً پہننے کے کپڑے اور کام کرنے والے خدمتگار۔ اور چنے کے مکانات اور سواری کے جانور اور بڑھنے کی کتابیں اور عورات کے دامن پہننے والے زیورات اور کھیتی میں کاشتکاری کے بلیوں اور راہٹ میں چلنے والے اونٹوں وغیرہ جانوروں میں زکوٰۃ نہیں ہے کیونکہ یہ اشیاء مالک کے دست و پاؤ آلات ضروریہ کی طرح ہیں۔ عوالم یعنی کام کرنے والے جانوروں اور سائمہ یعنی دامن چرنے والے جانوروں میں فرق ظاہر ہے کیونکہ جانور ان عالمہ نمود بڑھنے سے الگ کر کے کام میں لگائے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور دامن چرنے والے بچے جانور بڑھتے اور پھیلتے رہتے ہیں لہذا اُن میں زکوٰۃ مقرر نہیں ہوئی اور جانور ان عالمہ انسان کے اُتار ضروریہ کی طرح ہوتے ہیں لہذا اُن میں زکوٰۃ نہیں کیونکہ زکوٰۃ کی دو وجہیں ہوتی ہیں۔ نمود مالِ تحت سے زائد۔ مگر جانور ان عالمہ میں یہ دونوں امر نہیں ہوتے۔ لہذا اُن میں زکوٰۃ مقرر نہیں ہوئی۔

پانچ اونٹوں میں زکوٰۃ مقرر ہونا و ہزار گھوڑوں نچروں گدہوں میں زکوٰۃ مقرر نہ ہونے کی وجہ

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں عَقَوْتُ لَكُمْ عَنْ صَدَقَةِ الْجَبَّةِ وَالْكَسْعَةِ
وَالنَّحْسَةِ۔ الجبۃ الخیل وکسعة البغال والحمیر والنحسة المریات
فی البیوت ترجمہ۔ یعنی میں نے تمکو گھوڑوں۔ گدھوں۔ نچروں اور دیگر جانورانِ عالمہ
اور گھر کے مریات سے صدقہ معاف کر دیا ہے۔ اور حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے
صحیح مسلم و بخاری میں حدیث آئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں وَلَيْسَ
عَلَى الْمُسْلِمِ فِي عَبْدِهِ وَلَا فِي سَبِيهِ صَدَقَةٌ ترجمہ یعنی مسلمان پر اُسکے نوکر و گھوڑ
میں صدقہ نہیں ہے۔ گھوڑے اور اونٹ میں یہ فرق ظاہر ہے کہ گھوڑے جس غرض کے
لئے رکھے جاتے ہیں اُس غرض کے لئے اونٹ نہیں رکھے جاتے۔ بلکہ اونٹ۔ بکریاں۔
گائیاں دودھ پینے اور انکی نسلیں بڑھانے اور کھانے اور بوجھ ڈھونے اور تجارت
کے لئے۔ اور ایک مقام سے دوسرے مقام پر اثیاریجانے کے لئے رکھے جاتے
ہیں۔ لیکن گھوڑے۔ گدھے۔ نچر۔ شان و شوکت۔ کرد و فر۔ زیب و زینت۔ طلب و ہرب
دوڑ و دوپ و سواری و اقامت دین و حفظ ناموس کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ لہذا یہ
جانور آلات دستکاری و تن کے کپڑوں و آلات کشادری و کاشتکاری و آلات جنگ
تیر و تفنگ کی طرح ٹھہرے جنہیں زکوٰۃ نہیں ہے۔ ہاں اگر یہ جانور بھی تجارت اور نو کے لئے
رکھے جائیں تو اُن میں زکوٰۃ ہے اور آلات و جانورانِ عالمہ و جانورانِ سواری میں زکوٰۃ
نہ ہونا ظاہر ہے کہ یہ آلات و جانور انسان کے لئے مثل اُسکے ماتھے پاؤں کے ہیں۔ جنہیں زکوٰۃ
مقرر نہیں ہوئی۔

اموال کا مختلف صورتوں میں ہونا زکوٰۃ نہ دینے والی قبو و حشر میں

دُکھ دینے کا راز

خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يَتَّقُونَ

فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ - يَوْمَ يُخَمَّى عَلَيْهِمْ فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَيُكَلِّمُنِي بِهَا
 جِبَاهُهُمْ وَجُوهُهُمْ وَتُصَوِّرُ لَهُمْ هَذَا مَا كُنْتُمْ تَلَاؤْنَ لَافْتَسِكُوهُ فَاذْ وَفَوَا مَا كُنْتُمْ تَكْتَبُونَ
 ترجمہ - یعنی جو لوگ سونا چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور اُسکو خدا کی راہ میں خرچ نہیں
 کرنے اُنکو عذاب دردناک کی خبر سناوے کہ دوزخ کی آگ میں قیامت کے دن سونا و چاندی
 دہکائے جائیگے اور اُنکے ساتھ انکی پیشانیوں و پہلوؤں و پیٹھوں کو داغ دیئے جائیگے۔
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مَا مِنْ صَاحِبِ ذَهَبٍ وَلَا فِضَّةٍ لَا يُوَدِّقُ مِنْهَا حَقًّا
 إِلَّا إِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ صَفَتْ صَفَاتُهَا ترجمہ - یعنی کوئی سونے و چاندی والا جو اس میں سہو
 حق خدا نہیں نکالتا ہے اس سے نہیں چھوٹ سکتا۔ جب قیامت کا دن ہوگا تو اسکے لئے اُس
 سونے و چاندی کے پتھر بنائے جائیگے جن سے اُسکو داغ دیئے جائیگے۔ اور فرمایا مِثْلَ لَهْ
 شَيْعَانِ أَقْبَحُ يَعْنِي اُسکے لئے اُسکا مال گجاسا پتھر بنایا گیا جو اُسکو دسیگا۔ اور اونٹ اور گائے
 و بکری کے بارے میں بھی اسی کے قریب آنحضرت نے فرمایا ہے۔

زکوٰۃ نہ دینے والوں کے لئے اس قسم کی سزا ہونے کے دو باعث ہیں۔ ایک تو اصلی
 سبب دوسرا اسکے لئے بمنزلہ تاکید کے ہے۔ وہ سبب یہ ہے کہ جب طرح ایک صورت ذہنیہ
 دوسری کو کشش کر لیتی ہے جب طرح خیالات کے سلسلہ میں ایک خیال سے دوسرا خیال پیدا ہوتا
 چلا جاتا ہے یا جب طرح ذہن کے اندر ایسی ایک صورت کا پایا جاتا کہ جس کا تصور دوسری صورت
 کی تصور پر موقوف ہے اُس موقوف علیہ کے تصور کو مستلزم ہوتا ہے مثلاً باپ ہونا اور بیٹا
 ہونا جیسے سنی کے ظرف کا مانی سے بھر جانا اور پھر قوائے فکر یہ کے اندر اسکے تجارات کا چڑھنا۔
 نفس اس بات کی حرکت پیدا کر دیتا ہے کہ خواب میں عورتوں کی صورتوں کا مشاہدہ کرے یا
 جیسے داغ کے اندر تاریک تجارات کے بھر جانے سے نفس کے اندر اُن چیزوں کی صورتیں
 پیدا کر دیتا ہے جو لوگوں کو ایذا دینے والی اور ہولناک ہوتی ہیں۔ مثلاً اٹھی کی صورت
 اس طرح جب نفس پر قوت مثالیہ کا فیضان ہوتا ہے تو فی نفسہ ادراکات کا مقتضی ہوتا
 ہے کہ خلل کی صورت اُسکے سامنے مال کی صورت میں ظاہر ہو اور پھر اس صورت سے اُسکے
 نہ دینے اور اُسکی نگرانی میں بہت رنج اور تکلیف اٹھانے کی صورت ظاہر ہو اور اُس کے
 قوائے فکر یہ پورے طور پر اُس خیال سے بھر جا دیں اور جب طرح اُن چیزوں سے تکلیف پہونچا
 کا طریقہ خدا تعالیٰ نے جاری کیا ہے اُس طریقہ سے اُسکو تکلیف پہونچے۔ مثلاً سونے

اور چاندی سے تکلیف پہنچنے کی صورت یہ ہے کہ اس سے داغ لگایا جائے۔ اور اونٹ سے تکلیف پہنچنے کی یہ صورت ہے کہ وہ اسکو پاؤں کے تلے دابے اور کالے اور علیٰ ہذا النقیضہ اور چونکہ ملا، اعلیٰ کو اس بات کا علم ہے کہ بندوں پر زکوٰۃ دینا ان میں مقرر ہو گیا ہے اور نفوس بشر یہ کہ ان چیزوں سے ایذا پانا ملا، اعلیٰ کو معلوم ہے اس سبب سے میدان حشر میں اس صورت کا فیضان ہوتا ہے اور سانپ کی صورت اور پتروں کی صورت ظاہر ہونے میں یہ فرق ہے کہ سانپ کی صورت اس شخص کے لئے ظاہر ہوگی جس پر اجالہ مال کی محبت کا غلبہ ہے اسلئے یا تو خود مال ہی اس ایک چیز کی صورت میں ظاہر ہو جائیگا یا اسکے دل کو مال کی محبت کا طوق کی طرح گھیر لینا اور دل کا اس سے اذیت پانا نہایت زہریلے سانپ کی صورت میں ظاہر ہوگا۔ اور دوسری صورت ایک ایسے شخص کے لئے ظاہر ہوگی جسکو سونے چاندی کی صورت سے محبت ہے اور اسکی حفاظت میں اپنی جان کھوئے تیار ہے اور اسکے قوائے فکر یہ دینا اور دہم کی صورت سے بھرے ہوئے ہیں وہ صورتیں اسکے لئے بڑی بڑی صورتوں میں ظاہر ہو کر اسکے عذاب کا موجب ہوگی۔ اسی واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اَلْسَخِي مُقَرَّبٌ مِّنَ اللّٰهِ یعنی سخی آدمی خدا تعالیٰ کے نزدیک ہے۔ آگ سے بعید ہے۔ اور بخیل خدا تعالیٰ سے بعید ہے جنت سے بعید ہے لوگوں سے بعید ہے۔ آگ سے نزدیک ہے اور جاہل سخی خدا تعالیٰ کو عابد بخیل سے پیارا ہے۔ اس میں راز یہ ہے یعنی خدا تعالیٰ سے نزدیک ہونا یہ ہے کہ وہ شخص خدا تعالیٰ کی معرفت اور حجاب نفسانی کے دور ہو جانے کی قابلیت رکھتا ہے اور جنت سے نزدیک ہونا یہ ہے کہ وہ شخص صفات رفلیہ کو جو قوت ملکی کے بالکل سنانی ہیں چھوڑ کر اس بات کی قابلیت رکھتا ہے کہ اسکی قوت بہیمی جو ان صفات کا محل تھی قوت ملکی کے رنگ سے رنگین ہو جائے اور لوگوں سے نزدیک ہونا یہ ہے کہ اس سے وہ محبت کرتے ہیں اور کوئی اسکو نہیں چھیڑتا۔ کیونکہ اکثر لڑائی جھگڑے بخل اور حرص پر مبنی ہوتے ہیں۔

کیا چاندی و سونا جمع رکھنا منع ہے

چونکہ اس مضمون میں چاندی و سونا جمع رکھنے والوں کے لئے عذاب کا ذکر آیا ہے لہذا ہم اس جگہ اس امر کی تشریح کرتے ہیں کہ کس مال کو جمع رکھنے پر انسان کو عذاب ہے

واضح ہو کہ قرآن کریم کی آیت مذکورہ میں جس سونے و چاندی کو جمع رکھنے سے عذاب ہوگا اُسکے متعلق لفظ **لَا أَنْفَسَ كُمْذُ** آیا ہے یعنی وہ مال جسکو انسان اپنے خطوطِ نفیس کے لئے جمع کرے جو لوجہ اللہ نہ ہو۔ اُسکو راہِ خدا میں نہ صرف کرے بلکہ محض خطوطِ دنیہ میں لگاؤ پس اموال و نقدیات میں سے جس چیز کے ساتھ انسان کا دل بستہ ہو اور وہ اسکو خدا تعالیٰ سے غافل کرنے والی ہو اور راہِ خدا میں اسکی مددگار و معین نہ ہو وہ دنیا ہے۔ اس پر انسان کو عذاب ہوگا۔ اور جو اموال و اسبابِ راہِ خدا میں معین و مددگار ہوں اُنکو جمع رکھنا کارِ ثواب ہے۔ کیونکہ وہ اسبابِ آخرت میں سے ہیں۔

چیسٹ دنیا از خدا قاضی بدن | الے قماش و فقرہ و فرزند وزن

اگر مطلق ہر قسم کے سونے و چاندی وغیرہ کا جمع کرنا مذموم ہو تو قرآن کریم کے پارہ ۱۴ میں حضرت خضر علیہ السلام کو دو یتیم بچوں کے لئے ایک دیوار میں ایک خزانہ کو محفوظ کرینیکا امر خدا تعالیٰ کے کیڑوں سے نہ ہوتا۔ اور جس شخص نے اُس خزانہ کو جمع کر کے گاڑا تھا اُسکو خدا تعالیٰ ان لفظوں میں یاد فرماتا ہے **وَكَانَ أَبُوهُمَا صَالِحًا** ترجمہ۔ یعنی اُن دو بچوں کا باپ جس نے خزانہ جمع کر کے دیوار کے نیچے گاڑا تھا وہ ایک نیک اور صالح آدمی تھا اس سے معلوم ہوا کہ راہِ خدا میں مال خرچ کرنے کی غرض سے جمع کرنا کارِ ثواب اور دنیاوی محبت سے اُسکو جمع کرنا کارِ عذاب ہے۔ دراصل سونا و چاندی دوسرے اسباب و اعراض کی طرح ہیں جو انسان کے اغراض میں مدد و معاون ہوتے ہیں مگر بعض انسان اُنکو اغراض و نیائے دنیہ یعنی ایسے خطوطِ نفیس میں لگا دیتے ہیں جنکی وجہ خدا کی طرف نہ ہو لہذا وہ اُنکے لئے مضر صورتیں اختیار کر لیتے ہیں۔ دراصل سونے و چاندی میں کوئی مذمت نہیں ہے بلکہ انکی بد استعمالی جبری و مذموم ہے۔ یعنی سونے و چاندی سے ایسے خطوطِ نفیس لینا جنکی وجہ خدا کی طرف نہ ہو بلکہ محض غرض دنیا ہو وہ مذموم ہیں۔ چنانچہ ایسے خطوط لینے والوں کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے **مَنْ كَانَ يَرْيِدُ حَرْتًا الدُّنْيَا نَوَاتِهِ مِنْهَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ نَصِيبٍ**۔ ترجمہ یعنی جو شخص دنیا کی کھیتی کا ارادہ کرے ہم اُسکو خط و نیا دیدیتے ہیں اور آخرت میں اُسکے لئے کچھ حصہ و حظ نہ ہوگا۔

اس سے معلوم ہوا کہ دنیا کے تمام مال و اسباب و نقدیات انسان کو منزلِ آخرت پر پہنچانے کے لئے مددگار و نوکر و چاکر کر دیئے گئے ہیں پس جو شخص ان کو اسجگہ کے خطوطِ غیر

لگا کر چھوڑ دے اور اُنکا پوجا رہی و خادوم بنجاوے اور اُن میں اپنے دل کو لگا دے
وہ سراسر زبا شکار ہے۔

چو دنیا کشت زار آں جهان است | بکار اے جانِ من ورنہ زیان است
چو بیرون مینوی ناکشتمه دانه | تو خواہی بود رسواے زمانہ

تمام اشیائے عالم جو خدا نے پیدا کی ہیں وہ انسان کی امداد و خدمت کے لئے پیدا کی
ہیں۔ مگر جو انسان اُنکا خادوم و پوجا رہی بنجاوے وہ حکمتِ الہی کے برعکس کرتا ہے
اسلئے اسکو تکلیف پہنچتی ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ عالمِ علوی و سفلی کی
جس چیز پر نظر ڈالو وہ انسان کے لئے کار آمد و مفید ہے مگر ان میں سے انسان کسی
کے کام کا نہیں ہے۔ اگر انسان نہ بھی ہوتا تو ان چیزوں کا کچھ حرج و نقصان نہ ہوتا مگر ان
چیزوں میں سے کوئی نہ ہوتی تو انسان کا حرج و نقصان ہوتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ
یہ تمام چیزیں انسان کی معاون و مددگار بنائی گئی ہیں اور انسان خدا تعالیٰ کی عبادت
کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ترجمہ۔ یعنی میں نے جن و انسان کو اپنی محض عبادت کے لئے
پیدا کیا ہے۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ تمام اشیائے عالم انسان کی منزلِ اُخروی
یعنی عبادتِ الہی میں امداد دینے کے لئے پیدا کی گئی ہیں۔ یعنی تمام اشیائے عالم
کی پیدائش کی غرض عبادتِ الہی ہے۔ پس جو انسان اشیائے عالم میں سے کسی
چیز کو عبادتِ الہی کے سوا کسی مصرف میں صرف کرے وہ اُسکے لئے منزلِ اُخروی
میں رکھ دینے والی شکل پکڑ لیگی۔ کیونکہ اس نے حکمتِ الہی کے برخلاف کام کیا۔

الغرض اشیائے عالم میں سے کوئی چیز بُری نہیں ہے بلکہ انکی ہر استعمال
بُری ہے۔ دنیا آخرت کی کمیٹی ہے مگر جو کمیٹی کو وجہِ خدا سے پھرتا ہے وہ بد استعمال

کرتا ہے۔ **نظم**

وَأَنْتَ حَارِثُهُ وَالرِّزْقُ مَقْسُومٌ
فَإِنْ حَرَيْتَ فَأَنْتَ مَذْمُومٌ
وَأَخْرَجْتَ لِبَاقِيَةٍ فَلَا مَعْصُومٌ
تَذُولُ عَنْكَ فَيَمْكُرُ اللَّهُ مَعْلُومٌ

الْحَرْثُ حَرَّانٍ فَحُمُودٌ وَمَذْمُومٌ
لَا تَحْرُثَنَّ لِدُنْيَا أَنْتَ تَارِكُهَا
لَا تَحْزَنَنَّ لِمَا يَقْبِي فَلَسْتَ لَهُ
وَاحِدٌ مِنَ الزَّكَنِ لَا تَوَكَّنْ لِبَلَابِيَةٍ

وَأُحْرِقُوا حَرًّا لَّكُنْتُ ذَانِظِرًا | كَمَثَلِ مَنْ هُوَ بِالْخَيْرَاتِ مَوْسُومٌ | ترجمہ۔ یعنی کھیتیاں دو میں اچھی اور بری۔ اور تو وہ کھیتی بوتھا ہے جو بری ہے۔ اور رزق تو تیرے حصہ کا مقسوم ہو چکا ہے۔ حظوظ دنیا سے دنیہ کے لئے کھیتی نہ ہو کیونکہ تو ان حظوظ کو چھوڑ جانے والا ہے۔ پس اگر تو حظوظ دنیہ کے لئے کھیتی بوتھا ہے تو تیرا یہ کام بُرا ہے۔ اُس چیز کو جمع نہ رکھ جو فانی ہو نیوالی ہے۔ اور حظ آخرت جو باقی ہے اُسکے لئے خزانہ جمع کر کہ یہ بات تیرے لئے مفید مفہوم ہوئی ہے۔ دنیا کی طرف میل نہ کر دنیا فانی ہے اُسکے ساتھ رغبت نہ کر کہ تجھ سے زائل ہو جاوے گی۔ دنیا کا زائل ہونا خدا تعالیٰ کی تدبیر و سنت معروف و مشہور سے دکھائی دے رہا ہے۔ آخرت کے لئے کھیتی ہو اگر تو صاحب فکر اور اُس شخص کی طرح ہے جو خیرات و خوبیوں سے موسوم ہو۔ (فتوحات مکیہ ابن عربی)۔

بیان مذکور اس امر کا مؤید ہے کہ انسان میں پوری طرح اسلام کے حقیقی معنی متحقق نہیں ہوتے جب تک اپنی ساری قوتوں اور تمام اعراض و اسباب اور اپنی ساری خواہشات خدا کو سپرد نہ کر دے اور ہر امر میں وجہ الہی کا لحاظ نہ رکھے اور پھر راوۃ مصر سے مستقیم ہو کر موت اختیار کرے۔

الْمُسْتَقِيمُ الَّذِي قَامَتْ قِيَامَتُهُ | مَنْ عَيَّرَ مَوْتَ وَلَا يَكِدُ رِيَّ بِهِ أَحَدٌ | وَلَيْسَ يَصْرُفُهُ عَنْ أَمْرِ خَالِقِهِ | مِنَ الْخَلَائِقِ لَا أَهْلٌ وَلَا دَوْلَةٌ | إِلَّا إِلَهُ الَّذِي إِلَيْهِ يُسْتَنْدُ

ترجمہ۔ یعنی خدا تعالیٰ کی راہ پر وہ شخص قائم رہنے والا ہے جس پر اسی دنیا میں بغیر موت طبعی کے قیامت قائم ہو گئی ہو اور کسی کو اسکی قیامت کا حال معلوم ہی نہ ہو اور مخلوق میں سے ہو یا اولاد اسکو اپنے خالق کے حکم سے کوئی پھیرنے والا نہ ہو۔ اور دنیا میں خدا تعالیٰ کے بغیر اسکا کسی چیز پر تکیہ و بھروسہ نہ ہو۔

خاندان نبوی کے لئے حرمت صدقات کی وجہ

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اِنَّ هٰذَا الصَّدَقَاتِ اِنَّهَا هِيَ مِنْ اَوْسَاحِ النَّاسِ وَارْفَاقِهَا لَاحِلٌ لِّلْحَيِّ وَلَا لِّلْمَيِّتِ وَلَا لِّلْمُحْكَمِ وَلَا لِّلْمُجْتَلِ | ترجمہ۔ یعنی یہ صدقات

لوگوں کا میل ہوتے ہیں اسلئے یہ نہ محمدؐ کے لئے حلال ہیں اور نہ اولاد محمدؐ کے لئے حلال ہیں۔

اور ایک دوسری حدیث میں آیا ہے **حَنْ أَهْلَ الْبَيْتِ لَا يَحِلُّ لَنَا الصَّدَقَةُ** ترجمہ۔ یعنی ہم اہلبیت ہیں ہمارے لئے صدقہ حلال نہیں ہے۔ اہلبیت سے مراد بنو ہاشم۔ آل علی۔ و عباس و جعفر و عقیل و حارث بن عبد المطلب ہیں۔

(۲) صدقات کا میل ہونگی وجہ یہ ہے کہ صدقات کے دینے سے گناہ دور ہوتا ہے اور بلارفع ہوتی ہے۔ اور ان باتوں میں صدقات انسان کا فدیہ ہوتے ہیں اسلئے ملّا اعلیٰ کے اور اکات ہیں یہ صدقات ان صورتوں میں ظاہر ہوتے ہیں جس طرح صورت و حیثیت اور لفظیہ اور خطیہ میں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جن چیزوں کے یہ نام ہیں وہی چیزیں ذہن اور الفاظ اور کتابت کے اندر موجود ہیں۔ اور ہمارے نزدیک اُس کا نام وجود و تشبیہی ہے اسلئے بعض نفوس عالیہ میں اس بات کا اور اک پیدا ہوتا ہے کہ ان صدقات میں ایک قسم کی تاریکی پائی جاتی ہے۔ اور کبھی اس امر کا امکان سافدہ کی طرف نزول ہوتا ہے اور بعض اہل مکاشفہ اس امر کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

۲۔ جس طرح صالحین کو زنا یا اعضائے خبیثہ کا ذکر کرنا گوارا معلوم ہوتا ہے اور نفیس اشیا کے ذکر سے بے نیاز ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نام کی تعظیم کرتے ہیں۔ ایسے ہی جس مال کو انسان بلا کسی عوض کے خواہ وہ عوجن کوئی خاص شے ہو یا صرف نفع ہی ہو اس سے لے لیتا ہے۔ اور اس دینے والے کو اس شخص کی عزت مقصود نہیں ہوتی ہے تو اس مال کے لینے میں اُس شخص کو ایک قسم کی ذلت و اہانت حاصل ہوتی ہے۔ اور اُس معطی کو اُس شخص پر فضیلت اور احسان ہوتا ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں **أَيْدُ الْعُلَمَاءِ خَيْرٌ مِنْ يَدِ السُّفَلَى** ترجمہ۔ یعنی اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر بہر حال اس طور سے کہ نام تمام پیشوں میں بدترین پیشہ ہے اور جو لوگ مقدس اور بزرگان دین ہیں انکی شان کے بالکل مناسب نہیں ہے۔

(۳) اس حکم میں دوسرا یہ راز ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود بہ نفس نفیس صدقہ لیتے اور اپنے عزیزوں اور ان لوگوں کے لئے جو کچھ نفع اپنا ہی نفع ہے تجویز فرماتے تو اس بات کا اقبال تھا کہ لوگ آپ سے بدگمان ہوتے اور آپ کے حق میں وہ وہ باتیں کہتے جو بالکل خوشگوار۔

اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دروازہ کو بالکل بند کر دیا۔ اور اس بات کو ظاہر فرمایا کہ صدقات کے منافع انہیں لینے دینے والوں کی طرف عائد ہوتے ہیں اور انہیں کے اختیار سے لیکر انہیں کے فقر کو واپس کر دینے جاتے ہیں۔ یہ ان کے حق میں بڑی رحمت اور مہربانی اور بھلائی کا پونچنا اور برائی سے بچنا ہے۔

(۴) جو لوگ صرف مالک کر گذارہ کر بیٹے عادی ہو جاتے ہیں ان میں سے تقویٰ و عفت و شجاعت اور دیگر اخلاق فاضلہ ضائع ہو جاتے ہیں۔ انکی ہمتیں بہت پست ہو جاتی ہیں محنت و کسب و تحصیل کمالات سے وہ جی چراتے ہیں۔ عیاشی انکا پیشہ ہو جاتا ہے۔ ترغذ و آسائش و آرام طلبی انکی رگ و ریشہ میں سرایت کر جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان امور کو مد نظر رکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خوف و استغیر ہوا کہ مبادا میری آل لوگوں کی خیرات و صدقات پر تنکیہ لگا کر تحصیل کمالات میں مست نہ ہو جاوے۔ اور واقعی یہ ایسے اسباب ہیں جو نفوس نفسیہ کی حالت کے برخلاف ہیں لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر صدقات منع فرما دیئے تاکہ وہ ایسے امور دنیا کے عادی ہوئے سے سخت دل نہ بنیں اور ایسے رزق مذلت کے طالب بن کر ذلیل و خوار نہ ہو جاویں۔ چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ طلب ایسے رزق دینی و رسوائی کی مانگت میں ارشاد ذیل فرماتے ہیں:

لَا تَطْلُبَنَّ مَعِيشَةً بِمَذَلَّةٍ
وَإِذَا تَمَقَّرْتَ فَذَلَّ وَضَعَكَ بِالْغِنَى
وَأَرْفَعَنَّ نَفْسَكَ عَنْ حُذُوثِ الطَّلَبِ
عَنْ كُلِّ ذِي دَسِيسٍ لِحُلَا الْاَجْرَبِ
فَلْيَرْجِعَنَّ إِلَيْكَ رِزْقُكَ كُلَّهُ
لَوْ كَانَ أَبْعَدَ عَنْ حُلِّ اللُّوَاكِ

ترجمہ۔ نہ تلاش کر مذلت کے ساتھ روزی کو۔ اور بچالے اپنے نفس کو خیر میں مطلب سے اور جب تو محتاج ہو تو علاج کر اپنی محتاجی کا بے پروائی کے ساتھ۔ ہر ایک پلید سے جو پوریت کر گئیں کی طرح ہو پس جلد پھر آویگا تیری طرف رزق تیرا سارا۔ اگر چہ وہ درہونہار و نیکو مقام سے واضح رہے کہ سادات کے لئے منع صدقات کی حکمت بیان کرنے میں یہی خاکسار متغیر نہیں ہے بلکہ سارے حکمائے اسلام اس پر متفق ہیں۔ چنانچہ حضرت امام غزالی رحمہ اللہ نقالے کینیاٹے سادات میں لکھتے ہیں۔ بایکہ زکوۃ چہ علویان (سادات) مذکورہ اسلاف مال مردم است۔ ترجمہ۔ یعنی چاہئے کہ زکوۃ کا مال سادات کو نہ دیا جائے کہ یہ مال لوگوں کے مال کی سیل ہوتی ہے۔ اور اس امر کی مانگت میں کلام نبوی بھی وارو ہے +

عقل کا جوڑا و طریق ہدایت کا فلسفہ

ہم قبل ازیں لکھ چکے ہیں۔ کہ کوئی عقل بغیر اپنے جوڑے کے کام نہیں کر سکتی۔ اور اُس کا جوڑ خدا کا کلام ہے پس جو عقل اس جوڑے علاحدہ ہے وہ ناقص ہے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے۔ کہ نور وحی الہی کے نازل ہونے کا یہی فلسفہ ہے کہ وہ نور پر ہی وارد ہوتا ہے۔ تاریکی پر وارد نہیں ہوتا۔ کیونکہ فیضان کے لئے مناسبت شرط ہے اور تاریکی کو نور سے کچھ مناسبت نہیں۔ بلکہ نور کو نور سے مناسبت ہے اور حکیم مطلق بغیر رعایت مناسبت کوئی کام نہیں کرتا ایسا ہی فیضان نور میں بھی اُس کا یہی قانون ہے کہ جس کے پاس کچھ نور ہے اُسی کو اور نور بھی دیا جاتا ہے۔ اور جس کے پاس کچھ نہیں اس کو کچھ نہیں دیا جاتا۔ جو شخص آنکھوں کا نور رکھتا ہے وہ ہی آفتاب کا نور پاتا ہے۔ اور جس کے پاس آنکھوں کا نور نہیں۔ وہ آفتاب کے نور سے بھی بے بہرہ رہتا ہے اور جس کو فطرتی نور کم ملا ہے۔ اُس کو دوسرا نور بھی کم ہی ملتا ہے۔ اور جس کو فطرتی نور زیادہ ملا ہے۔ اس کو دوسرا نور بھی زیادہ ہی ملتا ہے۔ قرآن کریم کا متقیوں کے لئے رہنا ہونا اسی وجہ سے ہے کہ نور کو نور سے مناسبت ہوتی ہے۔ اور نورہ کو آفتاب سے مناسبت ہے نہ کسی اور چیز سے یہی وجہ ہے کہ خدا فرماتا ہے ہدی للمتقین اس سے یہ بھی واضح ہوا کہ قرآن کریم کے منکروں کے عقل اس وجہ سے ناقص ہوتے ہیں کہ حقیقی آفتاب سے اُن کا رخ پھرا ہوا ہوتا ہے۔

برو عقل طلب کن کت زغبی نزل آرد
کایں علی کہ ماورایم صد ہند خطا دارد
کر گیر و دست لے نادانان بگوشہ تو بگزارد
کایں حجت کہے آری بلا ہر برست آرد

ترا عقل تو ہر دم پاپے بند کبرے دارد
ہاں بھر کہ ملک علم حق از حق بیامیزم
کہ گوئد بہتر از قولش گراو خاموش بنشیند
برو قدرش بہنیں و از حجت بے صلہ دم کوش

سلسلہ ہدایت میں آفتاب کی نہایت روشن مثال ہے کہ ہر چند آفتاب اپنی کرنیں چاروں طرف چھوڑ رہا ہے۔ لیکن اُس کی روشنی قبول کرنے میں ہر ایک مکان برابر نہیں۔ جس مکان کے دروازے بند ہیں۔ اُس میں کچھ روشنی نہیں آ سکتی۔ اور

اور جس میں بمقابل آفتاب ایک چھوٹا سا وزن ہے۔ اس میں روشنی تو پڑتی ہے۔ مگر تھوڑی جو بجلی ظلمت کو اٹھا نہیں سکتی۔ لیکن وہ مکان جس کے دروازے بمقابل آفتاب سب کے سب کھلے ہیں۔ اور دیواریں بھی کسی کثیف شے سے نہیں بلکہ نہایت مصفیٰ اور روشن شیشے سے ہیں۔ اُس میں یہی خوبی نہیں ہوگی۔ کہ کامل طور پر روشنی قبول کرے گا۔ بلکہ اپنی روشنی چاروں طرف پھیلا دے گا اور دوسروں تک پہنچا دیگا اس جہت سے اوس نئی معصوم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبکی لبوں پر حکمت جاری تھی فرمایا خیارُہُمْ فی الجاہِلِیَّةِ حِیَارُہُمْ فی الْاِسْلَامِ (ترجمہ) یعنی جو لوگ نیک ذات ہیں وہی اسلام میں بھی داخل ہو کر نیک ذات ہوتے ہیں۔ غرض طبائع انسانی جو اہر کانی کی طرح مختلف الاقسام ہیں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں النَّاسُ کَمَعْدِنِ الدَّهَبِ وَالْفِضَّةِ (ترجمہ) یعنی لوگ سونا اور چاندی کی کانوں کی طرح ہیں۔ بعض طبعیتیں سونے چاندی کی طرح روشن اور صاف اور بعض گندھک کی طرح بدبو دار اور جلد بھڑکنے والی بعض زہیقہ دارہ کی طرح بے ثبات اور بے قرار بعض دوسے کی طرح سخت اور کثیف۔ اور جیسا یہ اختلاف طبائع برہمی الثبوت ہے۔ ایسا ہی انتظام ربانی کے بھی موافق ہے کچھ بے قاعدہ بات نہیں۔ کوئی ایسا امر نہیں کہ قانونِ نظامِ عالم کے برخلاف ہو۔ بلکہ اسائن و آبادی عالمِ روشنی پر موقوف ہے۔ ظاہر ہے کہ تمام طبعیتیں ایک ہی مرتبہ استعداد پر نہیں ہیں۔ بلکہ مختلف طور کے کثیف کاموں کے لئے وہ طبعیتیں مناسبت رکھتی ہیں۔ جو کثیف ہیں۔ یونانی حکیموں نے بھی یہی رائے ظاہر کی ہے کہ جیسے بعض انسان حیوانات کے قریب قریب ہوتے ہیں۔ اسی طرح عقل تقاضا کرتی ہے۔ کہ بعض انسان ایسے بھی ہوں جن کا جو ہر نفس کمال صفوت اور لطافت پر واقع ہو۔ جس طرح طبائع انسانی کا سلسلہ نیچے کی طرح اس قدر متنزل نظر آتا ہے کہ حیوانات سے جا کر اتصال پکڑ لیتا ہے۔ اسی طرح اوپر کی طرف بھی ایسا ہی متصاعد ہو کر عالمِ اعلیٰ سے اتصال پکڑتا ہے۔ الغرض افراد بشر یہ عقل میں۔ قوی اسلافیہ میں۔ نور قلب میں۔ متفاوت المراتب ہوتے ہیں۔

باعثِ اختلافِ مراتبِ فہم

مذکورہ بالا قاعدہ کو مدنظر رکھ کر غور کرو گے۔ تو آپ کو یہ بھی معلوم ہو گا کہ جیسا کہ طبائع نہانی کے مراتب مذاق مختلف ہوتے ہیں۔ چنانچہ بلغمی بخار واسلے کے منہ کا ذائقہ پھیکا۔ اور دوسری کاشتیں اور صفراوی کا کڑوا ہوا جاتا ہے۔ اور ان سب کو ایک ہی مزے والی غذا کا ذائقہ الگ الگ محسوس ہوتا ہے۔ اسی طرح علمی امور میں مذاق طبائع و فہم متفاوت المرتب ہوتے ہیں چنانچہ اگر ایک بات ایک شخص کے نزدیک نکتہ معرفت اور حقیقت کا راز ہے۔ تو دوسرے کے نزدیک وہ لغو و کمی ہے۔ حتیٰ کہ قرآن کریم جیسے نور مبین و شفا و رحمت کے متعلق بھی خدا کی مخلوق کا یہی معاملہ ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے

يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ۗ وَمَا يُضِلُّ بِهٖ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ ۝۶۱ وَنُزِّلَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ۭ مَا هُوَ شِفَاۗءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَكَارِهُنَّ الْقُلُوْبُ ۚ لِاَلْحَسَنٰتِ ۚ ۝۶۲

قرآن جیسے نور و رحمت و شفا سے بھٹک جاتے ہیں۔ اور اس کے ذریعہ بہت راہ راست پر آتے ہیں۔ اور قرآن سے بھٹکتے تو وہی ہیں۔ جو خدا سے عہد شکنی کرتے ہیں۔ ہم نے قرآن کو سامنے والوں کے لئے شفا و رحمت اوداتا ہے اور قرآن سے ظالم طمع لوگ تو نقصان ہی اٹھاتے ہیں۔ یعنی مریض الطبع کو ابھی غذا موافق نہیں ہوتی۔ پس جبکہ خدا تعالیٰ کے کلام قرآن کریم کے متعلق اسکی مخلوق کا ایسا سلوک ہو۔ تو میری اس کتاب اسرار شریعت کے ساتھ بھی بعض افراد انسانی کا ایسا ہی معاملہ ہو۔ تو کچھ تعجب نہیں۔ بلکہ ایسے امور سے مجھے اس کتاب کی درگاہِ الہی میں مقبولیت معلوم ہوگی۔

ابھی تھوڑے ایام ہوئے کہ ایک فیشنبل آدمی نے اس کتاب کا مسودہ دیکھ کر مجھے کہا۔ کہ آپ نے اس میں عربی عبارات قرآن و حدیث کو کیوں زیادہ داخل کیا ہے۔ گویا اس کا ثبیل تھا۔ کہ انکے میں مردانِ چشم کی ضرورت نہیں۔ یا یہ کہ انکے موجود ہو تو ہر چیز میں نظر آجاو گی۔ گو لڑ آفتاب نہ بھی ہو۔ حالانکہ ایسی کوئی آنکھ نہیں پیدا ہوئی جو بجز نور آفتاب و کھاسکے + ایک مولوی صاحب نے کتاب کا ایک ورق پڑھ کر کہا کہ آپ نے اس کتاب میں معقولات

کو زیادہ داخل کیا ہے۔ مگر قرآن و احادیث کو بہت کم دخل دیا ہے۔
ایک تیسرے صاحب نے کہا کہ بہتر ہونا کہ آپ سر اسر صرف معقولات پر زور دیتے
منقولات کی اس میں ہرگز ضرورت نہیں۔ دانشمند ناظرین ایسے اصحاب کی راؤں کی صحت
و تقم کا خود موازنہ کر لینگے۔ لہذا ایسے اصحاب جو آئندہ تنقیدی نظر سے اس کتاب کو دیکھیں
اُن پر لازم ہے کہ وہ تنقید کے ساتھ ہی اپنے دلائل موجب بھی پیش کریں ورنہ عذر نامعقول ثابت
مے کند الزام رہا۔

ہمارے علمائے اسلام ذوی الاحترام توجہ سے سنیں

ممکن ہے کہ کسی مثلہ کی فلاسفی و حقیقت سمجھنے میں ہمارا قصور و کسر ہو۔ اور کوئی
صاحب ہم سے بہتر بیان کرنا جانتے ہوں۔ وَهَوَىٰ كُلُّ ذِي عِلْمٍ عَلَيْهِ سَلَامٌ لہذا ذوی علم صاحب
اگر مجھے کسی ایسے امر کی طرف توجہ دلائینگے تو میں مٹنے کے لئے تیار ہوں۔

الْبَشَرُ لِأَهْلِ الْهَدَىٰ

ہودا ہے نیک طبعوں پر فرشتوں کا اوتار
نبض بھر چلنے لگی مردوں کی ناگہ زندہ دل
پھر ہٹے ہیں چشمہ توحید پر از جاں نثار
کچھ نہیں انسان پرستی کو کوئی عزت و وقار
دل ہمارے ساتھ ہیں گوشتہ کریں باب بک ہزار

آسمان پر دعوت حق کے لئے اک جوش ہے
آ رہا ہے اس طرف احرار یورپ کا مزاج
کہتے ہیں تثلیث کو اب اہل دانش الوداع
ہر طرف ہر ملک میں ہے بت پرستی کا زوال
آسمان سے ہے چلی توحید خالق کی ہوا

سکے بعد جلد دوم کتاب صوم سے شروع ہوتی ہے

میتوطن چنگا بنکیال تحصیل گو خانہ خانہ راولپنڈی

۱۵۔ محمد الحام ۱۳۲۵ھ



فہرست مضامین

کتاب اسرار شریعت

جلد دوم

۱	مقل قیل و قال سے سچائی کی برکد و فیصلے	۲۰	سال میں چھتیس دن رکھنے سے صائم اللہ ہونے کی حکمت
۲	احکام شریعت میں مقل کا دخل جائز و ناجائز کیسے ہوتا	۲۱	تقرری عید فطر کا روزہ
۳	کیا شریعت میں کچھ نقص باقی ہے جسکا انسانوں کے قیاسات	۲۲	عید دن عمدہ غذا کھانے و نفیس لباس پہننے کی وجہ
	عقیدہ سے پرہیز کیا جاتا ہے	۲۳	تقرری عید قربان کی وجہ
۴	اس بات کی کئی کچھ تصدیق ہو کہ انسانی قیاس مقل بھی خدا کے	۲۴	عید میں نماز و خطبہ و تجویز کی وجہ
	فرمودہ کے مطابق صحیح ہو سکتی ہے	۲۵	عید کی نمازوں میں زیادہ تکبیرات رکھنے کی وجہ
۵	خدا نے تمام امتیں کو قرآن میں کیوں واضح نہ کر دیا کہ غطا خان بنتے	۲۶	قربانی دینے کی وجہ
	اور نہ لوگوں کو قیاسات کی حاجت پڑتی۔	۲۷	قربانی کے جانوروں کو ذبح کرنا خلاف رحم نہ ہونے کی وجہ
۶	خدا نے سارے مخلوق کو کیوں یکساں پیدا نہیں کیا	۲۸	کتاب حج
۷	نیکو حضرت داؤد و سلیمان علیہ السلام	۲۸	بنائے کعبہ طواف کعبہ و خادکوں کے پتھر چھڑاؤ کو بدینے کی وجہ
۸	کیا خدا تعالیٰ اور اس کے دین کو کشتاؤں میں بیان کرنا بائزگ	۲۹	صفاء و سروہ کے دسایں سہی کرنے کا روزہ
۹	حکمت روزہ	۳۰	مکہ سےخصت ہونے کے وقت اجارہ خادکوں میں جانچنے کو ہر ہنگام
۱۰	اقوام سابقہ میں روزہ	۳۱	حکمت حج
۱۱	وجہ تسمیہ رمضان	۳۲	حج کے لئے خصوصیت مکہ کی وجہ
۱۲	یومئذ رات روزہ مقرر نہ ہونے کی وجہ	۳۳	مکہ میں سون کا ستر
۱۳	رمضان کی راتوں میں تقرری تراویح کی وجہ	۳۴	کعبہ پر نظر کرنے کی حکمت
۱۴	رمضان میں روزہ رکھنے کی خصوصیت کی وجہ	۳۵	میقات پر احرام باندھنے کی وجہ
۱۵	ہر سال میں ایک مہینہ روزوں کیلئے مخصوص ہونے کی وجہ	۳۶	لیکھ کئے کا روزہ
۱۶	کیم شوال کو روزہ رکھنا حرام ہونے کی وجہ	۳۷	پردہ کعبہ کو پکڑنے کا روزہ
۱۷	وجہ تقرری صدقہ فطر	۳۸	عرفات میں ٹھہرنے کا ستر
۱۸	ہر سال پر صدقہ فطر ایسا صحیح یا چھڑاؤ یا نہ صدقہ گنم و بکری کا	۳۹	منامیں اترنے کا روزہ

۴۰ مشعر الحرام میں ٹھہرنے کی حکمت

۶۳ نخل میں تعین مہر کا راز

۴۱ رمی جمار کا راز

۶۴ تعین ولیمہ کی وجہ

۴۲ آب زمزم پینے کی حکمت

۶۵ تعین عقیقہ اور بچہ کا سر منڈانے کی وجہ

۴۳ حج میں ہدیٰ لینے قربانی کرنے کی وجہ

۶۶ ساتویں روز تعین عقیقہ و نام رکھنے کا سبب

۴۴ بطن محترم میں تیز چلنے کا راز

۶۷ بچہ کے سر کے بالوں کا چاندی کے ساتھ تصدق کرنا کا راز

۴۵ طواف کعبہ کا راز

۶۸ لڑکے کا عقیقہ دو کرے اور لڑکی کے عقیقہ میں ایک بکر لینے کی وجہ

۴۶ حرم کجاوڑوں کا شکار نہ کرنے کی مصلحت

۶۹ مولود کو گڑھتی دینے کی حکمت

۴۷ معارف قطع علاقہ بارادہ حج بیت اللہ

۷۰ عورت کے نخل میں اجازت ولی کی وجہ

۴۸ معارف زادہ راہ حج

۷۱ عورتوں میں امر عدل کی وجہ

۴۹ معارف جدائی وطن بارادہ حج

۷۲ عورت کیلئے ایک سو زیادہ خاوند کر نیسے ممانعت کی وجہ

۷۳ کیا بہشت میں مومن کو دنیا والی عورتیں اور عورتوں کو دنیا والے مرد پیشگی

۵۰ سواری حاجی کی عبرتیں

۷۴ بہشت میں مردوں کے لئے زیادہ عورتیں ملنے کا راز و عورتوں

۵۱ معارف چادر ہائے احرام

۷۵ کے لئے ایک سے زیادہ خاوند نہ ہونے کی وجہ

۵۲ اسرار شقائق و تجالیف حج

۷۶ کیا بہشت میں انوشیت و رجولیت ہوگی

۵۳ ابتدائے آفرینش زمین میں خاندان کعبہ کی زمین اول تیار ہوا اور

۷۷ عورت کی شہوت مرد سے کم ہونے کی وجہ

انتہائے زمانہ میں ایک سو پہلے ویران ہونے کی وجہ

۷۸ عورت کو جوش شہوت کیوں زیادہ ہوتا ہے

کتاب النکاح

۵۴ مقاصد نکاح

۷۹ مستورات و مردوں کے لئے اسلامی پردہ کے وجوہات

۵۵ سو کچے تعداد ازدواج جائز تک محدود ہونے کی وجہ

۸۰ عورت کو ہر ماہ میں حیض آنے کی وجہ

۵۶ اعمال و احکام شریعت میں تقرری اعداد کی وجہ

۸۱ ختمہ عہدت کے لئے بے مکر و کم لئے

۵۷ احکام الہی کی حکمتوں میں تعدد کی وجوہات

۸۲ عدت بیوہ کچھ دوسری عدتوں سے مختلف ہونے کی وجہ

۵۸ نبی علیہ السلام کا پسینہ پانی است کے زیادہ ہونا یا کر کے کی وجہ

۸۳ حقیقت طلاق

۵۹ اغراض اولاد

۸۴ طلع کرنا والی دبا جہ عورت کی عدت ایک حیض مقرر ہونے کی وجہ

۶۰ ولیمہ و نخل میں علت و دفع کا راز

۸۵ نانیہ و موطا شبیہ کی عدت ایک حیض تک کی وجہ

۶۱ نخل میں تقرری گواہ و طلاق کی وجہ

۸۶ دنیا میں حیض عدت کو کچھ خاوند نہ کئے ہوں دیانت میں کے ساتھ ہر گ

۶۲ مرد پر بیض تنوہی عہدات کے حرم ہونے کی وجہ

۸۷ وجہ حرمت جوارح مخالف و حکمت اہل احبہ سے اجتناب

۸۸	طلاق کا تین دن تک محدود ہونے کی وجہ	۱۰۷	شراب کی حد میں حضرت عمر کا چالیس دراز زیادہ ہونے کی وجہ
۸۹	طلاق رجعی کا دو تک محدود ہونے کی وجہ	۱۰۸	حقیقت مقادیر محدود
۹۰	تین طلاق جینے اور پھر نکاح ثانی کے بعد پہلے مرد پر عورت کے حلال ہونے کی وجہ	۱۰۹	حکمت حد و کفارہ
۹۱	ایلا کی مدت چار ماہ مقرر ہونے کی وجہ	۱۱۰	وجہ تقرری قصاص
۹۲	وفات انبیاء کے بعد انکی عورتوں سے اور انکو حرمت نکاح کی وجہ	۱۱۱	حرمت قتل کی وجہ
۹۳	حرمت حلالہ حوالہ کی وجہ	۱۱۲	حرمت سرقت کی وجہ
۹۴	حرمت نکاح مستحب کی وجہ	۱۱۳	حرمت زنا کی وجہ
۹۵	عورت کے لئے تقرری عدت کی وجہ	۱۱۴	حرمت لواطت کی وجہ
۹۶	کیا لونڈیاں جس قدر کوئی چاہے بے تعداد بغیر نکاح اپنی بہستری کے لئے رکھ سکتا ہے	۱۱۵	حد و تعزیر و کفارہ میں کیا فرق ہے
۹۷	کتاب جنایات والحدود	۱۱۶	اسلام میں ڈاڑھی رکھنے اور اونچوڑ کو کٹوانے کی وجہ
۹۸	زانی محسن وغیرہ محسن کی سزا میں فرق کی وجہ	۱۱۷	والدین کی نافرمانی حرام ہونے کی وجہ
۹۹	چوری کی سزا میں چور کے ہاتھ کا ٹانڈا دھنا کی سزا میں ٹانڈی کی شہ گاہ نہ کاٹنے کی وجہ	۱۱۸	وجہ حرمت شطرنج - کبوتر بازی - شیر بازی - پتنگ بازی - تاش بازی وغیرہ
۱۰۰	شر بخاری - زنا - لواطت - چوری میں کفارہ مقرر ہونے کی وجہ	۱۱۹	مرد و کموسنا و ریشم پہنانا نہ ہونے کی وجہ
۱۰۱	حالت حیض میں عورت سے جماع کرنے میں تعین کفارہ کی وجہ و عورت کے زہر میں جماع سے عدم کفارہ کی وجہ	۱۲۰	وجہ حرمت دھڑھ شکنی
۱۰۲	قتل میں دو گواہ و درمابین چار گواہ مطلوب ہونے کی وجہ	۱۲۱	کتاب الماکل والشرب
۱۰۳	تین دم کی چوری میں چور کا ہاتھ کاٹنے کے حکم کا راز	۱۲۲	وجہ حرمت خنزیر
۱۰۴	شراب کا ایک قطرہ پینے سے حاکم واجب بنا اور کئی سیر بول پینے و گھنہ کی کھانے سے عدم وجوب حد کی وجہ	۱۲۳	وجہ تسمیہ خنزیر
۱۰۵	چور کا ہاتھ کاٹ کر تیل میں داغ دینے کی وجہ	۱۲۴	وجہ تسمیہ سونڈ
۱۰۶	چور پر سزا کے ساتھ تاوان مقرر کرنے کی وجہ	۱۲۵	کیا خوک بخیر العین ہے
۱۰۷	کثر کلام سے مخالفت کی وجہ	۱۲۶	گوشت خوک کے کھانے سے نہی شدید کی وجہ
		۱۲۷	وجہ حرمت بئذہ
		۱۲۸	چلہ ہندہ جانوروں کی شکار پر نہی مجسمہ ہونے کی وجہ
		۱۲۹	وجہ حرمت مردار
		۱۳۰	وجہ حرمت خون

۱۱۹	وجہ حلت پھنسی دہائی بغیر ذبح	۱۴۰	غیر اللہ کے نام پر ذبح کئے ہوئے جانور کی حرمت کی وجہ
۱۲۰	وجہ حلت شتر۔ گائے۔ میل۔ گاؤ میں پیش پھر پکری وغیرہ	۱۴۱	حرمت شراب و قمار بازی کی وجہ
۱۲۱	وجہ حلت ہرن۔ گورخر۔ گرگوش۔ شتر مرغ	۱۴۲	حرمت سود کی وجہ
۱۲۲	وجہ حلت مرغ مرغابی۔ بطخ۔ چڑیا۔ کیوتر۔ بٹر وغیرہ باندھاں		کتاب الطہارۃ
۱۲۳	ہفت میں حلت شراب کی وجہ	۱۴۳	وجہ تقسیم ترکہ میت
۱۲۴	بائش باندھ سے کھا اپنا منہ ہونے کی وجہ	۱۴۴	حقیقت تقسیم میراث
۱۲۵	برتن میں کبھی پڑنے سے اسکو آہیں ڈوبا دیکر نکالنے کی وجہ	۱۴۵	میت کے والد کے اقربا کی وجہ دگی میں اللہ کے اقرب
۱۲۶	مرد اور۔ مردہ۔ غیر لہلہ کتاب نہ بوجہ بنام غیر اللہ مردہ کا		میراث سے محروم رہنے کی وجہ
	وغیرہ کل حرمت میں برابر ہونے کی وجہ	۱۴۶	مرد کا۔ مردہ۔ مردہ۔ سے حد چند ہونے کی وجہ
۱۲۷	وجہ حرمت کو اس جہل۔ بچہ پکی۔ سکھی۔ بیاہ۔ بچہ۔ چڑا	۱۴۷	کیسی بیٹی کو نصف حصہ میراث ملنے کی وجہ
۱۲۸	وجہ حرمت حشرات الارض۔ ہزار پاد وغیرہ	۱۴۸	دو اور دو سے زیادہ بیٹوں کو دو ٹکٹے ملنے کی وجہ
۱۲۹	وجہ حرمت کُن دہلی	۱۴۹	میت کی اولاد ہو تو اسکے والدین میں سے ہر ایک کو
۱۳۰	وجہ حرمت گرگٹ اور اسکے باندھ کی تاکید شیعہ کا راز		لے چھٹا حصہ میراث ہونے کی وجہ
۱۳۱	وجہ حرمت گوشت آٹو۔ چمکاؤ	۱۵۰	میت کی اولاد نہ ہو تو سارا ترکہ والدین کو ملنے کی وجہ
۱۳۲	وجہ حرمت گوشت گویہ سو سار	۱۵۱	میت کی ماں بھائی ہوں تو ماں کو چھٹا حصہ ملنے کی وجہ
۱۳۳	وجہ حرمت خمر۔ خمر وغیرہ	۱۵۲	ترکہ زوجہ سے بشرط عدم اولاد خاوند کو نصف مال
۱۳۴	وجہ سیدائش جانوروں و شئیائے حرام		کو چھٹا حصہ ملنے کی وجہ
۱۳۵	تمام حرام جانوروں کی وجہ حرمت	۱۵۳	ترکہ خاوند سے زوجہ کو چھٹا حصہ بشرط اولاد
۱۳۶	حلت بریفٹ مرغی کی وجہ		اتھواں حصہ ملنے کی وجہ
۱۳۷	جانور کو خلق سے ذبح کرنے کی وجہ	۱۵۴	اولاد میت کے وارثوں کو کم و بیش حصے ملنے کے وجہ
۱۳۸	بوقت ذبح جانور پر کبھی بڑھنے کا راز	۱۵۵	میت کے چچا کی اولاد کا حق وراثت ہونا اولاد
۱۳۹	انسان کے گوشت خوار ہونے کا راز		کی خالہ کا درجہ سے محروم ہونے کی وجہ

محمد فضل خاں مقام وڈاک خانہ چنگا بنکیال تحصیل گوجران ضلع راولپنڈی مؤلفہ